حجاب کراچی

Hijab Digest June 2018

Medora
Perfumed Talc
خوشبو جو دل کو بھائے
تازگی جو ہر کوئی چاہے
Season
Pleasure
Cherish
Joy
Passion
Greetings
Dignity
Salute
خوشبو کی دنیا کے 8 شگفتہ احساس
MEDORA OF LONDON

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا
ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور
20 سال سے زائد عرصہ ''ماہنامہ آنچل'' کے معروف سلسلے ''آپ کی صحت'' کے
ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے
رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔
قدرتی بال، سر کی رونق بحال
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
Aphrodite
Hair Grower
قیمت
700/=
روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے
چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
Hair Inhibitor
قیمت
900/=
روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 800/= روپے
ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
Breast Beauty
قیمت
600/=
روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے
ایفروڈائٹ پین کلر
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
Pain Killer
قیمت
700/=
روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے
زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا
ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک
ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی فلیٹس فیز 4،
شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14، نارتھ کراچی 75850
فون نمبر: 021-36997059، صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں
منی آرڈر بذریعہ
پاکستان پوسٹ بھیجنے کا پتا:
منی آرڈر کرنے کے بعد فارم نمبر، نام،
ایڈریس، مطلوبہ دوا، بھیجی گئی رقم،
0320-1299119 پر SMS کریں

بیاد	زیب النساء فرحت آراء
مدیر اعلیٰ	مشتاق احمد قریشی
مدیرہ	قیصر آراء
نائب مدیرہ	سعیدہ نثار
معاون مدیر	ندا رضوان ارشمان عبداللہ
گروپ ایڈیٹر	طاہر احمد قریشی

جلد	03
شمارہ	08
جون	2018

infohijab@aanchal.com.pk

aanchalpk.com

Download These Beautiful PDF Books

Click on Titles to Download
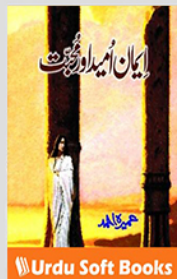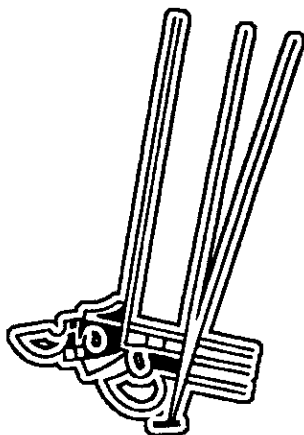
ابتدائیہ

بات چیت — مدیرہ — 10
حمد — احمر خان احمر — 11
نعت — سعید ہاشمی — 11

ذکر اس پری وش کا

حبیبہ تحریم/شکیلہ تبسم
صنم خان/ناری مغل — زینب احمد — 12

ملاقات

صبا ایشل — ایڈمن پینل — 15

سلسلہ وار ناول

میرے خواب زندہ ہیں — نادیہ فاطمہ رضوی — 24
عشق دی بازی — ریحانہ آفتاب — 72
شبِ آرزو تیری چاہ میں — نائلہ طارق — 140

مکمل ناول

سنو اے جانِ جاناں — عمارہ خان — 110
محبت گزیدہ — قرۃ العین سکندر — 172

ناولٹ

تیری دید میری عید سجن — ام مریم — 44

افسانے

تیرے سنگ پیا — سویرا فلک — 62
محبت سنگ عید بھائے — کوثر ناز — 98
ڈاکٹر کے ساتھ — اقرا حفیظ — 166
یوں ملے کہ — مہ جبین تاج — 192

آرٹیکل

اور پھر عید آگئی — حرا قریشی — 194

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی، دفتر کا پتا: 7فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔74400

سرورق: لائبہ ...... عکاسی: ایم کاشف 0331-4546116

مستقل سلسلے

سلسلہ	تحریر	صفحہ	سلسلہ	تحریر	صفحہ
جیسا میں نے دیکھا	رفاقت جاوید	196	شوخی تحریر	ہما ذوالفقار	209
بزم سخن	سمیہ عثمان	198	حسن خیال	جوہی احمد	212
کچن کارنر	زہرہ جبین	200	ہومیو کارنر	طلعت نظامی	221
آرائش حسن	حدیقہ احمد	203	دوست کا پیغام آئے	ملیحہ احمد	223
عالم میں انتخاب	نزہت جبین ضیائ	205	ٹوٹکے	خدیجہ احمد	225

خط وکتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل Infohijab@aanchal.com.pk

editorhijab@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جون ۲۰۱۸ء کا حجاب بطور عید نمبر حاضرِ مطالعہ ہے۔

سب سے پہلے تمام بہنوں کو عید الفطر کی دلی مبارک باد! اللہ سبحان وتعالیٰ کی پاک ذات سے امید ہے کہ روزے امان و عافیت کر ساتھ گزر رہے ہوں گے۔ اس بار گرمی نے بھی حشر برپا کر رکھا ہے۔ ویسے تو خود رمضان کے معنی گرمی، وہ بھی جھلسا دینے والی گرمی کے ہیں، بے شک آپ تمام بہنوں نے یہ ماہ مبارک خوب عبادتوں میں گزارا ہوگا۔ یہ ماہ مبارک تو اللہ سبحان وتعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں کا مہینہ ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اپنی رحمت اس ماہ مبارک میں اس طرح عطا فرماتا ہے جیسے بارش برستی ہے۔ یہ مہینہ رحمتوں کی بارش کا مہینہ ہے۔ یہ ایک مہینہ ایسا ہے جس میں اللہ سبحان وتعالیٰ جہنم کے تمام دروازے بند کر دیتا ہے اور بہشت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ سبحان وتعالیٰ اپنے بندوں کی عبادات کا اجر و ثواب ستر گناہ تک بڑھا دیتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مبارک سے فیض یاب ہونے کی توفیق دے اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مرحوم رشتہ داروں کی مغفرت و بخشش فرمائے، ہم سب کو اپنی رسی مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق عطا کرے آمین۔

اس بار آپ کا حجاب عید نمبر ہے، مصنفین بہنوں نے عید کی نسبت سے خصوصی طور پر حجاب کو سجانے سنوانے میں بھرپور تعاون کیا ہے۔ دعا ہے کہ ملک جس بحران سے گزر رہا ہے اللہ سبحان وتعالیٰ اپنی حفظ وامان رکھے آمین۔ کیونکہ ملک میں آنے والے انتخابات کے باعث کئی قسم کے خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کرے کہ انتخابات پُرامن اور صاف شفاف طریقہ پر سرانجام پائیں اور ہمیں اچھے اور نیک حکمران منتخب کرنے میں مدد دے اور آنے والے حکمران اور ارکان پارلیمنٹ ایمان دار اور نیک صالح ہوں آمین۔ پاکستان کی بہت بدنامی ہو چکی آئیں ہم سب مل کر اپنے وطن عزیز کی سلامتی اور سرخروئی اور حفاظت کی دعا کریں۔

اب آیئے چلتے ہیں آپ کے اس ماہ کے حجاب کی جانب۔

ام مریم، کوثر ناز، سویرا فلک، عمارہ خان، اقراء حفیظ، مہ جبین تاج، حرا قریشی۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

نصیب فرما دیار کعبہ تجھی کو یہ اختیار ہوگا

مچل رہا ہے یہ دل میں ارماں نجانے کب مجھ سے پیار ہوگا

عطا ہو تیرے کرم کا صدقہ رہے جہاں میں نہ کوئی کھٹکا

تری نوازش سے جو ملے گا ہمیشہ وہ پائیدار ہوگا

ازل سے ہے فیض تیرا جاری کروں میں کیا تیری حمد باری

اگر نگاہ کرم ہو مجھ پر تو میرا بیڑہ بھی پار ہوگا

ضمیر جس کا رہے گا زندہ جہاں میں سرخرو وہ بندہ

ترے کرم کی ہو جس پہ بارش کبھی نہ ہرگز وہ خوار ہوگا

جناب احمر خان احمر

نعت

اگر کوئی اپنا بھلا چاہتا ہے

اسے چاہے جس کو خدا چاہتا ہے

درود ان پر بھیجو سلام ان پر بھیجو

یہی مومنوں سے خدا چاہتا ہے

خدا کی رضا مصطفیٰ چاہتے ہیں

خدا مصطفیٰ کی رضا چاہتا ہے

فقیروں کے ملجا یہ منگتا تمہارا

مدینے میں تھوڑی سی جا چاہتا ہوں

ثناء خواں بنایا ثنا گو بنایا

سعید ان سے تو اور کیا چاہتا ہے

سعید ہاشمی

شکیلہ تبسم

حجاب کے تمام قارئین کو میرا محبتوں سے لبریز سلام قبول ہو میرا نام شکیلہ تبسم ہے۔ مابدولت 22 اکتوبر کو اس خوب صورت دنیا کو اور بھی خوب صورت بنانے کے لیے تشریف لائی (ہائے رے خوش فہمی) میرا تعلق ضلع بہاولنگر کے ایک قصبے ڈونگہ بونگہ سے ہے۔ ہم ماشاءاللہ سات بہنیں ہیں (مابدولت کا تیسرا نمبر ہے) ایک بھائی ہے جو کہ نٹ کھٹ شرارتی ہے ہر وقت تنگ کرتا رہتا ہے اللہ اسے صحت وعافیت والی لمبی زندگی دے، بات ہوجائے اپنی قابلیت کی تو میٹرک کا امتحان دینے کے بعد عالمہ کا کورس کر رہی ہوں اور عالمہ کے کورس کا تیسرا سال ہے میری کلاس فیلوز عمارہ، راشدہ، سمیرا، زنیرہ، مریم اور اقرا ہیں جن کے ساتھ زندگی کا حسین ترین وقت گزرا ہے (بھئی تم سب لوگ اترا کیوں رہی ہو) اسٹارز وغیرہ پر بالکل بھی یقین نہیں ہے سو اس لیے کبھی دلچسپی ہی نہیں لی، ویسے تو مجھ پر ہر کلر سوٹ کرتا ہے، (ارے گھور کیوں رہے ہیں لوگوں کی نگاہیں ہی ہم کو بتا دیتی ہیں خوب صورت جو ٹھہرے آہم آہم) لیکن میرا فیورٹ کلر سفید ہے جو کہ مجھے بہت پسند ہے موسم برسات کا پسند ہے فیورٹ شخصیات حضرت محمد ﷺ اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ہیں، مجھے علامہ اقبال اور نازیہ کنول نازی کی شاعری بہت پسند ہے۔ پسندیدہ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی، عمیرہ احمد، نمرہ احمد، سمیرا شریف طور اور نائلہ طارق سرفہرست ہیں۔ کپڑوں میں لانگ شرٹ ٹراؤزر اور فراک چوڑی دار پاجامہ اور بڑا سا دوپٹا بہت پسند ہیں کھانے میں چاول اور کڑھی بہت پسند ہیں۔ مہندی لگوانا بہت پسند ہے دل کرتا ہے ہر وقت ہاتھوں پہ مہندی لگی رہے (مگر ہائے رے قسمت ابھی ہم اسٹوڈنٹ ہیں یہ عیاشی افورڈ نہیں کرسکتے جیولری میں رنگ اور ایئر رنگ پسند ہیں خوشبو گیلی مٹی اور گلاب کی پسند ہے۔ مجھے اپنی ماں سے بہت پیار ہے ان کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں تھوڑی موڈی ہوں غصہ بہت جلدی آجاتا ہے مگر فوراً احساس بھی ہوجاتا ہے منافق اور جھوٹے لوگ ناپسند ہیں بہت زیادہ حساس واقع ہوئی ہوں دوسروں کے دکھ پر بہت جلد آنکھیں نم ہوجاتی ہیں ویسے تو میں ایک خاموش قاری ہوں کبھی بھی کسی ڈائجسٹ میں نہیں لکھا پہلی دفعہ لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں حوصلہ افزائی ہوئی تو آئندہ بھی سوچا جاسکتا ہے اللہ حجاب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

حبیبہ تحریم

السلام علیکم تمام ریڈرز اینڈ رائٹرز کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے ٹھیک ہوں گی، کیونکہ آنچل اور حجاب آپ کے ساتھ ہے اپنا تعارف کراتی چلوں جی تو میں ہوں حبیبہ تحریم، میرا نک نیم (یمی) ہے میں 4 جون انتہائی گرمی میں جھنگ کے پیارے سے گاؤں کوٹشاکر میں جلوہ افروز ہوئی۔ ماشاءاللہ ہم نو بہن بھائی ہیں میں اپنے بہن بھائیوں میں پانچویں نمبر پر ہوں انٹر پاس ہوں تعلیم جاری ہے میرے بڑے

بھائی طاہر عثمان ٹیچر ہیں اس سے چھوٹے فاروق رضا الیکٹریشن ہیں باقی سب پڑھ رہے ہیں ابھی دو بہنیں شادی شدہ ہیں، اب آپ کو اپنی پسند اور ناپسند کے متعلق بتاتی چلوں، کھانے میں ہر وہ چیز پسند ہے جو پکی پکائی مل جائے۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد ﷺ پسندیدہ کتاب قرآن مجید، پسندیدہ رائٹرز، سمیرا شریف طور، نازیہ کنول نازی، عشنا کوثر، صباعیشل، نمرہ احمد اور اقرا صغیر احمد ہیں پسندیدہ سنگرز راحت فتح علی خان، عاطف اسلم، ذیشان روکھڑی ہیں۔ کلر میں بلیک اور پنک پسند نہیں دوستوں کی لسٹ میں خاص دوستیں اسماء خلیل، اسما ارم، رابعہ جنجوئی، بجت (ہڈالی) رابعہ (کزن) اور بھابی سعدیہ (جو دوست بھی ہے) نگہت خاور ہیں۔ اپنی دوستوں سے بہت پیار کرتی ہوں، میں مستقبل کی آئی بی آفیسر ہوں دعا کریں جلد از جلد میرا لیٹر آجائے میں اپنے والدین سے بہت پیار کرتی ہوں میں اپنے بھائی طاہر عثمان اور بہن خدیجہ کے لیے بہت دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کیوٹ سا بے بی دیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مقصد میں کامیابیاں عطا فرمائے۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں دعاؤں میں یاد رکھنا آنی جی سے بھرپور ریکوئسٹ ہے کہ وہ میرا تعارف ضرور شائع کریں تاکہ ہم سب کا خواب پورا ہوجائے اللہ حافظ۔

صنم خان

السلام علیکم تمام اسٹاف ممبران اور سوئٹ فرینڈز کو میرا اسلام قبول ہو میرا نام صنم خان ہے اور میں ضلع ہری پور کے ایک گاؤں نڑتوبہ میں رہتی ہوں 5 مئی 1999ء میں پیدا ہوئی ہم سات بہن بھائی ہیں ہم سے بڑے بھائی ہیں پھر ہم ہیں اور گھر میں میرا نمبر پانچواں ہے گھر میں بڑے بھائی اور چھوٹی بہن رابعہ سے بنتی ہے ہر بات اس سے شیئر کرتی ہوں حجاب کافی عرصہ سے پڑھ رہی ہوں گھر میں کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ نہ پڑھو فرینڈز کافی ہیں جن میں شائستہ، سنبل، مہرین ہیں۔ سنبل سب سے زیادہ اچھی لگتی ہے پھولوں میں گلاب کا پھول پسند ہے بارش، پھول اور فرینڈز بنانا اچھا لگتا ہے اور بارش میں نہانا تو اور بھی اور سردی کا موسم اف بہت پسند ہے کہتی ہوں سردی کبھی بھی ختم نہ ہو سردیوں کی لمبی راتیں جو ہوتی ہیں پرپل اور وائٹ کلر پسند ہے عشق ہے شاعری سے ڈائری ڈائری تو نہیں ڈائریاں ہیں ہر وقت ان پر کچھ نہ کچھ لکھتی ہی رہتی ہوں شعر جس جگہ پر دیکھوں تو فوراً اسے اپنے پاس نوٹ کرلیتی ہوں جیولری میں رنگ پسند ہے مہندی لگوانے کا بہت شوق ہے خود کو لگاتی نہیں آتی ورنہ کچھ نہ کچھ کر ہی لیتی، کھانے میں بریانی پسند ہے وہ بھی گھر کی نہیں باہر کی۔ پسندیدہ ہستی حضرت محمد ﷺ اور پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے۔ فیورٹ ٹیچرز میں مس ارم، مس اقصیٰ بابر، مس بینش، مس روبین پھر ہالہ والی ہیں ہر انسان خوبیوں اور خامیوں کا مالک ہوتا ہے بہت سی خامیاں ہمارے اندر ہیں لڑائی کرتی ہوں اگر میرے بارے میں کوئی کچھ غلط بول رہا ہو تو تب اور غصہ آتا ہے جب غصے میں ہوتی ہوں کچھ سمجھ نہیں آتی کیا کررہی ہوں اور خوبیاں یہ ہیں کہ ہر کسی سے دوستی کرتی ہوں اور بہت مخلص رہتی ہوں اور کسی کے گھر جاتی ہوں تو بہت دل کرتا ہے کھانا پکا کردوں کہتی ہوں یہ بول دیں کہ پکاؤ تو بتاؤں پر ابھی تک کہا کسی نے بھی نہیں ہے بس

جی جا رہی ہوں آخر میں اقرا حفیظ کھلابٹ ٹاؤن شپ والی سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم نے کون سے اسکول سے پڑھا ہے اور سیکٹر کا نام بتاؤ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کی پریشانیوں کو ختم کردے اور آنچل وحجاب کو مزید چار چاند لگائے آمین اور دعا کریں کہ میری جو خواہش ہے وہ پوری ہوجائے۔

ناری مغل

السلام علیکم ڈیئر آنچل اسٹاف اینڈ جھلمل کرتی کڑیوں کیسی ہو آپ سب میں ضلع مانسہرہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں خواجگان میں رہتی ہوں، میں نے 10 اپریل 1997ء کو اس دنیا کو رونق بخشی اور چار چاند لگائے ہاں جی ہم ہی ہیں، میرا نام ناری مغل ہے ویسے میری کزنز مجھے کاش بھی کہتی ہیں ماشاء اللہ سے ہمارا خاندان بہت بڑا ہے بڑا اس لیے کہ دادا حضور نے 4 شادیاں کی تھیں میری بہت ساری کزنیں ہیں اور کزنز کی تو بھرمار ہے ہم آٹھ بہن بھائی ہیں ماشاء اللہ سے 6 بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں میں سب سے چھوٹی ہوں بڑے چار بھائی اور آپی میرڈ ہیں آئی وش کہ میں اپنے ابو کے ساتھ کچھ وقت گزار پاتی لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ میں ڈیڑھ سال کی تھی جب میرے ابو کی ڈیتھ ہوگئی تھی مجھ میں خوبی یہ ہے کہ بقول میری کزنز مجھ میں برداشت بہت زیادہ ہے مجھے اپنے موڈ کو کنٹرول کرنا آتا ہے (اس لیے ٹینشن والی بات ہی نہیں ہے) اور خامی یہ ہے کہ میں سوچتی بہت زیادہ ہوں اور نماز کی پابندی نہیں کرتی مجھے ڈھلتی شامیں اور اپنے گھونسلوں کی طرف واپس جاتے ہوئے پرندے بہت اٹریکٹ کرتے ہیں اور حجاب کے بارے میں کیا لکھوں الفاظ کم ہیں میں حجاب ہر لحاظ سے ایک معقول ڈائجسٹ ہے۔ پرنسل مجھے حجاب سے سیکھنے کو بہت کچھ ملا حجاب کی رائٹرز کی تو بات ہی الگ ہے میری فیورٹ رائٹرز میں نادیہ احمد، نادیہ فاطمہ رضوی، نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، سندس جبیں، اقرا صغیر احمد، نگہت عبداللہ اور بھی سب ہی کو پڑھتی ہوں چھوڑتی کسی کو نہیں ہوں میرے فیورٹ ایکٹر شاہ رخ خان، ارجن کپور، عمران عباس، کاجول، مہوش حیات، سجل علی پسند ہیں۔ کھانے میں مجھے چٹ پٹی چیزیں بہت پسند ہیں میری آئیڈیل شخصیت حضرت محمد ﷺ اور مولانا طارق جمیل ہیں میری پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے اب بتاتی ہوں اپنی جان سے پیاری دوستوں کے بارے میں میری بیسٹ فرینڈز ماریہ مغل، بشریٰ مغل، گلناز دل، مریم قریشی، صائمہ جدون، مبین قریشی (موبی)، بجیلہ جاوید، شبنم دل، نازو، گل مینہ خان، گل پری (بھابی) ہیں مجھے میری آپی اور میری فرینڈ ماریہ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں اجازت چاہتی ہوں اس خوب صورت شعر کے ساتھ۔

کاش پلٹ جاؤں میں بچپن کی وادی میں
نہ کوئی ضرورت تھی اور نہ کوئی ضروری تھا

ملاقات

ایڈمن پینل

صبا ایشل کا نام ہمارے قارئین کے لیے نیا نہیں ہوگا۔ یہ نام اکثر و بیشتر آپ سب کی نظروں سے گزرا ہوگا۔ صبا ایشل ہمارے ایڈمن پینل کی ہیڈ ایڈمن ہیں۔ صرف ہمارے آفیشل پیجز اور فورم کی ایڈمن ہی نہیں' بلکہ ایک اچھی لکھاری بھی ہیں۔ ان کو لکھتے ہوئے بہت کم عرصہ ہوا ہے اور اس تھوڑے عرصے میں انہوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ خواب زادی' سنہرا عکس' الماس اور دیگر کئی تحریروں کو قارئین نے سند پذیرائی بخشی۔

صبا ایشل کا نام صبا ہے' ایشل ان کی بیٹی کا نام ہے جسے انہوں نے قلمی نام بنالیا اور اب یہ نام ہی ان کی شناخت بن کر ابھر رہا ہے۔ 1990 میں کراچی میں پیدا ہوئیں۔ پانچ بہن بھائیوں میں ان کا نمبر دوسرا ہے۔ 2009 میں شادی ہوئی اور بیاہ کر فیصل آباد سدھار گئیں۔ اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹرز کیا ہے۔ فیملی میں شوہر اور ماشاءاللہ سات سال کی ایک بیٹی ایشل ہے۔ مختلف جرائد میں تیس کے قریب کہانیاں لکھ چکی ہیں۔ تین سال سے مسلسل لکھ رہی ہیں تحریروں میں کالمز' ناولٹ اور افسانے شامل ہیں۔

یہ تھا صبا ایشل کا مختصر تعارف۔ ہم نے اپنے آفیشل فورم پر صبا ایشل کا انٹرویو کروایا۔ جس میں قارئین و ممبرز نے ان سے ان کے بارے میں سوالات کیے۔ ان سوالات کے جوابات کے ساتھ صبا ایشل کا انٹرویو قارئین کی دلچسپی اور صبا ایشل کو جاننے کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

مشال فاطمہ:۔

س: لکھنا کب سے شروع کیا' نیز وضاحت کیجے گا؟

ج: مشال لکھنے پڑھنے کا شوق میری گھٹی میں شامل ہے' اس کی اہم وجہ میرے بابا ہیں۔ انہوں نے بچپن سے ہمیں مطالعے کا عادی بنایا۔ بچپن سے جو پڑھنے کا شوق پیدا ہوا وہ بڑے ہوتے ہوتے جنون کی شکل اختیار کرگیا۔ مجھے اتنا یاد آتا ہے کہ کلاس میں میری اردو باقی دوستوں سے زیادہ اچھی تھی اور جب سے شعور بیدار ہوا تھوڑا بہت لکھنا شروع کردیا تھا لیکن وہ خود میری ذات کی حد تک محدود رہتا۔ نوٹ بک پر اپنے خیالات واحساسات لکھ کر بھول جایا کرتی تھی۔ شادی جلدی ہوگئی تو ذہن دل میں لکھنے کا خیال ذمہ داریوں تلے دب گیا۔ فیس بک پر آئی تو رائٹرز کو دیکھ کر شوق پھر سے جاگا' ایک آرٹیکل لکھ کر بھیجا تو اتفاقاً ایک بڑے اخبار میں جگہ مل گئی۔ بس پھر یہ سلسلہ رکا نہیں' کالمز کے بعد افسانہ نگاری اور ناولٹ لکھنا شروع کیے۔ میری خوش قسمتی کہ جہاں بھی جگہ ملی وہیں تعریفی کلمات نے میرا حوصلہ ایسا بڑھایا کہ میں اب لکھے بغیر رہ نہیں سکتی۔ بعد میں اچھے اساتذہ اور مخلص دوستوں کے ساتھ نے مجھے بھی لکھاریوں کے صف میں لاکھڑا کیا۔

س: ڈیجیٹل کہانی کے لکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ج: ڈیجیٹل دور ہے تو ڈیجیٹل کہانیوں کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اس ڈیجیٹل کی دوڑ میں ہم پرانی روایتوں سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ بات کہانی کی ہوئی ہے تو میں کتاب کی بات کروں گی' آج بھی جو چاشنی' جو ماحول ہمیں کتاب کے مطالعے سے ملتا ہے وہ ہمیں اسکرین پر پڑھنے سے بھی نہیں مل سکتا۔ میں نے بھی آنلائن نہیں لکھا اور ابھی تک لکھنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں۔ مجھے یہ پسند ہے کہ لوگ میری تحریر ہاتھوں میں تھام کر پڑھیں اور میں خود اپنی تحریر ہاتھوں میں دیکھ کر جو خوشی محسوس کرتی ہوں مجھے نہیں علم ڈیجیٹل کہانیاں بھی وہی خوشی بخشتی ہے کہ نہیں۔

ذیشان یوسف:۔

س: اب انٹرنیٹ کا دور ہے اور لوگ کتابوں سے دور ہٹ چکے ہیں آپ آیندہ سالوں میں لوگوں میں اردو ادب کا کیا مقام دیکھ رہی ہیں؟

ج: ذیشان انٹرنیٹ کا دور ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ کتاب کی اہمیت آج بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ آپ سال بھر میں منعقد کیے جانے والے بک فیئرز اور اس کے لیے لوگوں کا جوش وخروش دیکھ سکتے ہیں۔ اگر کہیں کتاب کی خرید میں کمی ہوئی ہے تو اس کی وجہ انٹرنیٹ سے زیادہ مہنگائی ہے۔ ایک متوسط طبقے کا عام انسان جو پڑھنے کا شوق رکھتا ہے' دن بدن کتابوں کی بڑھتی قیمتوں کی وجہ کتاب خریدنے کی سکت نہیں رکھتا اس لیے مجبوراً دوسرا آپشن یعنی اسکرین پر پڑھ کر اپنی علمی پیاس بجھانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر یہی حال رہا تو اگلے چند سالوں میں واقعتاً کتاب اور کتاب خریدنے والے لوگ نایاب ہوجائیں گے۔

س: آپ کس موضوع پر لکھنا پسند کرتی ہیں اور کس پر لکھنا مشکل لگتا ہے؟

ج: میں عام سی لڑکی ہوں' مجھے خوابوں میں رہنا اچھا لگتا ہے اور میری تحریروں میں کہیں نہ کہیں انہی خوابوں کا عکس نظر آتا ہے۔ خواب' حقیقت اور معاشرتی مسائل کا وہ امتزاج' جن پر عموماً کم توجہ دی جاتی ہے۔ میری تحریروں میں نظر آتے ہیں۔

س: کس طرح کے لکھاری پسند ہیں؟

ج: لکھاری کیسے پسند ہیں' اگر آپ تحریروں کا پوچھ رہے ہیں تو جس مصنف کی بھی تحریر قاری کے دل کو چھولے وہ میری

نظر میں کامیاب تحریر کہلاتی ہے اور اگر ذاتی شخصیت کی بات کی جائے تو شاید اب تک مجھ سمیت کوئی میرا پسندیدہ نہیں۔

حنا اشرف:۔

س: پسندیدہ مصنف اور مصنفہ کون ہیں؟

ج: حنا بہت سے مصنفین پسند ہیں لیکن مجھ میں جنون والا فیورٹ ازم نہیں ہے۔ جو کتاب پسند آجائے اس کتاب کے مصنف کے بارے میں یہ رائے بن جاتی ہے کہ وہ اچھا لکھتے ہیں۔

س: کوئی ایسی تحریر جو آپ کو بے حد پسند ہو اور آپ کی خواہش ہو کہ کاش آپ بھی ایسا لکھ سکیں؟

ج: بہت سی تحریریں دل پر نقش ہیں لیکن میں کسی کے جیسا نہیں لکھنا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں میری پہچان میں خود بنوں۔ اسی لیے میں اپنے جیسا لکھنا چاہتی ہوں۔

معصومہ ارشاد:۔

س: لکھتے وقت کون سے موضوع زیادہ تر آپ کی تحریر میں اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں؟

ج: معصومہ اب تک جتنا لکھا ہے کوشش یہی رہی کہ پڑھنے والا جب کہانی ختم کرے تو کچھ نہ کچھ سیکھ کر اٹھے۔ اب یہ تو قارئین ہی بتا سکتے ہیں کہ کون سی کہانی نے زیادہ اثر چھوڑا۔ کچھ عرصہ قبل میرا ایک ناولٹ آنچل میں شائع ہوا تھا ”خواب زادی“ اس تحریر پر بہت خوبصورت تبصرے پڑھنے کو ملے۔

سنبل خان بٹ:۔

س: کوئی ایسی تحریر جسے پڑھ کر لگا ہو کہ اگر یہ تحریر آپ لکھتیں تو بہت بہتر لکھتیں؟

ج: سنبل کسی اور کی تحریر پڑھ کر ایسا لگا ہو یاد نہیں ہاں بعض اوقات کوئی موضوع منفرد ہو تو جی چاہتا ہے کاش اس پر میں بھی لکھتی۔ رائٹر بننے کے بعد کسی بھی دوسرے لکھاری کی کہانیاں جلدی پسند نہیں آتی کیونکہ لکھاری بننے کے بعد لکھنے کی تکنیک سے آپ مکمل واقف ہو جاتے ہیں۔

س: آپ کا کیا خیال ہے کہ نئی لکھاریاں کس حد تک اپنے قلم کے ساتھ انصاف کر پا رہی ہیں؟

ج: ٹھیک کہہ رہی ہو سنبل۔ جب لکھنے کے رموز سے واقفیت ہونا شروع ہو جائے تو پڑھنے کا انداز بھی بدل جاتا ہے پہلے صرف شوق کے لیے مطالعہ ہوتا تھا۔ اب سیکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ نئے لکھنے والوں میں بہت سے نام ایسے ہیں جن کا انداز تحریر مجھے پسند ہے اور جن کی تحریر میں کوئی کمی رہ جاتی ہے تو ظاہر ہے وقت کے ساتھ ساتھ پختگی آتی رہتی ہے۔ ضروری یہ ہے کہ لکھنے والے کا مطالعہ اچھا ہو اور وہ روانی سے لکھ سکتا ہو۔ اگر ایک سطر لکھ کر آپ کو دوسری سطر لکھنے کے لیے پانچ منٹ سوچنا پڑتا ہو تو پھر آپ کو لکھنا چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر آپ لکھتے ہیں تو پھر آپ کے خیالات میں اتنی روانی ہونی چاہیے کہ تسلسل برقرار رہے۔ کئی ایسے نام ہیں جو نو آموز ہیں لیکن بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔

س: کوئی ایسا خواب جو ایشل کے حوالے سے آپ مکمل ہوتا دیکھنا چاہتی ہیں؟

ج: سنبل ایشل میری مکمل دنیا ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے بلکہ خود میرے ساتھ بارہا ایسا ہوا کہ لوگوں نے ایشل کے بارے میں جان کر بے ساختہ افسوس سے کہا ”ہائے کاش صبا کو اللہ ایک بیٹا بھی دے دے بیٹی تو پرائی ہو جاتی ہے“ ایسے لوگوں کی سوچ جان کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بہت شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ایشل جیسی رحمت سے نوازا۔ جہاں تک خوابوں کی بات ہے تو ہر ماں کی طرح میرے بھی اپنی بیٹی کے لیے بہت سے خواب ہیں لیکن میں اپنے خواب ایشل پر کبھی مسلط نہیں کرنا چاہوں گی۔ ہاں ایک بات جو میں اکثر جاگتے میں سوچتی ہوں وہ یہ کہ میری بیٹی کو میری طرح مضبوط اور دبنگ ہونا چاہیے تاکہ دنیا ہمیشہ اس سے بات کرنے سے پہلے ایک بار ضرور سوچے۔ ایشل کو باقی لڑکیوں کے لیے رول ماڈل ہونا چاہیے اور میں خود ایشل کے لیے ایک ایسی دوست بن کر رہنا چاہتی ہوں جس سے ایشل کو کبھی کچھ چھپانا نہ پڑے۔

س: میرے لیے کوئی ایسی بات جو کہنا چاہتی ہیں پر کبھی کہہ نہیں پائی ہوں؟

ج: سنبل خان بہت مخلص، سادہ دل اور اچھی لڑکی ہے تمہارے بارے میں یہ میری دلی رائے ہے۔

رابعہ عمران:۔

س: صبا کبھی ایسا ہوتا ہے کے لکھتے وقت ہم اپنی کہانی میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی کردار میں موجود ہوتے ہیں..... کیا آپ کے ساتھ ایسا ہوا ہے؟

ج: رابعہ میری تقریباً ہر کہانی کی ہیروئن میں میرا عکس ہوتا ہے یا یہ کہہ لو لکھتے وقت میں خود کو ہیروئن کے کردار میں ڈھال لیتی ہوں۔ خواب زادی کی ”خواب زادی“ میرا عکس تھی۔ سنہرا عکس میں شاہمین کافی حد تک میرا عکس تھی۔ ایسی کئی تحریریں ہیں جنہیں لکھ کر مجھے احساس ہوتا ہے کہ یہ تو میں ہی تھی۔

س: کیا کہانی لکھنے سے پہلے سوچا ہوتا کے کیا لکھنا ہے یا لکھتی چلی جاتی ہو اور کہانی بن جاتی ہے؟

ج: رابعہ کسی بھی کہانی کو لکھنے سے پہلے صرف سوچتی ہوں۔ تانے بانے بنتی رہتی ہوں۔ کئی بار مہینوں اس لیے نہیں لکھ پاتی کہ کہانی میں جھول محسوس ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایک کہانی ”رنگ ریز“ لکھی تھی اسے میں نے ڈیڑھ سال تک صرف سوچا اور پھر لکھا لیکن ایک بات ہے کہ سوچنے میں جتنا بھی وقت لگے الحمدللہ جب لکھنے لگوں تو خود بخود قلم چلتا چلا جاتا ہے۔

س: ایشل کو کیا بنانا چاہتی ہو کوئی شعبہ جو بہت پسند ہو اس کے لیے؟

ج: ایشل کو کیا بننا ہے یہ ابھی نہیں سوچا' یہ فیصلہ خود ایشل کا ہوگا کہ وہ کیا بننا چاہتی ہے۔ وہ جو بھی بننا چاہے میں اس کے ساتھ ہوں۔ ابھی تو اس کی تربیت کی طرف سارا دھیان ہے۔

محمد کلیم:۔

س: سب سے اچھا دن اور برا دن آپ کی زندگی کا؟

ج: برا دن...... برا تو نہیں کہہ سکتے ہاں آزمائش کہی اللہ کی طرف سے' جب ہم بہن بھائی بہت چھوٹے تھے اور میرے بابا کو فالج اور دل کے عارضے سمیت کئی بیماریوں نے آلیا تھا گھر کے واحد کفیل تھے اور رشتے دار بھی سب دوسرے شہر میں تھے۔ وہ دن جب بابا تکلیف سے نڈھال تھے ان کے دوست ان کو اٹھا کر ہسپتال لے کر گئے تو ایسا لگا جیسے انہیں آخری بار دیکھ رہے ہیں۔ پھر وہ راتیں جو ہم بہن بھائیوں نے ماں باپ کے بنا کاٹیں (مما' بابا کے پاس ہاسپٹل ہوتیں) اس کے بعد الحمدللہ بابا صحت یاب ہوگئے۔ صحت کے چھوٹے موٹے مسائل اب بھی ان کے ساتھ رہتے ہیں لیکن زندگی کے وہ تلخ لمحات اب تک بھلائے نہیں بھولتے اور زندگی کا سب سے خوبصورت پل جب ایشل نے آکر مجھے مکمل کردیا۔

س: اپنے آپ کو ایک جملے میں بیان کریں؟

ج: سب کچھ ہوں لیکن مصنوعی (بناوٹی) نہیں ہوں۔ ہمارے ہاں حقیقت دکھانے والے کو طنز کا نشانہ بنایا جاتا ہے معاشرے کی برائی کو جس نے اجاگر کیا وہ ٹارگٹ پہ رہا جیسے منٹو' عصمت چغتائی۔

س: کیا ہم صرف خواب دیکھنا چاہتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے رائٹر کو سچ دکھانا چاہیے یا سنہرے خواب؟

ج: رائٹر اپنی تحریروں میں عموماً تین چیزوں پر فوکس رکھتا ہے۔ ایک معاشرے کا تلخ پہلو دکھاتا ہے' دوسرا مثبت چہرہ دکھانا چاہتا ہے اور تیسرا سچ اور خوابوں کی آمیزش سے ایک کہانی بنتا ہے جس کا آغاز تو حقیقی ہوتا ہے لیکن انجام اکثر خیالی ہوتا ہے اور ڈائجسٹ پڑھنے والے قارئین میں اکثریت خواتین کی ہے جو کہانی کا انجام مثبت پڑھنا چاہتی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں آپ جن قارئین کے لیے لکھ رہے ہیں ان کی نفسیات کے مطابق لکھیں پھر چاہے وہ خواب ہو یا حقیقت اس سے فرق نہیں پڑتا' ایک بات سے تو ہر لکھاری اتفاق کرے گا کہ کوئی بھی کہانی کہیں نہ کہیں حقیقت سے ہی شروع ہوتی ہے۔ کبھی وہ ہمارا ذاتی تجربہ ہوتا ہے' کہیں مشاہدہ اور کہیں کوئی واقعہ' منظر یا جملہ لکھاری کے اندر پوری کہانی کو جنم دے جاتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ کہانی سنہرے خواب ہوتے ہیں صحیح نہیں ہوگا۔ ہاں فی زمانہ اتنے مسائل ہیں کہ میں خود چاہتی ہوں کہ تلخیوں میں رنگ بھر کر انہیں مثبت بنا کر پیش کیا جائے تاکہ پڑھنے والا کچھ دیر کو ہی سہی الجھنوں اور مسائل کو بھول جائیں۔

عریشہ سہیل:۔

س: لکھنے کے سفر میں کبھی ایسا مرحلہ آیا جب شدید ڈپریشن کا شکار ہوئی ہوں اور لکھنے سے دل ہٹ گیا ہو؟

ج: عریشہ بارہا ایسا ہوا کہ لکھنے کا جی نہیں کیا اور مہینوں نہیں لکھا لیکن شدید ڈپریشن یا لکھنا چھوڑ دوں کی ایسا خیال کبھی نہیں آیا۔

س: ڈرامہ لکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ج: ڈرامہ ضرور لکھوں گی لیکن میں وقت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہوں گی۔

س: کبھی قارئین کی جانب سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا؟

ج: قارئین کی طرف سے ہمیشہ حوصلہ افزائی ملی ہے۔ اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ میں پہلے سے بھی زیادہ محنت کررہی ہوں اور کوشش کرتی ہوں کہ ان کے معیار پر پورا اترتی رہوں۔

نورین مسکان:۔

س: جو ذہن کی سلطنت پر کردار کلبلاتے ہیں ان کو قلم کی نوک پہ لانا آسان ہے یا مشکل؟

ج: بہت آسان ہے۔ اگر آپ کے ذہن میں وسعت ہے اور لفظوں سے کھیلنے کا ہنر جانتی ہیں تو بس قلم تھامنے کی دیر ہوتی ہے۔ کردار خود بخود اپنا آپ لکھواتے چلے جاتے ہیں۔

س: کہانیاں پڑھنے سے کہانیاں لکھنے میں کتنی مدد ملتی ہے؟

ج: کتاب پڑھنا ہی درحقیقت آپ کو لکھنا سکھاتا ہے۔ اصل میں مطالعہ ہی قاری کو لکھاری بناتا ہے۔ جتنا پڑھیں گے' تخیل اتنا مضبوط ہوگا' ذہن کشادہ ہوگا' دماغ میں الفاظوں کی تعداد زیادہ ہوگی اور انداز تحریر میں منجھے ہوئے لکھاری سی گرفت ہوگی۔

س: اپنے لکھے گئے کو کتنی دفعہ پڑھتی ہیں؟

ج: نورین ایک بار تو ضرور پڑھتی ہوں۔

ساجدہ چوہدری:۔

س: کبھی آپ کو لکھتے لکھتے الجھن ہوئی ہو وجہ کوئی بھی ہو تھک جانا یا کام کا بوجھ تو آپ کیا کرتی ہیں؟

ج: لکھتے ہوئے اگر کہیں رک جاؤں تو کاغذ قلم ایک طرف رکھ کر کچھ دیر سوتی ہوں اور اگر نیند نہ آئے تو کام کاج یا مطالعہ کرتی ہوں۔ کام کے دوران کہانی کو مسلسل سوچتی رہتی ہوں۔ جب الجھن سلجھ جائے تو پھر سے قلم تھام لیتی ہوں۔

س: اگر فیملی سے کبھی رکاوٹ پیدا ہو لکھنے پر اعتراض تو آپ کیا کریں گی لکھنا بالکل چھوڑ دیں گی یا کیا؟

ج: ساجدہ فیملی کی طرف سے لکھنے پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور ان شاء اللہ ہوگی بھی نہیں۔ ہاں اگر کبھی ذمہ داری اور لکھنے میں سے کسی ایک کو چننا ہوا تو اپنی ذمہ داری نبھاؤں گی۔

س: بعض اوقات لکھتے ہوئے لگتا ہے کہ ہم ہماری اپنی

فیلنگز لکھ رہے ہیں آپ کو آپ کے کون سے ناول میں ایسا لگا؟

ج: سنہرا عکس کی شاہین اور خواب زادی کی ''خواب زادی'' میں یہ دونوں کردار میری سوچ اور عکس تھے۔

صدف آصف:۔

س: آپ کو اپنی پسندیدہ تحریر کون سی لگتی ہے؟

ج: رنگ ریز...... یہ تحریر میری باقی تحریروں سے بہت الگ ہے۔ابھی انتظار کے مرحلے سے گزر رہی ہے۔

ماہا خان:۔

س: سب سے پہلا سوال تو یہ کہ آپ نے میری فرینڈ ریکوسٹ ایکسیپٹ کیوں نہیں کی۔

ج: سوال کے جواب میں آپ کی ریکوسٹ قبول کرلی ہے اور اسی سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ میں فرینڈ لسٹ میں انہیں لوگوں کو رکھتی ہوں جنہیں میں کسی بھی حوالے سے جانتی ہوں۔ فیس بک پر بہت کچھ دیکھا اور جانا ہے' اسی لیے اس حوالے سے بہت محتاط ہوگئی ہوں۔

س: آپ کی پسندیدہ تحریر اور پسندیدہ رائٹر؟

ج: پسندیدہ رائٹر کا جواب اوپر دے چکی ہوں اور پسندیدہ تحاریر کافی ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے محو ہوکر اردگرد کا ہوش نہ رہے وہی پسندیدہ ہے۔آج کی اگر بات کروں تو کل ہی ایم اے راحت کا ناول کالا جادو پڑھا ہے اور مجھے بہت پسند آیا۔

فضا سلہری:۔

س: صبا کسی جیسے کہ آپ نے ماسٹرز کیا ہے سو آپ لکھ رہی ہیں۔کیا کم پڑھے لکھے لوگ بھی کہانی کو اسی عمدہ انداز میں لکھ سکتے ہیں جیسے کہ آپ لکھ رہی ہیں یا نہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

ج: فضا لکھنے کا تعلق زیادہ یا کم پڑھا لکھا ہونے سے نہیں۔ آپ کی سوچ' مطالعہ' شعور' قوت مشاہدہ' صلاحیت اور انداز تحریر اہم ہے۔اس کی بہترین مثال آج کے دور میں ابن آس ہیں۔ڈرامہ انڈسٹری ہو بچوں کے لیے لکھنا یا ناول نگاری' چند جماعتیں پڑھنے کا باوجود وہ ہر میدان پر چھائے نظر آتے ہیں۔

س: آپ کی کہانیوں کا ایسا کون سا کردار ہے کہ جس کے بارے میں آپ کی یہ خواہش ہے کہ اس کی جھلک آپ حقیقت میں کسی میں دیکھ سکیں؟

ج: میرا ایک ناول ہے ''رنگ ریز'' ابھی شائع نہیں ہوا' اس کی ہیروئن کو دیکھنا چاہوں گی بلکہ مجھے یقین ہے پڑھنے والے بھی اسے ضرور دیکھنا چاہیں گے۔

س: آپ ایک کامیاب رائٹر ہیں۔نئے لکھنے والوں کے لیے کوئی ایسا پیغام جو واقعی ان کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکے؟

ج: فضا آپ کا حسن ظن کہ آپ مجھے کامیاب سمجھتی ہیں۔ میں ابھی کچھ بھی نہیں' ابھی تو آغاز سفر ہے اور آپ سب کی حوصلہ افزائی اور دعاؤں سے بہت طویل سفر طے کرنا باقی ہے۔ جہاں تک پیغام کی بات ہے تو یہی کہوں گی ہاریں نا...... مسلسل محنت کامیابی کی کنجی ہے اور لکھنے کے لیے سب سے اہم بات' اچھی کتابوں کا مطالعہ کیجیے اور مسلسل کیجیے۔

ایمان اعوان:۔

س: کیا کبھی ایسا ہوا کے آپ کا دل لکھنے سے اچاٹ ہوا ہو؟

ج: معروفیات زیادہ ہوں تو ظاہر ہے تھکاوٹ کی وجہ سے دل نہیں کرتا۔ورنہ لکھنے سے کبھی دل اچاٹ نہیں ہوا۔ جب نہیں لکھ رہی ہوتی تب بھی ذہن میں کسی نہ کسی کہانی کے تانے بانے بنتی رہتی ہوں۔

س: پہلی تحریر کون سی تھی آپ کی اور کس موضوع پر لکھی کس اخبار یا رسالہ کا حصہ بنی؟

ج: سب سے پہلے ایک کالم لکھا تھا جو جہان پاکستان میں شائع ہوا تھا۔موضوع اب یاد نہیں۔

س: ایشل کے حوالے سے کیا خواب دیکھتی ہیں' کیا آپ ایشل کو بھی ایک مصنفہ کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہیں؟

ج: ایشل کے لیے خواب بہت ہیں لیکن میں اپنے خواب ایشل پر مسلط نہیں کرنا چاہتی۔ مجھے ایشل میں ایک اچھی مصنفہ نظر آتی ہے اگر ایشل لکھنا چاہے تو میں کبھی منع نہیں کروں گی۔باقی جو وہ بننا چاہے اس کی مرضی۔

ام ارسلان احمد:۔

س: آپ کی کہانیاں کس حد تک حقیقت سے قریب تر ہوتی ہے۔

ج: میرا خیال ہے ہر کہانی کہیں نہ کہیں کسی حقیقی منظر' مشاہدے' تجربے یا واقعے سے متاثر ہوکر لکھی ہے۔

س: کوئی ایسی کہانی جسے لکھتے ہوئے آپ جذباتی ہوگئی ہوں؟

ج: سیاہ چاند ایسی کہانی تھی جسے لکھتے ہوئے میں کہانی کی ہیروئن کا درد محسوس کرکے ضبط کھو بیٹھی تھی۔آنچل میں ایک کہانی ''خوابوں سی زندگی'' شائع ہوئی تھی اس کی ہیروئن نرملا کو لکھتے ہوئے ایک وقت ایسا آیا کہ میں باقاعدہ رو رہی تھی۔

س: آپ باقاعدہ شاعری کیوں نہیں لکھتی ہیں۔۔نے آپ کی ایک نظم پچھلے دنوں پڑھی جو بہت دلگداز تھی احساس و جذبات سے گندھی وہ نظم ذہن کے پردوں پہ اکثر جھلملانے لگتی ہے۔ شاعری کی طرف بھی توجہ دیں۔

ج: آپ کو پسند آئی آپ کا حسن ذوق لیکن شاعری میرے بس کا کام نہیں۔اب سے کوئی آٹھ نو سال پہلے جب شادی نہیں ہوئی تھی اس وقت میں نے بہت شاعری لکھی' کئی نوٹ بکس بھری رہتی تھیں لیکن وقت کے ساتھ اندازہ ہوا یہ سب

میرے بس کا کام نہیں۔

صابر خان:۔

س: شادی سے پہلے اور بعد کی لائف خاتون محترم کی نظر میں کون سی لائف مست ہے؟

ج: عمر کے ساتھ ساتھ ہر دور سے محظوظ ہونا چاہیے۔ شادی سے پہلے بے فکری ہوتی ہے۔ ضد کرنا' دھونس جمانا' بار بار روٹھنا منانا' شادی کے بعد ایک دم سے سب بدل جاتا ہے۔ ذمہ داریاں' نئے رشتے' نیا ماحول' نئے لوگ۔ ایسے میں سسرال اچھا ہو' پرسکون لوگ و ماحول ہوں تو راوی اس دور میں بھی چین ہی چین لکھتا ہے۔ لیکن ایسا اب شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے لہٰذا شادی سے پہلے والی زندگی مجھ سمیت ہر لڑکی کا خواب ہوتی ہے۔

س: اگر زندگی میں کبھی موقع ملا کہ اپنے بچپن میں لوٹ کر جاؤ تو کون سا لمحہ چرا کر لانا پسند کرو گی؟

ج: میں بچپن میں واپس نہیں جانا چاہتی' لڑکپن کا دور واپس لانا چاہوں گی۔

س: تیسرا سب سے قیمتی اور ضروری سوال..... ٹوتھ پیسٹ ہر بندا استعمال کرتا ہے مجھے پوچھنا یہ تھا کہ آپ کے ٹوتھ پیسٹ میں نمک ہے؟

ج: یہ تیسرا اوالا سوال آپ ایک بار پہلے بھی کر چکے ہیں لہٰذا اس کا جواب گول کیا جاتا ہے۔

سباس گل:۔

س: صبا ایشل ڈیئر، رائٹر بننے کا کبھی سوچا تھا آپ نے' کیسا لگ رہا ہے ایز اے رائٹر اپنی پہچان بنانا؟

ج: سباس رائٹر بننے کا ضرور سوچا تھا لیکن یہ ممکن بھی ہوگا یہ نہیں سوچا تھا۔ میں لکھتی ہوں یہ بات اتنی خوشی نہیں دیتی۔ اصلی خوشی جب ہوتی ہے جب میرے گھر والے فخر سے کہیں صبا لکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا بار احسان و شکر ہے کہ اس نے میرے قلم میں وہ صلاحیت پیدا کی جس سے الفاظ کہانی کی شکل میں ڈھلتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ الفاظ قارئین کو پسند آتے ہیں۔ ورنہ میں کیا اور میری اوقات کیا۔

س: زندگی کا سب سے حسین پل جب آپ کو زندگی پر پیار آیا ہو؟

ج: سب سے حسین پل جب ایشل میری گود میں آئی اور میں حیران تھی کہ یہ وہ وجود ہے جسے مجھ سے تخلیق کیا گیا۔

س: لڑکیوں کو، شادی شدہ عورتوں کو زندگی میں کیسے ہمت کر کے آگے بڑھنا چاہیے کوئی مشورہ اپنے تجربات کی روشنی میں دینا چاہیں گی؟ اب تک جو آپ نے سیکھا زندگی سے اسے کیسے اپلائی کرنا چاہیں گی؟

ج: عورت کا خمیر ہی ایسی مٹی سے بنا ہے کہ وہ ہر طرح کی صورت حال کا مقابلہ کر لیتی ہے۔ پچھلے کچھ دنوں میں اتنے تلخ واقعات نظر سے گزرے ہیں کہ بیان کرتے ہوئے روح کانپتی ہے۔ پہلے بزرگ کہتے تھے "اپنا مارے گا تو چھاؤں میں پھینکے گا" وقت کے ساتھ یہ مثال وجود کھوتی نظر آرہی ہے۔ میں تو یہی کہوں گی شوہر اچھا ہو' سب ہی فرائض خوش اسلوبی سے پورے کرتا ہو تو لڑکیوں کو اس کے لیے سسرال والوں کے ساتھ کمپرومائز ضرور کرنا چاہیے۔ لیکن اگر شوہر ہی نشہ کرتا ہو' لڑائی جھگڑے مار پیٹ کا عادی ہو' فرائض سے کوتاہی کرتا ہو تو عمر بھر بار بار روز روز مرنے سے ایک بار علیحدگی بہتر ہے۔

سمیہ عثمان:۔

س: صبا رائٹنگ کے علاوہ آپ کیا کرتی ہیں؟

ج: سمیہ لکھنے کے علاوہ ہاؤس وائف ہوں' ایشل کو پڑھاتی ہوں اور آنچل حجاب و نئے افق کے آفیشل پیجز کی ہیڈ ایڈمن ہوں۔

س: گھر کا کون سا کام مشکل لگتا ہے؟

ج: کپڑے استری کرنے سے جان جاتی ہے۔

س: عید کی تیاری کس چیز کے بغیر ادھوری ہے آپ کی نظر میں؟

ج: مہندی کے بغیر میری عید ہوتی ہی نہیں۔ اگر کبھی چاند رات کو وقت نہ ملے تو عید والے دن جب تک مہندی نہ لگالوں اس وقت تک کپڑے بدلنے کا جی ہی نہیں چاہتا۔

ریحانہ اعجاز:۔

س: وہ کون سی ادبی شخصیت ہے جس نے آپ کو متاثر کیا اور کیا آپ کی خواہش ہے کہ آپ کا انداز اسلوب بھی آپ کی من پسند شخصیت جیسا ہو یا آپ کا ایک الگ منفرد اسٹائل ہو؟

ج: سر اشفاق احمد خان ویسے تو بچوں کے ادیب ہیں لیکن چونکہ مدیر ہیں اور ان مدیران میں سے ہیں جو اپنے فن میں ماہر ہیں۔ میں نے بہت کچھ ان سے سیکھا اور میں یہ چاہتی ہوں کہ میری اردو ان کے جیسی ہو جائے اور جہاں تک لکھنے کی بات ہے تو تحریریں میں کسی کے جیسی نہیں لکھنا چاہتی۔ میں ایک الگ نام ہوں تو میری پہچان مجھ سے ہونی چاہیے۔

س: شادی شدہ لائف میں ایک مکمل گھر بار سنبھالنا، اس کے ساتھ ساتھ اپنے شوق کی تکمیل کرنا، کیا کبھی دونوں آپس میں متصادم ہوئے..... کس طرح مینج کرتی ہیں سب؟

ج: ریحانہ جن دنوں میں گھر میں زیادہ مصروف ہوتی ہوں یا ایشل کے امتحان قریب ہو ان دنوں میں لکھنا اور سوشل ایکٹیوٹیز ترک کر دیتی ہوں۔ اس لیے مجھے کبھی مشکل محسوس نہیں ہوئی۔ دونوں کام آسانی سے ہو جاتے ہیں۔

س: صبا ماشاء اللہ بہت سی تحریریں آپ کے قلم سے صفحہ قرطاس پر اپنا جلوہ دکھا چکی ہیں، آپ کے خیال میں آپ کی اب تک کی سب سے بہترین تحریر کون سی ہے؟

ج: خواب زادی' سنہرا عکس' سیاہ چاند' نرملا (خوابوں سی

زندگی) سب تحریروں میں دل کے زیادہ قریب ہیں۔ آنے والی تحریروں میں "رنگ ریز" موضوع اور طرز کے لحاظ سے عام کہانیوں سے الگ ہے۔ اس لیے مجھے پسند ہے۔

عائشہ پرویز صدیقی:۔

س: عید ایک مذہبی تہوار ہے۔ کیا آپ کی زندگی میں کوئی ایسی عید آئی جس کی یاد آج بھی خوشی سے سرشار کردیتی ہے؟

ج: عائشہ بہت سی ایسی عیدیں ہیں جن کی یاد ہی چہرے پہ مسکراہٹ لے آتی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر ضد کرنا' یہ میچنگ نہیں' یہ نہیں لینا' بہن کی مہندی زیادہ اچھی ہے یہ وہ...... ہائے وہ خوبصورت دن...... شادی کے بعد خود کو ویسا وقت کہاں دیا جاسکتا ہے اور اتنے ناز ونخرے ماں ہی برداشت کرتی ہے۔ میاں تو نہیں تو نہ ہی کہہ کر گھر سے باہر ہوتے ہیں۔

س: ہر گھر کی کچھ روایتیں ہوتی ہیں۔ ایک روایت تہواروں پر خصوصی ڈشز کا اہتمام بھی ہے۔ کیا آپ کے ہاں کوئی خاص ڈش بنتی ہے؟

ج: بقرعید پر تو روایتی ڈشز ہوتی ہے۔ عیدالفطر پر سسرال میں میری ہی مرضی ہوتی ہے۔ جو من میں آئے پکالیتی ہوں اور مرضی ظاہر ہے سویاں' شیر خرما' ٹرائفل یا کھیر تک محدود ہوتی ہے۔ اب تو سالوں بیت گئے میکے میں عید گزارے۔ اس بار رمضان المبارک اور عیدالفطر کراچی میں گزارنے کا ارادہ ہے۔

س: مہنگائی اور حالات سے تہوار بھی متاثر ہوئے ہیں۔ آپ محدود آمدنی میں کس طرح کفایت شعاری سے تمام اخراجات پوری کرتی ہیں؟

ج: یہ مشکل سوال پوچھ لیا۔ واقعی مہنگائی سے تہوار بھی متاثر ہوئے ہیں۔ ہماری تو ویسے فیملی بھی مختصر ہے تو الحمدللہ اللہ کا شکر ہے اچھی گزر بسر ہورہی ہے۔

س: وقت انسان کو کچھ نہ کچھ دے جاتا ہے۔ آپ پیچھے مڑ کر دیکھتی ہیں تو اپنے دامن میں کیا پاتی ہیں کوئی تجربہ' کوئی احساس' کوئی سبق جو زندگی کے گزرتی عید نے آپ کو دیا ہو؟

ج: ایک بات زندگی اور گزرے وقت سے ہمیشہ بھی۔ خوشی ہو یا غمی دائمی نہیں رہ سکتی' وقت برا ہو یا اچھا اس کی یہ خوبی ہے کہ بہر حال کٹ ہی جاتا ہے۔ اس لیے آسائشوں پر مغرور نہ ہوا جائے اور دکھ پر شدید پریشان نہ رہا جائے۔

س: عید پر دوست احباب ملنے آتے ہیں یا آپ جاتی ہیں۔ عیدی لیتی ہیں یا دیتی ہیں؟

ج: شادی سے پہلے دوستوں کا آنا جانا کافی ہوتا تھا۔ اب چونکہ سسرال دوسرے شہر میں ہے تو کم ہی کہیں جانا ہوتا ہے۔ عیدی ملتی بھی ہے اور کیونکہ شادی کے بعد بڑی ہوگئی ہوں تو دیتی بھی ہوں۔

طیبہ شیریں:۔

س: آپ کو اتنا زیادہ غصہ کیوں آتا ہے؟

ج: ملائکہ مجھے ہر وقت یا ہر بات پر غصہ نہیں آتا۔ سوشل میڈیا پر میرا انداز خاصا نپا تلا ہوتا ہے۔ فورم اور پیجز کی ہیڈ ایڈمن ہونے کے ناطے اگر میرے رویے میں لچک ہو تو ممبرز رول کی پاسداری کبھی نہیں کریں گے اور ویسے بھی ایک خاتون کا رویہ پبلک پلیس پر ایسا ہونا چاہیے کہ کسی کو بھی کچھ کہنے سے قبل ایک بار سوچنا پڑے۔

س: سب سے پہلی کہانی کون سی لکھی؟

ج: بنت حوا لکھی تھی اور آنچل میں شائع ہوئی تھی۔

س: کہانیاں لکھنے کا شوق کس کو دیکھ کر ہوا؟

ج: لکھنے کا شوق تو پرانا تھا' بعد میں فیس بک پر آئی تو شوق کو کوشش میں بدل لیا اور الحمدللہ کامیابی بھی ملیں۔

انعم سفیان:۔

س: کبھی کوئی ایسا لمحہ جب لگا ہو کہ اب نہیں لکھنا لیکن پھر بھی لکھنا نہ چھوڑا ہو؟

ج: الحمدللہ ایسا لمحہ کبھی نہیں آیا جب لکھنا چھوڑنے کا سوچا ہو۔

س: جب قلم سے ناتا جوڑا تو کس نے سب سے زیادہ سپورٹ کیا؟

ج: میرے بابا نے سپورٹ کیا اور آج بھی سب سے زیادہ وہی میری ہر کامیابی پر بے تحاشا خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت تندرستی و عمر خضر عطا فرمائے اور کبھی کسی کا محتاج نہ کرے آمین۔

س: کوئی ایسا کردار جس میں اپنی جھلک نظر آتی ہے اور کیوں؟

ج: سنہرا عکس کی شاہین نا صرف بظاہر بلکہ اندرونی طور پر بھی ایک مضبوط لڑکی تھی۔ جو ہر طرح کے مسائل اور لوگوں سے نمٹنا جانتی تھی اور خواب زادی کی "خواب زادی" میری طرح خوابوں میں جیتی تھی۔

اقرا حفیظ:۔

س: اپنی پہلی کہانی کی اشاعت پر احساسات وجذبات کیا تھے؟

ج: پہلی کامیابی بے شک چھوٹی ہو اس کی خوشی انتہا کی ہوتی ہے مجھے بھی بہت خوشی ہوئی تھی۔ کتنی یہ بتانے سے قاصر ہوں۔ جی چاہتا تھا خوشی سے اچھلوں کودوں' ناچوں گاؤں۔ اگر شادی نہ ہوئی ہوتی اور خود کو بڑا نہ سمجھتی تو شاید ایسا ہی کرتی۔

س: اپنے ایسے پسندیدہ رائٹر کا نام بتائیں جس سے ملنے کی ہمیشہ خواہش رہی ہو؟

ج: اقبال بانو آپی وہ پہلی رائٹر ہیں جن سے میرا فون پر تعارف ہوا۔ اس بات چیت کو شروع ہوئے کافی برس گزر گئے ہیں۔ آج بھی ان کے لہجے میں وہی پہلے سی نرمی اور حلاوت

ہوتی ہے۔ بات کر کے کبھی لگا ہی نہیں کہ ایک سینئر رائٹر سے بات کر رہی ہوں۔ ہمیشہ بہت پیار و محبت سے بات کرتی ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔

صائقہ حسن:۔

س: آپ نے کیا سوچ کر لکھنا شروع کیا تھا؟ کیا اس کے پیچھے کوئی جذبہ کارفرما تھا اور کیا آپ کی پہلی تحریر ہی قابل اشاعت تھی؟

ج: صائقہ سوچا تو کچھ نہیں تھا۔ بس شوق تھا اور اسی شوق کو پورا کرنا چاہتی تھی۔ میں نے پہلی تحریر بنت حوا لکھی اور الحمدللہ پہلی کہانی ہی نا صرف قابل اشاعت تھی بلکہ پڑھنے والوں نے بھی اسے پسند کر کے میرا حوصلہ بڑھایا۔

ماوراطلحہ:۔

س: آپ اب تک کتنا لکھ چکی ہیں اور کتابی صورت میں لانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ج: ماورا بیس کے قریب کہانیاں شائع ہوگئی ہیں اور کچھ ابھی پینڈنگ ہیں۔ ان میں سات آٹھ ناولٹ ہیں اور باقی افسانے۔ کئی بار سوچا کہ ناولٹ کو کتابی شکل میں لے آؤں لیکن مستقل مزاجی سے ارادہ نہیں کیا۔ ہوسکتا ہے جب کبھی سلسلے وار ناول لکھنا شروع کروں تب ہی کتاب آئے۔

س: آپ کو کب اور کیسے احساس ہوا کہ آپ میں اک لکھاری چھپا بیٹھا ہے؟

ج: جس دن ایک مقابلے کے لیے پہلا افسانہ لکھا۔ اشفاق احمد خان سر اس مقابلے میں جج تھے۔ انہوں نے مجھے سراہا اور کہا کہ اب آپ کا قلم رکنا نہیں چاہیے آپ مسلسل لکھیں۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتی ہو کہ اللہ کی دی ہوئی صلاحیت تو تھی لیکن اسے ڈھونڈا اور پالش اشفاق سر نے کیا۔

س: آپ کے بارے میں بہت سی باتیں گردش میں رہتی ہیں تو میں چاہوں گی آپ اپنے بارے میں خود بتائیں، اپنی خوبیوں اور خامیوں کو خود آشکار کریں؟

ج: اس انٹرویو کا مشکل ترین سوال ماورا نے پوچھا ہے۔ میں بہت عام سی ہوں۔ عام انسان کی طرح مجھ میں خامیاں زیادہ اور خوبیاں کم ہیں۔ مجھے لوگوں سے بہت زیادہ میل جول پسند نہیں۔ ہر رشتے' ہر تعلق کو ایک حد میں مقید رکھتی ہوں۔ بہت زیادہ دوست بنانا مجھے پسند نہیں۔ ہاں جو ایک دو ہیں ان سے دل سے رشتہ جڑا ہوا ہے۔ اپنے سے بڑوں اور سینئرز کی عزت کرتی ہوں لیکن اگر علم ہو کہ یہی بڑے جن کو ہم سر آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں میری پیٹھ پیچھے انگلیاں اٹھاتے نہیں تھکتے تو ایسے لوگ دل سے اتر جاتے ہیں۔ بناوٹی اور مصنوعی نہیں ہوں کہ بظاہر شگفتہ مزاجی سے پیش آؤں اور اندر زہر بھر رکھا ہو۔ جو ہوں ویسی نظر آنا چاہتی ہوں۔ بہت شدت پسند ہوں' شراکت خواہ دوستی میں ہو یا کہیں وہ برداشت نہیں۔ میرے سامنے کوئی کسی اور کو زیادہ اہمیت دے یا مجھے نظر انداز کرے تو میں ٹوٹ جاتی ہوں اور اسی پل خاموش ہو کر واپسی کا راستہ اختیار کرتی ہوں۔ چاہے نظر انداز کرنے والا میرا کتنا ہی قریبی کیوں نا ہو۔ سب سے بڑی اور بری خامی بھی یہی یہی شدت پسندی ہے۔ مزاج کے خلاف بات ہو تو شدید غصہ آتا ہے۔ پہلے غصے میں چیزیں توڑتی تھی۔ اب روم لاک کر کے جی بھر کر روتی ہوں اور پھر سو جاتی ہوں۔ جب اٹھتی ہوں تو فریش ہوتی ہوں۔ میرا خیال ہے میرے بارے میں اتنا جاننا کافی ہے۔ مختصر یہ کہ چند ایک خوبیوں اور ڈھیر ساری خامیوں کا مرکب صبا ایشل ہے۔

عائشہ تنویر:۔

س: ادب کی کس صنف میں پڑھنا اور لکھنا پسند کرتی ہیں؟

ج: طنز و مزاح، ناول، افسانے وغیرہ' افسانہ لکھنا زیادہ پسند ہے اور طویل ناول یا موٹی کتاب پڑھنا پسند ہے۔ الحمدللہ موڈ ہو تو چار سو صفحات کی کتاب ایک دن میں پڑھ لیتی ہوں۔

س: اب تک کن جرائد میں لکھ چکی ہیں، سب سے اچھا رسپانس کس تحریر پر ملا؟

ج: آنچل' حجاب' نئے افق' ریشم' دیباچ میں تحریریں بھیجیں اور سب شائع ہوئیں۔ آنچل میں ایک ناولٹ لکھا تھا "خواب زادی" جس کا رسپانس بذریعہ خطوط اگلے تین ماہ تک آتا رہا اور مدیرہ نے بھی اگلے ماہ آئینہ میں تعریفی کلمات لکھ کر سند پسندیدگی دی۔ اس انٹرویو کے توسط سے میں ان کی بھی بے حد مشکور ہوں۔

س: گھر والے یا ارد گرد والے آپ کے لکھنے کو کتنا سراہتے ہیں یا آپ کی تحاریر پڑھتے ہیں؟

ج: عائشہ گھر والے مجھے نہیں پڑھتے۔ نہ سسرال میں اور نہ ہی میکے میں۔ قریبی دوستوں میں صرف ماوراطلحہ مجھے پڑھتی ہے۔ سسرال میں ارد گرد کے لوگ مجھے پڑھتے ہیں اور سراہتے بھی ہیں بلکہ بار بار پوچھتے ہیں کہ اگلی کہانی کب آرہی ہے۔

کوثر ناز:۔

س: نئے افق، آنچل اینڈ حجاب گروپ میں کب سے ایڈمن ہیں اور یہ تجربہ کیسا رہا؟

ج: کوثر ایڈمن بنے دو سال سے زائد وقت ہوگیا ہے اور میرا یہ تجربہ بہت شاندار رہا۔

س: اس ادارے، اس گروپ کی کوئی خاص بات جو آپ کو یہاں سے جوڑے ہوئے ہے؟

ج: طاہر بھائی کا خلوص۔ وہ مجھے بہن کہتے ہی نہیں سمجھتے بھی ہیں۔ سعیدہ آپی کی وہ اپنائیت و چاہت جس کے آگے میں ان کی مقروض ہوں۔ ان دونوں ہستیوں نے مجھے اتنی محبت' خلوص اور سب سے بڑھ کر اتنا مان دیا ہے کہ میں خود کو ان کی قرض دار سمجھتی ہوں۔ اس کے بعد ماورا' حنا' عریشہ

رفاقت اور اب تمہارا ساتھ ہم سب ایک مکمل دائرہ ہیں۔ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ہم کام کریں یا نہ کریں مجھے امید ہے یہ ساتھ کبھی نہیں چھوٹے گا۔ ان شاءاللہ۔

محمد انس حفیظ:۔

س: کیا آج کی عورت اتنی ہی مظلوم ہے جتنی ناولز اور ڈراموں میں دکھائی جارہی ہیں؟

ج: انس آج کی عورت پہلے کے مقابلے میں کہیں مضبوط اور بہادر ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ آج بھی عورت نشانہ ستم ہے۔ کل ہی مما بتارہی تھیں کہ ہماری ایک جاننے والی لڑکی جو باشعور اور تعلیم یافتہ ہے کو اس کی ساس نے صرف گلاس گرنے پر اسی گلاس سے سر پر بار بار اتنا مارا کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ یہی نہیں یہ بھی پتا چلا کہ شوہر اور ساس سے مار کھا کھا کر اس بیچاری کا سارا جسم زخمی ہے۔ ہلنا مشکل ہے لیکن پھر بھی سارے گھر کا کام کاج وہی کرتی ہے۔ اس کی تفصیل لکھی نہیں بس میں یہاں صرف یہ بتانا چاہ رہی ہوں کہ ہم اس حقیقت سے بھی نظریں نہیں چرا سکتے کہ آج بھی جہالت اور جاہل گھرانے ہم میں موجود ہیں۔

س: روتی دھوتی کہانیوں کی بجائے کیا یہ ضروری نہیں کے ہم اپنے معاشرے کے کچھ خوبصورت رنگ بھی نمایا کریں' اپنے معاشرے کی خوبصورتی اور اچھی چیزوں کے بارے میں لکھنا کتنا ضروری ہے؟

ج: ہر کہانی روتی دھوتی تو نہیں ہوتی بلکہ اکثر لوگوں کو یہی اعتراض ہوتا ہے کہ ڈائجسٹ میں تقریباً ہر کہانی کا اختتام مثبت ہوتا ہے۔

عنایہ گل:۔

س: کوئی ایسی خواہش جس کے پورا ہونے کا شدت سے انتظار؟

ج: ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے۔

س: بادلوں کو چھونا چاہتی ہوں' یہ میری شدید خواہش ہے۔

س: آپ کی نظر میں زندگی کیا ہے؟

ج: زندگی پانی کا بلبلہ ہے۔ جیسے پانی کے بلبلے کی حقیقت کچھ نہیں ایسے ہی زندگی کی حقیقت بھی کچھ نہیں۔ بس ایک لمحہ لگتا ہے اور چلتا پھرتا وجود بے جان لاشہ بن کر ڈھے جاتا ہے۔

س: پسندیدہ شعر؟

ج: یہ ضروری ہے کہ آنکھوں کا بھرم قائم رہے
نیند رکھو یا نہ رکھو خواب معیاری رکھو

س: تکیہ کلام کیا ہے آپ کا؟

ج: بول چال میں ''پتا نہیں'' بہت استعمال کرتی ہوں۔

علایہ راجپوت:۔

س: صباء آپ نے لکھنا کب شروع کیا؟

ج: 2016ء میں لکھنا شروع کیا تھا۔

س: اور نئے لکھاریوں کے لیے کچھ ایسا بتائیں کہ وہ اپنے قلم میں بہتری لاسکیں۔

ج: مسلسل مطالعہ کریں۔ مطالعہ کرنے کا مطلب صرف ناول یا کتاب پڑھنا نہیں بلکہ ہر سطر کو بغور پڑھنا ہے۔ بیانیہ کیسا ہے۔ مکالمے کیسے لکھے گئے۔ زبان بیان کی چھوٹی چھوٹی رمزوں کو سمجھیں۔ ہر اچھے لفظ کو ذہن نشین کریں اور اسے عام بول چال میں استعمال کرنے کی مشق کرتے رہیں۔ غور کریں کہ مصنف کی جگہ آپ ہوتے تو جملہ کیسے لکھتے اور مصنف نے کیا لکھا۔ اپنے ذہن میں محفوظ لفظوں کے متبادل کتاب میں تلاش کرتے رہیں اگر لکھنے کی صلاحیت اور شوق ہے تو مطالعہ شوق کے لیے نہ کریں بلکہ سیکھنے کے لیے کریں۔

رائحہ مریم:۔

س: ''معاشرہ مصنف پیدا کرتا ہے'' کس حد تک متفق ہیں؟

ج: متفق ہوں۔ ادب انسان میں شعور بیدار کرتا ہے۔ اسے اعتدال پسند' مضبوط' باحوصلہ اور باشعور بناتا ہے۔

س: اردو ادب میں بہت سے نامور ادیب، شعرا اور مصنف ہیں جن کے لکھنے کی الگ الگ وجوہات ہیں۔ آپ نے لکھنا کیوں شروع کیا؟

ج: رائحہ میرے لکھنے کی وجہ میرا شوق تھا اور یہ شوق اس لیے پیدا ہوا کہ مطالعہ کرنا میری گھٹی میں ہی شامل تھا۔ میرے والد صاحب کتابوں کے دلدادہ ہیں لہٰذا ہوش سنبھالتے ہی ہم بہن بھائیوں نے نونہال' پھول اخبارات و دیگر رسائل پڑھنا شروع کر دیئے تھے بعد میں ناول' ڈائجسٹ اور اسلامک لٹریچر اور مختلف موضوعات پر لکھی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں۔ ایک وقت آیا جب مجھ میں بھی لکھنے کا شوق بیدار ہوا اور پھر میں نے لکھنا شروع کر دیا۔

س: پہلی کہانی کیسے لکھی۔ محرک کیا تھا؟

ج: میں نے پہلی کہانی خواب زادی لکھی تھی اور لکھی کیا تھی بس یونہی ایک منظر لکھا' لفظ سے لفظ پیدا ہوتے چلے گئے لیکن اس کہانی کو لے کر کچھ زیادہ پُر امید نہیں تھی لہٰذا اسے کہیں نہ بھیجا' اس کے بعد بنت حوا لکھی جو سب سے پہلے شائع ہوئی تھی۔ بنت حوا میری ایک چھوٹی سی دوست فاطمہ حفیظ کے نام تھی' جو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

شاہدہ درانی:۔

س: میں نے کئی جگہوں پر سنا اور دیکھا ہے لوگ صرف ان لوگوں کو لکھاری مانتے ہیں جن کی کوئی کتاب پبلش ہوئی ہو آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

ج: میں اس بات کو نہیں مانتی۔ لکھاری صرف لکھاری ہوتا

ہے۔ صاحب کتاب ہونے یا نہ ہونے کا لکھاری کی خداداد صلاحیت سے بھلا کیا تعلق۔
س: کیا آپ کی تحریروں میں سب کچھ فرضی ہوتا ہے؟
ج: میری ہر تحریر کہیں نہ کہیں کسی حقیقی منظر، واقعے، مشاہدے یا تجربے کی بنیاد پر لکھی گئی ہے۔

عرفات ظہور:۔
س: مشہور شہرہ آفاق ناول عشق کا عین اگر آپ کی تخلیق ہوتا تو اس کی کامیابی اور شہرت پر آپ کے کیا تاثرات ہوتے؟
ج: میں اپنے لکھے کو کبھی مکمل نہیں سمجھتی۔ ہر جگہ بہتری کی گنجائش ضرور ہوتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں جس دن لکھاری خود کو بڑا اور نامور سمجھنا شروع کردیتا ہے، وہیں سے اس کا وقت زوال شروع ہوجاتا ہے۔ اگر عشق کا عین میں لکھتی اور میرے لفظوں کو پذیرائی ملتی تو میں اللہ رب العزت کا ہزار ہا بار شکر ادا کرتی کہ اس نے میرے لفظوں کو لوگوں کے دلوں میں جگہ دی۔

نورین مسکان:۔
س: آپ کو کب خیال آیا کہ آپ لکھ سکتی ہیں؟
ج: نورین اپنے لکھے سے آج بھی مطمئن نہیں۔ جیسا میں لکھنا چاہتی ہوں شاید ویسا کبھی نہ لکھ پاؤں۔ کوشش کرتی ہوں کہ بہتر لکھوں اور اپنی غلطیوں سے سیکھتی رہوں۔
س: اپنے لکھے ہوئے سے کس حد تک مطمئن ہیں آپ، اپنی ہی کسی تحریر سے متاثر ہوئی ہیں یا حیران جس پر بے ساختہ کہا ہو کیا یہ میں نے ہی لکھا ہے؟
ج: میرا ایک افسانہ ہے "خالی خانے" وہ پڑھ کر آج بھی حیران ہوتی ہوں۔

دیا فاطمہ:۔
س: کوئی ایسا موضوع جس پر شدت سے لکھنے کی متمنی ہیں لیکن زیر قلم نہ لا پارہی ہوں؟
ج: بہت سے ایسے موضوعات ہیں جو ذہن میں اکثر آتے ہیں لیکن اسے لکھنے کے لیے ابھی شاید مناسب وقت نہیں آیا۔
س: آپ کی پہلی ہی تحریر کو کامیابی حاصل ہوئی یا ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اگر ایسا ہے تو آپ کے کیا احساسات تھے؟
ج: الحمدللہ پہلی تحریر پڑھنے والوں کو بہت پسند آئی تھی۔ اسی سے ملنے والے حوصلے نے ہی تو مجھ سے مزید لکھوایا۔
س: لکھنے کے لیے کون سا پہر پسند ہے اور کیوں؟
ج: رات کا وقت پسند ہے کہ اس میں تنہائی اور یکسوئی ہوتی ہے۔

ایمن نور:۔
س: کیا آپ شاعری بھی کرتی ہیں؟
ج: ایمن میں شاعری نہیں کرتی۔
س: آپ کی پسندیدہ کہانی بتائیں؟
ج: پسندیدہ کہانی اگر میری پوچھی ہے تو رنگ ریز (جو ابھی شائع نہیں ہوئی) اور اگر کسی اور رائٹر کی پوچھی ہے تو بہت سی کتابیں پسند ہیں، کسی ایک کا نام لینا مشکل ہے۔
س: نئے لکھنے والوں میں سے کسے مستقبل کی بہترین رائٹر قرار دیں گی؟
ج: ناہید اختر بلوچ، ماوراطلحہ، کوثر ناز، حنا مہر (کم لکھتی ہیں لیکن اچھا لکھتی ہیں) اور بھی کئی نام ہیں جو ان شاءاللہ اگلے چند سالوں میں اپنے کام سے اپنا نام اور مقام ضرور بنالیں گے۔

مہوش صدیقی:۔
س: بیشتر کہانیاں جو لکھی جاتی ہیں وہ اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوکر لکھی گئی ہوتی ہیں جس کے کردار آس پاس ہی ہوتے ہیں اور اگر وہ ان کو پڑھ کر خفگی کا اظہار کریں کہ یہ ان پر لکھا گیا تو ایسے میں ایک لکھاری کو کیا کرنا چاہیے کہ وہ اپنی بات بھی کہہ دے اور کوئی بظاہر اعتراض بھی نہ کرسکے؟
ج: لکھاری کو علم ہو کہ جو وہ لکھ رہے ہیں اسے پڑھ کر کسی کی دل آزاری ہوگی تو کہانی کا رخ بدل لینا چاہیے۔ قلم تو لکھاری کے ہی ہاتھ میں ہوتا ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ کسی کی دل آزاری کا سبب بنیں۔
س: ادارے، قارئین یا کسی اور سے اگر کچھ کہنا چاہیں؟
ج: سب سے پہلے تو میں طاہر بھائی اور سعیدہ آپی کی شکر گزار ہوں، جن کی انمول محبت اور بے مثال ساتھ میرے لیے خاص ہے۔ قیصر آرا آپی جن کی رائے طاہر بھائی کے ذریعے مجھ تک پہنچتی ہے اور سیروں خون بڑھاتی ہے۔ آپا آپ کی رائے میرے لیے بہت اہم ہے۔ اپنے ماں باپ کو سلام پیش کرتی ہوں بلاشبہ میری کامیابیاں میرے والدین کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جو مجھے ہمیشہ پڑھ کر اپنی تنقیدی اور تعریفی رائے دیتے ہیں۔ ماوراطلحہ، طیبہ غلام نبی، شفقت، خدیجہ، شازیہ آپ سب کا بے حد شکریہ۔ سر اشفاق احمد خان، جن کا میں نے آغاز میں بہت سر کھایا۔ بہتری کی گنجائش تو ہمیشہ رہتی ہے لیکن اگر سر نہ ہوتے تو شاید میں اتنا بہتر نہ لکھ پاتی۔ سر آپ کا بھی بہت شکریہ۔
ان سب قارئین کا شکریہ جن سے میں ہوں آپ سب کے تبصرے مجھ میں نئی روح پھونک دیتے ہیں، یونہی تعمیری رائے دیتے رہیے۔
آخر میں ادارہ آنچل، حجاب و نئے افق انتظامیہ کی سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے پہچان بنانے کے لیے اتنا اچھا پلیٹ فارم دیا۔

قسط نمبر 31

نادیہ فاطمہ رضوی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

زرتاشہ تمام باتیں سن کر دنگ رہ جاتی ہے۔ احمر یزدانی کی حالت بھی مختلف نہیں ہوتی۔ زرمینہ کے انکشافات انہیں بوکھلا کر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن زرمینہ کے خاندان میں یہ باتیں اہمیت نہیں رکھتیں وہاں ایسے فرسودہ رسم و رواج کے نام پر عورت ہمیشہ سے قربان ہوتی آئی تھی زرتاشہ اپنے طور پر ارادہ کرتی ہے کہ وہ اپنی دوست کو اس ظلم کا شکار ہونے سے بچائے گی۔ مہرو ہوش میں آنے پر بٹو کی موت کا ذمہ دار خود کو ٹھہراتی ہے۔ ایسے میں لالہ رخ بھی اسے مطمئن کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ امی بھی مہرو کی حالت دیکھ کر واپس اپنے گھر جانے کا ارادہ ترک کردیتی ہیں۔ کیونکہ وہ لوگوں کی طنزیہ باتوں سے مہرو کو بچانا چاہتی ہیں اور کراچی شفٹ ہونے کی بات کرتے لالہ رخ کو حیرت میں مبتلا کردیتی ہیں۔ زرتاشہ احمر کا نام لے کر زرمینہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتی ہے مگر زرمینہ احمر سے مدد لینے کو تیار نہیں ہوتی۔ وہ نہیں جانتی کہ اس محبت کے نام پر احمر کو نقصان پہنچے مگر زرتشا اس کی بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ کامیش سونیا کی تمام حقیقت سے اول روز ہی آگاہ ہوتا ہے۔ یہ بات سن کر فراز شاکڈ رہ جاتا ہے۔ جب کہ کامیش صرف اس لیے خاموش رہتا ہے تاکہ اپنے بھائی کو سونیا کی مزید کسی سازش کا شکار ہونے سے بچاسکے۔ سمیر دونوں کی غلط فہمیاں دور ہوتے دیکھ کر بے حد مسرور نظر آتے ہیں۔ عنایہ باسل سے مل کر اس کے سامنے اعتراف کرلیتی ہے کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے مگر اپنی محبت حاصل کرنے میں ناکام ہے۔ اس کا یہ اعتراف باسل کو دنگ کردیتا ہے۔ جب ہی وہ مزید کچھ کہے بنا وہاں سے اٹھ جاتا ہے۔ جیکولین مسٹر ایڈم کے رویے پر بے حد مشتعل نظر آتی ہے۔ وہ بار بار ماریہ کے حوالے سے تفتیش کرتے اسے الجھن میں مبتلا کیے رکھتے ہیں۔ سرپال کسی کام کے سلسلے میں جرمنی چلے جاتے ہیں۔ تو ابرام جلد فراز سے رابطہ کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے۔ خاور درحقیقت حورین کی بگڑتی طبیعت کے پیش نظر بے حد مضطرب ہوتا ہے۔ جب ہی وہ سمیر سے مشورہ طلب کرتا ہے' سمیر حورین کے ماضی کی طرف اشارہ کرتے خاور کو انجانے کرب میں مبتلا کردیتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁......❁......❁
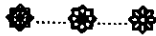
سمیر کی نگاہوں نے اس لمحے خاور حیات کے اندر ایک عجیب سی بے چینی کو سرائیت کردیا تھا وہ اپنی جگہ پہلو بدل کر دوبارہ استفسار کرتے ہوئے بولا۔

''سمیر تمہاری بات کا مطلب کیا ہے؟ مجھے بھلا کیسے معلوم کہ حورین کی بیماری کی وجہ کیا ہے؟'' فضا اس پل مکمل تاریکی میں ڈوب گئی تھی مگر پول کی مصنوعی روشنیوں نے اس جگہ اجالا پھیلا رکھا تھا سمیر خاور کو چند ثانیے بغور دیکھتا رہا پھر گمبھیر آواز میں بولا۔

''تم اپنے دل میں جھانک کر دیکھو خاور تمہیں حورین بھابی کی بیماری کی جڑ بہت اچھی طرح معلوم ہوجائے گی۔''

''سمیر تم پہیلیاں کیوں بجھوار ہے ہو سیدھی سیدھی بات کرو آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟'' خاور کے اندر اضطراب کی لہریں اٹھنے لگیں' وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوکر اب چکر لگانے لگا تھا' سمیر نے اسے ایک بار پھر بڑے غور سے دیکھا اور ایک گہرا سانس فضا کے

حوالے کر کے بولا۔
"انسان چاہے کتنا ہی آگے نکل جائے زندگی کی رنگینیوں میں خود کو پوری طرح گم کرلے مگر اپنے ماضی سے وہ کسی طور پیچھا نہیں چھڑا سکتا' انسان کا ماضی موت کی طرح تادم مرگ اس کا پیچھا کرتا رہتا ہے وہ لاکھ اس سے جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہے مگر یہ عذاب مسلسل کی طرح اسے اندر ہی اندر چاٹتا رہتا ہے ہاہ......" خاور حیات نے انتہائی ناپسندیدہ نگاہوں سے سمیر کو دیکھا جو مزید کہہ رہا تھا۔
"حورین بھابی کا ماضی ہی ان کی اصل بیماری کی وجہ ہے خاور۔" سمیر شاہ ہمیشہ سے ایسا ہی صاف گو اور انصاف پسند تھا' سچ اور حق بات منہ پر کہنے والا اب چاہے وہ بات کسی کو کتنی ہی کڑوی کیوں نہ لگے خاور اور احتشام سمیر کی اس عادت سے بہت نالاں رہتے تھے گو کہ سمیر نے اپنی اس عادت پر حالات کو دیکھتے ہوئے کچھ حد تک کنٹرول کرلیا تھا مگر پھر بھی اس کی یہ عادت بسا اوقات اس پر حاوی ہوجاتی تھی۔
"واٹ ربش سمیر' میں نے حورین کو اتنی زیادہ خوشیاں اور آسودگیاں دی ہیں کہ وہ اپنے تلخ اور شیریں ماضی کو یکسر بھلا چکی ہے میں نے اسے ایک ایسی پُرتعیش اور اعلیٰ زندگی دی ہے جس کا خواب ہر لڑکی دیکھتی ہے اور وہ خواب میں نے پورا کیا ہے۔" خاور حیات کے لب و لہجے میں اس پل بے تحاشا ناگواری چھلک رہی تھی۔
"مگر وہ سب حورین کا خواب نہیں تھا خاور' جس چیزوں کا خواب ہر عام لڑکی دیکھا کرتی ہے گاڑی' بنگلہ' ہیرے موتی' زیورات اور بھاری بھرکم بینک بیلنس۔" سمیر اپنے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ سجائے ہوئے بولا تو خاور نے جز بز ہو کر کہا۔
"مگر اس کے ساتھ ساتھ میں نے اسے بے دریغ محبت عطا کی' اپنی وفا اور خلوص اس پر نچھاور کیا' ہمیشہ صرف اس کا بن کر رہا۔ یہ تو اس کی چاہت اس کی تمنا تھی ناں؟" اب وہ اس کے مقابل آن کھڑا ہوا تھا' سمیر بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ پھر دھیرے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔
"خاور میرا مقصد تمہیں نیچا دکھانا یا رسوا کرنا ہرگز نہیں ہے' صرف حورین بھابی کی بیماری کی اصل وجہ کی نشاندہی کرنا ہے کیونکہ وہ مجھے اپنی بہنوں کی طرح عزیز ہیں۔" اس پل خاور نے سمیر کو بغور دیکھا' جو اپنی بات کہہ کر وہاں سے جانے کو پلٹا تھا۔ پھر دو قدم چل کر وہ دوبارہ اس کی جانب رخ موڑ کر بولا۔
"بے شک مرد کی وفا' اس کا خلوص اور بے تحاشہ محبت ہر عورت کی چاہت اور تمنا ہوتی ہے مگر ایک ماں کے لیے اس کی اولاد کائنات کی ہر چیز سے زیادہ افضل اور اہم ہوتی ہے۔" سمیر شاہ اتنا کہہ کر گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا جب کہ خاور حیات بت بنا وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

"فراز شاہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا اہم ڈاکومنٹس اسٹڈی کر رہا تھا جب ہی اس کا سیل فون بج اٹھا۔ فراز نے ایک مصروف سی نگاہ ٹیبل پر رکھے اپنے اسمارٹ فون پر ڈالی تو واٹس ایپ پر آتی ابرام کی کال نے اسے ایک لمحے کو اپنی جگہ منجمد سا کردیا' آج اتنے عرصے بعد ابرام کی کال آتے دیکھ کر وہ گڑبڑا سا گیا تھا' جس وقت وہ لندن سے ماریہ کو اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اسے لگا تھا کہ ابرام فوراً اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کرے گا' مگر جب ایسا نہ ہوا تو فراز سمجھ گیا کہ وہاں کے حالات یقیناً سازگار نہیں ہیں' جس کی وجہ سے ابرام نے اس سے رابطہ نہیں کیا۔ فراز کو پہلے ہی اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ یقیناً ابرام اسی وقت یہ حقیقت جان گیا ہوگا کہ فراز کے ساتھ ہی اس کی بہن ماریہ یہاں سے اپنی جان بچا کر فرار ہوئی ہے وہ خود بھی ابرام سے رابطہ کر کے تمام صورت حال سے اسے آگاہ کرنا چاہتا تھا' مگر وہاں کے حالات کا اسے بھی اچھی طرح اندازہ تھا' وہ ابراہم سے کانٹیکٹ کر کے انہیں اور ماریہ کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا' البتہ شعوری اور لاشعوری طور پر اسے ابرام کی کال کا انتظار تھا فون بج کر خاموش ہوا تو چند لمحوں بعد

دوبارہ بجنے لگا۔ فراز نے ایک گہری سانس بھری اور سر جھٹک کر بڑے اعتماد سے کال ریسیو کی۔
"ہیلو ابرام کیسے ہو؟" وہ بڑی خوش اخلاقی سے بولا مگر مقابل کا انداز بالکل سپاٹ تھا۔
"ماریہ تمہارے ساتھ ہے؟" فراز چند لمحوں کے لیے بالکل خاموش سا رہا پھر سہولت سے گویا ہوا۔
"ہاں ابرام وہ میرے ساتھ ہے اور بالکل سیو اور......!"
"اپنے گھر کا ایڈریس بتاؤ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" ابرام نے فراز کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی درمیان میں قطع کر کے بولا تو فراز تھوڑا الجھا مگر پھر اس نے اپنا ایڈریس بتا دیا۔
"ابرام ان فیکٹ میں خود تم سے بات کرنا چاہتا تھا مگر......"
"بائے۔" وہ ہنوز سپاٹ لہجے میں ایک بار پھر اس کا جملہ کاٹ کر بولتا ساتھ ہی رابطہ بھی منقطع کر گیا جب کہ فراز اضطراری انداز میں اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

❁......❁......❁

زرتاشہ اور زرمینہ کا یہ فائنل ایئر تھا دونوں پڑھائی میں بہت محنت کر رہی تھیں دونوں کی خواہش تھی کہ اچھے مارکس لے کر ڈگری حاصل کریں ساتھ ساتھ یونیورسٹی میں غیر نصابی سرگرمیاں بھی جاری تھیں آج سے ان کی یونیورسٹی میں بک فیئر کا بھی آغاز ہو چکا تھا یونیورسٹی کے جمنازیم میں باہر سے آنے والے لوگوں کی بھی خاصی تعداد تھی اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ڈیپارٹمنٹس کے اسٹوڈنٹس نے جمنازیم سے باہر مختلف کھانے پینے کے اسٹالز لگا کر رونق کو دوبالا کر دیا تھا۔ اسٹوڈنٹس ان اسٹالز سے چیزیں خرید کر مزے سے کھا پی بھی رہے تھے۔ عدیل کو کراچی یونیورسٹی میں ہونے والے بک فیئر کی خبر ملی تو وہ احمر اور باسل کو زبردستی یہاں لے آیا۔ باسل دو دن پہلے ہی سنگاپور سے واپس لوٹا تھا اس کی میٹنگ بھی توقع سے زیادہ شاندار رہی تھی جس پر خاور حیات نے بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا۔ احمر اور باسل کی متلاشی نگاہیں کسی کو مسلسل ڈھونڈ رہی تھیں مگر شاید وہ دونوں یہاں آئی ہی نہیں تھیں جب ہی احمر یزدانی مایوسی سے باسل سے بولا۔
"میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہیے۔ پورے دو گھنٹے سے یہاں گھوم رہے ہیں۔" باسل نے چونک کر احمر کو دیکھا تو بے اختیار اس کی ہنسی چھوٹ گئی جس کے چہرے پر اس وقت بارہ بج رہے تھے۔ باسل کو ہنستا دیکھ کر احمر اسے فہمائشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے غصہ سے بولا۔
"ہاں ہاں اڑا لو مذاق۔" پھر ادھر ادھر گردن گھماتے ہوئے بولا۔
"اگر تھوڑی دیر کے لیے یہاں آ جاتی تو اس کا کیا بگڑ جاتا۔" عدیل کو اپنا کوئی جاننے والا مل گیا تھا وہ وہیں چلا گیا تھا جب ہی احمر کافی بے زار سا ہو کر عدیل کو وہیں سے آواز دے کر باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے باسل کے ہمراہ خارجی دروازے کی جانب آ گیا۔ آسمان پر پوری آب و تاب سے چمکتا سورج اس پل اپنی تیز اور گرم شعاعیں بے دریغ اہل زمین پر لٹا رہا تھا۔ اندر سے آنے کے بعد اس لمحے دونوں کو بے تحاشا گرمی کا احساس ہوا۔
"افوہ لگتا ہے آج کا ٹمپریچر چالیس ڈگری سے بھی کراس کر جائے گا۔" احمر سن گلاسز چڑھاتے ہوئے بے زاری سے بولا۔ باہر لگے ٹینٹ پر موجود اسٹالز میں اس وقت مختلف کھانے پینے کی اشیا پر کافی رش تھا باسل نے یونہی نگاہیں دوڑائیں تو ایک لڑکی پر اس کی نگاہ جم کر رہ گئی۔ وہ یقیناً زرتاشہ تھی جو گول گپے کھانے میں مصروف تھی جب کہ اس کے پہلو میں کھڑی زرمینہ شاید اپنی من پسند چاٹ بنواتے ہوئے مسلسل بول رہی تھی احمر نے یونہی باسل کی جانب دیکھا پھر اسی کی نگاہوں کے تعاقب میں اپنی بھی نظریں دوڑائیں تو جیسے وہ صحرا سے چلتے چلتے نخلستان میں نکل آیا تھوڑی دیر پہلے کی حبس و گرمی کی گھٹن بھاپ بن کر اڑ گئی تھی۔ اپنے اردگرد اسے بے حد خوش گوار اور ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

''افوہ زری اب لے بھی چکو تم اپنی چاٹ کی پلیٹ' اف اللہ چاٹ نہیں بلکہ تاج محل ہوگیا جو بن کر ہی نہیں دے رہا۔'' زرتاشہ اس کی لمبی چوڑی ہدایت سن کر بدمزہ سی ہوکر بولی۔

''بس بس بھائی پیاز مت ڈالنا۔'' زری تیزی سے بولی۔ پھر صد شکر کہ چاٹ کی پلیٹ بالآخر اس کے ہاتھ میں آ ہی گئی۔

''تاشو ڈیئر اپنی من پسند چاٹ کھانے کی تو بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔'' زری لہک کر بولی تو زرتاشہ کو مرچیں لگنے کے ساتھ ساتھ پانی کی طلب محسوس ہوئی۔ وہ پلیٹ وہاں رکھ کر تیزی سے بولی۔ ''تم چاٹ کھاؤ میں آگے والے اسٹال سے پانی اور ڈرنکس لے کر آتی ہوں۔'' زرتاشہ کو اس جانب آتا دیکھ کر احمر بے ساختگی سے ٹینٹ کی آڑ میں ہوگیا۔ وہ زرتاشہ کی نگاہوں کے سامنے نہیں آنا چاہتا تھا' جب کہ باسل وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔ کولڈ ڈرنکس وغیرہ کا اسٹال اس سے چند قدموں کے فاصلے پر ہی تھا۔ زرتاشہ اپنی جون میں وہاں آئی اور رش ہونے کی وجہ سے وہ خاموشی سے کھڑی ہوکر اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے جونہی بائیں جانب مڑی یک دم بالکل سامنے باسل حیات کو کھڑا دیکھ کر اسے خوش گوار حیرت کا جھٹکا لگا' پھر دوسرے ہی لمحے وہ تیر کی تیزی سے اس کے قریب آ کر پُرجوش لہجے میں بولی۔

''باسل صاحب آپ یہاں؟'' باسل کو اس کے جوش و مسرت کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی جب کہ اگلا مرحلہ اس کو مزید الجھانے کے لیے کافی تھا۔

''شکر ہے آج آپ یہاں مجھے مل گئے۔'' پھر اس نے دزدیدہ نگاہوں سے اس جانب دیکھا' جہاں زرمینہ کھڑی چاٹ کھانے میں مصروف تھی۔

''آپ پلیز اس طرف آجائیے' کہیں زری نہ دیکھ لے۔'' وہ تھوڑا محتاط ہوکر بولی اور پھر خود ہی ایک دوسرے اسٹال کی آڑ میں ہوگئی' ناچار باسل نے بھی اس جانب قدم بڑھائے تھے۔ ''دیکھیے باسل صاحب مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ کیا آپ مجھے اپنا نمبر دے سکتے ہیں بلکہ ایسا کریں آپ میرا نمبر لے لیں' میں کیسے یاد رکھ پاؤں گی جب کہ میرا بیگ وہیں زری کے پاس ہے۔'' وہ جلدی جلدی اپنی بات کہہ رہی تھی۔ پھر روانی سے اپنا نمبر بتاتے ہوئے ہدایت نامہ نہیں بلکہ حکم نامہ جاری کرتے ہوئے بولی۔

''آپ مجھے کل شام پانچ بجے فون کیجیے گا اس وقت زری ہاسٹل کے لان میں پڑھنے کے لیے چلی جاتی ہے۔'' باسل حیات ہونق سے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا' اس نے اپنا سیل فون آن کیا اور زرتاشہ کا بتایا ہوا نمبر سیو کرلیا۔

''اوکے میں کل آپ کے فون کا انتظار کروں گی۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے اس کے قریب سے نکل کر وہاں سے چلی گئی' جب ہی احمر وہاں آ دھمکا۔

''او بھائی یہ چکر کیا ہے؟ یہ زرتاشہ نے تمہیں کس کا نمبر دیا ہے۔'' احمر باسل کو اپنے فون پر نمبر ٹائپ کرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ جب ہی مشکوک انداز میں بولا تھا۔

''میں اب تیرے منہ پر مکا مارنے والا ہوں۔'' باسل جو پہلے ہی الجھا ہوا تھا احمر کی بات پر کلس کر بولا۔ جواباً احمر زور سے ہنستا چلا گیا۔

❁......❁......❁

مہرو نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ اسے اس بات کا شدت سے احساس ہوا تھا کہ وہ اپنی حماقت میں بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچا چکی ہے۔ وہ خود کو بٹو کا مجرم سمجھتی تھی۔ اپنی ذات کے غم و تکلیف میں مبتلا رہ کر اس نے نہ صرف بٹو کو دوسرے جہان پہنچایا بلکہ لالہ رخ' زرتاشہ اور مامی کو بھی انتہائی ذہنی اذیت اور کڑے حالات سے دوچار کیا تھا' لہٰذا اب اس نے اپنی ذات کے تمام دکھ درد لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیئے تھے۔ وہ کسی کو اپنی ذات سے کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔ ایک دن موقع دیکھ کر امی نے

مہرو کو یہ حقیقت بتادی تھی کہ نجانے کون شخص مہرو کو گڈو کے دروازے کے باہر چھوڑ کر چلا گیا تھا' اس وقت وہ صرف دو ماہ کی شیر خوار بچی تھی' بے اولاد اور ممتا کی ماری گڈو نے اسے جیسے اللہ تعالیٰ کا تحفہ سمجھ کر اپنے سینے سے لگا کر اپنے کلیجے کو ٹھنڈا کیا تھا' جب مہرو گڈو اور مومن جان کو ملی تھی اس وقت مہرو نے سرخ فراک پہن رکھی تھی اور آف وائٹ اونی ٹوپی سے سر ڈھکا ہوا تھا جب کہ سونے کا چھوٹا سا کڑا اس کے دائیں ہاتھ میں موجود تھا' جسے گڈو نے اتار کر اپنے پاس حفاظت سے رکھ دیا تھا۔ پھر مومن جان کی بدنیتی دیکھ کر گڈو نے اسے لالہ رخ کی امی کے پاس رکھوا دیا تھا۔ امی نے جب وہ کڑا مہرو کو دیا تو بہت دیر تک وہ یک ٹک اس کڑے کو دیکھتی رہی تھی۔ لالہ رخ اور مہرو اس وقت شاپنگ مال سے کچھ چیزوں کی خریداری کرنے آئی تھیں۔ خریداری کرتے ہوئے انہیں خاصی دیر ہوگئی تھی۔ جب ہی لالہ رخ کو ایک دوسری دکان میں گھستا دیکھ کر وہ انتہائی بےزاری سے بولی۔

"اُفوہ لالہ ایک تو تمہاری شاپنگ ہے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی اور یہاں میرا بھوک کے مارے برا حال ہوگیا ہے۔" ساتھ ہی اس نے شاپنگ بیگز زمین پر پٹخے بھی دیئے۔ جب کہ کچھ فرلانگ پرے اے ٹی ایم مشین سے پیسہ نکالتے کامیش شاہ کے کانوں میں یہ الفاظ پڑے تھے اس نے یونہی نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اسے محسوس ہوا جیسے اس لڑکی کو اس نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔

"اُفوہ مہرو ایک تو میں تمہاری اس وقت بے وقت کی بھوک سے بہت تنگ ہوں۔ پہلے مجھے خریداری تو مکمل کرنے دو....."
دوسری لڑکی کافی جھنجلا کر بولی اور اسی لمحے کامیش کو یاد آ گیا کہ اس لڑکی کو کب اور کہاں دیکھا تھا یہ وہی لڑکی تھی جو مری کے راستے پر اسے بے ہوش اور زخمی حالت میں ملی تھی اور جس کے حوالے سے فراز نے اس سے بات کی تھی' آف وائٹ اینڈ پنک کلر کے کنٹراسٹ کے سوٹ میں اپنے وجود کو پوری طرح سے چادر میں لپیٹے وہ اس پل سخت بےزار نظر آرہی تھی۔ کامیش نے چند ثانیے وہیں کھڑے ہو کر کچھ سوچا پھر سہولت سے چلتا ہوا عین اس کے مقابل آن کھڑا ہوا۔ مہرو جو لالہ رخ پر بے حد تلملا رہی تھی' اس طرح اچانک ایک لمبے چوڑے مرد کو جن کی طرح حاضر دیکھ کر بے ساختہ اپنی جگہ سے اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹی جب کہ ہونٹوں سے ہلکی سی چیخ بھی برآمد ہوئی تھی۔ کامیش' مہرو کو یوں بدحواس دیکھ کر بے اختیار مسکرایا تھا۔ مہرو جواب خود کو سنبھال کر اس نووارد کو کھری کھری سنانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ جونہی نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ اسے پہچان گئی۔

"اومائی گاڈ یہ تو وہی میگزین کا مونچھوں والا پولیس انسپکٹر ہے۔" وہ خود سے بولی۔

"ہیلو میڈم میرا نام کامیش شاہ ہے۔" وہ فقط اتنا ہی بول سکا تھا کہ یک لخت مہرو بڑی بےتابی سے کہہ اٹھی۔

"سر میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں' آپ پولیس میں ہیں ناں میں نے ایک میگزین میں آپ کا انٹرویو پڑھا تھا' آپ ماشاء اللہ بڑے بہادر ہیں۔" لالہ رخ شاپ کے اندر موجود تھی' مہرو کا اس پل شدت سے دل چاہا کہ وہ یہاں آجائے تاکہ وہ بھی اس کو بہ نفس نفیس دیکھ لے۔ مہرو چونکہ اس تمام وقت میں بے ہوش تھی' لہٰذا اسے یہ حقیقت معلوم ہی نہیں ہوسکی کہ مری سے زخمی حالت میں اپنے بازوؤں میں اٹھا کر ہاسپٹل لانے والا یہی کامیش شاہ ہی تھا جب کہ لالہ رخ بھی کامیش کے وہاں سے جانے کے بعد اسلام آباد پہنچی تھی۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" کامیش اسے کافی دلچسپی سے دیکھتے ہوئے استفسار کرتے ہوئے بولا تو مہرو نے کافی الجھ کر اسے دیکھا۔

"میری طبیعت.....! میری طبیعت کو کیا ہوا؟ سر میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ آخر میں خوامخواہ ہنستے ہوئے بولی تو لالہ رخ جو شاپ سے باہر نکل آئی تھی' مہرو کے ساتھ کسی مرد کو کھڑا دیکھ کر تیزی سے وہاں آئی' جبکہ مہرو لالہ رخ کو دیکھ کر بے حد ایکسائیٹڈ ہو کر بولی۔ "لالہ یہ وہی مونچھوں والا.....وہ میگزین والے انسپکٹر ہیں۔" کامیش شاہ اب لالہ رخ کی جانب متوجہ ہوا اور بڑے دلکش لہجے میں گویا ہوا۔

''آپ غالباً لالہ رخ ہیں رائیٹ۔'' لالہ رخ کے ساتھ ساتھ مہرو بھی حیرت زدہ رہ گئی۔ بھلا یہ انسپکٹر لالہ رخ کو کیسے جانتا ہے۔
''ہا..... ہاں جی میں ہی لالہ رخ ہوں..... مگر آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔'' لالہ رخ بمشکل اپنی حیرت پر قابو پاکر استفہامیہ لہجے میں بولی۔
''میں کامیش شاہ ہوں..... فراز شاہ کا چھوٹا بھائی۔''
''کیا.....؟''
''آ..... آپ فراز بھائی کے بھائی ہیں۔'' مہرو بھونچکا سی ہوکر بولی۔
''کیوں میں فراز بھائی کا بھائی نہیں ہوسکتا۔'' کامیش کا لہجہ متبسم ہوا۔
''مگ..... مگر فراز بھائی کا بھائی.....'' مہرو کا انداز خود کلامی والا تھا۔
''اسٹاپ اٹ مہرو یہ فراز کے بھائی کیوں نہیں ہوسکتے۔'' لالہ رخ نے اسے سختی سے ٹوکا۔
''مگر لالہ یہ تو.....!''
''اُفوہ مہرو۔ میں نے کہا ناں تم ذرا خاموش رہو۔''
''نہیں پلیز میڈم آپ مجھے بتایئے میں فراز کا بھائی کیوں نہیں ہوسکتا۔'' کامیش اب مہرو کی حالت زار سے حظ اٹھارہا تھا۔ جب ہی دونوں بازو اپنے سینے پر باندھتے ہوئے بولا۔
''نہیں..... نہیں..... کیوں نہیں آپ ان کے بھائی کیوں نہیں ہوسکتے۔ آپ ہی بھائی ہیں ان کے۔'' مہرو انتہائی احمقانہ انداز میں بولی۔ جب ہی لالہ رخ نے مہرو کو کچا چبانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کامیش کو مخاطب کیا۔
''مسٹر کامیش مہرو کے کیس میں آپ نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا تھا میں خود آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔''
''میرے کیس میں.....!'' وہ ہونق سی ہوکر بڑبڑائی پھر مہرو کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ ان دونوں کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں یہاں تک کہ جب کامیش نے اسے جاتے وقت ''بائے'' کہا تب بھی اس کا سکتہ نہیں ٹوٹا تھا پھر بہت دیر بعد لالہ رخ کی آواز ابھری تھی۔
''محترمہ وہ چلا گیا ہے۔ اب مراقبے سے باہر آجاؤ۔'' مہرو نے بے حد الجھ کر لالہ رخ کو دیکھا پھر بڑی بدحواسی سے بولی۔
''لالہ یہ..... یہ وہ..... وہ مونچھوں والا ہی تھا جو مجھے مری سے زخمی حالت میں لایا تھا اور وہاں ہاسپٹل میں.....!'' وہ اتنا کہہ کر خود ہی خاموش ہوگئی۔
''جی میڈم یہ وہی ہی تھا جو تم سے ٹکرایا تھا اور اسی کی وجہ سے آج تم زندہ سلامت یہاں کھڑی ہو اور یہی فراز کا چھوٹا بھائی ہے کامیش شاہ۔'' لالہ رخ اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے لفظوں کو جما جما کر ادا کرتے ہوئے بولی تو مہرو حقیقی معنوں میں چکرا کر رہ گئی۔

❁.....❁.....❁

خاور حیات اس وقت اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا اپنے ذہن میں قطار در قطار آنے والی سوچوں کو ایک مرکز پر مرکوز کرکے انہیں اپنے دماغ سے باہر نکالنے کی کوشش کررہا تھا مگر وہ تو جیسے کسی آسیب کی طرح اس کے دل و دماغ سے بری طرح چمٹ کر رہ گئی تھیں بار بار سمیر شاہ کے ادا کیے جملے اس کی سماعتوں میں گونج رہے تھے۔ وہ بے پناہ مضطرب سا ہوکر اپنے بستر سے اٹھا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا کمرے کی کھڑکی کی جانب آ کر اس پر پڑے پردے کو سرعت سے کھینچ کر کھڑکی کھول کر بے اختیار ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ سمیر شاہ کی بات وہ دل ہی دل میں ماننے پر مجبور ہوگیا تھا خاور حیات کھڑکی سے ہٹ کر اب کمرے میں بلا مقصد چکر لگانے لگا۔ حورین اس کی اولین چاہت اس کے دل کی تمنا تھی وہ اسے بے حد و بے حساب پیار کرتا تھا اور حورین اور اس کے

درمیان کوئی تیسرا وجود اسے بالکل بھی برداشت نہیں تھا' جب اس نے حورین کو احتشام سے چھینا تھا تو اپنی محبت کے حصول اور جیت پر وہ بے پناہ نازاں تھا مگر جب جب اس کی نگاہ اس چند سال کی معصوم بچی پر پڑتی جو احتشام کی نشانی تھی' نجانے کیوں اس کے انگ انگ میں جیسے انگارے دوڑنے لگتے تھے۔ اپنی جیت ہار میں بدلتی محسوس ہوتی تھی۔ اس کی ساری مسرت وخوشی جیسے کافور ہونے لگتی تھی۔ اس کی نگاہوں میں اس معصوم سی بچی کا وجود بہت کھٹکتا تھا اور جب باسل اس دنیا میں ان کی خوشیوں کو مکمل کرنے آ گیا تو پھر خاور حیات کے لیے اس ننھے وجود کو برداشت کرنا بالکل ہی محال ہو گیا تھا۔

''کہیں اپنی بچی کی جدائی ہی حورین کی بیماری تو نہیں ہے؟'' یک لخت ذہن کے پردے پر یہ سوال ابھرا تو چلتے چلتے خاور ایک جھٹکا کھا کر اپنی جگہ پر بے اختیار ٹھہر گیا۔

''مگر اسے مرے ہوئے تو کافی عرصہ بیت گیا۔'' خاور حیات نے الجھ کر خود سے کہا۔

❁......❁......❁

فراز اس پل کسی گہری سوچ میں مستغرق کاؤچ پر براجمان تھا' ماریہ نے اسے کئی بار خاموش نگاہوں سے دیکھا۔ جب سے فراز نے اسے بتایا کہ ابرام پاکستان کسی بھی وقت پہنچ سکتا ہے۔ تو اندر ہی اندر وہ بھی بے پناہ ڈسٹرب ہوگئی تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ اس آٹھ ماہ سے زائد عرصے میں اس نے ابرام کو بے حد یاد کیا تھا۔ اس کا دل اپنے بھائی سے ملنے کو شدت سے بے قرار بھی تھا مگر اب یہاں آنے کی اطلاع سن کر وہ خائف ہوگئی تھی۔ نجانے وہ اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہے یا پھر وہ مام کو بھی اسے واپس لے جانے کے لیے اپنے ساتھ لے آتا ہے۔ واپس جانے کے خیال نے اس کے اندر بے پناہ بے چینیاں اور اضطراب پھیلا دیا تھا۔ وہ بے ساختہ اپنی انگلیوں کو مروڑنے لگی تھی وہ کسی بھی قیمت پر اب یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی اور اس کی وجہ اپنی موت کا خوف نہیں بلکہ فراز شاہ تھا' جس کے نام پر نجانے کب اور کیسے اس کا دل دھڑکنے لگا تھا۔ شاید وہ تھا ہی اتنا پیارا کہ کوئی بھی لڑکی اس کی چاہت کی تمنا کرنے پر مجبور ہو جاتی' گو کہ ان کے درمیان اس کاغذی رشتے کو فراز شاہ نے بہت خوبی سے نبھایا تھا مگر ماریہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی زبان سے پھر گئی تھی۔ وہ فراز اور اپنے رشتے کو شدت سے محسوس کرنے لگی تھی' اس تمام عرصے میں اس کی ملاقات فراز کی خاص دوست لالہ رخ سے صرف چند بار ہی ہوئی تھی مگر وہ اس کے حسن اور سادگی سے ہمہ وقت خائف رہتی تھی۔ وہ فراز شاہ کے لیے بہت اہم تھی مگر اس کے علاوہ کوئی خاص جذبہ ان دونوں کے درمیان موجود نہیں تھا۔ وہ اس بارے میں یکسر لاعلم تھی' اس سب کے باوجود اسے لالہ رخ سے کسی قسم کا کوئی حسد یا جلن محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ لالہ رخ سے اسے بہت اپنائیت کا احساس ہوتا تھا۔ شاید اس کی وجہ لالہ رخ کی محبت اور اس کا خلوص تھا۔

''ماریہ مجھے نہیں لگتا کہ ابرام یہاں آ کر ہمارے لیے کوئی پرابلم کریٹ کرے گا۔'' فراز شاہ بہت دیر بعد ایک ہنکارہ بھر کر بولا تو اس کی آواز پر ماریہ بے ساختہ چونک کر اپنے خیالات کی دنیا سے باہر آ کر اسے دیکھنے لگی۔ جوڈراک بلو جینز پر رائل بلیو اسکن ٹائٹ ٹی شرٹ میں بے پناہ ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

''جتنا میں ابرام کو جانتا ہوں وہ ایک بہت حقیقت پسند اور سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ بے کار کی انا اور ضد اس میں بالکل بھی نہیں۔'' فراز کی بات پر ماریہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تائیدی انداز میں گویا ہوئی۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں' فراز برو واقعی میں ایسے ہی ہیں۔'' پھر کچھ سوچ کر ماریہ فراز سے ایکسکیوز کر کے وہاں سے اٹھ گئی تو فراز ایک بار پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

❁......❁......❁
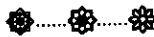
''او میرے اللہ لالہ وہ وہی پولیس والا تھا جو مجھے مری سے لے کر آیا تھا۔ ہائے اللہ یہ کیسا حسین اتفاق تھا ہائے کاش میں بے ہوش نہ ہوتی تو اسے وہیں دیکھ لیتی۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ وہ فراز بھائی کا بھائی ہے۔ اف لالہ میں تو اسے اپنے سامنے اس

طرح اچانک دیکھ کر بدحواس ہی ہوگئی تھی اور......" مہرو انتہائی ایکسائیٹڈ ہوکر ایک ہی سانس میں بولے جارہی تھی۔ جب ہی لالہ رخ نے سخت بےزار ہوکر اسے درمیان میں ٹوک دیا۔

"اف مہرو درمیان میں سانس تو لے لو غضب خدا کا کامیش شاہ کو دیکھ کر تم تو بالکل ہی باؤلی ہوگئی ہو۔" لالہ رخ جو الماری میں سر نہواڑے اس کی سیٹنگ میں مصروف تھی رخ موڑ کر مہرو کو تادیبی نظروں سے دیکھ کر بولی۔ جواباً مہرو نے اسے کافی ناراضی سے دیکھا پھر برا ماننے والے لہجے میں بولی۔

"تمہیں تو میری ہر بات پر اعتراض ہوتا ہے لالہ۔" مہرو کے چہرے پر چھائی سنجیدگی اور اضمحلال کے رنگوں کو دیکھ کر لالہ رخ یک دم خاموش سی ہوگئی اس حادثے کے بعد مہرو کے اندر یہ واضح تبدیلی آئی تھی کہ وہ ہر بات کو بہت سنجیدگی سے لے لیا کرتی تھی۔ پہلے لالہ رخ اسے کچھ بھی کہہ ڈالتی تھی مگر مہرو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا کرتی تھی مگر اب وہ بہت حساس ہوگئی تھی۔ لالہ رخ الماری چھوڑ کر سہولت سے اس کے قریب آئی اور بیڈ پر بیٹھتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مہرو میں تمہیں صرف یہ سمجھانا چاہ رہی تھی کہ کامیش شاہ اور تمہارا جوڑ بہت ناممکن سا لگتا ہے۔ کیا معلوم وہ کسی اور کے ساتھ انگیج ہو یا پھر کسی اور کو پسند کرتا ہو اور پھر اس کا خاندان بھی تو کافی اونچا اور نامور ہے جب کہ ہم......"

"اور میں ٹھہری بےشناخت جس کے وارثوں کا بھی کوئی اتہ پتہ نہیں......" مہرو نے انتہائی تلخی سے لالہ رخ کی بات درمیان میں سے ہی اچک کر کہا تو لالہ نے بڑی تکلیف بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "تم ٹھیک کہہ رہی ہو لالہ میری کیا اوقات جو میں کامیش شاہ جیسے مکمل انسان کی آرزو کروں میں تو بس پاگل ہوں۔" آخر میں وہ ہنس کر بولی اور پھر تیزی سے بستر سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی جب کہ لالہ رخ گم صم سی وہیں بیٹھی رہ گئی۔

❁......❁......❁

باسل حیات کافی دیر سے زرتاشہ کا دیا نمبر ٹرائی کر رہا تھا لیکن رابطہ نہ ہو پا رہا تھا۔ اسی لیے اب وہ جھنجھلاہٹ کا شکار تھا کہ آخر زرتاشہ نے بات نہیں کرنی تھی تو اپنا نمبر ہی کیوں دیا۔ انہی خیالوں میں وہ ایک بار پھر نمبر ڈائل کر گیا اور دوسری جانب اس نے بے اختیار ایک گہری سانس بھری اور دھپ سے دوبارہ بستر پر جا بیٹھا۔

"مس زرتاشہ......"

"جی بات کر رہی ہوں۔" اور اپنے بستر سے اٹھ کر وہ کمرے کی کھڑکی کی جانب آئی اور تیزی سے نیچے جھانکا تو ہاسٹل کے لان میں اسے زرینہ کسی لڑکی سے باتوں میں محو نظر آئی۔ اسے قدرے اطمینان ہوا پھر اپنے مخصوص لہجے میں بولی۔

"شکر ہے زری نیچے لان میں ہے دراصل باسل صاحب مجھے آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی تھی۔" باسل جس کا رواں رواں اس پل کان بنا ہوا تھا بہت تیزی سے بولا۔

"میں سن رہا ہوں زرتاشہ کہیں کیا کہنا ہے۔" باسل کا لہجہ اس پل سرگوشی میں ڈھل گیا تھا۔

"باسل صاحب میں نے سنا ہے کہ محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ یہ سماج کی ہر دیوار کو توڑ کر اپنا آپ منوا لیتی ہے۔ مضبوط سے مضبوط انسان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔" زرتاشہ دھیمی آواز میں بول رہی تھی اور باسل کو لگ رہا تھا جیسے محبت امرت بن کر کانوں کے رستے آہستہ آہستہ اس کی رگوں میں اتر کر اسے ہوش و خرد سے بیگانہ کر کے مسحور کر رہی ہے۔

"تم نے بالکل ٹھیک سنا ہے زرتاشہ محبت کا سرور جب جسم و جان میں سرایت کرتا ہے تو آدمی ہر حقیقت سے بیگانہ ہو کر صرف محبت کا راگ الاپنے لگتا ہے۔ اسے یاد رہتا ہے تو صرف محبت اور کچھ نہیں۔" باسل جیسے اس پل خود کو پوری طرح فراموش کیے محبت کے خمار میں ڈوب گیا تھا۔ جب کہ زرینہ کے اچانک آ جانے کے خیال سے زرتاشہ کا سارا دھیان باہر کی جانب لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ باسل حیات کے بدلے لب و لہجے پر غور نہیں کر سکی تھی۔ زرتاشہ ایک بار پھر بھاگ کر کھڑکی کی جانب زرینہ کو دیکھنے

نزا حسنین کے قلم سے نکلی
دل کے تاروں کو چھیڑتی محبت کی ایک اچھوتی داستان
خوابوں کی سرزمین اسپین میں ہوا دو روحوں کا ملن جن کے دل زخموں سے
چاک تھے تو بدن برسوں کی تھکن سے چور آپ بہت جلد حجاب
کی نگری میں ملیں گے
عشق نگر کے مسافر
عشق نگر کے مسافر
عشق کے ہر انگ میں رنگ ہے تو وفاؤں کا بھی اک انوکھا ڈھنگ ہے
عشق نگر کے مسافر
حسن کی ادا کو رد احاصل ہے تو عشق میں کھیلے گئے داؤ کا بھی اک بھاؤ ہے
ہوس کے نشے میں چور مجرم اپنے ہی گھر کو نشانہ بنا کر گناہ گار ٹھہرتا ہے
محبت اور انا کی جنگ لڑتے کرداروں سے متعارف کراتی خوب صورت تحریر
ماہنامہ حجاب کراچی
کے صفحات پر بہت جلد ملاحظہ کرنا نہ بھولیں

آئی۔ جب ہی باسل نے اپنے دل کی چاہت اور روپہلے جذبات کے سرور میں گھر کر پکارا۔ "زرتاشہ....." زرتاشہ زرینہ کو ہنوز اسی لڑکی کے ساتھ باتوں میں مصروف دیکھ کر فون کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی باسل صاحب میں دراصل احمر بھائی اور زرینہ کے حوالے سے آپ سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔" باسل جو محبت کے منہ زور سرکش گھوڑے پر سوار جذبات و احساسات کے سمندر میں گرنے ہی والا تھا زرتاشہ کی بات پر یک دم جھٹکا کھا کر سنبھلا تھا۔

"آپ یہ بات تو جانتے ہی ہوں گے ناں کہ احمر بھائی....." اتنا کہہ کر وہ رکی پھر قدرے جھجک کر گویا ہوئی۔ "احمر بھائی زرینہ سے محبت کرتے ہیں اور وہ زری سے شادی بھی کرنا چاہتے ہیں۔" باسل حیات نے ایک گہری سانس خارج کی پھر اپنے مخصوص لہجے میں سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"جی مس زرتاشہ یہ سب سچ ہے احمر آپ کی سہیلی سے نہ صرف محبت کرتا ہے بلکہ اسے اپنانا بھی چاہتا تھا مگر آپ کی فرینڈ تو آل ریڈی میرڈ ہیں۔" زرتاشہ پُرجوش ہو کر فوراً سے پیشتر بولی۔

"یہی بات تو بتانے کے لیے میں نے آپ کو اپنا نمبر دیا تھا آپ پلیز میری بات غور سے سنیے گا۔" پھر زرتاشہ باسل کو زرینہ کے متعلق سب کچھ بتاتی چلی گئی جو زرتاشہ کی طرح اس کے لیے بھی حیران کن تھا۔

❁......❁......❁

مسٹر ایڈم نے ایک بار پھر رختِ سفر باندھ لیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی مرتبہ وہ اس بار گھر میں اتنا لمبا عرصہ رکے تھے اور اس کی وجہ ابرام اور جیکولین کی سمجھ سے باہر تھی کیونکہ ماریہ کے لیے وہ کبھی اچھے باپ ثابت نہیں ہوئے تھے۔ لہٰذا ماریہ کے انتظار میں یہاں ٹھہرنے کی وجہ پر ابرام اور جیکولین کو یقین نہیں تھا جیکولین آج چھٹی ہونے کی وجہ سے گھر پر تھی ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ اخبار بینی میں مصروف تھی جب ہی اپنا مختصر سا سفری بیگ لے کر مسٹر ایڈم وہاں آ دھمکے۔

"لینا میں جا رہا ہوں۔" جیکولین نے بے ساختہ چونک کر سامنے دیکھا مسٹر ایڈم اپنے مخصوص ڈارک براؤن اوور کوٹ پر مفلر ڈالے جانے کو بالکل تیار نظر آئے جیکولین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک بار پھر اس نے اپنی نگاہیں اخبار پر لگا دیں مسٹر ایڈم نے جیکولین کی لاتعلقی کو دیکھ کر ایک ہنکارہ بھرا پھر اپنے لفظوں کو ترتیب دے کر کہنے لگے۔ "ماریہ نے جو کچھ کیا وہ کسی بھی طرح درست نہیں تھا اسے تمہارے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں یہاں ماریہ کا ہی ویٹ کر رہا تھا تاکہ اس سے پوچھ سکوں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔" جیکولین جو بڑی مشکل سے خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی یک دم بے پناہ مشتعل ہو کر اخبار صوفے پر پٹختے ہوئے بولی۔

"ایڈم اپنی فضول گوئی بند کرو مجھے تمہاری کسی بات سے کوئی بھی دلچسپی نہیں سمجھے..... اور رہا ماریہ کا سوال تو اس نے بھی وہی کیا جو اس کے احسان فراموش اور خود غرض باپ نے کیا اور تم کس خوشی میں اس کے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر تمہارا اس سے رشتہ ہی کیا ہے؟" جیکولین اس لمحے شدید طیش میں گھر گئی تھی۔

"لینا وہ میری بیٹی ہے۔" جیکولین کی آخری بات پر مسٹر ایڈم نے قدرے حیرت سے کہا تو جیکولین نے استہزائیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا پھر ہنستے ہوئے بے پناہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"اوہ تو تمہیں آج پتہ چل گیا کہ ماریہ تمہاری بیٹی تھی۔" جیکولین کی بات پر مسٹر ایڈم نے انتہائی جزبز ہو کر اسے دیکھا۔ "ایڈم ماریہ کے پیدا ہونے سے لے کر آج تک بھلا تم نے کون سی ایسی ذمہ داری نبھائی جو یہ ثابت کرے کہ ماریہ تمہاری بیٹی تھی اونہہ..... تم ایک خود پسند اور خود غرض انسان ہو جسے اپنی ذات کے علاوہ کچھ بھی عزیز نہیں تمہیں اپنے علاوہ نہ اپنی بیوی نظر آئی نہ ہی وہ چند ماہ کی معصوم بچی جسے تمہاری ضرورت تھی حتیٰ کہ تم تو اس بیوی کے احسانوں کو بھی بھول گئے جس نے تمہیں فٹ پاتھ سے اٹھا کر یہاں لا کھڑا کر دیا زندگی کی ہر آسائش تمہیں مہیا کی اور تو اور تمہاری عیاشیوں کو بھی افورڈ کیا۔" جیکولین کی تیز آواز پر ابرام بھی اپنے

کمرے سے نکل آیا تھا۔ جیکولین کی صاف گوئی مسٹر ایڈم کو بہت ناگوار گزری تھی جب ہی وہ تیزی سے تندو ترش لہجے میں بولے۔
"اگر مجھے فٹ پاتھ سے اٹھا کر ایک لگژری لائف دی تو مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا' تم نے لیتا' ان سب چیزوں کے عوض تم نے مجھ سے اس کی قیمت لی تھی' میری قیمتی متاع کا سودا کیا تھا تم نے۔" مسٹر ایڈم کا تنفس اس پل غیر معمولی حد تک تیز ہوگیا تھا جب کہ پورا جسم بھی پسینے میں شرابور تھا۔
"ہاں وہ قیمتی متاع تمہاری نظر میں تھی ہی بے قیمت' جو تمہیں خود بھی عزیز کہاں تھی۔" یک دم مسٹر ایڈم کا چہرہ متغیر ہوا' پھر اپنا بیک اٹھا کر چپ چاپ وہاں سے چلے گئے۔ لاؤنج میں اس پل گمبھیر خاموشی چھا گئی تھی' جیکولین اور ابرام دونوں اپنی اپنی سوچوں میں محو ہوگئے تھے۔ پھر بہت دیر بعد ابرام سنجیدگی سے بولا۔
"مام آپ نے مسٹر ایڈم کو کچھ زیادہ ہی بے رحمانہ لفظوں سے آئینہ نہیں دکھایا؟" جیکولین یک لخت اپنے دھیان سے چونکی پھر ایک گہری سانس بھر کر بولی۔
"سچائی ہمیشہ ایسی ہی کاٹ دار اور تلخ ہوتی ہے ابرام۔" جب کہ وہ جیکولین کو محض دیکھتا رہ گیا۔

❁......❁......❁

لالہ رخ اس پل فراز شاہ کے ہمراہ ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھی تھی' کراچی شفٹ ہوجانے کے بعد لالہ رخ کو ملازمت کا مسئلہ بھی درپیش تھا مگر یہاں بھی فراز نے اس کی بھرپور مدد کی تھی' اس وقت فراز کے آفس میں فی الحال لالہ رخ کے لیے کوئی مناسب جگہ خالی نہیں تھی' لہٰذا اس نے لالہ رخ کو اپنے ایک بزنس فرینڈ منیب مرزا کی کمپنی میں اکاؤنٹس کے ڈیپارٹمنٹ میں جاب لگوادی تھی' بعد میں جب فراز کے پاس جگہ خالی ہوئی تو اس نے لالہ رخ کو اپنی کمپنی جوائن کرنے کا کہا' مگر لالہ رخ یہاں ایڈجسٹ ہوگئی تھی۔ اس نے فراز سے اسی جگہ پر اپنی ملازمت برقرار رکھنے کی خواہش ظاہر کی تو فراز نے برامانے بغیر اس کی بات کو مان لیا تھا' وہ اب بھی وہیں جاب کررہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے کچھ شارٹ کورسز وغیرہ بھی کرلیے تھے جب کہ وہاں کا اسٹاف بھی بہت کوآپریٹو تھا' لالہ رخ نے ان سب سے کافی کچھ سیکھ لیا تھا' لنچ سے فارغ ہونے کے بعد فراز اپنے ہاتھ نیپکن سے صاف کرتے ہوئے بولا۔
"اب بولو لالہ تمہیں مجھ سے کیا بات کرنی تھی۔" لالہ رخ نے کل رات فون کرکے فراز سے کہا تھا کہ وہ اس سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہے' جس پر فراز شاہ نے اسے یہاں لنچ پر بلایا تھا' لالہ رخ نے چند ثانیے اپنے مقابل بیٹھے اپنے اس پیارے سے دوست کو دیکھا' جس نے ہر مشکل گھڑی میں اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا' اسے کبھی مایوس نہیں کیا تھا' وہ فراز شاہ کی دوستی پر جتنا بھی فخر کرتی وہ اسے کم لگتا بے شک وہ ایک ہیرا صفت انسان تھا' دوسروں کے کام آنے والا' ہمدرد اور مخلص دل رکھنے والا۔
"کن سوچوں میں گم ہوگئیں لالہ۔" فراز نے اس کی آنکھوں کے سامنے اپنا ہاتھ لہرایا تو وہ بے ساختہ اپنے دھیان سے چونکی۔ پھر فراز کو بغور دیکھتے ہوئے سہولت سے گویا ہوئی۔
"فراز میں مہرو کے حوالے سے تم سے کچھ بات کرنا چاہ رہی تھی۔" فراز پوری توجہ سے لالہ رخ کی بات سن رہا تھا جو ایک بار پھر خاموش ہوگئی تھی۔
"اوہ کم آن لالہ جو بھی بات ہے تم مجھ سے بلاجھجک کرو۔" وہ لالہ رخ کا گریز صاف محسوس کررہا تھا۔ لالہ رخ بے ساختہ اپنی انگلیوں کو مروڑنے لگی۔
"دراصل فراز وہ اپنی مہرو ہے نہ وہ بے وقوف کسی شخص سے دل لگا بیٹھی ہے۔" فراز خاموشی سے بیٹھا لالہ رخ کو دیکھتا رہا۔
"جب مری میں تھے تو ایک میگزین میں اس بندے کا انٹرویو بمعہ تصویر چھپا تھا' پہلے تو میں سمجھی کہ مہرو مذاق کررہی ہے' مگر وہ تو اچھی خاصی سنجیدہ تھی' پھر زمانے کے سرد وگرم میں گھر کر مجھے لگا کہ مہرو اس شخص کو بھول چکی ہے' مگر کل جب میں نے اس کے لب و

لہجے سے وہی بے قراری اور خوشی اس شخص کے لیے محسوس کی تو میرے اندر سناٹے سے اتر گئے' فراز میں نہیں چاہتی کہ مہرو اب کوئی اور دکھ جھیلے' وہ بہت کچھ سہہ چکی ہے۔''

''لالہ یہ کیا پاگل پن ہے میگزین میں چھپی کسی کی تصویر دیکھ کر مہرو بھلا ایک یکسر انجان اور اجنبی شخص کی محبت میں گرفتار کیسے ہوسکتی ہے؟''

''فراز وہ شخص ہمارے لیے اب انجان اور اجنبی نہیں ہے اور تم بھی اسے اچھی طرح جانتے ہو۔'' لالہ رخ نگاہیں جھکا کر دھیمی آواز میں بولی تو فراز نے اسے انتہائی حیران کن نظروں سے دیکھا۔

''میں اسے جانتا ہوں کون ہے وہ شخص؟''

''تمہارا بھائی انسپکٹر کامیش شاہ۔''

''واٹ......!'' فراز اس لمحے بے ساختہ اپنی جگہ سے اچھل پڑا' کچھ ثانیے تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکا' بہت دیر تک وہ اسی انکشاف کی زد میں بیٹھا رہا' جب کہ لالہ رخ بڑی بے قراری سے اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے اس کے بولنے کی منتظر تھی۔ جب فراز کی خاموشی ضرورت سے زیادہ طویل ہوگئی' تب ہی لالہ رخ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولی۔

''کیا ہوا فراز......تم کن سوچوں میں گم ہوگئے ہو' کیا کامیش شاہ کسی اور سے کمیٹڈ ہے؟'' یہ سوال پوچھتے ہوئے اس کا دل بے اختیار ڈگمگایا تھا' جب ہی فراز نے ایک ہنکارہ بھرا پھر دوسرے ہی پل گمبھیر لہجے میں بولا۔

''لالہ کامیش شادی شدہ ہے۔''

''کیا......!'' اب حیران ہونے کی باری لالہ رخ کی تھی' اس نے انتہائی اچنبھے سے فراز کو دیکھا۔

''مگر لالہ اس کی شادی ناکام ہو چکی ہے۔ ٹھہرو میں تمہیں ساری بات تفصیل سے بتاتا ہوں' ایکچولی میری ایک کزن ہے سونیا اعظم خان......'' پھر وہ لالہ رخ کو سب کچھ بتاتا چلا گیا کہ کس طرح اس کے انکار کرنے پر سونیا نے صرف اس سے بدلہ لینے کے لیے کامیش سے شادی کی اور شادی کے بعد کیسے اسے ذہنی اذیت سے دوچار کیا' پھر کس طرح سونیا نے ڈرامہ رچا کر اس کے شفاف دامن پر بدنامی کی کیچڑ مل کر اسے گھر سے دربدر ہونے پر مجبور کردیا اور اب یہ کہ وہ واپس کامیش کی زندگی میں آنا چاہتی ہے مگر کامیش اس کی ہر اصلیت سے بخوبی واقف ہے اور صرف اپنی ماں کی وجہ سے وہ اسے طلاق دینے سے قاصر ہے۔

''فراز تمہارے ساتھ اتنا کچھ ہوگیا اور تم نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا' میں تو تمہاری دوست تھی ناں۔'' وہ انتہائی شکوہ کناں لہجے میں دکھ سے بولی تو فراز اسے اپنی مجبوریاں بتا کر لالہ رخ کو منانے لگا۔

❀......❀......❀

باسل حیات نے جب احمر یزدانی کو زرینہ کی حقیقت پوری تفصیل سے بتائی تو وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا' چند ثانیے تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکا' پھر جب کچھ دیر بعد حواسوں نے کام کرنا شروع کیا تو اس کا دل خوشی و غمی کی ملی جلی کیفیت کا شکار ہوگیا۔ یہ نشاط آمیز احساس اسے روح تک سرشار کرگیا کہ زرینہ کے دل اور زندگی میں اس کے لیے اب بھی گنجائش نکل سکتی ہے' مگر جو اس کے کومل جذبوں کا استحصال روایتوں کی بھینٹ چڑھ کر ہوا تھا وہ اسے دکھ میں مبتلا کر گیا تھا۔

''یار باسل زرینہ جیسی شوخ اور زندہ دل لڑکی کو دیکھ کر کوئی بھی یہ کہہ نہیں سکتا کہ اس نے اپنے اندر غموں کا سمندر چھپا رکھا ہے۔ نجانے ہم کب تک ان کھوکھلی اور فرسودہ روایتوں کے آگے اپنی خوشیوں اور زندگیوں کو قربان کرتے رہیں گے۔'' احمر یزدانی افسوس و تاسف کے ملے جلے جذبات میں گھر کر بولا تو باسل محض ہنکارہ بھر کر رہ گیا' پھر کچھ دیر توقف کے بعد استفہامیہ لہجے میں بولا۔

''اب تمہارے کیا ارادے ہیں احمر......؟ زرتاشہ تو تمہیں روبن ہڈ سمجھ رہی ہے یا پھر کسی فلم کا ہیرو جو اپنی ہیروئن کو سماج کی دیواروں سے ٹکرا کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔'' احمر جو غیر مرئی نقطے پر نگاہ مرکوز کیے بیٹھا تھا' یک دم چونک کر باسل کو دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا باسل؟'' احمر کا ذہن اس وقت کسی بھی قسم کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفقود تھا۔ زرینہ کے حوالے سے ان انکشافات کو سن کر وہ اچھا خاصا بوکھلا گیا تھا۔ اس کا تعلق ایک لبرل فیملی سے تھا' جہاں بلاوجہ کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی' اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی پوری آزادی دی جاتی تھی اور دوسری جانب زرینہ جو اس کی محبت' اس کی چاہت تھی جہاں عورت تو کیا مردوں تک کو کسی قسم کی آزادی نہیں تھی۔ باسل احمر کے متغیر چہرے کو دیکھ کر اس کی اندرونی کیفیت کو سمجھتے ہوئے قدرے توقف کے بعد بولا۔

''احمر تم بعد میں آرام سے اس معاملے پر غور و فکر کرنا اور ہاں جو بھی فیصلہ کرو ہر نہج پر سوچ سمجھ کر کرنا اور نتائج کو بھی پلیز ضرور سامنے رکھنا۔'' باسل اس وقت احمر کے گھر اس کے ڈرائنگ روم میں براجمان تھا' باسل کی بات کو اس نے بغور سنا مگر بولا کچھ نہیں۔

''میں اب چلتا ہوں۔'' باسل اپنی کلائی میں بندھی گھڑی دیکھ کر اٹھتے ہوئے بولا تو احمر ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

❁......❁......❁

فراز ماریہ کے کالج کے پرنسپل سے ملنے آیا تو ماریہ کو بھی پک کرلیا' ورنہ وہ وین سے ہی کالج آتی جاتی تھی' واپسی پر فراز اسے گھر کے قریبی مال میں لے آیا۔ کچھ چیزیں درکار تھیں' ماریہ بھی اس کے ہمراہ مال میں داخل ہوگئی۔ خریداری سے فارغ ہو کر فراز کو یک دم بھوک کا احساس ہوا تو وہ مال کے ٹاپ فلور پر بنے فوڈ کورٹ میں اسے لے آیا' جہاں معمول کی چہل پہل تھی' اپنی من پسند چیزوں کا آرڈر دے کر فراز کرسی سنبھال کر ماریہ کے مقابل آ کر بیٹھا تو وہ بے ساختہ اپنے دھیان سے چونکی' کالج یونیفارم میں سر پر بلیک اسکارف لیے چہرے پر تھکن کے اثرات سمیت وہ اسے کافی اپ سیٹ سی لگی' فراز اسے بغور دیکھتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں استفسار کرتے ہوئے گویا ہوا۔

''اینی پرابلم ماریہ تم کچھ ڈسٹرب نظر آرہی ہو' کوئی بات ہے کیا؟'' ماریہ نے نگاہ اٹھا کر فراز شاہ کو دیکھا جو پیچ کلر کی پینٹ پر وائٹ شرٹ میں ملبوس اپنے فوجی کٹ ہیئر اسٹائل میں بہت منفرد لگ رہا تھا۔

''ایکچو لی میں اس بات کو لے کر تھوڑی پریشان ہوں کہ برو یہاں آ کر کس طرح ری ایکٹ کرتے ہیں' وہ مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہوں گے۔ پتہ نہیں وہ کس ارادے سے یہاں آرہے ہیں۔'' وہ اضطراری انداز میں بولی تو فراز چند لمحے خاموش رہا' پھر ہموار لہجے میں گویا ہوا۔

''جہاں تک میں ابرام کو جان پایا ہوں تو وہ مجھے بہت ٹھنڈے مزاج کا ایک سلجھا ہوا انسان لگا' مجھے امید ہے کہ وہ جذبات سے کام لینے کے بجائے عقل سے کام لے گا اور پھر وہ اس بات سے بھی واقف ہے کہ اگر تم وہاں سے بروقت نہ نکلتیں تو سرپال کے آدمی تمہیں جانی نقصان پہنچا سکتے تھے۔'' اردگرد کا ماحول بہت خوش گوار تھا' لوگ لنچ انجوائے کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق میں مگن تھے۔ کامیش آج بہت عرصے بعد اپنے کالج فرینڈ کے ہمراہ اس کے پرزور اصرار پر یہاں آ گیا تھا' بے فکری کے دنوں میں وہ لوگ اکثر یہاں آیا کرتے تھے۔ اس کا دوست کاؤنٹر پر کھڑا اپنا آڈر لکھوا رہا تھا جب کہ کامیش اس کے برابر کھڑا یونہی سرسری نگاہ لوگوں پر ڈال رہا تھا کہ معاً اس کی نظر ایک ٹیبل پر یک لخت ٹھہری' وہ بلاشبہ فراز تھا کامیش کے چہرے پر ایک دلکش سی مسکراہٹ ابھری۔

''شیزی میں ابھی آتا ہوں۔'' وہ اپنے دوست کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ پھر چند قدم فراز کی جانب بڑھا تو اسے اس کے ہمراہ کالج یونیفارم میں ملبوس ایک لڑکی بیٹھی ہوئی دکھائی دی۔ کامیش کے قدم یک دم ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ فراز شاہ اس لڑکی کی طرف قدرے جھکا شاید اسے کچھ سمجھا رہا تھا۔ جواباً وہ لڑکی نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ کامیش نے چند ثانیے اپنی جگہ ٹھہر کر کچھ سوچا پھر سہولت سے چلتا ہوا فراز شاہ کی ٹیبل پر آ گیا۔ فراز جو ماریہ کو ہمت سے کام لینے کی تلقین کر رہا تھا' یک دم کامیش کو یوں اپنے سامنے دیکھ کر بے اختیار سٹپٹا کر رہ گیا۔

”آں.....کامیش تم یہاں؟“ فراز کی زبان نا چاہتے ہوئے بھی لڑکھڑا سی گئی تھی۔ جب کہ مضمحل سے انداز میں بیٹھی ماریہ بھی جیسے اس پل الرٹ سی ہوئی تھی۔

”ہیلو برو شکر ہے تم یہاں مل گئے کتنے دنوں سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی۔“ کامیش بشاشت سے بولا تو فراز بڑی دقتوں سے مسکرایا۔

”اچھا جیسے تم تو ہر وقت فارغ ہوتے ہوناں۔“ یہ کہہ کر فراز اپنی جگہ سے اٹھا اور کامیش کے گلے لگ گیا۔ ماریہ یہ منظر دیکھ کر اندر ہی اندر خائف سی ہوگئی۔

”اوہ اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص فراز کا کوئی کزن ہے۔“ وہ دل ہی دل میں خود سے بولی۔ اسی اثناء میں فراز ماریہ کی جانب متوجہ ہوا۔

”ماریہ پلیز میٹ مائی برادر کامیش شاہ۔“ یہ کہتے ہوئے فراز کے لہجے میں کامیش کے لیے محبت کے ساتھ ساتھ فخر بھی در آیا‘ ماریہ نے انتہائی اچنبھے سے پہلے کامیش پھر فراز کو دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اس کی زبان سے پھسلا۔

”آپ کے سگے بھائی ہیں یہ؟“ کامیش نے ماریہ کو دیکھ کر بڑے دلکش لہجے میں کہا۔

”کیوں میڈم کیا آپ کو اس بات پر شک ہے؟“ ماریہ یک دم شرمندہ سی ہوگئی۔

”او ناٹ آٹ آل میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔“ ماریہ متانت سے بولی تو کامیش نے اسے قدرے غور سے دیکھا۔ اس کے نین نقوش میں کافی انفرادیت تھی۔ وہ مکمل مشرقی نہیں لگ رہی تھی جب کہ انداز میں جو بے ساختگی اور برجستگی تھی‘ وہ بھی کافی منفرد تھی‘ کامیش شاہ کی زیرک نگاہیں یہ بات بخوبی بھانپ گئی تھیں کہ وہ یہاں کی رہنے والی نہیں ہے۔

”آپ کی تعریف؟“ کامیش نے ڈائریکٹ ماریہ سے استفسار کیا تو اس نے بے پناہ ہڑبڑا کر فراز کی طرف دیکھا اور یہیں پر کامیش شاہ کی چھٹی حس نے کسی خاص سمت کی طرف اشارہ دیا تو وہ چند لمحے کے لیے تھوڑا خاموش سا ہوگیا۔ جبکہ فراز اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔

”کامیش یہ میری فرینڈ ہیں ماریہ۔“ فراز کے تعارف کروانے پر کامیش نے اسے ہلکی سی اسمائل پاس کی پھر دو چار باتیں کر کے وہاں سے ایکسکیوز کر کے چلتا بنا‘ جب کہ فراز اس کی پشت کو دیکھ کر سر کھجا کر رہ گیا۔

❀......❀......❀

”تو کیا آپ کے دوست زری کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔“ زرتاشہ انتہائی مایوس کن لہجے میں بولی تو باسل حیات اس احمق لڑکی کو دیکھتا رہ گیا۔ آج زرینہ نے سر میں درد ہونے کی وجہ سے کیمپس سے چھٹی کر لی تھی۔ زرتاشہ جو موقع کی تاک میں تھی‘ فوراً کیمپس پہنچ گئی تھی‘ حالانکہ زرینہ نے اسے منع بھی کیا تھا۔

”تاشو تم اکیلی جا کر کیا کرو گی‘ ویسے بھی آج کوئی اہم کلاس بھی نہیں ہے۔ تم بھی چھٹی کر لوناں۔“ زرینہ اپنے بستر پر سست سی لیٹی کسلمندی سے بولی تھی جب کہ اپنے بالوں میں تیز تیز برش چلاتے ہوئے زرتاشہ مصروف سے انداز میں بولی۔

”نہیں زری میرا جانا بہت ضروری ہے۔ مجھے لائبریری میں بک واپس کرنی ہے اور عاتکہ سے نوٹس بھی لینے ہیں۔“ پھر وہ بڑی مشکل سے اسے ٹال کر ہاسٹل سے نکلی اور باہر آتے ہی اپنے سیل فون سے باسل حیات کو فون ملایا۔ باسل یونیورسٹی جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ اپنے فون پر آتی زرتاشہ کی کال کو دیکھ کر وہ تھوڑا ڈسٹرب سا ہوا پھر جب اس نے کال ریسیو کی تو زرتاشہ کی بات سن کر وہ اچھا خاصا الجھ گیا۔ جو اسے یونیورسٹی میں ملنے کے لیے بلا رہی تھی۔ باسل سمجھ گیا تھا کہ وہ کس حوالے سے اس سے بات کرنا چاہتی ہے اور اب وہ اس کے سامنے بیٹھی کہہ رہی تھی۔

”میں تو سمجھ رہی تھی کہ احمر بھائی زری کے لیے ضرور اسٹینڈ لیں گے۔“ وہ کف افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے بولی تو کاہی گرین

اور میرون رنگ کے کنٹراسٹ کے لان کے سوٹ میں حسب معمول کشمیری چادر سلیقے سے اوڑھے زرتاشہ کو باسل نے بھرپور نگاہوں سے دیکھا پھر وہ ایک ہنکارہ بھر کر بولا۔

''زرتاشہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا آپ گمان کررہی ہیں۔ یہ سب کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے اور پھر آپ کی آپی بھی تو خود حالت کے آگے ہتھیار ڈال چکی ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ ان کو اکسا کر اس محاذ پر کھڑا کرنا درست ہوگا۔ اس میں نقصان صرف آپ کی دوست کا ہوگا۔'' باسل حیات حقیقت پسندی سے بولا تو زرتاشہ نے اسے ناراضی سے دیکھا۔

''میں مانتی ہوں کہ یہ کام بہت مشکل ہے مگر باسل صاحب یہ میری بہن جیسی دوست کی زندگی کا سوال ہے۔ اس کی خوشیاں اس کی آرزوئیں کیا کوئی معنی نہیں رکھتیں' کیا وہ جیتی جاگتی انسان نہیں ہے' کیا اسے اپنے خوابوں کو پورا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟'' اس وقت وہ بیرونی کیفے ٹیریا کی ایک کونے کی میز پر بیٹھے تھے۔ باسل حیات لاجواب سا ہوکر محض اسے دیکھتا رہ گیا' جو چند ثانیے بعد دوبارہ بے حد سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ ''ہر لڑکی اپنی آنے والی زندگی کے حوالے سے کچھ خواب آنکھوں میں بنتی ہے خواہشوں وآرزوؤں کی ننھی منی کونپلیں بے ارادہ ہی اس کے دل میں پنپنے لگتی ہیں اپنے شریک حیات کو لے کر وہ کچھ خاص جذبات واحساسات کو اپنی روح میں پرونے لگتی ہے۔'' پھر یک دم وہ نگاہیں اٹھا کر باسل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

''اپنے ہم سفر کا مضبوط سائبان اور بھرپور چاہت پاکر ہی ایک لڑکی مکمل ہوتی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ میں اسے اکساؤں نہیں یعنی بڑی خاموشی سے میں ایک زندگی سے بھرپور لڑکی کو ایک پتھر کی مورت بنتا دیکھتی رہوں یا اس کے ارمانوں اور خوابوں کو مٹی میں ملتا دیکھ کر چپ چاپ برداشت کرلوں۔'' زرتاشہ کو بولتے ہوئے یک دم احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔ اپنے بے باک جملوں کی باسل کے سامنے ادائیگی کا احساس ہوا تو اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

''تاشو کی بچی بولنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیتی کہ ایک لڑکے کے سامنے تو چاہت اور مکمل ہونے کی باتیں کررہی ہے۔'' وہ دل ہی دل میں خود کو کوستے ہوئے بولی تو باسل جو اس کے لفظوں کے سحر میں کھوسا گیا تھا' یک دم دماغ کو حاضر رکھتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ جواب کھسیانی سی ہوکر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ باسل اس کی کیفیت سے انجان ہوکر گویا ہوا۔

''یہ بات تو درست ہے کہ انسان کسی کی چاہت پاکر ہی مکمل ہوتا ہے۔ وگرنہ تا عمر وہ ادھورہ اور نامکمل ہی رہتا ہے۔'' زرتاشہ یہ سن کر اچھی خاصی بوکھلا گئی' پھر وہ تیر کی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

''اچھا باسل صاحب میں لیٹ ہورہی ہوں آپ کا شکریہ کہ آپ میرے کہنے سے یہاں آئے۔'' پھر دوسرے ہی لمحے وہ یہ جا وہ جا' جب کہ باسل زرتاشہ کے اس طرح سر پر پیر رکھ کر بھاگنے کی وجہ پر غور کرتا رہ گیا۔

❁......❁......❁

خاور حیات اپنے اندر کی گھٹن اور وحشت سے تنگ آکر سمیر شاہ کے آفس جاکر اس کے سامنے جاکھڑا ہوا۔ سمیر اس کی منتشر کیفیت کو سمجھتے ہوئے اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر ساحل سمندر کی اسی مخصوص جگہ پر لے آیا' جہاں ان کی بیٹھک ہوا کرتی تھی۔ خاور حیات ایک کے بعد دوسری سگریٹ جلاتے ہوئے دھواں فضاء میں اڑاتے ہوئے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''تم نے مجھ سے اس دن یہ کیوں کہا تھا کہ میں حورین کی بیماری کی وجہ جانتا ہوں۔ سمیر شاہ اگر مجھے وہ وجہ معلوم ہوتی نا تو میں اس کا علاج کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتا' ڈیم اٹ۔'' آخر میں اس کا لہجہ بے پناہ ایگریسو ہوگیا' جب کہ سمیر شاہ ایک بڑے سے پتھر پر پرسکون انداز میں بیٹھا اسے دیکھتا رہا' جو اضطراری انداز میں ادھر سے ادھر چکر لگا رہا تھا' پھر اس کے مقابل آکر اس کے قریب جھکتے ہوئے بولا۔

''تم جانتے ہوناں کہ میں حورین سے کتنی محبت کرتا ہوں' اس کی صرف ایک مسکراہٹ کے لیے پوری دنیا کو اس کے قدموں

کے آگے ڈھیر کرسکتا ہوں وہ میری زندگی ہے۔ سمیر میرے دل کی دھڑکن۔" سمہ پہر کی اس گھڑی میں شکر تھا کہ اس جانب کوئی موجود نہیں تھا' یک دم خاور گھٹنوں کے بل ساحل کی گیلی ریت پر گر سا گیا۔ "میں اپنی جان کو لمحہ بہ لمحہ زندگی سے دور جاتا دیکھ رہا ہوں' سمیر اور میں چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پارہا' اسے سمیٹ نہیں پارہا۔" کہتے ہوئے وہ یک دم رو دیا' سمیر نے انتہائی دکھ سے خاور حیات کو دیکھا' پھر کچھ دیر رونے کے بعد وہ خود ہی خاموش ہو کر بولا۔ "مجھے کچھ بھی کرنا پڑے' سمیر میں اپنی حورین کو واپس زندگی کی طرف لے کر آؤں گا۔ اس کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھوں گا۔" سمیر شاہ نے چند ثانیے خاور حیات کو دیکھا' پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر خاور کو شانوں سے تھام کر اسے اپنے مقابل کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"تم حورین کو ٹھیک کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتے ہو خاور؟"

"ہاں...... ہاں میں سب کچھ کرسکتا ہوں سمیر سب کچھ۔" وہ شدومد سے گردن ہلا کر تیز آواز میں بولا۔ مگر سمیر کے اگلے جملے نے اسے یوں ساکت کردیا جیسے بجلی سے چلتے کھلونے کا بٹن اچانک بند کردیا ہو۔

"کیا تم حورین کی لالہ رخ کو واپس لاسکتے ہو؟" خاور حیات نے انتہائی ششدر ہو کر کھلے منہ سے سمیر کو دیکھا۔ "بولو ناں خاور کیا تم حورین کی وہ ننھی سی بیٹی اسے لوٹا سکتے ہو جس کا معصوم سا وجود تمہیں بے حد کھٹکتا تھا' جسے صرف تین سال کی عمر میں تم نے اس کی ماں سے جدا کردیا تھا' ہوں خاور' حورین بھابی تو اسی دن ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں جب تم نے لالہ رخ کو اپنے گھر کی پرانی ملازمہ کے حوالے کردیا تھا' وہ تو بے چاری عرصہ دراز سے اپنی روح اور دل کی کرچیوں کو چپکے چپکے سمیٹ رہی تھیں' مگر یہ کرچیاں تو ان کے خون میں شامل ہوگئی تھیں' تم بھلا کیسے اس عورت کو سمیٹ پاؤ گے۔ خاور جس کی گود تم نے اس کی اولاد کی زندگی میں ہی اجاڑ دی تھی' اسے ویران کردیا تھا۔" اس لمحے سمیر شاہ کی آنکھیں بھی نمکین پانیوں سے لبریز ہوگئی تھیں' خاور کو لگا جیسے ساحل کی چبھتی ریت اس کے اندر تک بھر گئی ہو' بے اختیار اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا' اس نے تیز تیز سانسیں لینا شروع کردیں۔ سمیر شاہ نے اسے طنز بھری نگاہ سے دیکھا' پھر ہنوز کٹیلے لہجے میں گویا ہوا۔

"تم نے بے شک حورین سے محبت تو کی مگر تمہاری محبت خود غرضی پر مبنی تھی' تمہیں صرف اپنی خواہشیں عزیز تھیں' حورین بھابی کی خوشی کا تمہیں کوئی احساس نہیں تھا۔"

"ایسی بات ہرگز نہیں ہے سمیر' میں نے حورین کو دنیا کی ہر خوشی دی ہے۔" خاور سمیر کی بات پر تڑپ کر بولا تو سمیر شاہ استہزائیہ لہجے میں گویا ہوا۔

"ہنہ...... ایک ماں سے اس کی اولاد کو جدا کرکے تم بھلا کون سی کھوکھلی اور دیمک زدہ خوشیاں اسے دینے چلے تھے خاور۔" خاور اس پل خاموش رہ گیا۔

"عمدہ عالی شان محل نما گھر' بہترین ملبوسات' امپورٹڈ چیزیں اور شاندار بینک بیلنس یہ سب تو حورین کی کبھی بھی چاہت نہیں رہا...... جس چیز کی انہیں آرزو تھی ہی نہیں وہ سب دے کر تم نے ایسا کون سا تیر مار لیا۔"

"سمیر لالہ رخ مرچکی ہے۔ ایک حادثے کا شکار ہو کر' اسے اس دنیا سے گئے برسوں بیت چکے ہیں' سمیر اور مرے ہوئے پر صبر آجاتا ہے حورین کی بیماری کی وجہ یہ ہرگز نہیں......"

"ٹھیک کہا تم نے خاور مرے ہوئے پر صبر آجاتا ہے مگر بچھڑے ہوئے کو انسان اپنی زندگی کی آخری سانس تک روتا ہے۔"

"اوہ تمہاری یہ بات سمجھ میں کیوں نہیں آرہی کہ لالہ رخ بہت عرصہ پہلے مرچکی ہے اور حورین اس کی موت پر آنسو بہا چکی ہے۔ تم تو مجھے ایسے موردالزام ٹھہرا رہے ہو جیسے میں اس کی موت کا ذمہ دار ہوں۔" وہ جز بز ہو کر بولا تو یک دم سمیر کو بے تحاشا طیش آگیا۔

"ایک حد تک تم ہی اس کی موت کے ذمہ دار ہو' اگر تم نے حورین سے لالہ رخ کو الگ نہ کیا ہوتا تو شاید لالہ رخ آج زندہ ہوتی

اور حورین بھی ان حالوں تک نہ پہنچی ہوتی۔" اس پل خاور حیات سمیر شاہ کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

❁......❁......❁

"باسل میں نے اپنے پورے ہوش وحواس میں یہ فیصلہ کیا ہے......" احمر لحظہ بھر کو ٹھہرا پھر دوسرے ہی لمحے روانی سے بولتا چلا گیا۔ "میں بزدلوں کی طرح پیٹھ دکھا کر بھاگنے کے بجائے سب کے سامنے ڈٹ کر ہر مشکل اور رکاوٹ کا سامنا کروں گا۔ میں کسی بھی قیمت پر زرمینہ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا باسل، میں زرمینہ کو اندھی روایتوں کے آگے ہرگز قربان نہیں ہونے دوں گا اور اس کے لیے جو بھی میرے بس میں ہوگا میں وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔" باسل اسے خاموشی سے دیکھتا رہ گیا۔ پھر ایک گہری سانس بھر کر گویا ہوا۔

"احمر ایک بار پھر ٹھنڈے دماغ سے سوچ لو یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ لوگ تمہاری جان کے درپے ہوجائیں گے۔" وہ دونوں سر علی کی کلاس اٹینڈ کرنے کلاس کی جانب بڑھ ہی رہے تھے تب ہی احمر نے باسل کو روک کر یہ مژدہ سنایا جب کہ عدیل کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ پہلے ہی کلاس روم میں داخل ہوگیا تھا۔

"نتائج کا مجھے بھی اندازہ ہے باسل مگر میں پیچھے نہیں ہٹوں گا اور ہتھیار اٹھائے بغیر ہی اپنی شکست تسلیم کرلینا یہ میری سرشت میں شامل نہیں۔" اس کے لہجے کا عزم محسوس کرکے باسل حیات کھل کر مسکرادیا' پھر شرارت آمیز لہجے میں بولا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ دلہا اپنی دلہن کو لانے کے لیے سہرا باندھنے کو تیار ہے۔" احمر کے لبوں پر بھی اس پل مسکراہٹ در آئی' پھر دونوں دوست ایک دوسرے کو دیکھ کر قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

❁......❁......❁

لالہ رخ امی کو شہر کے ایک اچھے ہاسپٹل میں چیک اپ کے لیے لائی تھی کچھ دنوں سے امی کی طبیعت کافی ڈل ہورہی تھی' کھانا پینا بھی ٹھیک سے نہیں لے رہی تھیں' اس لمحے وہ دونوں ویٹنگ روم میں ایستادہ اپنی باری کی منتظر تھیں جب ہی امی کمزور سی آواز میں بولیں۔

"لالہ تم خوامخواہ مجھے یہاں لے آئیں' اس ڈاکٹر کی فیس بھی تو کتنی زیادہ ہے اور تم مجھے معمولی سی تکلیف پر اتنے بڑے ہاسپٹل لے آئیں۔" امی اپنے اردگرد صاحب ثروت لوگوں کو دیکھ کر لالہ رخ کو ٹوکے بغیر رہ نہیں سکیں۔

"اوہ امی آپ فیس کی بالکل بھی فکر مت کیجیے آپ کی صحت سے زیادہ کوئی بھی چیز اہم نہیں اور پھر فراز نے بتایا ہے کہ ڈاکٹر بلال بہترین جنرل فزیشن ہیں۔" لالہ کی بات پر امی نے مزید کچھ بولنا چاہا' مگر یک دم بالکل سامنے شیشے کی بڑی سی دیوار کی دوسری جانب ان کی نظر جس عورت پر پڑی تو وہ جیسے بالکل ساکت سی ہوگئیں' پھر دوسرے ہی پل وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھیں تو لالہ رخ نے چونک کر انہیں دیکھا' انہیں تیزی سے دروازے کی طرف جاتا دیکھ کر لالہ رخ گھبرا کر بولی۔

"امی آپ کہاں جارہی ہیں؟"

"میں دومنٹ میں آتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چھپاک سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔ ان کے قدموں میں اس لمحے جیسے کسی نے بجلی سی بھردی تھی آج اتنے عرصے بعد انہوں نے اپنے سامنے اس ہستی کو دیکھا تھا' جسے زندگی کے ہر موڑ پر بے تحاشہ یاد کیا تھا' جس کی کمی اپنی زندگی کی ہر خوشی اور غمی میں محسوس کی تھی' وہ عورت اب ایک گاڑی میں بیٹھ رہی تھی تو انہوں نے گھبرا کر اسے آوازیں دینا شروع کردیں۔

"حورین...... حورین ذرا ٹھہرو حورین......" مگر وہ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے جاچکی تھی۔ "حورین......" وہ زیرلب بڑبڑائیں' پھر تو جیسے ان کی آنکھوں سے سیل رواں جاری ہوگیا۔ "تھوڑی دیر تو رک جاتی حورین۔" وہ خود سے بلند آواز میں شکوہ کناں لہجے میں بولیں تو پیچھے آتی لالہ رخ نے بے پناہ اچنبھے سے اپنی ماں کی اس حالت کو دیکھا۔

"امی یہ آپ کیا کررہی ہیں اور.....اور وہ خاتون کون تھیں۔" لالہ رخ نے بھی حورین کو گاڑی میں بیٹھتے دیکھا تھا‘ جب ہی امی ایک تھکی ہوئی سانس بھرتے ہوئے بولیں۔

"لالہ یہ حورین تھی میری سہیلی مجھ سے شاید اب تک خفا ہے۔" لالہ رخ نے اس پل انتہائی ناسمجھی والے انداز میں انہیں دیکھا پھر تیزی سے بولی۔

"اچھا ابھی تو اندر چلیے کہیں کہیں ہمارا نمبر نہ آجائے۔" پھر وہ خود ہی نرمی سے ان کا بازو پکڑ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

❁.....❁.....❁

"جانتے ہو تم وہ باسل حیات اس بلبل سے محبت کی پینگیں بڑھا رہا ہے۔ اس کی یونیورسٹی میں جا کر خوب تنہائی میں ملاقاتیں کررہا ہے۔"

"کیا.....ا یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ بھلا باسل حیات کو اس معمولی لڑکی میں کیا انٹرسٹ ہوگیا۔" دوسرا شخص جو انتہائی اطمینان سے صوفے پر بیٹھا اپنے موبائل فون کے نیٹ پر کچھ سرچ کررہا تھا‘ پہلے شخص کی بات پر بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل کر کافی حیرت سے بولا جب کہ پہلا شخص لاؤنج میں داخل ہوتے ہی انتہائی کلس کر بولا۔

"اونہہ اگر وہ لڑکی اتنی ہی معمولی ہوتی تو پھر تم کیوں اس کے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑتے۔" پہلے شخص نے کہا۔

"ہاں یار یہ بات تو ہے مگر باسل حیات..... مجھے یقین نہیں آرہا کہ وہ اس لڑکی کی جانب متوجہ ہوسکتا ہے‘ خیر میں اس لڑکی کو باسل تو کیا کسی کے قابل ہی نہیں چھوڑوں گا۔" آخر میں دوسرے لڑکے کا لہجہ ہرخند ہوا تو پہلا شخص کسی گہری سوچ کے زیر اثر بولا۔

"میرے خیال میں اب ایکشن کرنے کا ٹائم آگیا ہے۔ میرے جگر بس تیاری پکڑ لے۔"

"میں تو کب سے تیار ہوں جان من۔" دوسرا لڑکا انتہائی لوفرانہ انداز میں بولا۔

❁.....❁.....❁

زرتاشہ نے اس لمحے زرینہ کے سر پر کوئی بھاری اور وزنی رجسٹر اٹھا کر دے مارا تھا وہ بے ساختہ اپنے دونوں ہاتھوں میں اپنے سر کو گرا گئی تھی جب کہ زرتاشہ اپنی جگہ چوری بنی دزدیدہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی‘ جو بہت دیر سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔ آج صبح ہی باسل حیات نے اسے فون کرکے یہ خوش خبری سنائی تھی کہ احمر یزدانی زرینہ کا ہر طور پر ساتھ دینے کو آمادہ ہے‘ زرتاشہ تو جیسے خوشی اور مسرت سے جھوم اٹھی تھی‘ پھر اس نے تھوڑا ڈرتے ہوئے ساری بات زرینہ کے گوش گزار کی تو وہ انتہائی عجیب وغریب سی کیفیت میں مبتلا ہوگئی تھی۔ کافی دیر ہنوز بیٹھی رہنے کے بعد وہ سر اٹھا کر اسے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"صحیح کہا ہے کسی نے نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔" زرتاشہ تھوڑا خفیف سی ہوئی‘ پھر اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے جلدی سے بولی۔

"زری بس تم فکر مت کرو۔ احمر بھائی ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک کردیں گے۔" اس لمحے زرینہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ زرتاشہ کا سر ہی پھاڑ ڈالے جو اپنی نادانی اور حماقت میں احمر یزدانی کی زندگی کو بھی داؤ پر لگانے چلی تھی۔

"یااللہ تاشو.....تم بالکل پاگل ہوگئی ہو جانتی ہو اس بات کے کتنے سنگین نتائج برآمد ہوں گے‘ مار ڈالیں گے وہ لوگ احمر کو سمجھیں۔" زرینہ نے اس کے بازوؤں کو تھام کر اسے جھنجوڑا۔ یہ سن کر زرتاشہ کا دل بے اختیار کانپ سا گیا۔ "اللہ کے واسطے تاشو یہ خناس اپنے دماغ سے نکال دو مت کھیلو تم احمر کی زندگی سے سمجھیں۔" زرینہ روہانسے لہجے میں بولی تو زرتاشہ گم صم سی بیٹھی رہ گئی۔

❁.....❁.....❁

باسل کو جب بھی اپنی اسٹڈی سے فراغت ملتی وہ حورین کے آس پاس ہی رہتا‘ جب سے حورین کی طبیعت مزید خراب ہوئی

تھی۔ اس نے اپنی تمام غیر ضروری ایکٹوٹیز کو ترک کر دیا تھا۔ وہ زیادہ تر وقت گھر پر حورین کے ساتھ رہ کر ہی گزارتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اس کے ساتھ سیٹنگ روم میں بیٹھا ایل سی ڈی پر کوئی انٹرٹینمنٹ شو دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اس کی زبان بھی چل رہی تھی مگر وہ بخوبی دیکھ رہا تھا کہ حورین بظاہر اسکرین پر نگاہ مرکوز کیے بیٹھی ہے مگر اس کا ذہن حاضر نہیں تھا باسل نے کچھ دیر حورین کی غائب دماغی کو نوٹ کیا' پھر ایک گہرا سانس بھر کر ریموٹ کی مدد سے اسکرین آف کر دی۔ ایسا کرنے سے بھی اس کی حالت میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ باسل لبوں کو سختی سے بھینچے چند ثانیے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ماں کو دیکھتا رہا پھر نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوا۔

''آپ شاید تھک گئی ہیں' ماما آیئے روم میں چلتے ہیں۔'' حورین دوسرے ہی لمحے روبوٹ کی طرح اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائی اپنے کمرے کی جانب چل دی۔ باسل انتہائی کرب آمیز نگاہوں سے یہ سب دیکھتا رہا' پھر خود بھی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا تھا حورین جونہی اپنے روم میں داخل ہوئی ایک دم وہ خود فراموشی کی کیفیت سے باہر نکل آئی۔ اس نے انتہائی بے قرار ہو کر وال کلاک کی جانب دیکھا۔ خاور کے آنے میں ابھی تین گھنٹے باقی تھے' ٹائم دیکھ کر وہ مطمئن سی ہو کر واپس اپنے کمرے سے باہر آئی اور محتاط نگاہوں سے سیٹنگ روم کی جانب دیکھا' وہاں باسل کو ندارد پا کر اسے مزید طمانیت کا احساس ہوا' پھر وہ انتہائی خاموش قدموں سے اپنی گاڑی کی اور دوسری چابیاں اٹھا کر گھر سے باہر نکل گئی حورین نے چوکیدار کو انتہائی عجلت میں گیٹ کھولنے کا حکم دیا چوکیدار جو کو مگوں کی کیفیت میں مبتلا تھا حورین کے ایک بار پھر سختی سے کہنے پر مجبور ہو کر گیٹ وا کر گیا۔ حورین ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر زن سے گاڑی لے اڑی تھی۔ جب کہ آج اتفاقاً جلدی گھر آتے خاور نے حورین کو گاڑی لے جاتے دیکھ کر فوراً اپنی گاڑی کو اس کے تعاقب میں لگا دیا۔ تقریباً پچیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد جس بنگلے پر اس نے گاڑی روکی اسے دیکھ کر خاور حیات کو ہزار والٹ کا کرنٹ لگا۔

''خاور ولا'' وہ زیرلب بڑبڑایا۔ ''یہ حورین ہمارے پرانے بنگلے میں کیوں آئی ہے۔'' وہ خود سے انتہائی الجھ کر بولا۔ خاور ولا اس کے باپ کی نشانی تھی۔ لہٰذا نئے بنگلے میں شفٹ ہونے کے بعد اس نے اس گھر کو بیچا نہیں تھا' خاور اس پل سخت حیران و پریشان تھا کہ بھلا حورین اس ویران اور اکیلے گھر میں کیا کرنے آئی ہے۔ وہ کچھ فرلانگ پر گاڑی روکے حورین کو گیٹ کا تالا کھولتے دیکھتا رہا' پھر اس نے انتہائی دقتوں سے گاڑی میں بیٹھ کر پندرہ منٹ گزارے یہ پندرہ منٹ اسے صدیوں کے برابر محسوس ہوئے تھے۔ اپنے شل ہوتے اعصاب کے ساتھ وہ بوجھل قدموں سے گاڑی سے باہر آیا اور پھر لان سے راہداری اس کے بعد بڑا ہال کراس کرتے ہوئے کاریڈور میں پہنچ کر کمروں کا رخ کیا' وہ جوں جوں اس جانب بڑھ رہا تھا حورین کی دبی دبی سرگوشی اور دلکش ہنسی اس کی سماعتوں میں واضح ہوتی جا رہی تھی۔ وہ برہنہ پاؤں انگاروں پر چلتا ہوا کھڑکی کی طرف آیا۔

''اچھا بابا پرامس کل ہم ضرور گھومنے چلیں گے۔ اب تو خوش۔'' حورین کی خوشی سے بھرپور آواز ایک بار پھر فضاء میں ابھری تو مارے ضبط و برداشت کے خاور کی آنکھوں میں جیسے خون چھلک اٹھا' پھر دوسرے ہی لمحے اس نے کھڑکی سے جھانکا تو اندر کا منظر دیکھ کر اس کے سر پر ساتوں آسمان گر پڑے' خاور حیات کو اپنے پیروں کے نیچے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

(ان شاء اللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)

تیری دید تیری عید سجن

اُم مریم

"ارے دیکھو آئس مین۔" وہ جو انتظار کی کوفت محسوس کرتی ابھی داخلی گیٹ سے نظریں ہٹا کر جرنل کی سمت متوجہ ہی ہوئی تھی کہ اس پُرجوش آواز پر بے ساختہ دھڑک اٹھنے والے دل کو سنبھالتی جھٹکے سے سر اٹھا کر سامنے دیکھنے لگی۔ گرے چست جینز پر گرے اور بلیو چیک کی شرٹ میں ملبوس موبائل پہ بات کرتے ہوئے وہ کس درجہ بے نیازی اور نخوت زدہ انداز میں اسے نظر انداز کیے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گیا تھا وہ بنا پلکیں جھپکائے اور سانس روکے اس کے نقش قدم کو گھورتی رہ گئی تھی۔

"اوہ یہ تو گئی کام سے..... اچھی بھلی لڑکی تھی عادل شیرازی کی ایک جھلک دیکھ کر ہی دیوانی ہوگئی۔" مضحکہ اڑاتا لہجہ اور جلترنگ بجاتی ہنسی اسے چونکاتے ہوئے حواس کی نگری میں واپس لے آئی۔ ماہین ثنا اور نازو کے ساتھ کچھ فاصلے پر کھڑی اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اس کے صبیح چہرے پر خجالت آمیز سرخی بکھرتی دیکھی تو ثنا ماہین کو گھورتی اس کے قریب آگئی۔

"ہوگیا تمہارا کام مکمل اب چلیں اسے کون سا کام کرنا تھا اصل مقصد تو عادل شیرازی کو دیکھنا تھا۔" ماہین کو پھر موقع ملا تھا سو طنزیہ بولی۔

"شٹ اپ ماہی تمہیں شاید اندازہ نہیں کہ تم حد سے بڑھ رہی ہو۔ دوستی میں مذاق تو کیا جاسکتا ہے مگر طنز اور تضحیک کی کہیں گنجائش نہیں۔" ثنا نے حیا کے بھینچے ہوئے لبوں سے اس کے ضبط کا اندازہ کرتے ہوئے تنبیہی لہجے میں سرزنش کی جس کا ماہین نے بالکل اثر نہیں لیا جب ہی تحیر آمیز انداز میں آنکھیں پھیلا کر کہنے لگی۔

"تو کیا میں غلط کہہ رہی ہوں کہ مس حیا الغاری کو عادل شیرازی سے محبت....."

"اُف..... ماہین پلیز اُف اگر یہ سچ بھی ہے تو اس کی تشہیر کرنے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔" نازو نے عاجز ہو کر کہا۔ جبکہ ماہین یہ سنتے ہی چمک کر مزید کہنے لگی۔

"ہے ناں ضرورت..... ارے بیوقوف لڑکی تشہیر نہیں ہوگی تو عادل شیرازی کو کیسے پتہ چلے گا کہ حیا الغاری کو اس سے م....."

"اسٹاپ اٹ ماہین۔" معاً حیا نہایت درشتگی سے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک گئی۔

"ثنا ٹھیک کہتی ہے تمہیں یہ سب کہنے کی واقعی ضرورت نہیں۔"

"اوہ..... تو یہ سب بھی تم خود کرلوگی یعنی اظہار محبت جیسے اس سے پہلے محبت کرچکی ہو۔" ماہین آنکھیں گھماتے ہوئے ہونٹ سکیڑ کر بولی تو حیا کا صبیح چہرہ آن واحد میں بے تحاشا سرخ ہوگیا کچھ دیر تک وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے تپتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر آنچ دیتے لہجے میں بولی۔

"ہاں اگر اس کی ضرورت پڑی تو آف کورس ایسا بھی کروں گی، بٹ مائنڈ اٹ تمہیں انوالو نہیں کروں گی۔" وہ اپنی بات مکمل کرنے کے بعد چلی گئی جبکہ ماہین کے لبوں پہ زہرخند مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"بڑا نخرہ ہے بھئی۔" وہ بالوں کو جھٹک کر ہنسی۔

❁.....❁.....❁

پارکنگ لاٹ سے گاڑی نکال کر مین روڈ پر لاتے ہی حیا بری طرح چونکی۔ عادل شیرازی ہاتھ میں پکڑی فائل کو چہرے کے سامنے کیے گویا اس جھلسا دینے والی دھوپ سے بچنے کی ناکام سعی میں مصروف تھا فائل نے تقریباً اس کا نصف چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ پہلی نگاہ میں تو کوئی بھی اسے نہ پہچان پاتا مگر وہ حیا تھی..... حیا الغاری جس کی دھڑکنوں میں اس کا ہی نام بسا تھا۔ جب ہی اگلے لمحے بے اختیار اس کا پاؤں بریک پر جا پڑا مدھم رفتار میں چلتی گاڑی ہلکے سے جھٹکے سے عین اس کے سامنے رک گئی تھی۔

"آئیں پلیز میں آپ کو ڈراپ کردوں۔" چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ لیے وہ بہت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کررہی تھی۔ وہ جو چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا اس آفر بھی سپاٹ نظروں سے تکتا ہوا چند قدم پیچھے ہٹنے کے بعد یوں چہرہ موڑ کر دوسری جانب دیکھنے لگا جیسے حیا لغاری جیسی خوب صورت نازک اندام لڑکی کی جگہ کسی اسی برس کی خرانٹ بڑھیا نے اسے یہ لفٹ آفر کی ہو اسے تو کچھ ایسا ہی لگا تھا اس کے تاثرات سے جب ہی سبکی وخجالت کے احساس سے کچھ لمحوں تک بول نہ پائی مگر پھر خود کو سنبھال کر کمپوز کرتے ہوئے بہت جذب سے بولی۔

"دیکھیے عادل صاحب میں آپ سے مخاطب ہوں کہ میں آپ کو......"

"تو تھینکس میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے ہی مخاطب ہیں اس کے باوجود میں اگنور کررہا ہوں تو سمپل یا تو میں آپ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا یا پھر مجھے آپ کی لفٹ کی ضرورت نہیں، ہوگئی تسلی اب برائے مہربانی تشریف لے جایئے۔" تضحیک آمیز لہجہ حیا کو سراسر اپنی تذلیل محسوس ہوا جب ہی اسے اپنی پیشانی سلگتی ہوئی محسوس ہوئی تھی گوکہ وہ ایسا ہی مشہور تھا، روکھا پھیکا اور اکھڑ مگر اس طرح اس سے قبل وہ کسی سے بھی بات کرتا ہوا نہیں پایا گیا تھا اس حد تک بے عزتی اور وہ بھی سر راہ حیا کے تو گمان تک میں نہیں تھی اسے لمحوں میں اپنا وجود سن ہوتا محسوس ہوا۔ ساکن پلکوں پہ پھسلتی نمی لیے وہ سکتے کے عالم میں بیٹھی تھی جبکہ عادل شیرازی لمبے لمبے ڈگ بھرتا لحہ بہ لحہ اس سے دور ہوتا جارہا تھا۔

❁......❁......❁

گوکہ اس کا رویہ بے حد تضحیک آمیز تھا اس کے باوجود وہ دل کو اس کے معاملے میں انتہا درجے کا ضدی پارہی تھی۔ ایسا ضدی بچہ جو پسندیدہ کھلونا دیکھ کر پانے کی خواہش میں ایڑیاں رگڑ رگڑ روتا ہے شاید یہی وجہ تھی کہ اس کے اس مس

بی ہیویئر کے باوجود دل نے بہت فراغ دلی سے اس خطا کو معاف کرتے ہوئے گنجائش پیدا کرلی تھی وہ کسی بھی قیمت پر اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی غالباً نادان تھی جو نہیں جانتی تھی کہ اس طرح اس کے پیچھے خوار ہو کر وہ اس کی نگاہوں میں اپنا رہا سہا مقام بھی کھو رہی ہے۔ اس وقت بھی وہ اسے گھاس کے قطعے پہ چند اسٹوڈنٹس کے ساتھ بیٹھا نظر آیا تو بنا کچھ سوچے سمجھے تیز تیز قدموں سے چلتی عین اس کے سامنے آرکی۔ تاہم اس کے اس قدر صفائی سے نظر انداز کیے جانے کو نظر انداز کرتی وہ متوجہ کرنے کی کوشش میں باقاعدہ کھنکھاری وہ جو لڑکوں کے چلے جانے کے بعد بیک سے ٹیک لگا کر نوٹس پڑھنے میں منہمک تھا پلکیں اٹھا کر سپاٹ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''کیا میں یہاں بیٹھ جاؤں۔'' اس سے کچھ فاصلے پہ رکھی کرسی کی سمت اشارہ کرتے ہوئے دلکش مسکراہٹ لبوں پہ سجا کر ریشمی بالوں کو خفیف جھٹکے سے پیچھے کرتی ادائے دلربائی سے بولی تو عادل شیرازی کی فراغ پیشانی پہ موجود شکنوں میں مزید ایک شکن کا اضافہ ہوگیا۔

''آپ سے کس نے کہا کہ یہ کالج میری پراپرٹی کا حصہ ہے کہ آپ کو کہیں بیٹھنے سے قبل میری اجازت کی ضرورت محسوس ہو۔'' سرد مہر نخوت زدہ لہجہ ہمتیں پست کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا تھا مگر وہ تو جیت کا عزم لے کر میدان میں اتری تھی سو دل برداشتگی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جب ہی محسوس کیے بنا لبوں پہ موجود مسکراہٹ قائم رکھتے ہوئے بولی۔

''دراصل مجھے آپ سے کچھ بات کرنا تھی۔'' نشست سنبھال لینے کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر اس کی توجہ کی طالب ہوئی کہ وہ پتھر مار جواب دے کر پھر سے مطالعہ میں غرق ہوگیا تھا۔ حیا کو اس کے ہاتھ میں پکڑی فائل سے اس لمحے شدید ترین رقابت محسوس ہوئی تھی۔ عادل شیرازی نے اس کی بات کا جواب دیا نہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی زحمت گوارا کی۔ یہ نظر اندازی حیا کو تاؤ دلانے کا باعث بنی۔ محنت سے کی گئی تیاری غارت ہوتی نظر آئی۔ وہ تو خود سے عہد کرکے آئی تھی۔ آج عادل شیرازی کو چاروں شانے چت کردے گی۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھرا وہ اس کے قریب آبیٹھنے پہ ہمیشہ کی طرح اٹھا نہیں تھا فی الحال یہی کافی تھا۔

''آپ کو پتہ ہے ناں عادل کالج کی پڑھائی اختتام کی طرف ہے آئی مین آپ کا یہاں لاسٹ ایئر ہے ایگزامز کے بعد آپ کالج چھوڑ دیں گے پھر اس کے بعد کیا ارادے ہیں۔'' بہت ہمت کرتے ہوئے اس نے تمہید باندھنا شروع کی۔

''مجھے آپ کو شاید یاد دلانا پڑے گا کہ آپ کچھ پرسنل نہیں ہو رہیں۔'' پُرتپش چٹختا ہوا لہجہ عجیب سا طنز سموئے ہوئے تھا حیا کی رنگت لحہ بھر کو متغیر ہوئی لب کچل کر اس نے خود کو نروس ہونے سے بچایا پھر تھوک نگل کر ہمتیں مجتمع کرتے ہوئے بولی۔

''ہوسکتا ہے کہ آنے والے وقتوں میں ہماری پرسنلو......''

''پلیز اسٹاپ اٹ......'' معاً وہ ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک گیا۔ ''آپ کو یہاں بیٹھنا ہے تو بیٹھیں ورنہ جائیں میرے پاس فضول باتوں کا جواب دینے کا بالکل وقت نہیں۔'' انتہائی درشتگی سے کہتا وہ موبائل کی جانب متوجہ ہوگیا جہاں روشن ہوتی اسکرین پہ یقیناً کوئی میسج آیا تھا جبکہ حیا تپتے ہوئے چہرے سے اسے دیکھتی رہی تھی اس سے قبل ایسا کب ہوا تھا کہ اس نے کسی سے بات کرنا چاہی ہو اور اسے یوں ٹوک دیا گیا ہو۔ وہ تو بات بھی اپنی مرضی سے کرتی تھی اور یہ عادل شیرازی کیا تھا جسے اس کی حد سے بڑھی ہوئی والی خوب صورتی بھی چونکا نہیں سکی تھی جبکہ اس کے پیچھے تو ایک دنیا دیوانی تھی اگر وہ عادل شیرازی کے سامنے جھکی تھی تو خالی کیسے اٹھ جاتی اسے پانا چاہتی حاصل کرنا چاہتی تھی اگر وہ اسے نہ ملتا تو اسے چھیننا بھی آتا تھا سو عادل شیرازی کا یہ انسلٹنگ رویہ مزید برداشت کرنا اسے بالکل گوارا نہ تھا جب ہی لب بھینچتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر سیل فون اس کے ہاتھ سے تقریباً چھینا۔

''اس حقیر سے سیل فون میں تمہیں مجھ سے زیادہ

ایریٹیشن محسوس ہورہی ہے۔" وہ جیسے بھڑک کر کہتی موبائل اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا کر پھنکاری تھی۔ عادل شیرازی جو اس کی اس درجہ جرأت و بے باکی پہ ابھی تک ششدر تھا جیسے یک دم شدید قسم کی توہین کے احساس سے بے قابو سا ہوگیا تھا۔

"واٹ نان سینس مس حیا لغاری کیا مجھے آپ کو بتانا پڑے گا کہ آپ اوور کونفیڈنس ہورہی ہیں...... واٹ از دس۔" موبائل واپس جھپٹتے ہوئے وہ تقریباً غرایا۔

"تم میری بات نہیں سن رہے' میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے؟" اس کا ضبط بھی جیسے یہیں تک تھا جواباً دبے بدبے لہجے میں چیخی تو عادل شیرازی جو اپنی کتابیں اور فائل اٹھا رہا تھا کہ یک دم اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"مائنڈ یور لینگویج مس آپ میری کوئی سگی نہیں ہو...... کس لہجے میں بات کررہی ہیں مجھ سے۔" کتنا اشتعال سمٹا ہوا تھا اس کے سرد بھینچے ہوئے لہجے میں مگر اس پر جیسے اثر ہی نہ ہوا تھا۔ جب ہی اس کی سلگتی بھڑکتی آنکھوں میں اپنی نظریں گاڑھ کر بے خوفی سے بولی۔

"سو واٹ...... سگی نہیں ہوں ہوتو سکتی ہوں ناں۔"

بے ربط سرکشی لیے لہجہ اور بے قابو ہوتی سانسیں عادل شیرازی بری طرح سے چونک کر بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے کٹے بال کیچر میں جکڑے ہونے کے باوجود لٹوں کی صورت چہرے اور گردن کے گرد حصار باندھے اس کے چاند چہرے کی خوب صورتی و تابناکی کو بڑھا رہے تھے۔ کھلتے ہوئے سی گرین لباس میں وہ اس وقت شگفتہ گلاب کی مانند نکھرا ہوا روپ لیے اس کے سامنے تھی۔ حیا نے اس کی نگاہ کو اٹھتے اور ٹھہرتے محسوس کیا تو دل دھک سے رہ گیا۔ اسے ان نگاہوں کی تپش نے ہی یہ احساس بخشا تھا کہ وہ کچھ بہت غلط کہہ گئی ہے' کچھ ایسا جو اسے نہیں کہنا چاہیے تھا' کیا تھا اس پہ اٹھنے والی ان نگاہوں میں' تاسف' ناپسندیدگی' حقارت یا پھر نخوت' وہ اس نگاہ کا مفہوم سمجھ کر جیسے اندر سے ریتلی دیوار کی مانند گرتی چلی گئی' اسے بہت شدت سے احساس ہوا کہ وہ جیتنے کی بجائے ہار چکی ہے۔ اس کی سوچ کے بخیے عادل شیرازی کی تندوتیز آواز نے ادھیڑ کے رکھ دیے تھے جو آگ برساتے لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

"مجھے یہ سب کہتے ہوئے بے حد افسوس ہے کہ پتہ نہیں آپ کے پیرنٹس نے آپ کا نام حیا کیوں رکھ دیا' سوری ٹو سے تم اپنے نام کے بالکل برعکس ہو' تم جیسی لڑکیاں تو اس قابل بھی نہیں ہوتیں کہ ان کی عزت کی جائے کیونکہ تم عزت کروانا ہی نہیں چاہتی۔" وہ اپنی بات مکمل کرکے رکا نہیں' معاً کچھ یاد آنے پہ پلٹا اور اس کے دھواں ہوتے چہرے پر تمسخرانہ نگاہ ڈالی اور زہرخند لہجے میں بولا۔

"ایک بات اور عادل شیرازی کی زندگی میں تم جیسی لڑکی کی قطعی کوئی گنجائش نہیں نکلتی آئندہ میرا راستہ روکنے یا مجھ سے مخاطب ہونے کی جرأت نہ کرنا' انڈر اسٹینڈ۔" وہ آنکھیں نکال کر غرایا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔ حیا وہیں گھٹنوں کے بل گرنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ چکی تھی۔

❁......❁......❁

عادل شیرازی کی تعلیم مکمل ہوئی اور وہ چلا گیا مگر حیا کے لبوں پہ لگے خاموشی کے قفل نہ ٹوٹے' اتنی تذلیل ایسی تحقیر کا تصور بھی اس کے آس پاس کہیں نہ تھا' غلطی بے شک اس کی تھی اس کے باوجود اسے ایسا لگتا تھا جیسے عادل شیرازی نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہو وہ آج تک اپنا بکھراو جود سمیٹ نہیں پائی تھی' تکلیف دہ یادیں اس کے ذہن کو مسکن بنا کر بیٹھ گئی تھیں۔ پھر اسی ذہنی خلفشار میں ایک سال بیت گیا تھا' اس نے ایف ایس سی مکمل کی' چھٹیوں میں گھر آئی تو مما نے اس تبدیلی کو شدت سے نوٹ کیا مگر اس کے پاس ان کی تسلی کرانے کو کچھ باقی نہ تھا' ان کے خیال میں وہ بدل گئی تھی اور بدل تو وہ واقعی گئی تھی کسی کام میں دل ہی نہ لگتا تھا' عجیب سی وحشت ذہن و دل کو ہمہ وقت جکڑے رکھتی اس روز وہ واپس جانے کی لیے تیار ہورہی تھی۔ مما نے روک لیا۔

”آج مت جاؤ بیٹا تمہاری پھوپو آرہی ہیں۔“
”سوری مما چھٹیاں تو ختم ہوگئیں اب نہیں رک سکتی۔“ وہ ہنوز پیکنگ میں مصروف رہ کر بولی۔
”ایک دن سے کچھ فرق نہیں پڑے گا بیٹا‘ بہت نازک رشتے ہوتے ہیں‘ میں نہیں چاہتی انہیں اعتراض کا کوئی موقع دوں‘ دس سال بعد واپس وطن آئی ہیں‘ مجھے یقین ہے اس مرتبہ وہ تمہارے بابا سے تمہاری شادی کی بات ضرور کریں گی۔“
”کس کی شادی کی بات......؟“ اس کا بیگ کی زپ بند کرتا ہوا ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہوگیا‘ بری طرح چونکتے ہوئے ماں کی صورت تکنے لگی۔
”تمہاری شادی کی بات‘ میری جان تمہاری پیدائش پہ ہی انہوں نے اپنے سب سے بڑے بیٹے کے لیے تمہارے بابا سے تمہیں مانگ لیا تھا۔“
”واٹ......!“ اسے دھچکا لگا‘ بے یقینی سے آنکھوں میں نمی آگئی۔ وہ منہ پہ ہاتھ رکھے واش روم میں جا گھسی۔
”پتہ نہیں میں کبھی عادل شیرازی اور اس سے ملنے والی تذلیل کو بھلا پاؤں گی یا نہیں اور وہ...... وہ شخص جانے کیسا ہو پتہ نہیں میں اسے قبول کرسکوں گی یا نہیں۔“ امڈتی چیخوں کا گلا گھونٹتی وہ زارو قطار رو رہی تھی کہ وہ جانتی تھی نارسائی کے احساس سے بڑھ کر جان لیوا تھا رد کیے جانے کا احساس‘ اس قدر اذیت ناک کہ وہ ان لمحوں کو یاد کرتے ہی کانپ جاتی۔ کاش عادل شیرازی اب زندگی میں کبھی تم سے سامنا نہ ہو۔

❁......❁......❁

اگلے دو روز میں نہ صرف پھوپو ان کے گھر آ پہنچیں بلکہ برسوں قبل طے کیے گئے اس رشتے کی تجدید کرتے ہوئے چھوٹی سی منگنی کی تقریب میں اس کے ہاتھ کی انگلی میں اپنے بیٹے کے نام کی انگوٹھی بھی پہنادی۔ پھوپو اکیلی نہیں آئی تھیں ان کے شوہر اور بچے بھی ساتھ تھے ماسوائے بڑے بیٹے کے‘ جسے حیا نے دیکھا تک نہ تھا مگر اسے اس کے نام ضرور کردیا گیا تھا۔ منگنی کی اس چھوٹی سی تقریب میں اس کی شادی کی تاریخ بھی طے کردی گئی جو دو ماہ بعد کی تھی اس نے سنا تو اندر جیسے ہر سو سناٹے بکھر گئے۔ حیا نے سخت احتجاجی نگاہوں سے مما کے خوشی سے چمکتے ہوئے چہرے کو تکا مگر وہ اس لمحے ان نگاہوں کا شکوہ پڑھے بغیر پھوپو سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی تھیں مگر رات کو جب وہ دودھ کا گلاس لیے اس کے کمرے میں آئیں تو حیا جو تب سے اذیت میں مبتلا تھی ان سے الجھ گئی۔
”اتنی جلدی شادی طے کرنے کی کیا ضرورت تھی مما‘ آپ کو پتہ ہے میری تعلیم مکمل نہیں‘ میں کہیں بھاگی تو نہیں جارہی تھی‘ آپ جانتی بھی ہیں مجھے ڈاکٹر بننے کا کتنا شوق ہے۔“ بات کے اختتام تک اس کا گلا بھرا گیا‘ تب مما نے بے ساختہ لپک کر اسے گلے لگا کر پچکارتے ہوئے کہا۔
”دل کیوں چھوٹا کرتی ہو بیٹا‘ اگر واقعی تمہیں تعلیم ادھوری رہ جانے کا قلق ہے تو بے فکر ہو جاؤ عادل تمہیں تعلیم مکمل کرنے سے نہیں روکے گا‘ وہ خود بہت ایجوکیٹڈ ہے۔ اتنی تو ڈگریاں ہیں اس کے پاس‘ ظاہر ہے بیوی بھی پڑھی لکھی پسند کرے گا‘ پھر تمہاری پھوپو کو واپس لندن جانا ہے جانے سے پہلے بیٹے کی شادی کرنا چاہتی ہیں‘ بتاؤ ہم لڑکی والے ہو کر انکار کیسے کرسکتے تھے۔“ مما تو اپنی دھن میں اسے تسلی دیتے ہوئے اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں مگر وہ تو ایک لفظ عادل پہ جیسے اٹکی رہ گئی تھی۔ وہ ایک نام جس سے وہ آج تک نگاہ چرائی پھر رہی تھی عمر بھر کو اس کے نام کے ساتھ جڑ رہا تھا تو پھر وہ اوسان کیسے بحال رکھ پاتی‘ یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ‘ میرے خدایا‘ مما کے جانے کے بعد اس نے چکراتا ہوا سر تھام لیا۔ ضروری تو نہیں یہ وہی عادل شیرازی ہو بلکہ یہ وہ کیسے ہوسکتا ہے؟ نہیں نہیں...... اس کا اضطراب جب حد سے بڑھا تو وضو کرنے کے بعد عشاء کی نماز ادا کی‘ دعا میں سر سجدے میں رکھنے کے بعد وہ کتنی ہی دیر گڑگڑاتے ہوئے انداز میں عادل شیرازی سے کبھی سامنا نہ ہونے کی التجا رب سے کرتی رہی تھی۔

❁......❁......❁

پھوپو جاچکی تھیں اور مما نے اسے ہاسٹل جانے سے

روک لیا تھا۔ شادی کی تیاریاں شروع ہوچکی تھیں' مما صبح ناشتے کی ٹیبل پر اس کے ساتھ شاپنگ پہ جانے کا پروگرام طے کررہی تھیں' جب بابا نے ان کی بات پہ چونکتے ہوئے اخبار رکھ کر انہیں دیکھا۔

"آج شاپنگ کے لیے مت جایئے۔"

"کیوں خیریت؟" مما ان کے لیے چائے کپ میں نکالتے ہوئے حیرانگی ظاہر کیے بنا نہ رہیں۔

"ایکچولی عادل بزنس کے سلسلے میں اسلام آباد آیا ہے' ایک دو دن کا ٹور ہے' میں نے اسے ہوٹل میں رہنے سے منع کردیا ہے' تم ایسا کرنا اس کے لیے کمرہ تیار کردینا اس کے علاوہ کھانے وغیرہ کی تیاری اپنی نگرانی میں کروانا۔"

"آپ فکر ہی نہ کریں۔" مما عادل کی آمد کا سنتے ہی کھل سی گئیں جبکہ حیا کو وہاں بیٹھنا دشوار محسوس ہوا تو اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"حیا بیٹا...... دیکھنا دروازے پہ کوئی ہے۔" مما کے بار بار اصرار پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر دروازے تک آئی۔ فیروزی ہلکی کڑھائی کے دوپٹے کا پلو سنبھالتے ہوئے ناب گھما کر دروازہ اوپن کرتے ہی زمین و آسمان اس کی نگاہوں میں گھوم کر رہ گئے تھے۔ ایش گرے پینٹ کوٹ میں غضب کی دراز قامت اور تمام تر مردانہ وجاہتوں سے عادل شیرازی اس کے سامنے تھا' یقین سے عاری ساکت نظریں لیے وہ فق چہرے سے کسی مجسمے کی طرح ساکت اسے دیکھتی رہ گئی تھی' اس کے اس انداز نے آنے والے کو ایک پل کو ٹھٹکایا تھا' اس پر اٹھنے والی یکسر اجنبی اور غیر نگاہ میں اگلے چند ثانیوں میں اُمڈنے والی حیرت لحہ بھر کو نظر آئی اس کے بعد ان نگاہوں کی حقارت کی تحریر کو پڑھنا قطعی دشوار امر نہ رہا تھا۔ یقیناً پہچان کے مراحل طے کرتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات جامد ہونے کے بعد نفرت وحقارت سمیٹ لائے تھے۔ لب بھینچتے ہوئے وہ اگلے ہی لمحے نگاہ کا زاویہ بدل گیا تھا۔

"حیا کیا بات ہے بیٹا آپ اس طرح راستے میں کیوں کھڑی ہیں؟" بابا جو یقیناً عادل شیرازی کے بعد اندر داخل ہوئے تھے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پریشانی سے گویا ہوئے تو حیا بھی جیسے اسی پل تکلیف دہ کیفیت کے حصار سے آزاد ہوئی تھی۔

"شاید تم نے عادل کو پہچانا نہیں' بیٹا یہ عادل ہیں' عادل شیرازی تمہاری پھوپو جان کے بڑے بیٹے۔" بابا جان جو اس کے متغیر دھواں ہوتے چہرے کو دیکھتے تعارف کروا رہے تھے' حیا کی ٹوٹتی بکھرتی ہوئی دھڑکنیں اس یقین محکم کو پا کر جیسے بالکل ہی ڈوب گئیں' اس نے بے اختیار سہارے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو بابا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے' متفکر سے انداز میں آگے بڑھ کر اسے سنبھال لیا۔

"واٹ ہیپنڈ سویٹ ہارٹ؟" وہ اس پر جھکے پوچھ رہے تھے جبکہ اس کے حلق میں کچھ اٹک کر رہ گیا تھا' اپنا آپ چھڑاتی وہ سرعت سے پلٹ کر دھڑا دھڑ سیڑھیاں چڑھتی اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی' اس بات پہ دھیان دیئے بنا کہ پیچھے بابا جان اور خاص طور پر عادل شیرازی کیا سوچتا ہوگا؟

❁......❁......❁

گو کہ عادل شیرازی آفس کے کام سے ایک رات ٹھہرنے کے ارادے سے آیا تھا مگر وہ کھانا بھی ماما اور بابا کے اصرار پہ گویا زہر مار ہی کرسکا تھا اور مزید ٹھہرے بنا واپس چلا گیا۔ بابا جان کو پہلے حیا پھر عادل شیرازی کے الجھے ہوئے رویے نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا تھا مگر وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے' یقیناً عادل شیرازی بھی حیا کو اپنی منگیتر کے روپ میں دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ عادل شیرازی نے کس حد تک اسے اس رشتے سے قبول کیا وہ نہیں جانتی تھی مگر یہ بات طے تھی کہ اسے وہ ہرگز ہرگز قبول نہیں تھا۔ وہ تو زندگی میں کبھی اس کا سامنا ہوجانے کے خیال سے خائف تھی' کجا عمر بھر کا ساتھ' اگلے چار دن عادل شیرازی کی جانب سے کسی رسپانس کا انتظار کرتے اس نے گویا کانٹوں پہ بسر کیے تھے اسے پورا یقین تھا عادل شیرازی کبھی بھی اس سے شادی کرنے پہ آمادہ نہیں ہوگا' مگر ادھر اس کی توقع کے برعکس ہنوز خاموشی اس کا دل

دہلائے دے رہی تھی۔ اس کے انتظار میں مزید اس کا ایک ہفتہ ضائع ہوگیا اب وہ خود اپنے طور پر فیصلہ کرلینا چاہتی تھی۔ عادل شیرازی کے ساتھ اس بندھن کو باندھنے کا مطلب تھا عمر بھر کی ذلت ورسوائی جو اسے مر کے بھی گوارانہ تھی جب ہی اس روز وہ مما کے کمرے میں چلی آئی تھی جو اپنے سامنے بیڈ پہ زیورات کے ڈبے پھیلائے حساب کتاب میں مصروف نظر آرہی تھیں وہ انہیں مصروف دیکھ کر جھنجلائی۔

''مما پلیز چھوڑیں ان بے کار کاموں کو میری بات سنیں۔'' وہ سخت جھلائے ہوئے انداز میں کہتی انہیں چونکا گئی۔

''کیا بات ہے بیٹا؟'' انہیں پریشانی لاحق ہوئی۔

''مما آئی ایم سوری مجھے احساس ہے کہ آپ ہرٹ ہوں گی مگر مجھے یہ شادی نہیں کرنی پلیز......''

''کیا......؟'' مما کی رنگت یکلخت پیلی پڑی اور ہاتھ سے زیور کا ڈبہ چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ ''کیا کہہ رہی ہو حیا......؟'' ان کا لہجہ کانپا حیا ان کی آنکھوں کی غیر یقینی اور گہرے دکھ کو پاکر نظریں چرا گئی۔

''مما مجھے عادل سے شادی نہیں کرنی۔'' سر جھکا کر ہاتھ مسلتے ہوئے اس نے جیسے اپنے فقرے کی تصحیح کی۔

''اور یہ میرا اٹل فیصلہ ہے'' اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ مما کو یونہی حیران وپریشان چھوڑ کر چلی گئی۔

❁......❁......❁

''حیا کیا کہہ رہی تھیں تم کل۔'' اگلے دن وہ پیکنگ کرنے میں مصروف تھی جب مما دروازے پہ آ کر برہمی سے بولیں...... اپنے تیئں وہ ہر مسئلے کو نپٹا کر ہاسٹل شفٹ ہونے کو تیار تھی۔ مما کو روبرو پا کر چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

''کچھ پوچھا ہے میں نے...... تم اتنی سرکش اور بے حیا کب سے ہوگئیں کہ اتنی بے شرمی سے منہ پھاڑ کے شادی سے انکار کردو۔'' وہ اس کا کندھا پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے دبے ہوئے لہجے میں پھنکاریں جبکہ اس کے اندر تو جیسے بھونچال اٹھ کھڑا ہوا تھا اسے لگا یہ مما نہیں عادل شیرازی ہے جو سلگتے لہجے اور انگارے برساتی نظروں سے اس کے سامنے کھڑا ہے۔

''مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ کل کہہ چکی اب ہاسٹل جارہی ہوں۔'' خاصی دیر بعد خود کو سنبھال کر وہ مما کی تیز نظروں سے نگاہیں ملائے بغیر گویا ہوئی۔

''کالج سے تم چھٹیاں لے چکیں اب شادی کے بعد ہی کالج جاسکوگی۔'' مما نے آگے بڑھ کر اس کا سوٹ کیس واپس رکھ دیا۔

''اس طرح آپ مجھے شادی پہ آمادہ کرلیں گی یہ آپ کی بھول......'' مما کے تھپڑ نے اس کی بات پوری نہ ہونے دی۔

''آئندہ اگر یہ بات تمہارے منہ سے سنی تو زبان گدی سے کھینچ لوں گی یاد رکھنا اگر ہم نے تمہیں لاڈ پیار دیا ہے تو بے مہار ہونے پہ لگام کھینچنا بھی آتی ہیں۔'' اسے بیڈ پہ دھکا دیتے ہوئے وہ مزید گویا ہوئی۔

''میں تم سے عادل سے شادی کے انکار کی وجہ بھی نہیں پوچھوں گی کہ میں اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتی' میں جانتی ہوں وہ ہر لحاظ سے بہترین لڑکا ہے۔'' حیا گال پہ ہاتھ رکھے صدمے سے چور انہیں دیکھتی رہ گئی۔ اس نے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

مما کے اس شدید ردعمل نے اسے کچھ کہنے کے قابل چھوڑا بھی نہیں تھا۔ مما کے کمرے سے چلے جانے کے بعد بھی وہ کتنی دیر تک یونہی خشک آنکھوں سے چھت کو گھورتی رہی اس کے اندر جوار بھاٹے اٹھ رہے تھے اس کے مفلوج ہوتے ذہن نے خودکشی کی راہ دکھلائی' نہیں ابھی نہیں ابھی ایک راہ ہے اس کے ذہن میں جیسے کوندا سا لپکا اگر تم مجھے رد کرسکتے ہو عادل شیرازی تو میں کیوں نہیں' اس سوچ کے آتے ہی وہ جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

❁......❁......❁

اس نے بہت سوچ کر عادل کو کال ملائی۔ نمبر اس نے چوری سے ابو کے موبائل سے نکال لیا تھا اور اب بیل جاتے ہی یہ سوچ رہی تھی کہ کیا بات کرے جبکہ پچھلی تمام

باتیں ذہن کے پردے پر نمایاں ہوگئی تھیں جنہیں وہ کبھی سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ دوسری طرف تیسری بیل پر کال ریسیو ہوگئی تھی۔

"کون...... عادل شیرازی؟" تصدیق کی گئی تھی وہ زہرخند ہوا۔

"جی فرمایئے کیوں زحمت کی۔" وہ بھرپور تلخی سے بولا۔

"اس شادی سے انکار کردو عادل شیرازی اس زحمت کی وجہ یہی ہے ورنہ مجھے تم سے بات کرنے کا بالکل شوق نہیں ہے۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ادھر سے زمانے بھر کی بےزاری لہجے میں سمو کر جیسے پتھر برسائے گئے تھے۔ عادل شیرازی کے اندر تک جیسے کڑواہٹ بھر گئی۔

"اچھا...... " وہ طنزاً ہنسا۔ "حالانکہ زیادہ پرانی بات نہیں غالباً آپ ہی مجھ سے بات کرنے اور شادی کرنے کے لیے مری جارہی تھیں پوچھ سکتا ہوں یکایک یہ تغیر کیسا؟" حقارت زدہ اشتعال دلاتا ہوا لہجہ تھا۔

"شٹ اپ......"

"یو شٹ اپ۔" جواباً وہ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں مقدور بھر نفرت سمو کر بولا تو دوسری جانب حیا جیسے روہانسی ہوگئی۔

"میں پچھلی کسی بات کو یاد رکھنا بھی نہیں چاہتی......"

"اوہ......" اس کی بات قطع کرتا وہ طنزاً ہنسا تو ایک بار پھر دوسری سمت گہری خاموشی چھا گئی۔ جس سے اکتا کر اسے ہی بولنا پڑا۔

"آئی ایم سوری میں تمہاری کسی قسم کی بھی مدد سے قاصر ہوں۔" اس نے نہایت عیاری سے کہتے ہوئے جیسے اپنی لاچاری ظاہر کی۔

۞......۞......۞

تمام رسومات کی ادائیگی کے بعد وہ اپنے بیڈروم میں آیا۔ اعصاب شدید کشیدگی اور تناؤ کا شکار ہوکر چیخ رہے تھے۔ دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی غیرارادی طور پر نگاہ بیڈ پر موجود وجود سے الجھ گئی اور اگلے ہی لمحے جیسے اس کے اعصاب کو مزید دھچکا برداشت کرنا پڑا۔ روایتی دلہن کے روپ کی بجائے وہ سادہ لباس میں میک اپ سے صاف چہرہ لیے بہت نارمل انداز میں بیڈ پہ پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ اس کے ساتھ ہی شیرازی کی بھی شادی ہوئی تھی وہ جتنا خوش تھا عادل شیرازی حیا کو اپنے پہلو میں پاکر قسمت سے اسی قدر شاکی ہوا تھا مگر حیا کی اس حرکت کو بہت شدت سے اسے اپنی توہین سے تعبیر کیا تھا۔ دماغ میں جیسے یکلخت بھانبھڑ جل اٹھے جی تو یہی چاہا کہ دو تھپڑ لگا کر دماغ درست کردے اس بددماغ لڑکی کا مگر محترمہ ثابت کیا کرنا چاہتی تھیں اس پر...... وہ خود پہ ضبط کے پہرے بٹھاتا لب بھینچتے ہوئے اگلی نگاہ اس پہ ڈالے بنا معمول کی مصروفیت میں مگن ہوگیا ہاتھ لے کر سیلپنگ گاؤن پہنا اور بال بنانے کے بعد بیڈ پہ آیا ہی تھا کہ حیا فوراً بیڈ سے اتری تو عادل شیرازی جواب تک بہت ضبط کرچکا تھا اس کی اس تاؤ دلاتی حرکت پہ تلملا کر اٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کی پہنچ سے دور ہوتی۔ عادل نے دبوچنے کے انداز میں اس کی کلائی پکڑ کر نہایت بےدردی سے بیڈ پر پٹخا اس کا لحظہ بہ لحظہ دہکتا چہرہ اس کے خراب موڈ کا واضح غماز تھا۔

"یہ...... یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اس کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔

"اگر یہی سوال میں تم سے کروں تو......" وہ پھنکار کر بولا تو حیا کی آنکھیں حیرت وخوف سے پھیل گئیں۔

"کک...... کیا...... کیا بدتمیزی کی ہے میں نے؟" وہ اس کے اوپر جھکا اسے مزید طیش دلا رہا تھا وہ پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ جب ہی وہ اسے ایک بازو کے حصار میں جکڑ کر غراہٹ زدہ لہجے میں بولا۔

"اس ڈرامے بازی کی وجہ جاننا چاہتا ہوں میری شکل بدل گئی ہے یا پھر تمہیں آج کل کسی اور سے عشق ہوگیا ہے۔" اس کا کٹیلا لہجہ نوکیلے خنجر کی مانند بےدردی سے اس کی رگ جاں کو کاٹتا چلا گیا تھا جب ہی وہ زخمی ناگن کی طرح بل کھا کر چیخی۔

"عادل شیرازی میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔" اس نے صرف کہا نہیں بلکہ سچ مچ غصے میں بےقابو ہوکر اس کا چہرہ

نوچ لینا چاہا تھا مگر عادل شیرازی نے بروقت اسے قابو کرتے ہوئے خود کو اس کے حملے سے محفوظ کیا تھا۔

"خودکشی کر کے اس ڈرامے سے اپنا کردار ختم کیوں نہ کرلیا تم نے..... مگر نہیں تمہیں کیا ضرورت تھی ایسا کرنے کی' تمہاری تو دلی مراد بر آئی تھی ناں۔" نفرت چھلکاتا تضحیک آمیز لہجہ حیا کی آنکھوں میں جھلملاتے اس کے عکس کو دھندلا گیا' جبکہ عادل شیرازی اس کی دلی و ذہنی اذیت سے بے نیازی سے بھرپور تلخی سے بولا۔

"ایک بات یاد رکھنا آج کے بعد تم محبت میں اس قدر سطحی حرکتوں سے توبہ ضرور کرلوگی اس سے پہلے کہ وہ اس کی سنگین دھمکی سے کوئی نتیجہ اخذ کرتی عادل شیرازی نے جارحانہ انداز میں اسے اپنی جانب گھسیٹ لیا تھا۔

❁......❁......❁

اس نے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو چھلکتی آنکھوں سے دیکھا اور سر جھکا کر سسک اٹھی۔ اسے اپنی غلطی کا بہت پہلے احساس ہو چکا تھا یہ اس کی زندگی کی سنگین غلطی تھی کہ اس نے کمال جرأت سے اس مرد سے اظہار محبت کیا تھا جسے اس کے دل نے پسند کیا تھا' غالباً وہ نادان تھی' نہیں جانتی تھی کہ مردوں کے اس معاشرے میں عورت کی یہ جرأت جرأت نہیں بے باکی یا بے حیائی تو کہلائی جاسکتی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں' رات اس مرد کے ناروا غیر انسانی سلوک نے اسے جو احساس ندامت اور احساس زیاں بخشا تھا وہ شاید عمر بھر اس کے ساتھ رہنے والا تھا وہ بہت حیران تھی عادل شیرازی نے اس سے نفرت کے باوجود اس سے شادی سے انکار کیوں نہیں کیا' لیکن اب اسے اس سوال کا بھی جواب مل گیا تھا' اسے لمحہ لمحہ ذلیل کر کے وہ اپنے منتقمانہ جذبات کی تسکین کرنا چاہتا تھا۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔" وہ سوچوں کے بھنور میں گھری تھی جب پھوپو کی آواز پہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"میں نے پوچھا ہے بیٹا تم ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئیں' میں نے تو ناشتہ بھی تیار کرالیا۔" اس کی الجھی ہوئی نافہم نگاہوں کے سوال کو پڑھ کر پھوپو نے اپنی بات دہرائی تو بجائے جواب دینے کے وہ گھبرا کر انہیں دیکھنے لگی۔ پھوپو نے اس کی گھبراہٹ زدہ سٹپٹاتے ہوئے انداز کو تحیر سے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں' پھر انہوں نے ہی اسے تیار ہونے میں مدد دی گہرے جامنی' خوب صورت تراش خراش کے لباس میں اس کی دودھیا اجلی رنگت کا نکھار نگاہ کو چونکا دے رہا تھا۔

پھوپو نے بے اختیار اس کی صبیح پیشانی پر بوسہ ثبت کر کے دعاؤں سے نوازا تو اس کی آنکھیں چھلکنے کے لیے بے تاب ہو اٹھیں' جنہیں ان سے چھپانے کی غرض سے وہ سر جھکا گئی تھی۔ تبھی واش روم کا دروازہ کھول کر عادل شیرازی اندر آیا تازہ غسل نے اس کی وجاہتوں کو عجیب سا نکھار بخشا تھا۔ پیشانی پہ بکھرے بالوں کو تولیے سے رگڑ کر خشک کرتا وہ پھوپو کی کسی بات کے جواب میں مسکرا رہا تھا ان کی باتوں کے جواب میں مہذبانہ انداز میں مسکراتا وہ اسے رات کے عادل شیرازی سے یکسر مختلف نظر آیا' وہی عادل سوبر اور ڈیسنٹ' وجیہہ و شاندار جسے وہ کالج میں ملی تھی اور محبت جیسی غلطی کر بیٹھی تھی۔ اس نے سرد آہ بھرتے ہوئے سر جھکا لیا۔ کاش..... اے کاش اس شخص کا دل بھی اس کے چہرے کی مانند اجلا ہوتا' اس کے اندر ہزاروں تشنہ خواہشوں کے سنگ ایک یہ خواہش بھی سسک اٹھی تھی۔

❁......❁......❁

ولیمے کی تقریب بے حد شاندار اور ہنگامہ خیز رہی حیا میرون بناری برائیڈل ڈریس میں اپنے سوگوار حسن سے کل سے کہیں بڑھ کر دلکش نظر آرہی تھی۔ عادل شیرازی کی جب بھی نگاہ اٹھی پلٹنا بھول جاتی۔ ہال میں اسے کہیں نہ پا کر وہ بیڈروم میں آیا تو اسے وارڈروب سے کچھ تلاش کرتے پا کر بے نیازی کا تاثر دیتا بالکل نزدیک آ کر کھڑا ہوگیا' گہرے میرون بھاری لباس میں غضب ڈھاتی وہ گویا حواسوں پہ سوار ہو رہی تھی۔

"مجھے ہاتھ مت لگانا..... آپ مجھ سے اس قسم کا سلوک نہیں کرسکتے۔ مائنڈ اٹ۔" وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر ہسٹیرک ہوکر چلائی تو عادل شیرازی نے طنزیہ نگاہوں سے اس کا سجا سنورا روپ دیکھا اور طنزاً ہنسا۔

"اگر میں تمہیں کہوں کہ تم جیسی عورتیں صرف اسی قسم کے سلوک کی مستحق ہوا کرتی ہیں تو کیا کہو گی تم۔" اس کی بے بسی سے حظ اٹھاتا ہوا وہ اس کے بالکل نزدیک آ کر طیش دلانے والے لہجے میں جتا کر بولا جب ہی حیا کے اندر جیسے آگ بھڑک اٹھی تھی۔

"کس قسم کی عورتیں ہاں...... کیا کیا ہے میں نے بولو؟" وہ اسے دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی جانب دھکا دیتی ہوئی آگ بگولا ہوئی۔

"مجھ سے پوچھتی ہو جیسے خود کچھ نہیں جانتیں اپنے گریبان میں جھانکو ذرا سی بھی غیرت ہوتی تو مجھ سے شادی کرنے کی بجائے ڈوب کے مرجاتیں لیکن تم......" وہ اس کے لال بھبوکا ہوتے چہرے کو دیکھتا مسلسل انگارے چبا رہا تھا مگر پھوپو کے اچانک آجانے سے اس کی زبان کو بریک لگ گئے تھے۔

"حیا تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں بھائی جان جلدی کا کہہ رہے ہیں انہیں رات گہری......" ان کی بات ادھوری رہ گئی دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل کڑے تیوروں سے جارحانہ موڈ میں کھڑا دیکھ کر وہ چونکیں۔ عادل شیرازی لب بھینچے سرعت سے پلٹ کر باہر چلا گیا جبکہ وہ پیچھے رہ گئی تھی چھلکتی آنکھوں بے قابو ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے ان کے تمام تر سوالوں کا جواب دینے کے لیے۔

"حیا بیٹے کوئی بات ہوئی ہے یہ عادل......" اسے نگاہ چرا کر رخ پھیرتے دیکھا تو تشویش سے کہتیں قریب آ گئیں۔ حیا نے سرد آہ بھر کے سختی سے دانتوں پہ دانت جما لیے محض نفی میں سر ہلا کر جواب دیتی وہ جھک کر بیگ اٹھاتے ہی کمرے سے باہر نکل گئی عادل شیرازی بازو پہ کوٹ رکھے بابا کے ساتھ کھڑا کتنا نارمل دکھائی دے رہا تھا جیسے ابھی کچھ دیر قبل کچھ بھی نہ ہوا ہو اس کی ذات کو پرخچوں کی صورت فضا میں نہ بکھیرا ہو وہ اس پہ نگاہ ڈالے بغیر جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی مما کچھ دیر بعد آ کر فرنٹ سیٹ پہ بابا کے ساتھ جبکہ وہ اس کے مقابل آ بیٹھا تھا حیا نے شدید ناگواریت سے فاصلہ بڑھاتے ہوئے کھڑکی کی جانب رخ پھیر لیا عادل شیرازی نے بغور اس کی اس حرکت کو نوٹ کیا تھا۔

❁......❁......❁

وہ بابا جان کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا جب مما تیزی سے اندر آئیں۔

"آذر جلدی اٹھیں...... پلیز دیکھیں تو حیا کی طبیعت کتنی خراب ہو رہی ہے۔" بابا گھبرا کر یکلخت اٹھے اور تیز قدموں سے چلتے باہر نکل گئے۔ بابا کے ساتھ ہی وہ بھی اس کے کمرے میں آیا تو حیا زرد چہرہ لیے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے سکڑی بیٹھی تھی چہرے پہ تکلیف کے آثار بہت نمایاں تھے۔

"حیا کیا ہوا بیٹے۔" بابا نے سرعت سے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"پتہ نہیں بابا جان مجھے کچھ پتہ نہیں چل رہا بس پیٹ میں بہت شدید درد ہے۔" اس کی نقاہت زدہ آواز میں لرزش بھی در آئی تھی جو اس کی بگڑتی ہوئی طبیعت کی گواہ تھی۔

"ابھی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں اٹھو بیٹے۔" انہوں نے جھک کر اس کا گال سہلا کر گویا تسلی سے نوازا پھر عادل کی جانب پلٹتے ہوئے بولے۔

"عادل بیٹے آپ حیا کو لے کر آؤ میں گاڑی نکالتا ہوں۔" عجلت بھرے انداز میں کہتے بابا باہر نکلے تو عادل اسے دیکھتے ہوئے قدم بڑھا کر قریب آیا۔

"آؤ......" اپنا بازو سہارے کے لیے اس کی جانب بڑھا کر وہ قدرے نرمی سے گویا تھا۔

وہ درد سے کراہی اور اس کا بڑھا ہوا ہاتھ نظر انداز کرتے ہوئے مما کی جانب سہارے کو ہاتھ بڑھایا۔ مما نے اس کا پورا وجود ہی سنبھال لیا جبکہ عادل شیرازی کے وجیہہ چہرے پہ تاریک سا سایہ لحہ بھر کو آ کر معدوم ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے چیک کرنے کے بعد دوا دی۔ انجکشن اور چند ہدایات کے ساتھ فارغ کر دیا۔ واپسی کے سفر میں دواؤں کے زیر اثر اس پہ غنودگی طاری ہونے لگی تھی ایک دوبار اس

کا سر ڈھلک کر اس کے شانے سے ٹکرایا تھا تب مما نے اس کے شانے پہ بازو دراز کرتے ہوئے اس کا سر اپنے کندھے پہ رکھ لیا تھا۔ گھر آنے کے بعد مما اسے دوا دینے کے بعد سونے کی تاکید کرتی کمرے سے چلی گئیں تو عادل شیرازی پشت پہ ہاتھ باندھے کمرے میں ٹہلتا ہوا نڈھال سے انداز میں بستر پہ لیٹی حیا کا جائزہ لینے لگا' کیسے لمحوں میں وہ ہلدی کی مانند زرد محسوس ہونے لگی تھی۔ دلکشی نزاکت و رعنائی کا بھرپور سنگم لیے اس کا سراپا اس کے سامنے تھا۔ جانے کس جذبے کے تحت وہ اس پہ جھکا اور اپنے حق کی مہر اس کی دراز لانبی پلکوں پہ ثبت کر گیا۔ بالکل غیر متوقع طور پر حیا نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ خجالت سے سرخ پڑتا یکلخت سیدھا ہوا۔

''ڈونٹ ٹچ می پلیز۔'' وہ سسک اٹھی' عادل شیرازی ایک پل کو گنگ سا ہو گیا پھر نظریں چراتا تیزی سے پلٹ کر باہر نکل گیا۔

❁......❁......❁

جس وقت وہ عادل شیرازی کے ساتھ گھر پہنچی رات گہری ہو چکی تھی۔ کھانے کی ٹیبل سے اٹھ کر پھوپو اور سیما نے بہت پُرتپاک انداز میں اس کا خیر مقدم کیا۔

''اچھا ہوا تم آج ہی آ گئے' میں نے تمہارے ماموں کو فون کیا تھا۔'' پھوپو حیا کو اپنے مقابل کرسی پر بٹھاتے ہوئے بولیں تو عادل شیرازی چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

''خیریت؟''

''ہوں...... دراصل تمہارے پاپا تو لندن واپس جا رہے ہیں' ظاہر ہے میں اور سیما بھی ساتھ جائیں گی اور شیراز ہما کے ساتھ سوئٹزرلینڈ ہنی مون کے لیے جا رہا ہے' تمہارے پاپا چاہتے ہیں تم دونوں ہمارے ساتھ لندن چلو ہنی مون بھی ہو جائے گا اور حیا ہمارے ساتھ کچھ وقت بھی گزار لے گی۔ ویسے وہاں کا موسم آج کل بہت اچھا ہے حیا انجوائے کرے گی۔'' پھوپو نے بات کے آخر میں مسکرا کر لاتعلق سی بیٹھی حیا کو دیکھا۔

''بات آپ کی ٹھیک ہے مما لیکن یہاں بزنس کون دیکھے گا' آئی تھنک' ہم لوگ ابھی نہیں جاتے' شیراز واپس آ جائے تب سہولت سے چلے جائیں گے۔ ٹھیک ہے ناں حیا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔'' وہ بات کرتے ہوئے اچانک روئے سخن اس کی جانب کرتے ہوئے اسے گڑبڑا کے رکھ گیا۔

''جج...... جی......'' وہ ہکلا کر رہ گئی۔ کھانے کے دوران وہ مسلسل ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا جبکہ وہ سر جھکائے جانے کس سوچ میں گم تھی۔ پھوپو کو اعتراض تھا انہیں عادل کی بات پسند نہیں آئی' مگر عادل نے جیسے ٹھان رکھی تھی کرنا وہی ہے جو سوچ لیا' جب ہی ٹیبل سے اٹھنے سے قبل وہ پاپا کو قائل کر چکا تھا۔ ہما چائے لے کر آئی تو حیا کو مزید وہاں ٹھہرنے کا موقع میسر آ گیا' چائے کے بعد شیراز اور ہما اپنے کمرے میں چلے گئے۔ پاپا بھی اٹھ گئے پیچھے وہ سیما اور پھوپو رہ گئی تھیں۔ وہ سیما سے باتیں کرتی ٹی وی دیکھتی رہی تھی۔

''حیا بیٹے رات بہت ہو گئی ہے اپنے کمرے میں جاؤ۔ عادل انتظار کر رہا ہوگا۔'' پھوپو کے احساس دلانے پر وہ لب کچلتی اٹھ کر کمرے کی جانب چلی آئی' ناب گھما کر اندر قدم رکھا تو اسے گہری نیند کی آغوش میں پا کر بے اختیار سکون کا سانس بھرتے ہوئے اپنے کشیدہ اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا تھا۔

❁......❁......❁

مگر اگلے دنوں میں اس کا یہ سکون شدید اضطراب میں ڈھل گیا کہ عادل شیرازی کی بے نیازی اور لاتعلقی بے حسی میں بدل گئی تھی۔ سیما پھوپو کے ساتھ نہیں گئی تھی' سو وہی دن بھر اسے مصروف کیے رکھتی' اس روز بھی جانے کہاں سے آئی تھی آتے ہی اسے دیکھ کر بولی۔

''بھابی شام میں تیار رہنا میں نے بھائی کی شادی کی خوشی میں اپنی فرینڈز کو ٹریٹ دی ہے' آپ بھی ساتھ چلنا۔''

''کہاں دے رہی ہو پارٹی؟'' حیا نے یونہی پوچھ لیا۔

''فائیو اسٹار ریسٹورنٹ میں۔'' وہ نیل فائل کر رہی تھی

مصروف سے انداز میں بولی۔

"تم گھر پر پارٹی کیوں نہیں رکھتیں؟"

"کھانا تو پھر بھی باہر سے منگوانا پڑے گا۔" سیما کے لہجے میں بے نیازی تھی۔

"نہیں میں پکا لیتی ہوں اور بازار سے اچھا ہوگا دیکھ لینا۔" اس نے مسکرا کر آفر کی۔

"رہنے دو اتنا سب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" سیما کو آئیڈیا خاص پسند نہیں آیا۔

"نہیں میں کرلوں گی۔" وہ بے کراں فراغت اور لایعنی سوچوں سے گھبرا گئی تھی۔ جب ہی اپنی بات پہ زور دے کر بولی اور ایسا کر بھی لیا اتنی گرمی میں وہ کچن میں مختلف ڈیشز تیار کرنے میں مصروف تھی۔ جب بلیک پینٹ کوٹ میں عادل شیرازی نے کچن میں قدم رکھا۔ حیا نے بلینڈر میں دہی بلینڈ کرتے ہوئے کسی کی موجودگی کے احساس کو محسوس کرتے پلٹ کر دیکھا تھا۔ عادل شیرازی کو غیر متوقع طور پر سامنے پا کر خجالت بھرے انداز میں اپنے آپ میں سمٹ گئی تھی۔

"اُفوہ کیا شور مچا رکھا ہے اسے تو بند کرو۔" اس نے کچھ کہا تھا جو اس کے پلے نہ پڑ سکا تھا تب ہی وہ جھلا کر کہتا بلینڈر آف کرنے کو آگے کی سمت جھکا تو حیا بالکل ہی اس کے حصار میں گھر کر رہ گئی۔ سگریٹ، پرفیوم کی مہک نے براہ راست اس کے اعصاب پہ حملہ کیا تھا۔

"ماموں کا فون ہے تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" چولہے پہ چڑھی دیگچیوں کو دیکھتے ہوئے وہ موبائل اس کی جانب بڑھائے کہہ رہا تھا، حیا جو ہنوز اس کی قربت کے فسوں سے آزاد نہ ہوئی تھی اُتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتی الٹے قدموں پیچھے ہوتی دیوار سے جا لگی۔ کانپتے ہاتھوں سے سیل لے کر وہ کتراتے ہوئے انداز میں بات کرتی رہی، کچن بے تحاشا گرم ہو رہا تھا جبکہ وہ پسینے میں شرابور جتنی دیر وہ بات کرتی رہی عادل وہیں کھڑا اس کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ حیا اس کی نگاہوں کے حصار میں خود کو پا کر اندر ہی اندر جز بز ہو رہی تھی۔

"اگر کھانا پکانا تمہیں اتنا ہی بے زار کرتا ہے تو اس تکلف کی ضرورت نہیں باسی کھانا کھانے سے بہتر ہے میں کک ہائر کرلوں۔" عجیب لہجہ تھا تنفر سے بھرپور کسی قدر اہانت آمیز حیا تحیر سے اس کا بگڑا ہوا موڈ دیکھنے لگی۔ پھر جیسے سمجھتے ہی گڑبڑا کر وضاحت پیش کرتے ہوئے بولی۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں یہ تو سیما کی فرینڈز آ رہی ہیں تو اس لیے اہتمام ہوا ہے ورنہ.....۔" وہ اس کی پوری بات سنے بغیر ہی کچن سے نکل گیا تو حیا نم پلکیں جھپکتی پھر سے بلینڈر کی سمت متوجہ ہوگئی تھی۔

❁.....❁.....❁

ایک ماہ بعد ہما اور شیراز ہنی مون سے واپس آئے تو ہما اسے دیکھ کر حیرت کی زیادتی سے چیخ پڑی۔

"مائی گاڈنیس حیا یہ کیا ہوگیا ہے تمہیں یہ تم ہی ہو۔" وہ اس کی مضمحل بجھی بجھی صورت اور بے رنگ آنکھوں کو دیکھ کر جس طرح بولی تھی جواباً حیا اس سے بڑھ کر حیران نظر آئی۔

"کیوں کیا ہوا ہے مجھے؟" سوال کے جواب میں سوال ہما کو زچ ضرور کرتا مگر فی الوقت اس کی تمام تر توجہ اس کی منتشر حالت کی جانب تھی۔

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔" ہما نے جواباً عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ کر ملامت کی پھر بغور اسے دیکھ کر بولی۔

"کیا بیمار رہی ہو یا پھر ہمارے عادل بھائی کو پپا بنانے کے چکروں میں ہو۔" اس کی اگلی بات حیا کے اوسان خطا کر گئی تھی، یکا یک ہی اسے اپنی پیشانی تپتی ہوئی محسوس ہوئی چہرہ شرم کے حصار میں سرخ نظر آیا، ہما اس کی حالت دیکھے بنا سیما کو اس کی سمت متوجہ کرتی اپنا ہمنوا بناتے ہوئے بولی تھی۔ "تم دیکھو سیما اسے، کیا میں غلط کہہ رہی ہوں، یہ بیمار نہیں لگتی؟" حیا کو توجہ اور تسلسل سے ہوتا اپنا تذکرہ گھبراہٹ میں مبتلا کرنے لگا تھا۔ وہ بے بس سی ہو کر محض ہما کو دیکھ کر رہ گئی جو اب متفکرانہ نظروں سے اسے دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

"اگر میرا پہلا شک بھی درست ہے تو پریگنینسی میں

بھی عورت یوں حال سے بے حال تو نہیں ہوتی' کیا عادل بھائی تمہارا خیال نہیں رکھتے۔"

"ہما پلیز ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ صرف منمنا ہی سکی۔

"عادل بھائی بزنس میں بہت مصروف رہتے ہیں ان کے پاس کسی کے لیے ٹائم نہیں اور خاص کر بھابی کے لیے تو بالکل بھی نہیں۔" سیما نے جل کر کہا۔ تب وہ بھیگی آنکھوں سے عجلت بھرے انداز میں وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ کیا بتاتی کیسے کہہ دیتی کہ عادل شیرازی کی بے اعتنائی بے رخی اسے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ پہلی رات جس انداز میں اس کی ذات کی نفی کرتے ہوئے نسوانیت کی توہین کی تھی اس کے بعد جو فاصلے بڑھائے انہیں سمیٹنے کا اس شخص کو کبھی خیال نہیں آسکا تھا' اس کے لیے تو گویا اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا' اور بیوی کے مرتبہ پہ فائز ہونے والی عورت کی اس سے زیادہ تذلیل کیا ہو سکتی تھی کہ اس کا شوہر اسے اس قابل بھی نہ سمجھے وہ اسی توہین آمیز احساس سے اندر ہی اندر گھلتی جا رہی تھی۔ اس نے عادل شیرازی سے شدید محبت کی تھی یہ اس کی غلطی تھی یا نہیں البتہ اس کا اظہار ضرور اس کی ازدواجی زندگی میں زہر گھول چکا اور عادل شیرازی شاید ان مردوں میں سے تھا جو کسی معمولی غلطی کو بھی کبھی معاف نہیں کر پاتے۔

❁......❁......❁
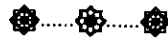
نگاہوں کے ارتکاز کو محسوس کرتے ہی حیا نے پلکوں کی جھالر اٹھائی تو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے عادل شیرازی کو بہت فرصت سے اپنا جائزہ لیتے پا کر اس نے بے ساختہ دھڑک اٹھنے والے دل کو سنبھالتے نگاہ جھکالی تھی جبکہ عادل شیرازی نگاہوں کے اس تصادم کے بعد بھی ہنوز اسی انداز میں اسے دیکھتا رہا تھا۔ حیا نے بنا دیکھے ہی ان گرم لو دیتی نگاہوں کا مرکز خود کو پایا تو کتاب بند کر کے سینے پہ رکھتے ہوئے آنکھوں پہ بازو رکھ لیا۔ جانے کیوں اس کا دل یکا یک ہی بہت مضطرب ہوا تھا اور آنکھوں کی سطح گیلی ہونے لگی تھی۔ وہ اپنی کمزوری اس پر عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"آج تمہیں کچھ جلدی نیند نہیں آرہی' یہاں آؤ میرے پاس۔" آنکھوں کی نمی پلکوں کی دہلیز پھلانگ کر گالوں پہ اتر آئی تھی۔ جب اس نے عادل شیرازی کی قدرے خشک اور سرد آواز سنی۔ اس نے خود کو بہت بڑی مشکل میں گرفتار محسوس کیا جبکہ اس کی آنچ دیتی نظروں کا حصار ہنوز اس کے گرد بندھا ہوا تھا۔

"کس چیز کی کمی ہے تمہارے پاس پھر کیوں چہرے پہ مسکینیت اور بے چارگی کا ٹائٹل سجا کر پھرتی ہو۔" وہ پھنکار کر بولا تو حیا کو اپنی سانسیں تھمتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"اس طرح اگر تم سمجھتی ہو کہ میری توجہ اور ہمدردی حاصل کر لوگی تو بہت بڑی غلطی پہ ہو' تمہارے لیے میرے پاس خیرات میں دینے کو بھی کچھ نہیں انڈر سٹینڈ۔" وہ تیز لہجے میں بولا' حیا خاموش رہی جیسے اس کی مخاطب وہ نہیں کوئی اور ہو' اسے یقین ہو گیا تھا ہما اور سیما نے مل کر اس کی سخت کلاس لی ہے جب ہی وہ اس طرح اس پر برس رہا ہے۔

"میں دیواروں سے باتیں نہیں کر رہا۔" وہیں سے ہاتھ بڑھا کر اس کے بال مٹھی میں جکڑنے کے بعد زوردار جھٹکا دیتے ہوئے وہ اندر امڈتے اشتعال پہ قابو پانے میں ناکام ہو کر دبے لہجے میں غرایا تو حیا بنا کچھ بھی کہے بھک کے رو دی۔ وہ لب بھینچے کچھ دیر یونہی اسے تکتا رہا پھر اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

❁......❁......❁

اس کی طبیعت اچانک ہی بگڑی تھی' ہما اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر آئی تو مکمل چیک اپ کے بعد ڈاکٹر نے مسکرا کر خوش خبری کی نوید سنا کر اسے ششدر کر دیا۔

"اوہ تھینکس گاڈ کہ مجھے یہ خوش خبری سننے کو ملی' ویسے تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو عادل بھائی نے تو مجھے زندہ نہیں چھوڑنا تھا۔" واپسی پہ ہما چہکتی رہی جبکہ حیا کے لبوں پہ اس آخری بات نے زہر خند مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

"اپنی وے اپنا بہت خیال رکھا کرو ڈاکٹر نے بہت احتیاط بتائی ہے۔ میں عادل بھائی سے بھی کہوں گی تمہیں خوش رکھا کریں۔ بھئی بزنس ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا۔" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ مسلسل بول رہی تھی جبکہ اس کے پاس تو کہنے کو جیسے کچھ تھا ہی نہیں وہ ایک رات جوان کے درمیان بندھن کی سب سے مضبوط ساعتوں کا باعث بنی تھی اسے اتنا قیمتی تحفہ عطا کرگئی تھی۔ گھر پہنچتے ہی ہما نے پہلے سیما کو یہ خوش خبری سنائی پھر لندن فون کر کے مما کو جبکہ وہ سر جھکائے ایک غیر محسوس سے خوشگوار احساس میں گھری رہی تھی' جانے کب کی بھولی بھٹکی مسکراہٹ ایک بار پھر اس کے چہرے کا احاطہ کرگئی تھی۔ عادل شیرازی گھر لوٹا تب ہما نے بے صبرے پن کے ساتھ یہ خبر سناتے شرارتی مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا کر اسے مٹھائی پیش کرتے ہوئے وش کیا۔ عادل شیرازی پہلے تو کچھ سمجھا ہی نہیں پھر جیسے سمجھ کر بھی نارمل سے انداز میں یوں مٹھائی کھائی جیسے اس انمول خوشی سے اس کا کوئی سرے سے تعلق ہی نہ بنتا ہو وہاں سے اٹھ کر اندر آیا تو حیا وارڈ روب میں کپڑے رکھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر رخ پھیرلیا۔

"آج ہی پاپا نے ہمارے ہنی مون کے لیے ٹکٹس بھجوائے تھے ان کا خیال تھا ہمیں یہ گولڈن چانس مس نہیں کرنا چاہیے زندگی میں بندہ ایک بار ہی تو شادی کرتا ہے لیکن انہیں کیا پتہ تھا کہ ان کی بہو یہ گل کھلائے بیٹھی ہے اب مما نے فون کر کے کہا ہے تم مکمل بیڈ ریسٹ کرو گی' کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔" وہ اس کے نزدیک کھڑا بے حد عجیب سے لہجے میں بات کررہا تھا۔ وہ جو نا سمجھی کے عالم میں اس کی بات سمجھنے کی کوشش میں مصروف تھی سمجھتے ہی بے تحاشا سرخ پڑگئی۔ بے تحاشا خفت کا احساس اس کی قوت گویائی سلب کرگیا تھا کیا کہہ رہا تھا وہ گل کھلائے بیٹھی ہے کیسے بات کررہا تھا جیسے یہ اس کے اپنے بچے کی نہیں کسی...... اس سے زیادہ سوچنا بھی اس کے لیے محال تھا' اسے لگا جیسے وہ اسے گالی دے رہا ہو سرعت سے بھیگتی آنکھوں کو جھپکتی وہ بھاگتی واش روم میں گھس گئی۔ وہ کیسا باپ تھا جو اپنے پہلے بچے کی آمد کے موقع پہ بھی اس درجہ بے اعتنائی کا مظاہرہ کررہا تھا' یہ سوچ ہی اسے بلکنے پہ مجبور کررہی تھی۔

❁......❁......❁

پھوپو تو بہت خوش تھیں لیکن اتنی دور سے آ بھی نہیں سکتی تھیں' حالانکہ ان کا بس چلتا تو اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتیں' وہیں بیٹھے بیٹھے وہ اسے دن میں کئی بار فون کر کے مختلف ہدایات' تاکید اور سرزنش کرتی رہتیں' آخر وہ ان کے پہلے پوتے کی ماں بننے جارہی تھی' ان کے تو جیسے پاؤں زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے ہما نے بھی اسے ہتھیلی کا چھالا بنا لیا تھا سیما الگ خدمتیں کرتی نظر آتی' شیراز بھی آفس آتے جاتے اس کا حال احوال ضرور دریافت کرتا' ایک وہی دشمن جاں تھا جو ہنوز بے حس اور کٹھور بنا بیٹھا تھا' پھوپو ہما اور سیما کی ہدایات کے مطابق وہ خود بھی اپنا خیال رکھتی مگر جانے کیسے اس روز واش روم میں اس کا پاؤں پھسلا تو سنبھلنے کے باوجود وہ گرتی چلی گئی اور اس کی دلخراش چیخوں پہ ہی ہما بدحواس ہو کر اس تک آئی اور اس کی بگڑتی حالت دیکھ کر اوسان خطا کر بیٹھی' پھر کیسے اسے ہوسپٹل لے جایا گیا اسے خبر نہ ہوسکی تھی۔ شیراز اور عادل شیرازی کو ہما نے ہی فون کیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد ہی اسے پتہ چلا تھا کہ جس نقصان کے خیال سے اس کی روح تک خوف زدہ ہوا اٹھی تھی اللہ نے اس پر رحم فرما دیا ہے' حالانکہ جس برے طریقے سے وہ گری تھی مس کیرج ہونے کا شدید خدشہ لاحق ہوگیا تھا۔ وہ تو مطمئن اور پُرسکون ہوگئی تھی مگر عادل شیرازی کا بگڑا ہوا موڈ مزید بگڑ گیا تھا گھر آنے کے بعد وہ بیڈ پہ کروٹ کے بل لیٹی کمرے میں اس کی موجودگی کو محسوس کررہی تھی۔ ہما' سیما یہاں تک کہ شیراز نے بھی اسے اپنے طور پر تسلی دلاسے سے نوازا شکر ادا کیا تھا مگر وہ اس کی جانب سے جذباتی سہارے کی منتظر تھی اور اب یہ انتظار جیسے گہری مایوسی کا لبادہ اوڑھ چکا تھا دل کچھ اس طرح سے گھبرایا کہ اس کی سسکیاں ہچکیوں میں ڈھل کر کمرے کی خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کرنے لگیں۔ عادل

شیرازی کے نزدیک وہ انتقامی کارروائی تھی نفرت یا اسے شکست دینے کا کوئی انداز کچھ بھی تھا مگر حیا کے لیے انہی لمحات میں زندگی سمٹی ہوئی تھی۔ اس کی تمام تر غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک کے باوجود اور یہ ننھی جان تو اسے خود سے بڑھ کے عزیز تھی وہ تو اس کی محبت کی نشانی کا انمول تحفہ تھا جسے وہ سینت سینت کر رکھ رہی تھی۔ وہ چاہتی بھی تو اس کی غلط فہمی دور نہیں کرسکتی تھی کہ عادل شیرازی کچھ سمجھنے سننے کا روادار ہی کب تھا۔

۞......۞......۞

اس کے بعد وہ بہت خوف زدہ ہوگئی تھی عادل شیرازی دو ماہ کے بزنس ٹور پہ بیرون ملک گیا تو اس کی ویرانیاں کچھ اور گمبھیر ہوگئیں۔ سیما بھی پھوپو کے پاس لندن چلی گئی شیراز اور ہما کی اپنی زندگی تھی۔ خوش باش اور مکمل ان دونوں کی اسی بھرپور اور آئیڈیل زندگی کو دیکھ کر ہی حیا کے اندر محرومی کا احساس شدید تر ہوجاتا تھا ایک غیر اختیاری حرکت زندگی بھر کے نقصان سے ہمکنار کرچکی تھی وہی بے رونق سے شب و روز تھے عادل شیرازی کے لوٹ آنے کے بعد بھی اس کی زندگی کا پھیکا پن جوں کا توں رہا اپنی تمام تر حسرتوں اور محرومیوں سے وہ اپنی ذات میں بہت تنہا ہوکر رہ گئی تھی پہلی مرتبہ تخلیق کے مراحل ہر عورت کے لیے ہی بہت کٹھن ثابت ہوتے ہیں ایسے میں اگر شریک حیات کی محبت اور اس کا تعاون و توجہ بھی ساتھ نہ ہو تو ایسی عورت زندگی کے احساس سے عاری ہوتی چلی جاتی ہے‘ مما جب بھی اس سے ملنے آتیں اس کا زرد چہرہ اور آنکھوں میں ویرانیاں دیکھ کر اندر ہی اندر ہول کر رہ جاتیں۔ اس وقت بھی وہ خود سے بے زار سی نظر آتی ملازمہ سے ڈسٹنگ کروانے میں مصروف تھی جب مما اس سے ملنے چلی آئی تھیں۔

”تم آنٹی کے پاس جاکر بیٹھو یہ کام میں دیکھ لوں گی۔“

ہما کے کہنے پہ وہ مما کے ہمراہ اپنے بیڈ روم میں آگئی۔

”حیا بیٹے کیا حالت بنا رکھی ہے اس گھر کی مالکن ہو تم مگر حلیہ ملازموں سے بدتر ہے۔“ اس کے شکن آلود مسلے ہوئے لباس اور بکھرے بالوں کو دیکھتے ہوئے مما نے ہمیشہ کی طرح سمجھانا اپنا فرض سمجھا تو اسے کوفت نے آن لیا۔ ”کتنا عرصہ ہوگیا تم باہر نہیں گئیں اپنا چہرہ دیکھو کتنا بے رونق لگ رہا ہے‘ بال کتنے رف ہورہے ہیں اور کپڑے......“ انہیں جھنجلاہٹ ہونے لگی جبکہ وہ سر جھکائے ہاتھ مسلتی بالکل خاموش بیٹھی رہی۔

”بیٹا دیکھو مرد صبح کا گیا تھکا ہارا لوٹتا ہے تو اس کا جی چاہتا ہے بیوی بنی سنوری ملے‘ مسکرا کر استقبال کرے۔“

اس کے چہرے کے عضلات کھنچ سے گئے وہ اس موضوع پر کچھ کہنا نہیں چاہتی تھی۔ ”بیٹا اگر مرد خود مائل نہ ہوتا ہو تو عورت کو ہی لچک پیدا کرنی چاہیے اچھے کپڑے پہنو میک اپ کرو پھر دیکھنا۔“ وہ بولیں۔

”مما پلیز اسٹاپ اٹ...... پلیز میں ان کی گرل فرینڈ نہیں ہوں کہ انہیں اپنی جانب متوجہ کرنے لیے اس قسم کی تھرڈ کلاس حرکتیں کرتی پھروں۔“ اس کا ضبط جواب دے گیا تو تیز لہجے میں بولی۔ مما نے بغور اسے دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں مچلتے آنسوؤں سے نظریں چرا کر بولیں۔

”میں بھی تو یہی سمجھانے کی کوشش کررہی ہوں کہ تم اس کی بیوی ہو‘ یہ اس کا حق ہے کہ تم یہ سب کچھ اس کے لیے کرو۔“

”اونہہ حق ان کا حق کیا ہے یہ انہیں بھی پتہ ہے اور باقی سب کو بھی۔ میرے حقوق کیا ہیں اس کے متعلق کسی کو پروا نہیں‘ مما رہنے دیں آپ کچھ نہیں جانتیں۔“ وہ اب کی بار بلک اٹھی۔ ان کے شانے پر سر رکھ کر شدت سے روئی تو مما بدحواس سی ہوکر اسے دیکھنے لگیں۔

”کیا ہوا جان...... کیا بات ہے‘ مما کو بتاؤ؟“ انہوں نے کہتے ہوئے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیا تو حیا بالکل ہی بکھر سی گئی۔ زار و قطار روتے ہوئے یقیناً وہ سب کچھ کہہ جاتی اگر جو اسی وقت دروازہ کھول کر عادل شیرازی اپنی دھن میں اندر نہ چلا آتا۔

”السلام علیکم آنٹی۔“ پہلی نگاہ ان پر ڈالتے ہی وہ بے ساختہ چونکا۔ وہ اپنے بزنس ٹور سے ابھی لوٹا تھا۔

"ہاں بیٹے ابھی آئی ہوں تم کیسے ہو؟" مما کھڑی ہو کر اس کے مضبوط شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔ حیا اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

"یہ حیا کیوں رو رہی تھی۔" حیا نے دروازے سے نکلتے اس کی آواز سنی تھی یا نہیں مما نہیں جانتی تھیں سو ٹھنڈا سانس بھرتے سر جھکا لیا۔

"پتہ نہیں بیٹا کیا ہو گیا ہے اسے' عجیب الجھانے والا انداز ہے اس کا' سچ پوچھو تو میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہو گئی ہوں پریگنینسی کی حالت میں یوں ٹینشن لینا ٹھیک نہیں مگر......" پھر کچھ خیال آنے پہ وہ بات ادھوری چھوڑتے ہوئے اسے دیکھ کر بولیں۔ "اگر تم اجازت دو بیٹا تو میں کچھ دنوں کے لیے ساتھ لے جاؤں' ہوسکتا ہے ماحول بدلنے سے اس کا جی بھی بہل جائے۔"

"جی آپ کی مرضی ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے چائے کی ٹرے لیے اندر آتی حیا کو دیکھ کر سرسری سے انداز میں جواب دیا تو حیا کے اندر یاسیت بارش کے قطروں کی طرح گرنے لگی تھی بنا کچھ کہے اس نے دونوں کو چائے دی اور پھر وارڈروب سے کپڑے نکال کر بیڈ پہ ڈھیر کرنے لگی۔ اس نے اسی وقت مما کے ساتھ جانے کا فیصلہ کرلیا تھا' چائے کا سپ لیتے عادل شیرازی نے قدرے چونک کر اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھا اس کی نگاہ بھٹک گئی۔ بلیک لباس میں روئی روئی سی وہ جانے کیوں اس کی تمام توجہ کا مرکز بن کر رہ گئی۔ جس وقت وہ جا رہی تھی عادل شیرازی نے بہت خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا تھا البتہ کہا کچھ نہیں جبکہ حیا دل میں ہزاروں مچلتے شکوے لیے مما کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

❁......❁......❁

رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا۔ غالباً اکیسواں روزہ ہو گا جب اس نے نارمل ڈلیوری کے بعد صحت مند اور خوب صورت بچی کو جنم دیا' اسے مما کے ہاں آئے ساتواں مہینہ تھا۔ اس دوران عادل شیرازی کو ایک مرتبہ بھی اس سے ملنے' فون کرنے کا خیال نہیں آسکا' مما نے بچے کی خوش خبری فون پہ عادل شیرازی کو دی مگر مزید ایک ہفتہ گزر گیا' کوئی بھی وہاں نہیں آیا۔ حیا کے اندر دور دور تک سناٹوں کا راج تھا۔ وہ اتنی خاموش ہو کر رہ گئی کہ مما' بابا اگر بات بھی کرتے تو محض ہوں ہاں میں جواب دیتی۔ بچی کو مما ہی سنبھالتی تھیں' وہ تو جیسے عادل شیرازی کی جانب سے بالکل ہی مایوس ہو چکی تھی۔ ایسی بے رنگ اور بے کیف زندگی اس کا مقدر تھی وہ اتنے عرصے سے اسی ایک بات سے سمجھوتہ نہ کر پائی تھی۔ بچی اس سے کچھ فاصلے پہ گہری نیند کی آغوش میں تھی۔ کھلی کھڑکی سے قریبی مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے نعت پڑھنے کی مدھم آواز ہوا کے دوش اس تک بھی پہنچ رہی تھی وہ چونکتے ہوئے متوجہ ہوئی۔

"حیا بیٹی کیا سوچ رہی ہو؟" مما کی آواز پر وہ نگاہ کا زاویہ بدل کر انہیں دیکھنے لگی اس کی آنکھوں میں موجود ہلکی نمی مما کے اندر مجرمانہ احساس بن کر بکھری تھی۔ جب ہی اس کے پاس بیٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کرلیا۔

"حیا مجھے معاف کردو' میں خود کو تمہاری مجرم سمجھتی ہوں۔ تمہاری اجڑی ہوئی حالت دیکھ کر میرے اندر گلٹ کا احساس مزید بڑھ جاتا ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولیں تو حیا نے یونہی سپاٹ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"میں تو تمہیں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ خوش رہا کرو' جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا اس کے بعد تو شاید کوئی لڑکی بھی خوش نہیں رہ سکتی۔ کاش کاش میں نے تب تمہاری بات پہ دھیان دیا ہوتا' تمہیں سمجھنے کی کوشش کی ہوتی تو......"

"مما پلیز چھوڑیں جانے دیں اب کیا فائدہ ان باتوں کا۔" ان کی بھیگی پلکوں پہ اٹکے آنسوؤں کو اپنی پوروں سے صاف کرتی وہ رسانیت سے بھرپور ٹھہری ہوئی آواز میں بولی تو مما جیسے بکھر سی گئیں۔

"نہیں یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے میں مجرم ہوں تمہاری۔" وہ اضطراری کیفیت کے زیر اثر بے ساختہ سسکیں۔

"مما......" حیا نے ان کے ہاتھ تھام کر لبوں سے لگالیے۔ "مت سوچیں مما...... پلیز ٹیک اٹ ایزی' میں

ٹھیک ہوں۔ سب ٹھیک ہوجائے گا اور دیکھیں ہم نے ابھی تک اپنی گڑیا کا نام ہی نہیں رکھا۔" وہ ان کا دھیان بٹانے کی غرض سے بات بدل گئی تو مما نے گہری یاسیت سے اسے دیکھا اور سسکیاں دباتیں تیزی سے اٹھ کر چلیں۔

❁......❁......❁

انیسواں روزہ تھا۔ سارا دن خاصا پُرتپش رہا تھا مگر شام ہوتے ہی فضا میں خنکی محسوس ہونے لگی تھی۔ افطار کے لیے وہ بھی مما بابا کے ساتھ ٹیبل پہ آ بیٹھی تھی گو کہ اس کا روزہ نہیں تھا مگر بابا کہتے تھے اگر افطار کے وقت روزہ داروں کے ساتھ افطار کرلیا جائے تو ثواب ملتا ہے۔ وہ یہی سوچ کر وہاں چلی آئی تھی کچھ مما کی باتوں کا اثر تھا وہ نہیں چاہتی تھی مما اس کی وجہ سے احساس جرم کی اذیت میں مبتلا ہوں۔ مما بابا نے اسے ٹیبل پہ موجود پاکر خوشی کا اظہار کیا۔ افطار کے وقت جب بابا نے دعا کو ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار ہی اس نے بھی اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلائیں اور دل میں بس ایک ہی خواہش دھڑکن بن کر ادھم مچاتی تھی، عادل شیرازی کے اس کی جانب لوٹ آنے کی خواہش سو وہی خواہش کسی بے تاب دعا کا روپ دھار کر لبوں پر مچلی تو ساتھ ہی نوک مژگاں سے کئی ستارے بکھر کر اس کی گلابی شفاف ہتھیلی پہ آ ٹھہرے تھے۔ افطار کے بعد وہ یونہی گھبرائے ہوئے دل سے چھت پہ آ گئی۔ آس پاس کے گھروں کی چھتوں پہ بھی بچے اپنے والدین کے ساتھ موجود چاند دیکھنے کو بے تاب تھے اس کی نگاہیں بھی بھٹک کر آسمان کی بیکراں وسعتوں میں گم ہوگئی تھیں۔

"حیا......" بھاری بھرکم آواز مخصوص سی شناسائی سے اس کی سماعتوں میں اتری مگر وہ جیسے یقین کرنے میں متامل رہی تھی۔

"حیا......" پکار میں کچھ اور بھی شدت آئی اور وہ قدم بڑھا کر بالکل اس کے سامنے آن رکا وائٹ کلف دار کرتا شلوار میں تمام تر وجاہت سے وہ اسے اپنی بصارتوں کا دھوکہ محسوس ہوا تھا۔ عادل اس کے لب کانپے اور سرسراتی آواز ہوا کے سنگ بکھر گئی۔

"حیا اگر صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو کیا اسے معاف نہیں کردینا چاہیے۔" ایک قدم مزید بڑھا کر اس کے بالکل نزدیک آنے کے بعد اس نے اپنے مضبوط ہاتھ حیا کے کندھوں پہ رکھ کر اتنی آہستگی سے کہا کہ وہ بامشکل سن پائی وہ ابھی تک جیسے غیر یقینی کے حصار میں تھی۔ "میں کتنا بدنصیب ہوں، میں محبت جیسے انمول جذبے کی قدر نہ کرسکا میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی تھیں مگر اب یقیناً میری حرکتوں کی وجہ سے تم مجھ سے نفرت کرتی ہوگی اور تمہیں کرنا بھی چاہیے...... پر اس حیا میں وہی فیصلہ کروں گا جو تم چاہوگی لیکن اس سے پہلے میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، کچھ ایسا جو پہلے کبھی نہیں کہا۔" وہ اس کی ساکن پلکوں کو بغور تکتا ہوا انتہائی ملائمت سے کہہ رہا تھا۔

"حیا اس سے پہلے کہ تم مجھے کوئی بھی اپنا سنگین فیصلہ سناؤ میں...... میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں کب سے پتہ نہیں، شاید اپنی شادی کی اولین رات سے اس رات کی پہلی ساعت سے مگر میں اس محبت کو سمجھ نہیں پایا اور جب جانا تو خائف سا ہوگیا، یہی سوچ کر کہ میں تم سے اظہار کیونکر کروں کیسے جبکہ میں نے تو کیا کچھ نہ کہہ دیا تھا تمہیں، اسی ایک اظہار کی وجہ سے حیا میں ہر روز حوصلہ مجتمع کرتا اور تمہارے سامنے آتے ہی جیسے ہار سا جاتا اس کے ہاتھ اس کے شانوں سے ہوکر نازک وجود کے گرد حمائل ہوگئے اس کا چہرہ حیا کے ریشمی سیاہ بالوں میں چھپ سا گیا تھا۔

"میں دل پہ بوجھ لیے پھرتا رہا ہوں اب ہار گیا ہوں، مجھے کہنے دو حیا آئی لو یو...... آئی لو یو حیا۔" اس کی آواز بوجھل سرگوشی میں ڈھل گئی جبکہ حیا تو جیسے اس کے حصار میں قید بالکل گم صم کھڑی تھی۔ یقین نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا، وہ خود اسے یقین دلا رہا تھا مگر وہ بجائے خوش ہونے کے بکھر سی گئی۔ اس کی ہر زیادتی ایک ایک کرکے یاد آتی گئی، وہ بے نیازی، تیکھاپن، وہ سسک سسک کر اسے

گنواتی چلی گئی‘ روتی رہی...... عادل اس کی ہر بات خاموشی سے سنتا رہا‘ اس کے چپ ہونے پر اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا۔

”فرحت شاہ کا ایک قطعہ سنو گی۔“ حیا کو اس پہ غصہ آیا یہ اس کی بات کا جواب تھا بھلا جبکہ وہ مسکراتا ہوا گنگنانے لگا۔

اپنا پن بھی اسی انجانے پن میں ہے
سارا علم اسی دیوانے پن میں ہے
یہ جو میں تم سے انجان بنا پھرتا ہوں
ساری بات اسی انجانے پن میں ہے

”اب بتاؤ ناراضگی ختم ہوئی۔“ وہ اس کی سرخ ہوتی ناک دبا کر بولا تو حیا نے خفیف سی مسکراہٹ سے سر جھکا لیا۔

”آنٹی بتا رہی تھیں تم نے عید کے لیے بالکل شاپنگ نہیں کی۔ جلدی تیار ہوجاؤ‘ آج تمہیں اپنی پسند سے مہندی لگواؤں گا اور چوڑیاں تو خود پہناؤں گا اور......“

”اور کیا؟“ وہ جو بہت دھیان سے اسے سن رہی تھی چونکی۔

”اور بہت پیار سے دلہن بناؤں گا۔“ اس کے شوخ معنی خیزی سے بھرپور جملے نے اسے بری طرح بلش کردیا۔ جب ہی اس کی گرفت سے ہاتھ چھڑاتی تیزی سے نیچے چلی گئی۔

❁......❁......❁

”تم نے اب تک بچی کا نام نہیں رکھا‘ کوئی خاص وجہ؟“ وہ لوگ شاپنگ سے واپس آرہے تھے‘ حیا کی مرمریں کلائیوں میں سرخ اور نیلی شعاعیں بکھیرتی چوڑیاں کھنک رہی تھیں اور چہرے پہ بے پناہ آسودگی جب عادل نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے بالکل اچانک اسے دیکھا۔

”جی وہ دراصل مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا نام رکھوں‘ ویسے بھی میں چاہتی تھی آپ اس کا نام رکھیں۔“

”ہوں۔“ عادل نے ہنکارا بھرا کچھ لمحے سوچتا رہا پھر اسے دیکھ کر بولا تھا ”حجاب...... حجاب نام کیسا ہے۔“

”حجاب......!“ حیا کے چہرے پہ تاریک سایہ لہرایا۔ ”نہیں کوئی اور نام رکھ دیں۔“ اگلے ہی لمحے وہ رخ پھیرتی ہوئی آہستگی سے کہتی عادل شیرازی کو عجیب سے مجرمانہ احساس سے دوچار کرگئی‘ کچھ دیر تک دونوں کے درمیان تکلیف دہ خاموشی کا وقفہ رہا۔

”حیا آئی تھنک تم مجھے دل سے معاف نہیں کرسکیں۔“

”نہیں ایسی بات تو نہیں۔“ وہ آہستگی سے بولی۔

”تو پھر......“

”بس یونہی۔“ وہ جبراً مسکرائی تو عادل نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

”مجھے احساس ہوگیا ہے کہ میں ہی غلط تھا......“

”عادل میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔“ اسے شرمندہ دیکھنا حیا کو اچھا نہ لگا تو تیزی سے بات کاٹی۔

”تو پھر ہماری بیٹی کا نام حجاب ہی ہوگا ڈن۔“ وہ مسکرا دی۔ تب عادل مطمئن ہوا۔ عادل مسلسل اچھے دنوں کی سہانی باتیں کرتا رہا اور وہ خوش بھی تھی مگر یہ بھی سوچ رہی تھی کہ بلاشبہ اس نے بھی غلطی کی تھی۔ ایک مشرقی اور مسلمان حیادار لڑکی کو بہرحال یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی غیر مرد سے یوں بے باکانہ اظہار کرتی پھرے۔ اسے یہ بات دیر سے سمجھ آئی تھی مگر آتو گئی تھی۔ اب عادل نے اپنی بیٹی کا نام حجاب رکھا تھا تو اس پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ اس کی تربیت کے ساتھ ساتھ اس کے نام کا بھرپور عکس اس کی شخصیت میں بھر دے۔ عادل نے اسے کچھ کہا پھر اسے دیکھ کر مسکرایا گو کہ اسے اس کی بات سمجھ نہیں آئی تھی مگر اس نے اس کی مسکراہٹ کا ساتھ ضرور دیا کہ وہ جان گئی تھی اللہ نے غم کی اندھیری رات کے بعد خوشیوں کا سورج طلوع کردیا‘ یہ عید اس کے لیے البیلی خواہشوں کی نوید لائی تھی۔

تیرے سنگ پیا

سویرا فلک

"مبارک ہو بھئی بہت بہت۔" انیسہ بیگم نے اپنی چھوٹی بہن رفعت کو گلے لگاتے ہوئے کہا تو وہ خوش دلی سے بولیں۔

"آپ کو بھی بہت بہت مبارک ہو آپا۔"

"خالہ ویسے ہماری عنایا تو بڑی قسمت والی نکلی' ٹھیک کہتے ہیں جب دینے والا دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔" یہ عمارہ تھی انیسہ بیگم کی سب سے بڑی بیٹی۔

"بس بیٹا..... اللہ کا کرم ہے میں تو اپنے مولا کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے' تم منہ تو میٹھا کرو۔" رفعت نے ٹیبل پر رکھی مٹھائی کی پلیٹ ہاتھ میں اٹھا کر سامنے بیٹھی بہن اور بھانجی کی طرف بڑھائی تو دونوں نے ایک ایک گلاب جامن اٹھالی۔

"ویسے رفعت اب تو وقت بہت کم رہ گیا ہے۔" انیسہ بیگم نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بہن سے کہا۔

"ہاں آپا..... ویسے کافی تیاری تو میں نے پہلے سے کر رکھی ہے' کپڑوں کا مسئلہ ہے تو میں نے عنایا سے کہا ہے کہ ریڈی میڈ لے لے آپ کو پتہ ہے ویسے بھی اسے ٹیلروں کی سلائی پسند نہیں آتی' اسے تو جدید تراش خراش کے ملبوسات چاہئیں' سو عمارہ ہی کے ساتھ بوتیک چلی جائے اور اپنے من پسند کپڑے خرید لائے' مجھ سے تو نہیں پھرا جاتا دربدر بازاروں میں' ایک یہ گھٹنوں کا درد اوپر سے گرمی اور حبس۔" رفعت بیگم نے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو عمارہ اٹھ کر ان کے پہلو میں آ بیٹھی۔

"ارے خالہ جان..... آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں' میں ہوں ناں اور باقی بھی جو کام ہیں سب مل جل کر دیکھ لیں گے آپ بالکل فکر مت کریں۔"

"جیتی رہو بیٹا..... اللہ تمہیں آباد رکھے۔" رفعت بھانجی کی تابعداری پر نہال ہوگئیں اور اس کا ماتھا چوم ڈالا تو وہ سرشار ہو کر بولی۔

"اچھا یہ بتائیں عنایہ کہاں ہے؟ وہ تو لگتا ہے ابھی سے مایوں کا جوڑا پہن کر بیٹھ گئی ہے۔"

"بیٹا کل وہ لوگ بات پکی کر کے گئے تو ہمیں بھی سونے میں دیر ہوگئی۔ رات دیر سے سوئی اٹھایا تھا میں نے پر اٹھی نہیں۔ اب تم ہی جا کر جگاؤ' تمہاری آواز سن کر ضرور اٹھ بیٹھے گی۔" رفعت نے کہا تو عمارہ "جی ٹھیک ہے" کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

❀......❀......❀

"محترمہ عنایہ صاحبہ..... اگر آپ کی نازک طبیعت پر گراں نہ گزرے' مزاج برہم نہ ہو تو خواب خرگوش کے مزے لینا بند کریں اور جیتی جاگتی دنیا میں واپس قدم رنجا فرمائیں۔" عمارہ نے عنایہ کے سر تک تنی چادر کو زبردستی کھینچتے ہوئے کہا۔

"اُف اللہ آپی..... سونے دیں ناں' تین بجے تو میں سوئی ہوں اور آپ دس بجے ہی اٹھانے آگئیں۔" عنایہ نے برا سا منہ بنایا اور تکیہ میں منہ دیا تو اب کہ عمارہ نے اس کے بازو میں چٹکی کاٹ کر کہا۔

"او ہو ابھی محترمہ نے دلہن کا جوڑا بھی نہیں پہنا اور نخرے شروع۔"

"اوئی اللہ آپی..... میں ایسی نہیں ہوں آپ کو پتا ہے۔" آخر اس وار کے بعد عنایہ بازو سہلاتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"گڈ گرل..... چلو اب شروع ہو جاؤ جلدی سے تفصیل بتاؤ کون ہیں موصوف' تصویر تو ہوگی وائس ایپ پر فٹافٹ ہونے والے بہنوئی کا دیدار کرادو۔" عمارہ نے گویا حکم صادر کیا اور عنایہ کو اس کی مانتے ہی بن پڑی کیونکہ گھر میں اسی کے پاس وائس ایپ تھا' چھوٹا بھائی عامر نویں میں تھا تو اسے اسمارٹ فون رکھنے کی اجازت نہ تھی' باقی انیسہ بیگم اور ان کے شوہر واصف خود ہی ان جھملوں سے دور

تھے کہ اس عمر میں کون یہ نت نئے فنکشنز والے موبائل فون استعمال کرنا سیکھے۔ ایسے میں واٹس اپ وغیرہ کے حوالے سے ہونے والی تمام سرگرمیاں عنایہ کے فون سے ہی ہوتی تھیں سو اول تو بہانہ گھڑنا عبث تھا' دوم خود عنایہ نے کب عمارہ سے کچھ چھپایا تھا۔

عمارہ عنایہ سے پورے چھ سال بڑی تھی خود اس کا دو سال پہلے نکاح ہوا تھا اور اب سال بھر بعد رخصتی طے تھی۔ عمارہ بھی اپنی اور حماد کی ہر بات ہی اس سے شیئر کرتی تھی اور عنایہ اسے خوب چھیڑتی تھی اور اب عمارہ کی باری تھی عنایہ کو تنگ کرنے کی' سو عنایہ کو بھی شرماتے لجاتے ہونے والے شوہر نامدار عاشر کا دیدار کرواتے ہی بنی جسے دیکھ کر عمارہ کے ہونٹوں سے بے اختیار ہی ''ماشاء اللہ'' نکل گیا۔ متناسب خدوخال' گندمی رنگت اور فرنچ داڑھی کے ہمراہ جاذب نظر نوجوان واقعی ہر لحاظ سے ڈیشنگ کہلائے جانے کے لائق تھا۔ اوپر سے اعلیٰ تعلیم اور حسب و نسب کے ساتھ کینیڈین نیشنلٹی نے تو گویا اس کی شخصیت کو الگ ہی چارم بخش دیا تھا کیونکہ ویسے بھی ہمارے ہاں بیرون ملک مقیم لوگوں سے خاصے متاثر ہوتے ہیں۔ عنایہ کا رشتہ بھی اس طرح باہر طے ہو جانے پر سب ہی عنایہ کو خوش قسمت قرار دے رہے تھے' خود عنایہ بھی گویا ہواؤں میں اڑ رہی تھی' شومئی قسمت اسے عاشر نے خود اپنے کسی کزن کی شادی کی تصویروں میں دیکھ کر پسند کیا تھا۔ جہاں عنایہ بطور مہمان مدعو تھی اور واقعی جب قسمت کھلتی ہے تو راہیں ہموار ہوتی ہی چلی جاتی ہیں محض ایک ماہ بعد ہی نکاح ہونا طے پایا تھا تاکہ عاشر جلد از جلد عنایہ کے ویزے کے لیے اپلائی کر سکے۔

❀......❀......❀
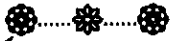
ایک ماہ تیاریوں میں ہی یوں پر لگا کر گزرا کہ عنایہ کو آنے والے لمحوں کے سبب دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور وہ عاشر کے پہلو میں لا کر بٹھا دی گئی۔ ریڈ اور آف وائٹ کے انتہائی خوب صورت کامبینیشن کے اسٹائلش کٹ کے برائیڈل سوٹ میں' ماہر بیوٹیشن کے ہاتھوں تیار ہوئی عنایہ کا رنگ و روپ اور بھی دلکش ہو گیا تھا۔ دوسری جانب آف وائٹ شیروانی اور کلے میں عاشر بھی کسی شہزادے سے کم نہ دکھ رہا تھا۔ سب ہی دونوں کی بلائیں اتارتے ہوئے نظر بد سے محفوظ رہنے کی دعا دے رہے تھے' ایسے میں کھانے کا دور شروع ہوا' مہمان اِدھر اُدھر ہوئے تو عاشر نے اپنا رخ مکمل طور پر عنایہ کی طرف موڑا۔ عنایہ نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا سب ہی کھانے کی طرف متوجہ تھے مگر وہ عاشر کی تپتی نگاہوں کی تاب نہ لا پا رہی تھی سو اس نے شرمیلی مسکراہٹ کے تحت گردن جھکا لی' تب عاشر نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''کب تک بھاگو گی' جلدی تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا تاکہ میں دل بھر کر تمہیں دیکھ سکوں اور حالِ دل کہہ سکوں۔'' عاشر کے چہرے پر پھیلی شرارتی اور ذومعنی مسکراہٹ نے ایک بار پھر عنایہ کو نگاہیں چرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

❀......❀......❀

اور پھر جانے عاشر کے جذبے صادق تھے یا عنایہ ہی

قسمت کی دھنی تھی کہ محض ایک سال سے بھی پہلے عنایہ کو کینیڈین ویزا مل گیا۔ وہ بہت خوش تھی بلکہ اس کی خوشی یہ سوچ کر بھی دگنی ہوئی جارہی تھی کہ ایک تو وہ اپنے شریک حیات کے پاس جارہی تھی دوسرا یہ کہ وہ نکاح کے بعد اپنی پہلی عید عاشر کے ساتھ منانے والی تھی۔ عاشر بھی خوش تھا کہ عنایہ رمضان المبارک سے قبل ہی پہنچ رہی ہے تو ایسے میں اسے کئی برسوں سے سحری اور افطاری کی تیاریوں میں جن دشواریوں کا سامنا تھا وہ دور ہوجائیں گی اور دوسرا دیار غیر میں روکھی پھیکی گزرتی عید اب عنایہ کے ہمراہ خوشگوار اور بھرپور گزرے گی۔

پھر عنایہ کو دعاؤں کے سائے میں رخصت کردیا گیا اور آخر کار طویل مسافت طے کرنے کے بعد عنایہ عاشر کے پاس پہنچ گئی۔ گھر پہنچ کر عاشر کے دروازہ کھولنے پر عنایہ کا استقبال گلاب کی پتیوں کی راہ گزر نے کیا۔ عاشر نے دروازے سے لے کر بیڈ روم تک فرش گلاب کی پتیوں سے سجایا تھا' جن پر اب عنایہ عاشر کا ہاتھ پکڑے آہستگی سے سہج سہج کر قدم رکھ رہی تھی۔ عاشر نے اسے بیڈ روم میں گول محرابی بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود باہر چلا گیا۔ عنایہ نے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا' کمرے میں جابجا پھولوں کے بکے رکھے ہوئے تھے' بیڈ کے دائیں جانب قد آدم ڈریسنگ ٹیبل تھی جس پر چند پرفیومز اور لوشن سلیقے سے رکھے ہوئے تھے' بائیں جانب کھڑکی تھی جس پر خوب صورت اور نفیس پردے ڈلے ہوئے تھے۔ وہ دل ہی دل میں عاشر کی نفیس طبیعت اور عمدہ ذوق کو داد دیے بغیر نہ رہ سکی۔ اسی اثناء میں کمرے کا دروازہ کھلا اور عاشر ہاتھ میں ٹرے پکڑے اندر آگیا اور ٹرے لاکر عنایہ کے سامنے رکھ دی جو کافی سینڈوچز اور کیک کے لوازمات سے پُر تھی' وہ شرمندہ ہونے لگی۔

''آپ نے مجھے مہمان ہی سمجھ لیا' مجھے کہتے میں بنا دیتی۔''

''ابھی تو تم مہمان ہی ہو' اس گھر اور میرے دل کی' تمہیں تمہاری منہ دکھائی تو سونپ دوں پھر گھر بھی سونپ دوں گا۔'' عاشر نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تو وہ عاشر کا مطلب سمجھتے ہوئے بری طرح شرما گئی اور چہرہ حنائی ہاتھوں میں چھپالیا اور کمرہ عاشر کے قہقہے سے گونج اٹھا۔

❀......❀......❀

ایک دو دن تو عنایہ نے سفر کی تھکان اتارنے کی غرض سے گھر میں ہی گزارے پھر اس کے اندر کی خواہش بیدار ہوئی اور یہ خیال بھی آیا کہ عاشر کی چھٹیاں بھی ختم ہوجائیں گی سو اس نے عاشر سے کینیڈا کے تفریحی مقامات کو دیکھنے کی فرمائش کردی۔

''جو حکم ملکہ عالیہ...... آپ بس اپنی خواہشات بتاتی جائیں بندہ ان کو پورا کرنے کی تمام تر کوششیں بروئے کار لائے گا۔ چلیں آپ تیار ہوجائیں میں بھی فریش ہوجاؤں بس پھر نکلتے ہیں بلکہ آج ڈنر بھی باہر کریں گے۔'' عاشر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکایا تو وہ سرشار ہوگئی' عورت کو اور کیا چاہیے ہوتا ہے شوہر کی توجہ اور محبت اس کے اندر جینے کا احساس دوچند کردیتی ہے۔

''تھینک یو عاشر...... آپ بہت اچھے ہیں۔'' اس نے شرما کر کہا تو عاشر ہنس دیا۔

''آئی نو مائی ڈیئر وائف...... چلو اب تیار ہوجاؤ۔'' عاشر یہ کہہ کر کمرے سے باہر ٹی وی لاؤنج میں چلا گیا۔ عنایہ نے آتشی رنگ کا بے حد دلکش ٹاپ اور اس کے ہمراہ ایمبوسڈ بلیک ٹائٹس نکالا جو وہ خاص طور پر یہاں پہننے کے لیے خرید کر لائی تھی۔ اس کے ہمراہ بلیک مالا اور بریسلیٹ نکال کر اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا پھر شاور لے کر لباس تبدیل کرکے اس نے بالوں کو آئرن کیا۔ لائٹ سوفٹ میک اپ کرکے' جیولری پہن کر اس نے بلیک ویلوٹ اسکارف گردن میں ٹائی کی شکل میں باندھ لیا اور پھر خود کو پرفیوم میں بسا کر ہائی ہیلز پہن کر وہ باہر لاؤنج میں چلی آئی۔

''میں تیار ہوگئی' چلیں۔'' اس نے ٹی وی دیکھتے عاشر سے کہا تو اس نے چونک کر سر گھمایا اور عنایہ کو دیکھا تو دیکھتا

چلا گیا جس پر عنایہ جھینپ گئی۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟ آپ تو تیار بھی نہیں ہوئے ابھی تک' چلیں ناں۔"

"عنایہ پلیز یہ ڈریس چینج کرو' کوئی ڈھنگ کا لباس نہیں تمہارے پاس مطلب شلوار قمیص وغیرہ۔ دیکھو باہر سب غیر مرد ہوتے ہیں اور پھر یہ تو ویسے ہی غیر مسلموں کا معاشرہ ہے میں اپنی بیوی کو ایسے تو نہیں باہر لے کر جاسکتا۔" عاشر کا بدلا لب ولہجہ عنایہ کو بری طرح چونکا گیا۔

"تو کیا عاشر روایتی مرد ہے؟" وہ سوچنے پر مجبور ہوگئی۔

"عنایہ تم چینج کرو جب تک میں فریش ہوکر آتا ہوں اس نے عنایہ کے چہرے کے بدلتے رنگوں کا نوٹس لیے بغیر کہا اور خود لاؤنج سے باہر چلا گیا۔ عنایہ نے بھی اپنے بے جان قدموں کو گھسیٹا اور نہایت بددلی سے آف وائٹ کلر کا پلازو اور ہم رنگ کام والی کرتی نکال کر پہن لی اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ عاشر نہا کر باہر آیا اور آئینہ کے سامنے بال بناتے ہوئے عنایہ کے جھانکتے عکس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں تم ایک عبایہ لے لو' ہم رمضان کی گروسری کرنے جائیں گے تو یاد دلانا۔"

"اُف عبایا......" عنایہ نے کڑھتے دل سے اس کی طرف نگاہ کی' وائٹ ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں وہ اچھا خاصا اسمارٹ دکھ رہا تھا۔ عنایہ اس کی ڈریسنگ سے بھی بہت متاثر تھی اور اب وہ حیرت میں تھی کہ وہ باہر رہ کر بھی ایسی دقیانوسی سوچ کا مالک ہے جبکہ اس نے کینیڈا میں شادی کا سن کر ہی خصوصاً ہنی مون پیریڈ کے لیے ویسٹرن ڈریسز خریدے تھے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ رفعت کے اصرار پر اس نے کچھ مشرقی جوڑے بھی رکھ لیے تھے کہ مبادا عاشر کے دوست احباب کی جانب سے دی گئی دعوتوں میں ان کی ضرورت پڑ جائے تو کیا عاشر اسے قید کردے گا؟ اسے سوچ سوچ کر وحشت ہونے لگی کہ عاشر لبرل ازم کا قائل نہیں۔

"چلیں؟" عاشر نے کندھوں پر جیکٹ ڈال کہا تو وہ جو بدستور انگلی میں پہنی رنگ گھمانے میں مصروف تھی' اثبات

میں سر ہلاتے ہوئے کھڑی ہوگئی اب کہ اس نے دوپٹہ گلے کے بجائے سر پر لپیٹ رکھا تھا۔ عاشر نے گاڑی کی چابیاں اٹھا کر بیرونی دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔ عنایہ نے بھی اس کی پیروی کی مگر اس کا پہلے والا جوش و خروش جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

❁......❁......❁
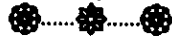
اس دن کے بعد سے اس نے خود سے عاشر سے کہیں جانے کی خواہش ظاہر نہیں کی البتہ عاشر خود اسے تین چار بہترین مقامات پر لے گیا تھا۔ عاشر کی چھٹیاں ختم ہونے کو تھیں اور رمضان کریم بھی شروع ہونے والے تھے لہٰذا ایک ہفتے قبل وہ عنایہ کو لے کر ڈیپارٹمنٹل اسٹور چلا آیا۔

”عنایہ...... اب تک تو جیسے تیسے زندگی گزر رہی تھی‘ اب تم آ گئی ہو کچن کا چارج بھی تمہارے ہی حوالے ہے‘ دیکھ لو جو ضروری سمجھو جو دل چاہے خرید لو۔ اب ہم عید کے قریب آئیں گے۔“ عاشر نے کہہ کر ٹرالی اس کی جانب بڑھائی تو عنایہ نے مسکراتے ہوئے ٹرالی تھام لی اور عاشر کی ہمراہی میں آہستہ آہستہ قدم بڑھانا شروع کر دیئے۔ اسے کوکنگ کا شوق بھی تھا اور کورسز وغیرہ کر کے اپنی صلاحیتوں کو نکھار بھی لیا تھا سو اس نے کافی چیزیں خرید لیں‘ عاشر نے بھی کوئی روک ٹوک نہیں کی۔

گھر آ کر اس نے کچن میں سارا سامان سیٹ کیا پھر عاشر کسی کام سے چلا گیا تو اس نے عادت کے مطابق پندرہ دن کا سحر و افطار کا مینو پلان کر لیا۔ اگلی صبح عاشر نے آفس جوائن کر لیا تو عنایہ نے کئی اقسام کی چٹنیاں بنائیں‘ چھولے ابال لیے اور ساتھ قیمے کے سموسے اور چائنیز رول بنا کر فریز کر دیئے۔ عاشر اس کی مہارت اور لگن دیکھ کر بہت خوش اور متاثر ہوا تھا۔

دوسرے دن چاند رات تھی‘ عاشر نے آفس جانے سے پہلے اسے یاد دلایا کہ وہ تراویح کے لیے کپڑے تیار رکھے‘ عنایہ نے اس کے جاتے ہی اس کے کپڑے پریس کر کے رکھے پھر سحری کے لیے ورقی پراٹھوں کا آٹا گوندھ کر رکھ دیا‘ ساتھ میں شامی کباب کا گوشت چڑھایا اور قیمہ میں مصالحہ لگا کر میرینیٹ کر دیا۔ مغرب کے کچھ دیر بعد ہی رمضان کریم کا چاند نظر آنے کی تصدیق ہوگئی تو عاشر تراویح کے لیے نکل گیا۔ جب عاشر آیا تو وہ سونے لیٹ چکی تھی عاشر بھی جلد سو گیا۔ صبح الارم پر عاشر نے اسے جگایا تو اس نے جلدی سے بال سمیٹ کر کیچر میں مقید کیے اور کچن میں چلی آئی۔ دو آدمیوں کی سحری ہی کیا تھی‘ پراٹھے بیلتے بیلتے اس نے قیمہ بھونا اور پراٹھے اتار کر چائے پکائی اور پھر دودھ پھینٹی‘ قیمہ پراٹھے اور چائے لے کر وہ کمرے میں آئی تو عاشر نے قرآن پاک پڑھ لیا تھا۔ کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔ عنایہ نے ٹی وی آن کر لیا جہاں پاکستانی چینل پر سحری ٹائم چل رہا تھا‘ ٹی وی دیکھتے دیکھتے دونوں نے سحری ختم کی۔ عاشر نماز کے لیے باہر نکل گیا اور وہ برتن سمیٹ کر کچن میں چلی آئی۔ برتن دھو کر وہ لیٹ گئی جب اس کی آنکھ کھلی تو بارہ بج رہے تھے‘ عاشر آفس جا چکا تھا اس نے کسلمندی سے آنکھیں کھولیں پھر ٹی وی آن کر لیا۔ کوکنگ شو میں خاتون کوکنگ ایکسپرٹ نئے طریقے کے پکوڑے بنانا سکھا رہی تھی‘ اس نے ریسپی نوٹ کی اٹھ کر شاور لیا اور کچن میں چلی آئی۔ کوکنگ شو والے پکوڑے بنانے کے اجزاء نکالے‘ بیسن گھولا‘ چھولے کی چاٹ اور فروٹ تیار کی اور باہر آ گئی۔

عاشر کے آنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا وہ پھر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی اب افطار ٹرانس میشن شروع ہو چکی تھیں‘ اپنے ملک کا چینل دیکھ کر خود کو انہی لوگوں کے درمیان محسوس کر رہی تھی اس کی آنکھیں بھی اپنے لوگوں کو یاد کر کے نم ہونے لگی تھیں۔ اتنے میں عاشر آ گیا افطار میں آدھا گھنٹہ باقی تھا‘ عاشر نے یونہی آنکھیں موند لیں۔ وہ کچن میں آ گئی اور سموسے رول اور پکوڑے فرائی کرنے لگی اور پھر افطار سے چند منٹ قبل اس نے ٹیبل پر سارا سامان سیٹ کیا عاشر کو آواز دی اور ٹی وی کھول لیا تا کہ افطار ٹائمنگ کا صحیح اندازہ بھی ہوتا رہے۔ عاشر وضو کر کے آیا اور ٹی وی کی آواز بند کر دی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے‘ عنایہ نے بھی اس کی پیروی کی۔ اذان کی آواز پر روزہ افطار

کرتے فروٹ چاٹ اور شربت کے گلاس پر ہی اکتفا کیا تو عنایہ نے سموسے اور رول کی پلیٹ اس کی طرح بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ تو چکھا ہی نہیں' افطاری بھی اتنی سی کی ہے کیا اچھی نہیں بنی؟"

"ارے نہیں یار...... بس میں اتنا ہی کھاتا ہوں ورنہ تراویح میں مشکل ہوتی ہے اور عنایہ ہم دو ہی تو افراد ہیں تمہیں روزانہ اتنی افطاری کا تردد کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں بلاوجہ وقت اور چیزیں دونوں ضائع ہوں گی' افطار کے نام پر اسراف ویسے بھی غلط ہے۔ بس فروٹ چاٹ کے ساتھ کوئی ایک آئٹم رکھا کرو البتہ روز کچھ نیا بنانا چاہو تو اچھا ہے کیونکہ ذائقہ ہے تمہارے ہاتھ میں۔ بہر حال اپنی توانائی اور وقت اس ماہ عبادت کو دو کیونکہ سحر و افطار کے اہتمام کی طرح ہم یہ بھی تو سارا سال نہیں کرتے۔ میں نماز کے لیے جارہا ہوں تم بھی پڑھ لو۔" عاشر نے ٹی وی آف کیا اور جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر جمائی اور کھڑا ہوگیا۔ عنایہ ہونٹ بھینچتے ہوئے برتن سمیٹنے لگی' برتن کچن میں رکھ کر اس نے نماز پڑھی۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہی جانے کیوں اسے رونا آ گیا اور اس کے رخسار بے اختیار بھیگتے چلے گئے' دس پندرہ منٹ بعد جب دل ہلکا ہوا تو چائے کی طلب ہوئی۔ اس نے چائے کا پانی رکھا تو عاشر بھی آ گیا' دونوں نے چائے پی۔ عاشر نے اس کا موبائل لے کر سم نکالی پھر جیب سے دوسری سم نکال کر لگائی اور موبائل بند کر کے واپس عنایہ کے پاس رکھ دیا۔

"اب تم آرام سے پاکستان ڈائریکٹ بھی کال کرسکتی ہو میں نے کارڈ لوڈ کردیا ہے۔" عاشر نے آنکھیں موند لیں۔ عنایہ نے گھونٹ گھونٹ سر جھکائے چائے حلق سے اتاری اور اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کتنے روپ ہیں اس شخص کے۔" اس کے دل سے صدا اٹھی وہ اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔ برتن دھو کر صبح کا آٹا گوندھ کر فارغ ہوئی تو عشاء ہوگئی تھی۔ عاشر نماز اور تراویح کے لیے نکل گیا اس نے بھی وضو کر کے نماز پڑھی پھر موبائل اٹھایا اور رفعت کو کال کی۔ وہ بیٹی کی آواز سن کر نہال ہوگئیں' خیر خیریت کے بعد رفعت نے بتایا کہ عمارہ بھی آئی ہوئی ہے اور پھر انہوں نے موبائل عمارہ کو دے دیا اور خود نماز پڑھنے چلی گئیں کیونکہ دواؤں کے سبب انہیں جلد نیند آجاتی تھی' عمارہ نے فون سنبھالتے ہی اس کی خبر لی۔

"بڑی بے وفا نکلیں تم تو لڑکی' جاتے ہی بھول گئیں۔ یہ نہیں کہ اسکائپ یا ایف بی پر ہی رابطہ کرلیتیں' بس پہنچنے کی اطلاع دی اور غائب۔ لگتا ہے عاشر ملنے نہیں دیتا سامنے سے محبوب بیوی کو' کیوں؟" عمارہ کا لہجہ شوخی سے بھرپور تھا مگر نہ چاہتے ہوئے بھی عنایہ کا لہجہ بھیگ گیا۔ اس کی سسکیوں کی آواز عمارہ کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ چونک پڑی اور بری طرح گھبرا گئی۔

"اللہ خیر' کیا ہوا عنایہ' تم ٹھیک تو ہو' کیا عاشر بھائی ٹھیک نہیں تمہارے ساتھ؟ تم خوش ہو یا نہیں اللہ کے لیے بولو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں؟ خدارا بتاؤ تو سہی ورنہ میرا دل بند ہوجائے گا۔" عمارہ تقریباً چیخ پڑی تو عنایہ نے لرزتی آواز میں دل کا حال بیان کردیا۔

"میں خوش نہیں عمارہ آپی...... عاشر تو بہت ہی روایتی سا مرد ہے' وہ سمجھتا ہے کہ اسلام کے بارے میں بس اسے ہی پتا ہے۔ وہ یوں مجھے نماز روزے اور دیگر اسلامی اصولوں کے متعلق یوں سمجھاتا ہے جیسے وہ ہی مسلمان ہے میں تو جیسے غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہوئی ہوں۔ وہ مجھے حجاب پہنانا چاہتا ہے آپ کو معلوم ہے مجھے ایسے دوغلے لوگوں سے کیسی نفرت ہے اگر ایسا ہی ہے تو کیوں رہ رہا ہے غیر مسلم معاشرے میں۔ مجھے تو حجاب پہنانا چاہتا ہے اور خود نیم برہنہ عورتوں کے ساتھ کام کرتا ہے ابھی سے اس نے اپنی مردانہ حاکمیت کا احساس دلانا شروع کردیا ہے' ایسے نہ کرو ویسے نہ کرو' یہ صحیح ہے یہ غلط ہے۔ آپ بتائیں کہ ایسے شخص کے ساتھ زندگی کیسے پُرسکون گزرے گی بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمارا ساتھ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکے گا۔" عنایہ پھر اس ٹکال کر پُرسکون ہوگئی تو عمارہ کی آواز نے اسے پھر لرزا دیا۔

''بھاڑ میں گیا تمہارا خیال' دماغ ٹھکانے پر نہیں ہے شاید تمہارا۔ غضب خدا کا تم نے اچھے بھلے شریف آدمی کی شخصیت کو بگاڑ کر رکھ دیا۔ اپنے تئیں صحیح غلط کا فیصلہ کر لیا' حد ہے عنایہ تم جذباتی تھیں یہ تو مجھے پتا ہے مگر اس حد تک بے وقوف بھی ہو گی مجھے اندازہ نہیں تھا۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپی......! مجھے غلط کہہ رہی ہیں' میں جانتی ہوں جو مجھ پر بیت رہی ہے اور آپ ہیں کہ الٹا مجھے ہی موردِ الزام ٹھہرا رہی ہیں۔'' وہ روہانسی ہونے لگی تو عمارہ کو نرم ہونا پڑا۔

''دیکھو گڑیا...... میں تمہاری دشمن نہیں ہوں مگر سچ پوچھو تو حقیقت میں مجھے تم سے ایسی جذباتی اور نادانی بھری باتوں کی امید نہیں تھی۔ عنایہ' تمہیں تو شکر ادا کرنا چاہیے کہ عاشر غیر مسلم معاشرے میں رہ کر بھی پختہ ایمان والا مرد ہے۔ اگر وہ اکھڑ اور شکی ہوتا تو تمہیں ہم لوگوں سے بھی بات نہ کرنے دیتا' تم اس وقت اکیلی ہو اور موبائل تمہارے ہاتھ میں ہے وہ چاہتا تو تمہیں پابند کرتا کہ تم کال یا فیس بک کے لیے موبائل صرف اس کی موجودگی میں استعمال کرو۔ رہی نماز روزے کی پابندی تو برا نہیں مانو اس کے لیے تو تمہیں خالہ بھی کہتی تھیں۔ پکّی مسلمان مرد کے لیے تو یہ تک حکم ہے کہ وہ تہجد کے لیے اٹھے تو اپنی بیوی کو بھی اٹھائے اگر وہ حاکمانہ ذہنیت کا مالک ہوتا تو یہ باتیں تم سے کرتے وقت اس کا لہجہ دوستانہ یا مدھم نہ ہوتا۔ عنایہ' اگر تم دل و دماغ کو پُرسکون کر کے سوچو تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ تم بدقسمت نہیں خوش قسمت ہو کیونکہ یہ بھی اللہ کا وعدہ ہے کہ پاکیزہ مردوں کے لیے پاکیزہ عورتیں رکھی گئی ہیں تو پاکیزہ عورتوں کے لیے پاکیزہ مرد۔ سوچو اگر عاشر دوسری عورتوں کے چکر میں ہوتا ہے یا خدانخواستہ شراب کی لت میں مبتلا ہوتا تمہیں خود غیر مردوں کی محفل کی زینت بناتا تو کیا تمہارے لیے ایسا عاشر قبول ہوتا؟''

''اللہ نہ کرے آپی...... توبہ استغفار...... کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟'' عنایہ اندر تک دہل اٹھی۔

''اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ صحیح اور غلط کا فیصلہ اپنے نظریے اور سوچ کی بنیاد پر نہیں' قرآن و سنت کے آئینے میں کرو کیونکہ بس یہی وہ پیمانہ ہے جو کھرے کھوٹے کی پہچان کرا سکتا ہے۔ اب میں جا رہی ہوں مجھے بھی نماز پڑھنی ہے' سونا ہے ورنہ پھر صبح آنکھ نہیں کھلے گی' اپنا خیال رکھنا۔'' عمارہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تو عنایہ نے بھی ٹھنڈا سانس لے کر لائن ڈسکنکٹ کر دی۔

❀......❀......❀

اس دن کے بعد سے عنایہ نے اپنے اور عاشر کے درمیان ایک لکیر سی کھینچ لی گو کہ اس سرد جنگ میں وہ اکیلی لڑ رہی تھی کیونکہ عاشر ایک تو آفس' روزے' تراویح کے باعث مصروف اور تھکا تھکا سا تھا اور پھر عنایہ کی خاموشی کو بھی اس نے اسی زاویے سے دیکھا۔ البتہ عنایہ کے طور اطوار میں اس کی مرضی اور پسند کے مطابق تبدیلی اسے اندرونی خوشی اور اطمینان دے رہی تھی۔ عنایہ کی خاموشی عاشر کو سمجھوتہ کرنے والی اور شوہر پرست عورت کا روپ دکھا رہی تھی لیکن سمندر میں تلاطم تو اس وقت برپا ہوا جب چاند رات کو عاشر نے اس سے عید کی شاپنگ کے لیے چلنے کا کہا۔

''مجھے کہیں جانے اور کچھ لینے کی ضرورت نہیں اور نہ آپ کو اس مہربانی کی ضرورت ہے۔ عجیب بہروپئے انسان ہیں آپ مجھے اپنا آپ چھپا کر رکھنے کو بھی کہتے ہیں اور پھر آرائشی لوازمات کے تحائف سے بھی نوازنا چاہتے ہیں۔ میں پوچھ سکتی ہوں آخر اس عنایت کی وجہ کیا ہے' الماری میں بند کرنے کے لیے اور بہت سا سامان ہے جو میں نے بڑے ارمانوں سے لیا تھا' خود تو آپ دنیا کی عورتوں کے درمیان رہتے ہیں' چلتے پھرتے ہیں اور مجھے سات پردوں میں رکھنا چاہتے ہیں۔ بس کر دیجیے عاشر صاحب یہ ڈھونگ رچانا' آپ کی دوغلی سوچ سامنے آ چکی ہے میرے مگر معاف کیجیے میں دوغلی نہیں اور نہ دوغلی زندگی جی سکتی ہوں۔ آپ بس میرے واپس جانے کا انتظام کر دیجیے' آزاد کر دیجیے مجھے اس پنجرے سے۔'' وہ بے تکان' بے لحاظ بول رہی تھی۔ عاشر کچھ لمحے تو چپ چاپ

ستفارہا مگر اس کے آخری جملے پر جیسے اسے کرنٹ لگا قریب تھا کہ وہ اپنا اٹھا ہوا ہاتھ عنایہ کے گال پر جڑ دیتا۔ عنایہ کے لرزتے وجود نے اس کے قدم روک دیئے اور وہ سرخ چہرہ لیے کمرے سے باہر نکل گیا اور جانے کیوں عنایہ بستر پر گر کر سسک پڑی۔

❀......❀......❀
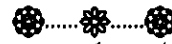
جانے کتنے لمحے بیت گئے وہ یوں ہی چھت کو گھورتی رہی۔ آنسو اب آنکھوں سے نکل کر خشک ہو کر گالوں پر جم سے گئے تھے۔ وہ ساکت تھی کہ موبائل کی رنگ ٹون نے اسے واپس ہوش و حواس کی دنیا میں لا کھڑا کیا۔ اس نے لپک کر سیل اٹھایا' پاکستان سے کال تھی اس نے او کے کا بٹن پریس کر کے کانوں سے لگایا تو عمارہ کی شوخ آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"پہلی چاند رات اور عید بہت مبارک ہو۔" اور وہ چاہ کر بھی جواباً خیر مبارک نہ کہہ پائی اور سسک اٹھی اور پھر عمارہ کے زور دینے پر دل کا حال بھی کہہ ڈالا۔

"یہ تم نے کیا کیا...... میں نے کتنا سمجھایا تھا تمہیں مگر تم نے وہی کیا جو تمہارے ضدی اور خود سر دل و دماغ نے تمہیں سمجھایا۔ تم نے کسی کا بھی خیال نہیں کیا' نہ ہمارا نہ اپنے شریف النفس شوہر کا' نہ عید تہوار اور سب سے بڑھ کر نہ ہی اللہ کے حکم کا۔ تم نے شوہر کی نافرمانی بھی کی اور اس کی عزت و حرمت کا پاس بھی نہیں کیا۔ ٹھیک ہے اگر تمہاری اور ہماری قسمت میں رسوائی اور تکلیف ہے تو یونہی سہی۔"

عمارہ نے فون بند کر دیا مگر اس کا اندر کا سویا ہوا ضمیر جیسے جاگ اٹھا' وہ جھٹکے سے اٹھی واش روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور بال سمیٹ کر کچن میں آ گئی فاففٹ دودھ گرم کر کے اور سویاں فرائی کر کے شیر خرمہ چڑھایا۔ میوے تو وہ کاٹ کر اور خشک کر کے فریز میں رکھتی ہی تھی' گھر کی صفائی بھی صبح ہی ہو جاتی تھی کچھ سوچ کر وہ شیر خرمہ ہلکی آنچ پر رکھ کر کمرے میں آئی اور عاشر کو فون کرنے لگی مگر اس کا فون بند جا رہا تھا۔ ایک' دو' تین...... کئی بار اس نے ٹرائی کی مگر "دیور نمبر از ناٹ رسپانڈنگ" کی اناؤنسمنٹ نے اس کے

اعصاب شل کرنا شروع کردیئے۔
اس نے گھڑی کی طرف نظر کی عاشر کو گئے کافی وقت ہوچکا تھا' اس کا حلق خشک ہونے لگا۔ اس نے کھڑکی کے پردے کھسکا کر باہر دیکھا مگر وہاں کوئی چہل پہل نہیں تھی ظاہر ہے یہ ایک غیر اسلامی ملک تھا یہاں چاند رات کی رونق کا کیا سوال تھا۔ اس کی وحشت دوچند ہوگئی وہ چولہا بند کرکے بستر پر آلیٹی' دل کی دھڑکنوں کا شور بڑھ کر اسے اور ہراساں کررہا تھا۔ سچ ہے انسان ہمیشہ اپنے لیے خود ہی گڑھا کھودتا ہے' خوف وندامت کا ملا جلا احساس اسے اذیت میں مبتلا رہا تھا اس نے خود کو کمبل میں چھپالیا' جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

❀......❀......❀

کانٹوں جیسی چبھن کے احساس نے گویا اس کا قرار و سکون لوٹ لیا اور سوکھتے حلق پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھے پانی کے جگ میں سے گلاس میں پانی ڈالا اور منٹوں میں حلق میں انڈیل دیا۔ بوجھل آنکھوں سے چاروں طرف نظر گھمائی تو خالی پن کے احساس نے اس کا دل اور روح بھی بوجھل کردیئے۔ یکایک کسی خیال کے تحت اس نے تیزی سے نظر وال کلاک کی طرف کی تو صبح کے پانچ بجنے والے تھے اس پر واضح ہوگیا کہ اب یہ تنہائی اس نے عمر بھر بھگتنی ہے اور تنہائی کا احساس بڑا جان لیوا ہوتا ہے اور یہی وہ پل ہوتا ہے جب انسان خود کو اپنی ہی لگائی عدالت میں لا کھڑا کرتا ہے جہاں پر انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے باعزت بری بھی ہوتا ہے اور قید بامشقت کی سزا پاکر اپنی ہی نظروں میں بھی گرجاتا ہے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہورہا تھا۔
اس نے ایک بار پھر موبائل اٹھا کر عاشر کو کال ملائی مگر فون بند ہونے کی اطلاع نے عاشر سے دوری کا احساس دوچند کرکے پشیمانی کا احساس دوچند کردیا۔ اس کے رخسار ایک بار پھر بھیگنے لگے۔ اسی اثناء میں موبائل پر فجر کی اذان کے لیے لگایا الارم بج گیا وہ چپ چاپ موبائل کو تکنے لگی پھر آنکھیں بند کرکے اس نے سر بیڈ کراؤن سے ٹکادیا۔

اذان کی آواز میں اذان کا بجتا الارم اس کے اندر سکون کی لہریں پیدا کررہا تھا' اس کے آنسو تھم گئے اور دھڑکنیں اعتدال پرآنے لگیں۔
''بس وہ پاک ذات ہے جو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے' بس وہ ہے جو سب دیکھتا ہے' سنتا اور جانتا ہے۔'' عنایہ کے دل ودماغ اعتراف کرنے لگے۔ ''واقعی صرف وہی تو ہے جو بندے کی پکار کو ان سنا نہیں کرتا جو ہر وقت اپنے بندے کے پاس رہتا ہے اسے اکیلا نہیں چھوڑتا۔'' اسی اعتراف کے ساتھ وہ نئی توانائی سے اٹھ کھڑی ہوئی' وضو کیا اور رب کے حضور حاضر ہوگئی اور پھر سب کچھ کہہ ڈالا' اعتراف گناہ کرکے معافی بھی مانگ لی اور سکون وراحت بھی طلب کرلی اور اس کی تو شان یہی ہے کہ وہ کسی کو بھی خالی ہاتھ اور بے مراد نہیں لوٹاتا۔ وہ سجدے میں پڑی رہی اور اس کے اندر کا طوفان تھمتا چلا گیا' اسے لگا کہ وہ اب تک بپھری ہوئی موجوں کے حوالے تھی اب کسی نے اسے باحفاظت ساحل پر لا کھڑا کیا ہو وہ خاموشی سے سانسیں بحال کرتی رہی' ایسے میں میں ڈور کھلنے کی آواز آئی تو اس کی سانسیں جیسے بوجھل ہوگئیں۔ قدموں کی چاپ نے اس کی دھڑکنوں کو بھی تقریباً خاموش کردیا اور پھر کندھے پر مانوس لمس پاکر اور ''عنایہ'' کی آواز سن کر گویا اس کے مردہ وجود میں جان پڑگئی وہ جھٹکے سے اٹھی اور تڑپ کر عاشر کے گلے لگ گئی۔
''اللہ کے لیے مجھے یوں تنہائی کی سزا نہ دیں' مجھے معاف کردیں اگر میرا بدتمیز وجود آپ کو گوارا نہیں تو میں ساری عمر آپ کے قدموں میں پڑے رہنے کو تیار ہوں مگر مجھے دوریاں اور جدائی کے زندان میں دفن نہ کریں۔'' وہ عادت کے مطابق جذباتی ہوکر بے تکان بولتی عاشر کی بانہوں میں ڈھے گئی تو عاشر نے تیزی سے اسے اٹھایا اور بستر پر لٹا کر پانی کے چھینٹے اس کے چہرے پر مارے تو اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں' عاشر کو دیکھا اور پھر بری طرح رو پڑی تب عاشر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا' اس کے تڑپتے وجود کو خود سے قریب کیا اور آہستگی

سے بولا۔

"بہت پاگل لڑکی ہو تم' خود ہی فیصلہ کرتی ہو' سناتی ہو اور پھر اس فیصلے سے دستبردار بھی ہو جاتی ہو' عنایہ..... پریکٹیکل زندگی اور شادی ہرگز بھی مذاق نہیں' جذباتی پن اور غصے کی آخری منزل صرف اور صرف پچھتاوا ہے ویسے تو میں تمہیں اتنی آسانی سے چھوڑنے والا تھا نہیں کیونکہ تمہارے بغیر جینے کا تصور ہی میرے لیے محال تھا مگر تمہاری ضد نے میرے اندر کی کشمکش کو اس قدر بڑھا دیا کہ بالآخر مجھے فیصلہ کرنا ہی پڑا مگر میں نے یہ فیصلہ قطعاً جذبات میں آ کر نہیں کیا۔" عاشر سانس لینے کو رکا تو عنایہ نے رکتی سانسوں کے ساتھ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے یونہی بیتے پھر اچانک عاشر کے قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا' عنایہ اسے یوں ہنستا دیکھ کر ہونقوں کی طرح اسے گھورنے لگی تو وہ مشکل خود پر قابو پا کر بولا۔

"یار تم تو ڈری سہمی بھی اتنی پیاری لگتی ہو کہ کون بے وقوف ہوگا جو ہر روپ میں پیاری دکھتی ایسی بیوی کو چھوڑے گا سو میں نے سوچ لیا تھا کہ میں سمجھوتہ کروں گا مگر اب جب آیا ہوں تو تمہارا یہ بدلا روپ دیکھ کر لگ رہا ہے کہ زندگی کے رنگ پھیکے نہیں' بڑے خوب صورت اور خوش رنگ ہوں گے۔" وہ شرارت سے آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا تو وہ شرما اٹھی تب عاشر نے اس کی ٹھوڑی انگلی سے اٹھاتے ہوئے مخمور لہجے میں کہا۔

"سنو الماری میں عید کا جوڑا اور چوڑیاں رکھی ہیں پہلے مجھے میری بیوی کے حسین روپ کا دیدار کروا کر میری عید کرا دو پھر کچھ اور میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔" وہ خاموشی سے اٹھی اور شیر خرمہ ٹرے میں سجا کر اس کے سامنے رکھا۔

"پہلے آپ شیر خرمہ کھا کر نماز پڑھ کر آئیے پھر آپ کی یہ خواہش پوری ہوگی۔ آپ کے کپڑے واش روم میں ریڈی ہیں۔" وہ کسی خیال کے تحت چونک کر اٹھا' جلدی سے واش روم کی طرف بھاگا شاور لے کر کپڑے بدلے اور شیر خرمہ کھا کر عید کی نماز کے لیے نکل گیا' واپس آیا تو حسب خواہش وہ اسے مکمل سولہ سنگھار سے لیس ملی۔ پرپل اور اسکن کلر کے خوب صورت کامدار شیفون کے دوپٹے کو وہ سر پر لپیٹے ہم رنگ چوڑیاں پہنے مکمل مشرقی سراپا میں ڈھلی خوب صورت لگ رہی تھی۔ عاشر نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے اسے خود سے قریب کرلیا۔

"عید مبارک جان عاشر..... گو کہ دل تو نہیں کہ تمہارا یہ روپ آنکھوں سے اوجھل کروں مگر تمہاری خاطر خود پر جبر کر کے تمہاری خواہش کے مطابق تمہیں آؤٹنگ پر لے جانے کے لیے بالکل تیار ہوں بس تھوڑا ناشتا کرا دو' خالی پیٹ ڈرائیونگ نہیں ہوگی۔" اس نے مسکین سی شکل بنا کر لاچاری سے کہا تو شرم سے نظریں جھکائی عنایہ کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"آپ کو اس کی ضرورت بھی نہیں' ناشتا تو خیر تیار ہے مگر ناشتا کرنے کے بعد بھی آپ کو ڈرائیونگ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مجھے باہر نہیں جانا۔ میرا سولہ سنگھار' میرا وقت' میری محبت توجہ سب آپ کے لیے ہے فقط آپ کے لیے۔ میری زندگی کی تمام سانسیں آپ کے سنگ گزریں بس یہی میری خواہش اور یہی میری دعا ہے۔" وہ عاشر کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھ کر سرشاری کے عالم میں سب کہہ گئی اور وہ اس کے چاہت بھرے اقرار پر نہال ہوگیا۔ عید کی خوشیوں کے چاہت بھرے احساس نے دونوں کے دل و جان مسرور کر دیے تھے۔

قسط نمبر 6

گزشتہ قسط کا خلاصہ

چودھری بخت منزہ کو دیکھے بغیر اپنے روم میں چلے جاتے ہیں جب کہ ایک دوسرا شخص منزہ کو پہچان کر اس کے قریب چلا آتا ہے۔ منزہ اسے دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہے جب کہ وہ شخص انوشا اور ماورا کی بابت پوچھتا منزہ کی پریشانی مزید بڑھا دیتا ہے۔ اسی وقت ہاسپٹل میں ایمرجنسی کیس آ جاتا ہے جس سے ہاسپٹل میں رش بڑھ جاتا ہے۔ منزہ اس موقع کا فائدہ اٹھاتی انوشا اور ماورا کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے نکل جاتی ہے۔ وہ شخص منزہ کا پیچھا کرتا ہے۔ شاہ زرشمعون کو گجر پر غصہ ہوتا ہے اور وہ ان سے انتقام لینا چاہتا ہے لیکن اس بات کی اجازت چودھری حشمت کی طرف سے نہیں ہوتی' جب ہی وہ خود پر ضبط کر رہا ہوتا ہے۔ تب ہی ایک لڑکی اس کے پاس آ کر اس سے مدد مانگتی' گجر کے مظالم کے قصے سناتی ہے۔ شاہ زرشمعون حویلی آ کر وہ ساری بات چودھری حشمت کو بتاتا ہے' تب وہ پنچائیت بلانے کا کہتے' شاہ زرشمعون کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ ماورا یونیورسٹی آتی ہے تو کلاس میں اس کے تعارف کے ساتھ ہی ایشان جاہ کو اور اس کے گروپ کو اس کے ٹاپ کرنے کا علم ہو جاتا ہے' ماورا نے اپنے طور پر کوئی مقابلے بازی نہیں کی ہوتی جب کہ ایشان جاہ کو اس کا سرِ فہرست آنا ناگوار گزرتا ہے۔ وہ شخص منزہ کا پیچھا کرتا اس کے گھر تک پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت انوشا اور ماورا اسکول اور کالج گئی ہوتی ہیں۔ وہ شخص منزہ کو ماضی کے حوالے سے ڈراتا اس سے پیسے وصول کرتا چلا جاتا ہے۔ تب منزہ خوفزدہ ہوتی دونوں بیٹیوں کی شادی کے حوالے سے سوچتی صائمہ (ہمسائی) سے رشتے کی بات کرتی ہے۔ پنچائیت میں گجر اور چودھری حشمت میں تلخ کلامی ہو جاتی ہے اور ایسے میں گجر کے آدمی چودھری حشمت پر حملہ کر دیتے ہیں۔ شاہ زرشمعون چودھری حشمت کو بچانے کے چکر میں خود گھائل ہو جاتا ہے' لیکن وہ گجر کے آدمیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ سبحان آفندی عیشال جہانگیر کو کالج لے کر جا رہا ہوتا ہے کہ راستے میں گاڑی خراب ہو جاتی ہے۔ وہ مکینک کو لینے جاتا ہے' تب عیشال جہانگیر کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ گاڑی میں ہی بیٹھ کر اس کا انتظار کرے لیکن واپس آ کر اسے گاڑی میں نا پا کر وہ پریشان ہو جاتا ہے' تب ہی عیشال جہانگیر کی چیخ سنائی دیتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁......❁......❁

عیشال کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ اس کی تلاش میں وہ کافی آگے نکل آیا تھا' آواز کا تعاقب کرتے اسے عیشال جہانگیر نظر آ گئی' بے حد خوف زدہ اور سہمی ہوئی تھی۔

''سبحان......'' اس کے صحت مند چہرے اور کسرتی وجود کو دیکھتے عیشال جہانگیر کے چہرے پر سکون پھیلا تھا۔ اس کا نام پکارتی وہ خوف زدہ نگاہوں سے جنگلی کتوں کو دیکھ رہی تھی۔ جنہوں نے اسے گھیرے میں لیا ہوا تھا کہ وہ ذرا سی بھی حرکت کرے اور وہ سب اس پر ٹوٹ پڑیں۔

سمہان آفندی کے پسٹل نے کئی شعلے اگلے اور گولیوں کی آواز کے ساتھ فضا میں عیشال کی آواز بھی بلند ہوئی تھی۔اس نے بے ساختہ دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ جنگلی کتوں کو دم دبا کر بھاگتے ہی بنی تھی۔

''اوپر کیوں فائر کیے ان خون آشام کتوں پر کرتے ناں۔'' کپڑے جھاڑتے وہ اس تک آئی۔ سمہان آفندی ہاتھ میں پسٹل لیے کھڑا اردگرد پر نظر ڈال رہا تھا۔ فضا میں چیل کوؤں کا شور بھی پھیل گیا تھا۔ حواس بحال ہوتے ہی وہ جرح کرنے لگی۔اس کی چلتی زبان دیکھ کر اطمینان ہوا کہ وہ ''خیر'' سے ہے۔

''کتوں کی بجائے تم پر نا کردیتا...... جب کہا تھا کہ گاڑی کے اندر لاک کرکے بیٹھنا......تو تم یہاں تک کیسے پہنچیں۔'' اس نے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔ ذرا سی دیر میں اس نے کیا کچھ نا سوچ لیا تھا۔ اس کا غصہ دوچند ہوگیا تھا۔ ہر معاملے میں وہ بلا کا ضبط رکھتا تھا' اسے حویلی میں سب سے زیادہ اپنے اعصاب کو قابو میں رکھنا آتا تھا' لیکن واحد عیشال جہانگیر تھی جس کے معاملوں میں وہ خود پر قابو رکھنے سے قاصر رہتا تھا۔

''کیا ہے' بازو کیوں کھینچ رہے ہو۔ میں تو کچے آم توڑنے آئی تھی۔ مجھے کیا خبر تھی یہاں جنگلی کتے بیٹھے ہیں۔'' وہ منہ بسور کر بازو چھڑانے لگی۔

''جانے وہ کون سی گھڑی ہوگی جب تمہیں عقل آئے گی۔'' بازو جھٹک کر اس نے چلنے کا اشارہ کیا۔

''اور مجھے یہاں چھوڑ کر تمہارا نمبر کیوں بزی تھا۔ کال کی تو خبر ملی...... صارف دوسری لائن پر مصروف ہے۔'' وہ تیکھی چتونوں سے گھورنے لگی۔

''شنائیہ کی کال تھی۔'' وہ سادگی سے بتا گیا۔

''یہ شنائیہ جی تمہیں کچھ زیادہ کال نہیں کرتیں؟'' وہ جانے کیوں جیلس ہونے لگی۔

''تمہاری طرح وہ بھی کزن ہیں میری' جس طرح تمہاری وجہ سے دھوپ میں چل رہا ہوں' اسی طرح انہیں بھی مجھ سے کام ہوسکتا ہے' لیکن تم میں عقل ہو جب نا...... نا موقع نا محل اور تم تفتیش کرنے کھڑی ہوگئیں کہ شنائیہ مجھے کال کیوں کرتی ہیں...... اب چلوگی......؟'' اس بے وقت کی راگنی پر وہ ٹھیک ٹھاک تپ گیا تھا تب ہی جھلا کر آگے بڑھنے کا ہاتھ سے اشارہ کیا۔ جس میں پسٹل دبا ہوا تھا۔

''مجھ میں اور شنائیہ جی میں فرق ہے......اوکے۔'' اس کے انداز پر سمہان آفندی ہاتھ سینے پر باندھے۔

''جی مادام......اب چلنے کی گستاخی کریں گی۔''

''ہونہہ...... یہ تم نے کیا عقل کی رٹ لگائی ہوئی ہے۔ الحمدللہ صاحب عقل ہوں۔''

''جی آپ میں کتنی عقل ہے' ابھی ملاحظہ فرمایا میں نے۔ میں نے ذرا دیر کی ہوتی آنے میں تو جنگلی کتوں کا نوالہ بن چکی ہوتی۔'' وہ بھی ساتھ چلنے لگا۔ احتیاطاً پسٹل ہاتھ میں ہی تھا۔

''پچھلی بار بھی تم نے غضب کی پرفارمنس دی تھی اور آج بھی......تم پسٹل چوبیس گھنٹے ساتھ لے کر گھومتے ہو کیا......؟'' اس کی نظریں سمہان آفندی کے ہاتھ میں موجود جدید پسٹل پر تھیں۔

''موسٹلی؟'' اردگرد نظر دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔

''تم اتنے خطرناک انسان ہو' مجھے تو خبر ہی نہیں تھی۔'' اس نے متاثر کن لہجے میں کہا۔

''اب تو خبر ہوگئی ناں' اب بچ کے رہنا' سوچ سمجھ کے بولنا۔'' دونوں باتیں کرتے ہوئے گاڑی کی طرف چل رہے تھے۔

''تمہیں کیا لگتا ہے۔ جدید پسٹل لیے مجھے ڈراؤ گے اور میں چپ کرکے بیٹھ جاؤں گی۔ کوئی نہیں میں اپنی ہی کروں

گی۔کیا کرو گے زیادہ سے زیادہ گولی ہی مارو گے ناں اور تو کچھ کر نہیں سکتے۔" اس کی طرف دیکھتے وہ ازلی ہٹ دھرمی سے بولی۔سبحان آفندی نے بے ساختہ اسے دیکھا۔چادر شاید گاڑی میں رہ گئی تھی۔اس وقت صرف دوپٹا تھا جو سر سے سرک کر کندھوں پر آ گیا تھا۔دوڑ بھاگ میں بال بھی کھل کر بکھر گئے تھے۔اڑتے بالوں اور دھوپ کی تمازت سے گلابی چہرہ لیے وہ باغی تیوروں کے ساتھ بھی اچھی لگ رہی تھی۔

"تم تو ان بے چین روحوں میں سے ہو جو مرنے کے بعد بھی لوگوں کا جینا حرام کر دیں۔میں کوئی پاگل ہوں جو تمہیں مار کر اپنی ساری زندگی برباد کروں' چڑیل بن کر پیچھا ہی لے لینا ہے تم نے میرا۔" مذاق اڑاتا وہ گاڑی تک آیا۔پسٹل ڈیش بورڈ پر رکھتے ہوئے اسے بیٹھنے کو کہا۔

"میں نہیں بیٹھ رہی پہلے تم ٹائر بدلو۔اف......اب تو کلاس کا وقت بھی ہو گیا ہے۔" کلائی میں بندھی رسٹ واچ میں ٹائم دیکھتے وہ منہ بسور گئی۔وہ ٹائر قریب کیے اوزار نکالے ٹائر بدلنے لگا۔دھوپ کی تمازت کو دیکھتے عیشال سورج کی طرف بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔وہ سبحان آفندی کے پیچھے آ کھڑی ہوئی کچھ اس طرح کہ اس کے وجود کا سایہ سبحان آفندی کو دھوپ کی تمازت سے بچا رہا تھا۔سبحان آفندی اس کا عمل بھانپ گیا تھا۔جب بولا تو لفظ بے حد نرم تھے۔

"اندر بیٹھ جاؤ' آرام سے۔میں اتنا نازک نہیں کہ دھوپ کی تمازت برداشت نا کر سکوں کیوں خود کو جلا رہی ہو؟"

"تم جو جل رہے ہو۔" بڑے ہی اختصار سے لفظ کہے تھے' مگر اس اختصار میں جو رنگ تھے۔انہوں نے سبحان آفندی کے ہاتھ ایک پل کو ساکت کر دیے تھے۔کوئی جواب نا بن پڑا کہ وہ اکثر ہی لاجواب کر جاتی تھی۔ابھی وہ ٹائر لگا کر ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے کھڑا ہی ہوا تھا کہ اس کا سیل فون بجنے لگا۔

"جی داجان۔" چودھری حشمت کا نمبر دیکھ کر اس نے جھٹ کال ریسیو کی۔ٹائر اور اوزار گاڑی کے اندر رکھتے اس نے عیشال جہانگیر کو اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"شاہ کو گولی لگی......پر کیسے......اوہ نو......!" کال پر بات کرتے اس کے چہرے پر ایک دم تناؤ کی کیفیت آ گئی تھی۔ شاہ کو گولی لگ گئی۔سن کر عیشال جہانگیر بھی شاکڈ ہو کر سبحان آفندی کی شکل دیکھنے لگی تھی۔اس کے چہرے پر سوچ کی لکیریں تھیں۔

"جی......میں دس منٹ میں حویلی پہنچتا ہوں۔" دوسری طرف سے شاید شاہ سے متعلق امید افزا خبر ملی تھی۔تب ہی چہرے کا تناؤ کم ہوا تھا۔کال بند کرتے اس نے تیزی سے گاڑی اسٹارٹ کر کے سڑک پر ڈال دی تھی۔

"ویرے کو گولی لگی......؟" وہ حیرانی سے استفسار کر رہی تھی۔گاڑی کا رخ حویلی کی طرف دیکھ کر اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

"شاہ کو بازو میں گولی لگی ہے' لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں ٹریٹمنٹ ہو گی ہے۔اہم بات یہ ہے کہ گجر کو ابدی نیند سلا دیا شاہ نے۔داجان فوراً حویلی پہنچنے کو کہہ رہے ہیں۔" جواب دیتے اس نے اسپیڈ مزید بڑھائی' عام حالات ہوتے تو وہ اس کی جان کو آ جاتی مگر شاہ کے بارے میں سن کر وہ بھی جلد سے جلد حویلی پہنچنا چاہتی تھی اور پھر گجر کی موت کے بعد اس کے بیٹے جانے کیسا ری ایکٹ کرتے۔ان ہی اسباب کے بنا پر چودھری حشمت نے اسے فوراً حویلی پہنچنے کا حکم دیا تھا۔

❁......❁......❁

اگلی کلاس بھی تعارفی رنگ لیے ہوئے تھی' مگر لیکچرار ذرا کریٹیو مائنڈ تھے۔چند سوالات دے کر پوری کلاس کو جوابات لکھنے کی ہدایت دے کر ریلیکس ہو کر بیٹھ گئے کہ وہ اسٹوڈنٹس کو پرکھنا چاہتے تھے۔سوالات آسان اور کورس سے جڑے ہوئے تھے۔ماورا یحییٰ جیسی ذہین و فطین لڑکی کے لیے جہاں آسان تھے وہیں کئی ایک بغلیں بھی جھانک رہے تھے۔جن

میں انشراح سرفہرست تھی۔ وہ اپنے گروپ کو دیکھ رہی تھی۔ سب ہی لکھنے میں مگن تھے۔ کاپی بھی نہیں کر پا رہی تھی کہ لیکچرار کی نظر سب پر تھی۔ کئی ایک کو وہ ٹوک چکے تھے۔ سب پر سے ہوتی اس کی نظر ماورا یحییٰ کے رواں ہاتھوں پر پڑی۔ سر جھکائے وہ تیزی سے لکھنے میں مصروف تھی۔ اس نے نخوت سے سر جھٹکا اور پھر سے لکیریں کھینچنے لگی۔

''TIMES UP'' کا نعرہ لگاتے لیکچرار کی نظر ایشان جاہ پر پڑی۔ جو انہیں اپنا اسائنمنٹ دینے آیا تھا۔ انہوں نے ایشان جاہ کے ذمہ لگا دیا کہ وہ تمام اسٹوڈنٹس سے اسائنمنٹ پیپر لے۔ ایشان جاہ کئی ایک کلاس فیلو سے پیپر لے کر ماورا یحییٰ کے پاس آیا تو وہ اپنا نام لکھ کر فارغ ہو چکی تھی۔ ایشان جاہ کی نظر اس کی خوب صورت ہینڈ رائٹنگ میں الجھ گئی۔ اسائنمنٹ اٹھا کر دینے کے بجائے ماورا یحییٰ نے آگے سرکا دیا۔

''اسائنمنٹ اٹھا کر دینے کی عادت ڈالیں۔ میں آپ کا نوکر نہیں ہوں۔'' سلگتے لہجے میں دبی زبان سے کہتا وہ آگے بڑھ گیا' کچھ لڑکے اب اپنا نام لکھ رہے تھے وہ اپنے گروپ کی طرف آیا۔

''کیا ہوا' موڈ کیوں بگڑا ہوا ہے؟'' سعید نے اسائنمنٹ پیپر پکڑاتے استفسار کیا۔

''پیپر اٹھا کر دیتے نواب زادی کی شان گھٹ رہی تھی۔'' اس کا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔

''اوہ......'' سب کی نظریں ماورا یحییٰ پر جم گئیں۔ لیکچرار کی موجودگی میں سب دبی زبان میں مصروف تھے۔ تب ہی کسی طرف سے ایشان جاہ کے نام کی پکار پڑی اور انشراح نے سرعت سے ماورا یحییٰ کے اسائنمنٹ پیپر اپنے اسائنمنٹ پیپر سے اٹیچ کر کے اپنے پیپر ماورا یحییٰ کے نام سے جوڑ دیئے۔

''اوئے یہ کیا کر رہی ہو؟'' عزیر نے سرگوشی کی۔

''شش۔'' انشراح انہیں چپ کرواتی جلد ہی اپنی کارستانی سے فارغ ہو کر ماورا یحییٰ کے نام کا اسائنمنٹ سب سے اوپر رکھ گئی۔ ایشان جاہ مزید چند اسائنمنٹ لے کر آیا تو باقی کے اسائنمنٹ کے نیچے رکھ کر روسٹرم پر رکھا آیا۔

''دیکھنا ابھی کیسی عزت افزائی ہوتی ہے محترمہ کی۔'' انشراح دبی زبان میں اپنے گروپ میں مزے سے کہہ رہی تھی۔ سب ہی سرگوشی میں خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ ماورا یحییٰ کی ممکنہ بے عزتی پر کھلکھلا رہے تھے۔

''کس کی عزت افزائی؟'' ایشان جاہ نے یونہی پوچھ لیا۔

''اسی مڈل کلاس نواب زادی کی۔'' انشراح نے لب بھینچے۔

''کس طرح؟'' اسے حیرانی ہوئی۔

''انشراح نے اسائنمنٹ پیپرز بدل دیے ہیں۔'' عثمان نے اسے آگاہ کیا۔

''وہاٹ؟'' وہ بری طرح چونک کر انشراح کو دیکھنے لگا۔ انشراح بھرپور طریقے سے مسکرائی۔ ایشان جاہ کی نظر بے ساختہ لیکچرار پر اٹھی تھیں' جو جانے کس کے پیپرز پر نظر ڈال رہے تھے اور ان کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔ اگلے ہی لمحے انہوں نے صفحہ پلٹ کر نام دیکھا اور پھر پوری کلاس کو۔

''کون ہیں یہ ماورا یحییٰ......؟ کھڑی ہوں ذرا۔'' لیکچرار کی دبنگ اور خشک آواز پر ماورا یحییٰ جہاں بری طرح چونکی ایشان جاہ کے گروپ کے ارکان میں گرم جوشی بڑھ گئی۔

''یس سر' میں ماورا یحییٰ۔'' وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اگر آپ کو ٹرک اور بسوں کے پیچھے لکھے شعر لکھنے کا اتنا شوق ہے آڑی ترچھی لکیروں کا جال بننے کا اتنا دل کرتا ہے تو آپ کسی نچلے درجے کے اسکول میں جا کر یہ فرائض انجام دیں۔ اس کلاس میں کیا کر رہی ہیں۔ اسائنمنٹ کے نام پر یہ کیا خرافات تھمائی ہے آپ نے...... آپ جیسے نان سیریس لوگ ہی ہوتے ہیں جو کسی حق دار کا حق مار کر سیٹ ہتھیا لیتے

ہیں.....آپ اس کلاس کے قابل نہیں ہیں۔‘‘ لیکچرار نے پیپرز ہوا میں لہرائے جو شاید جانے انجانے میں ان کے ہاتھ سے نیچے گر گئے تھے۔ ماورا یحییٰ جو سمجھ رہی تھی انہوں نے اسے شاباشی دینے کے لیے کھڑا کیا ہے وہ ان کے اس انداز اور گرے ہوئے پیپرز کو دیکھ کر ذلت کے احساس سے گڑھ کے رہ گئی۔ اوپر سے کلاس فیلوز کی نظریں اور دبی ہنسی اسے خفت میں مبتلا کردینے کے لیے کافی تھی۔

لیکچرار برس رہے تھے اور ایشان جاہ کا گروپ مزے لے رہا تھا۔ ماورا یحییٰ نے ایک خاموش نظر ایشان جاہ پر ڈالی۔ اس کی دانست میں ایشان جاہ نے یہ حرکت کرکے اپنی بھڑاس نکالی تھی۔ سر جھکا کر پیپر اٹھا کر وہ دوبارہ اپنی جگہ پر جاکے کھڑی ہوگئی۔ کلاس کا ٹائم ختم ہوگیا تھا۔ لیکچرار جی بھر کر سنا کر جاچکے تھے۔ اسٹوڈنٹس بھی چہ میگوئیاں کرتے نکلنے لگے تو ماورا یحییٰ بھی اپنی چیزیں سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

’’چچ چچ بے چاری۔‘‘ انشراح نے ماورا یحییٰ کے قریب سے گزرنے پر اس کے زخموں پر نمک چھڑکنا ضروری سمجھا۔

’’تم جیسے گرے ہوئے لوگ ایسی ہی گھٹیا حرکت کرکے دوسروں کو ذلیل کرکے خوش ہوتے ہیں۔ مقابلہ کرنا ہے تو سامنے سے آکر کرو ناں یوں بزدلوں کی طرح ہارنے کے ڈر سے پیپر بدل کر تم نے میری نہیں اپنی اوقات دکھائی ہے۔ تم جیسوں کو ایسی ہی اوچھی حرکت زیب دیتی ہے۔‘‘ ماورا یحییٰ ایک پل کو ان کے سامنے رکی تھی۔ ان سب کے خوشی سے پُر چہرے اور ایشان جاہ کے اسائنمنٹ پیپرز جمع کرنے پر وہ سمجھ گئی کہ یہ حرکت ایشان جاہ نے کی ہے۔ مگر وہ یہ بات لیکچرار کے سامنے ثابت نہیں کرسکتی تھی۔ تب ہی جب انشراح نے مذاق اڑایا تو ماورا یحییٰ سخت لفظوں میں سناگئی۔ ذلت و بے عزتی کے احساس نے آنکھوں کی سطح گیلی کردی تھی۔ وہ ان سب کو جانتی تک ناتھیں.....مگر ان سب نے جیسے اس سے بیر باندھ لیا تھا۔ اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔ ایشان جاہ غصے سے لال ہوگیا تھا۔

’’کس قدر زبان دراز ہے یہ لڑکی۔ کیسے چیلنج کرگئی۔ تم نے کچھ کہا کیوں نہیں ایشان۔‘‘ انشراح مچلی۔ سب کو ایشان جاہ کی خاموشی محسوس ہوئی تھی۔

’’اسے تو میں بعد میں دیکھ لوں گا۔ لیکن تمہیں ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی انشراح۔‘‘ وہ جب بولا تو باقی سب بھی چونکے۔

’’کیا.....؟‘‘

’’وہ تمہیں اتنا سنا گئی اور تم یہ کہہ رہے ہو۔‘‘ انشراح کو برا لگا۔ وہ تو اپنے عمل پر داد چاہ رہی تھی۔

’’میں تنہا ہی مقابلہ کروں گا اس سے۔ تب دیکھتا ہوں کتنے پانی میں ہے۔‘‘ اس نے سر جھٹکا۔ سب باتیں کرتے آگے بڑھنے لگے مگر ایشان جاہ کو رہ رہ کر اس کی آنکھوں کی نمی یاد آرہی تھی۔ حقیقتاً اس کی بہت بے عزتی ہوئی تھی۔

❁.....❁.....❁

حویلی میں ہر چار چھ ماہ کے وقفے سے مرحلہ وار صفائی کا آغاز کیا جاتا تھا جس میں فیصلہ کیا جاتا تھا کہ غیر استعمال شدہ چیزوں کا کیا کیا جائے۔ بیشتر چیزیں اسٹور کا حصہ بن جاتی تھیں لیکن جب اسٹور میں بھی گنجائش نا بچی کچھ رکھنے کی تو سب کو سمجھنا پڑا کہ اب اسٹور میں صفائی کی ضرورت ہے۔ پرانا کاٹھ کباڑ نکال کر پھنکوانے کی نیت سے الگ رکھا گیا تو پرانے بکسے اور صندوق کے تالے بھی کھلنے لگے۔ ملازمائیں زنگ آلود صندوق ہال میں لے آئیں کہ دیکھیں کیا چیزیں پھینکنے والی ہیں۔ وہ سب کپڑے دیکھنے میں اس حد تک مگن تھیں کہ تینوں خواتین کا چونکنا ملاحظہ نا کرسکیں۔

’’دیکھنا یہ ٹشو کا دوپٹا مجھ پر کیسا لگ رہا ہے۔‘‘ شازمہ نے ریڈ دوپٹا اٹھا کر سر پر لیا۔ زرش اور بہنوں سے رائے لینے لگی۔

’’اتارو انہیں اور رکھو واپس صندوق میں۔‘‘ فائزہ کے ایک دم سے ناگواری سے بولنے پر شازمہ سمیت سب ہی ایک

پل کو چونکیں۔
"کیا ہوا مما! آپ غصہ کیوں ہو رہی ہیں۔" شازمہ کو ڈانٹ پڑنے پر یمنیٰ نے ماں سے سوال کیا۔ جواب ناپا کر اس کا رخ زمرد بیگم کی طرف ہوا۔
"دی جان...... یہ کس کے کپڑے ہیں؟" فریال تو پہلے ہی سوال جواب سے بچنے کے لیے سبزیوں میں مصروف ہوگئی تھیں۔ زمرد بیگم کو بھی یہ سوال بھاری گزرا تھا۔ ابھی وہ کوئی جواب دے ہی نہیں پائی تھی کہ چودھری حشمت اور شاہ زرشمعون کو آتے دیکھ کر سب میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ شاہ زرشمعون کے بازو سے بندھی پٹی اور آستین پر خون کے نشانات ان سب کو پریشان کر گئے۔
"چودھری جی یہ سب...... کیا ہوا پتر؟" زمرد بیگم چودھری حشمت کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتی آگے بڑھ کر شاہ زرشمعون کو تھام گئیں۔ فائزہ بھی چودھری حشمت کی موجودگی میں جھجکتی بیٹے کے قریب آ گئیں۔
سبحان آفندی اور عیشال جہانگیر بھی اسی لمحے داخل ہوئے تھے اور سبحان آفندی جس تیزی سے شاہ زرشمعون تک آیا سب کو تشویش ہونے لگی کہ بات کچھ خاص ہے۔
"تم ٹھیک ہونا بھائی......؟ کہا بھی تھا میں بھی ساتھ چلتا ہوں؟" سبحان آفندی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ عیشال جہانگیر نے چادر اتار کر سائیڈ پر رکھی دوپٹا پھیلا کر اوڑھنے لگی۔ فریال نے اسے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ان کے قریب جا بیٹھی۔
"میں ٹھیک ہوں بھائی۔ خبر نہیں تھی کہ گجر وہاں اپنے حواریوں کے ساتھ موجود ہے ورنہ تمہیں بھی ضرور لے جاتا۔" مسکرا کر اس کا گلہ دور کرنے کی کوشش کی۔ خواتین متجسس نگاہوں سے چپکی کھڑی تھیں کہ اصل حقائق سے آگاہ ہوں۔ چودھری حشمت کے آگے تو ان میں سوال کرنے کی بھی ہمت نا تھی۔
"میں ٹھیک ہوں آپ سب فکر نا کریں۔ گولی چھو کر گزر گئی ہے۔" ان کے متفکر چہروں پر طائرانہ نگاہ ڈالتے انہیں تسلی دی۔
"گولی؟" فائزہ ماں تھیں اس لیے تشویش سے بازو تھام گئیں۔ کوئی چودھری فیروز کو بھی بلا لایا تھا۔ چودھری اسفند شہر گئے ہوئے تھے۔ چودھری حشمت نے تفصیل سے سب کو گجر سے سامنا اور وہاں بیتنے والا منظر دہرا دیا تھا۔ سب کی آنکھوں میں خوف سمٹ آیا تھا۔
"اللہ میرے پوتوں کی حفاظت فرمائے۔" پوتوں سے جہاں چودھری حشمت کو بے حد محبت تھی وہیں زمرد بیگم بھی شاہ کے بازو کو دیکھ کر ہول اٹھی تھیں چند روز پہلے ہی سبحان آفندی اور چودھری حشمت پر جان لیوا حملہ ہوا تھا اور اب ایک بار پھر شاہ نشانے پر آ گیا تھا۔
"بابا جان اب گجر کے قتل کی وجہ سے پولیس اور پنچایت کے چکروں سے کیسے نکلیں گے......؟" چودھری فیروز جہاں بیٹے کو زندہ سلامت دیکھ کر خوش ہوئے وہیں آنے والا کل انہیں ڈرانے لگا۔ سب ہی متفکر نظر آ رہے تھے۔
"بے فکر رہو۔ ہمارے ہوتے پولیس اور پنچایت ہمارے پوتوں کو چھو بھی نہیں سکتی۔ ہم راستے میں ہی جہانگیر سے سارے معاملات طے کر آئے ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ ہم بے فکر رہیں۔ اس قتل میں شاہ کا نام نہیں آئے گا۔ پنچایت پولیس تو ویسے ہی گجر کو ڈھونڈ رہی تھی۔ اس کی موت کو کراس فائرنگ کا نام دیا جائے گا۔ یہ سب جہانگیر اپنے تئیں ڈیل کر لے گا۔ رہے گجر کے بیٹے۔ تو ان میں اتنا دم نہیں کہ ہمارے سامنے آ ئیں۔ پنچایت کے لوگ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ انہوں نے خود دیکھا ہے خون خرابہ کرنے کی نیت گجر کی تھی۔ شاہ نے تو سیلف ڈیفنس میں گولیاں چلائیں۔" چودھری

حشمت کے مفصل بیان پر سب ہی کے چہرے مطمئن دکھائی دینے لگے۔ بڑے مزید باتیں کرتے رہے تو لڑکیاں فریال اور فائزہ کے اشارے پر کچن میں کھانے کے انتظامات دیکھنے کے خیال سے اٹھنے لگیں۔ تب ہی چودھری حشمت کی نظریں صندوق اور نیچے بکھرے کپڑوں پر پڑیں۔ ان کی آنکھیں لہو رنگ ہونے لگیں۔

''کس نے نکالے ہیں یہ کپڑے۔ اٹھاؤ انہیں اور آگ لگادو...... دوبارہ یہ کپڑے نظر نا آئیں۔'' چودھری حشمت کے ایک دم سے دھاڑنے پر سب ہی سراسیمہ سے ہوگئے۔ زمرد بیگم نے ملازمہ کو جلدی اٹھانے کا اشارہ کیا۔ جو سہمی کھڑی تھی۔ لڑکیاں بری طرح چونکیں کہ اتنے اچھے کپڑوں کو جلانے کا کیوں کہہ رہے ہیں۔

عیشال جہانگیر چونکہ ابھی آئی تھی اس لیے کپڑوں کا راز جاننے سے قاصر تھی۔ ہاں اس کی آنکھوں میں الجھن صاف نظر آرہی تھی اور سبحان آفندی یہ الجھن دیکھ کر سر تھام گیا کہ اب وہ اس الجھن کو سلجھن بنا کر ہی دم لے گی اور وہ یہ ہی نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی گورکھ دھندے میں پھنسے۔

......

چودھری جہانگیر سے سارے معاملات جان کر شاہ زرشمعون کی کال پر تمام گارڈ کو مستعد دیکھ کر چودھری بخت اور دیا کو بھی حیرانی ہوئی تھی۔ شاہ زرشمعون نے حسب وعدہ گاؤں پہنچنے کے اگلے ہی روز گارڈز کی کافی تعداد چودھری بخت کے بنگلے پر تعینات کروادی تھی۔ اس کی ہدایت کے مطابق وہ ہر آئے گئے پر نظر رکھیں گے۔ ان سب کے لیے الگ سے کافی مقدار میں کھانا پکتا تھا۔ اس کے علاوہ چودھری بخت اور دیا کو ٹیرس پر ان کی موجودگی سے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ الٹا وہ ریلیکس ہوگئے تھے۔

دیا اور چودھری بخت نے تو تفصیلی بات کی تھی۔ ماہم بھی شاہ کی کارگزاری پر بے حد متاثر نظر آرہی تھی کہ سہیلیوں پر مزید بھرم پڑے گا۔ سوائے ثنائیہ چودھری کے ہر کوئی ہی متاثر تھا۔

''ہونہہ...... درندہ ہے پورا۔ انسان کو بھی ایسے شوٹ کرتا ہے جیسے لوگ چیونٹی کو مارتے ہیں۔'' اسے سن کر بے حد عجیب لگا کہ شاہ زرشمعون نے کئی بندوں کو مارا ہے۔ اس کے خاندان میں خون خرابہ کوئی نئی بات نہیں تھی لیکن وہ نازک احساسات والی لڑکی تھی۔ ہمیشہ سے گاؤں اور ان کے مسائل سے دور آزاد ماحول میں پلی بڑھی تھی لیکن وہاں سے آتی خبروں سے اس کا فشار خون بلند کرجاتا تھا۔ پہلے سبحان اور چودھری حشمت پر حملہ پھر شاہ زرشمعون کے ہاتھوں کئی لوگوں کا قتل...... اسے عجیب لگا۔ شاہ زرشمعون کو بھی گولی لگی یہ جان کر اسے تشویش بھی لاحق ہوئی۔ ساتھ ہی شکر ادا کیا کہ اس کے والدین روشن خیال تھے اور شہری زندگی جی رہے تھے۔ بوریت سے بچنے کے لیے اس نے ناعمہ کے گھر جانے کا پلان بنایا۔ وہاں سے دونوں کا شاپنگ پر جانے کا ارادہ تھا۔

دیا کو اپنے جانے کا بتا کر ابھی وہ گاڑی کا دروازہ کھولنے ہی لگی تھی جب تین چار گارڈز ہتھیاروں سے لیس جیپ میں سوار ہونے لگے۔ پانچواں جیپ ڈرائیو کررہا تھا۔ اس نے کندھے اچکا کر اگنیشن میں چابی گھمائی۔ جیپ میں بھی یہ ہی عمل دہرایا گیا۔ اب کے وہ چونکی۔ جیپ میں سوار ان سب کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

''جانا ہے تو جاتے کیوں نہیں؟'' کھڑکی سے سر نکال کر اس نے جیپ کے ڈرائیور کو آڑے ہاتھوں لیا۔

''میم پہلے آپ چلیں۔ ہم آپ کو فالو کریں گے۔'' ڈرائیور نے سعادت مندی سے جواب دیا۔

''کیوں، تمہارے صاحب نے تم سب کو کراچی گھمانے کی ذمہ داری مجھے سونپی ہے جو میں تم سب کو لیے لیے پھرتی رہوں۔'' وہ بری طرح جھنجھلائی۔

''شاہ جی کی سخت ہدایت موصول ہوئی ہے کہ کسی بھی فرد کو اکیلا باہر نا جانے دیا جائے...... جو بھی باہر جائے گا چند گارڈز

ساتھ جائیں گے۔ آپ چلیں، ہم آپ کی سیفٹی کے لیے مامور ہیں۔"
"وہاٹ......؟" شنائیہ چودھری اس کی بات پر بری طرح چونکی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شاہ زرشمعون نے ایسی کوئی ہدایت جاری کی ہے۔
"آپ سب اپنا کام کریں۔ میں اس پروٹوکول کی عادی نہیں۔ یہ آپ کے شاہ جی پر ہی جچتا ہے۔" وہ جل کے کہتی دوبارہ سے کار اسٹارٹ کرنے لگی۔
"میں نے کہا ناں...... آپ سب میرے پیچھے نہیں آئیں گے۔" جیپ اسٹارٹ ہوتے دیکھ کر وہ چراغ پا ہوئی۔
"میم ہم شاہ کے حکم پر چلیں گے۔ ہمیں یہی ہدایت ہے۔ آپ کو اعتراض ہے تو آپ خود شاہ سے بات کرلیں۔ وہ جو کہیں گے ہم عمل کریں گے۔" اس کی گھوری اور ڈانٹ پر ڈرائیور بے چارا جان کی امان چاہتے اسے راہ دکھا گیا۔ شنائیہ چودھری جیپ میں سوار ملک الموت ٹائپ لوگوں کو دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئی اور کوئی چارہ نہیں ملا تو سیل فون اٹھا کر اس نے کال ملائی۔
دوسری طرف لنچ سے فارغ ہوکر سب کی محبت بھری جھاڑ سن کر فائزہ کی زبردستی پر شاہ زرشمعون اپنی خواب گاہ میں کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے آیا تو سبحان آفندی بھی ساتھ چلا آیا۔ دونوں ہی آنے والے واقعات پہ فکرمند تھے کہ کہیں ان کی فیملی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ جہانگیر کی اطلاع کے مطابق گجر کے بیٹے فرار تھے۔ دونوں کو ہی کراچی میں مقیم چودھری بخت کی فیملی کی فکر تھی۔ اسی بنا پر اس نے پہلے ہی گارڈز تعینات کروادیے تھے۔ سبحان آفندی نے بھی اس عمل کو سراہا تھا۔ چودھری جہانگیر اور ایشان جاہ تو اپنی فیملی کو پروٹیکٹ کرسکتے تھے۔ پھر چودھری جہانگیر کی پولیس پارٹی بھی موجود تھی۔ جب کہ چودھری بخت خاصے شریف واقع ہوئے تھے۔ سبحان آفندی کافی دیر بیٹھ کر چلا گیا تھا۔ تاکہ وہ آرام کرسکے۔ ابھی لیٹنے کی نیت کو عملی جامہ پہنا کر اس نے آنکھوں پر بازو رکھا تھا کہ سیل فون بجنے لگا۔ اسکرین پر شنائیہ چودھری کا نام دیکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس لی۔ آرام کرنے کا وقت غارت ہوتا نظر آرہا تھا۔
"ارشاد......" اس نے سیل فون کان سے لگایا۔ اسے جب کچھ کہنا ہوتا تھا تب ہی کال کرتی تھی۔ ورنہ عام حالات میں تو مہینوں بیت جاتے تھے وہ زحمت نہیں کرتی تھی۔ خیر خیریت کے لیے بھلے سبحان آفندی کو وقت بے وقت کال کرلیتی تھی۔
"یہ کیا بلائیں پیچھے لگادی ہیں میرے...... مجھے شاپنگ پر جانا ہے اور ایک فوج میرے پیچھے چلنے کو تیار ہے۔" شاہ زرشمعون کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی وہ غصہ سے بولی۔
"وہ بلائیں نہیں آپ کے پروٹیکشن کے لیے بھیجے گئے گارڈ ہیں۔" اس نے خلاف عادت نرمی سے جواب دیا۔
"مجھے نہیں چاہیے اپنے پیچھے کوئی فوج...... وہاں انسانوں کا قتل آپ کریں اور یہاں ہم محصور ہوکر رہ جائیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔" وہ ناگواری کا اظہار کرگئی۔
"آپ جس ماحول کی ہیں وہاں رہ کر میرا تیرا کرنے کی عادی ہیں لیکن ہم گاؤں والوں کی ہر چیز سانجھی ہوتی ہے۔ آپ کے لیے بھلے گاؤں میں بسنے والے آپ کے خونی رشتے اہم نا ہوں آپ اپنی فیملی کا حصہ نا سمجھیں مگر ہمارے لیے ہے اور اپنی فیملی کے لیے مجھے جو بہتر لگے گا میں کروں گا...... گجر کوئی شریف زادہ نہیں تھا جس کا میرے ہاتھوں قتل ہونے کا آپ کو دکھ ہو رہا ہے۔ اس جیسے درندوں کو اگر مجھے بار بار قتل کرنے کو کہا جائے تو میں بار بار یہ عمل کروں گا۔ گجر کے بیٹے مفرور ہیں ممکن ہے وہ پلٹ کر میری فیملی پر وار کریں اس لیے یہ سیکورٹی آپ کے لیے ضروری ہے۔ امید ہے آپ گارڈز کے ساتھ تعاون کریں گی۔ وہ حکم کے غلام ہیں۔" سرد لہجے میں کہتے وہ اس کی ہڈیوں میں پھریری دوڑا گیا تھا۔

''میں پیا سے بات کروں گی۔'' وہ اس کے حکم پر جھنجلائی۔
''میں چچا جان سے بات کرچکا ہوں اور وہ میرے فیصلے سے مطمئن ہیں آپ بھی اپنا شوق پورا کرلیں..... اگر آپ نے گارڈز کو زیادہ زچ کیا تو مجھے مجبوراً دا جان تک اطلاع پہنچانی پڑے گی کہ محترمہ شانیہ چودھری اکیلی کراچی کی شاہراہوں پر گاڑی دوڑتی پھرتی ہیں۔'' اس کی بات سن کر شانیہ چودھری کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
''یعنی آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟'' وہ بھڑکی۔
''آپ گارڈ کے بنا نکل کے دکھائیں پھر میں دکھاؤں گا کہ دھمکی کو عملی جامہ کیسے پہناتے ہیں؟'' اس کھلم کھلا چیلنج پر وہ لب بھینچ گئی۔
''بھاڑ میں جائے شاپنگ۔'' جھلا کر اس نے اگنیشن سے چابی نکال لی۔
''ایز یور وش۔'' دوسری طرف سے چڑایا گیا۔ چابی ڈیش بورڈ میں پھینک کر کال ڈسکنیکٹ کیے بناوہ ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکل آئی۔ دروازہ زوردار طریقے سے بند کرتے اس نے ٹائر پر لات مار کر غصہ کم کرنا چاہا۔ جب کہ دوسری طرف اس کے جھلاہٹ بھرے مکالمے پر شاہ زرشمعون کے لبوں پر ایک لطیف سی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

❁.....❁.....❁

یونیورسٹی سے وہ سخت بددل ہوکر لوٹی تھی۔ ایشان جاہ نے جتنی گری ہوئی حرکت کرکے اسے پوری کلاس کے سامنے تماشا بنایا تھا وہ اسے رہ رہ کر ملول کررہا تھا۔ ہتک عزت کے خیال سے ذہن و دل سلگ رہا تھا۔ گھر آ کر اس کا منہ سر لپیٹ کر پڑ جانے کا ارادہ تھا لیکن گھر میں داخل ہونے پر منزہ اور انوشا کو گھر کی صفائی ستھرائی نئی بیڈ شیٹ بچھاتے دیکھ کر استفسار سے پہلے منزہ نے خود ہی بتادیا کہ لڑکے والے انوشا کو دیکھنے آرہے ہیں ساتھ ہی اس کے ذمہ کام بھی لگادیا تو وہ لمبی سانس بھر کے ان کے ساتھ کام میں مصروف ہوگئی۔ انوشا نے دو تین بار کھانا کھا لینے کو بھی کہا مگر اس نے بھوک نہیں ہے کہہ کر ٹال دیا۔ کاموں سے فراغت کے بعد انوشا نے شاور لے کر نیا جوڑا پہنا تو وہ بھی کمر سیدھی کرنے کی نیت سے لیٹ گئی مگر آرام نصیب میں نہیں تھا۔ اسی دم صائمہ کی معیت میں چند فربہ خواتین پسینے کے بھبکے چھوڑتی گھر میں داخل ہوئیں۔ انوشا کو تیار ہونے کا کہہ کر وہ ان کی واضع داری کے لیے کچن میں مصروف عمل ہوگئی۔
شربت کے ساتھ لوازمات کی ٹرے لے کر انوشا گئی تو لڑکے والوں نے اصرار کرکے اسے بھی بلوالیا کہ بھئی اپنی دوسری بیٹی کو بھی بلائیں۔ کہیں کوئی بات گراں نا گزرے ناچار منزہ کی پکار پر وہ ڈھلے منہ سے چلی آئی اور انوشا کے پہلو میں بیٹھ گئی۔
''ماشاءاللہ...... بیٹیاں تو آپ کی دونوں ہی خوب صورت ہیں۔'' ایک خاتون نے دونوں کا ایکسرے کرتے ہوئے کہا تو منزہ مسکرادی۔
''صائمہ لڑکی تو تم نے بہت اچھی دکھائی دل خوش کردیا۔'' دوسری صائمہ کے واری صدقے ہورہی تھی۔
''بہت اچھی بچیاں ہیں۔ عادات واطوار میں بہترین ہیں۔ آپا نے بیٹیوں کی تربیت بہت اچھی کی ہے۔'' صائمہ حق پڑوس ادا کرنے لگیں۔ خواتین پُرسوچ انداز میں سر ہلانے لگیں۔ منزہ بھی خوش اخلاقی سے مسکراہٹ سجائے بیٹھی تھیں۔
''ہم برسوں سے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ آپ لوگ بے فکر ہوکر رشتہ طے کریں۔ بہت سیدھے لوگ ہیں۔'' صائمہ اپنی طرف سے مزید معلومات فراہم کررہی تھیں۔ ماورا یحییٰ نے ایک نظر خواتین پر ڈالی جو گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والی لگ رہی تھیں۔
''آپ کی ساری باتیں سچ ہوں گی صائمہ بہن۔ ہمیں بھی بچیاں پسند آئی ہیں۔ خیر سے میرے بھی دو بیٹے ہیں۔

سوچ رہی ہوں دونوں بچیوں کو ہی گھر لے جاؤں۔" خاتون کے کہنے پر سب ہی چونکیں۔ ماورا بے ساختہ منزہ کی شکل دیکھنے لگی جوان کی بات پر خوش نظر آنے لگی تھیں۔

"انوشا میں ابھی شادی نہیں کروں گی۔" منزہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں جو وہ انہیں اشارہ کر کے اس فیصلے سے منع کرتی' سوانوشا کے کان میں منمنائی۔

"تم ابھی چپ کرو۔ بعد میں بات کریں گے۔" انوشا نے اس کا ہاتھ دبا کر سرگوشی کی تو وہ لمبی سانس بھر کر رہ گئی۔

"بسمہ اللہ کریں بہن۔ نیک خیال میں دیری کیسی۔ ایک گھر کی دو بیٹیاں ہوں وہ بھی اتنی سلجھی ہوئی کہ سمجھیں آپ کے بیٹوں کے نصیب جاگ گئے۔" صائمہ اپنا کردار بخوبی نباہ رہی تھیں۔ منزہ کو بھی آس ہونے لگی کہ جلد سے جلد ان کی دونوں بیٹیاں بیاہی ہو جائیں گی۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں۔ ہمیں یوں تو سب پسند آیا مگر....."

"مگر....." خاتون کہتے کہتے رک گئیں تو منزہ کو بے چینی ہونے لگی۔

"بہن بات ساری یہ ہے کہ میں کرتی ہوں صاف بات۔ بن باپ کی بچیاں ہیں۔ آپ کے گھر کے حالات ہمارے سامنے ہیں کہ ہم جہیز کی امید نہ رکھیں۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ اس گھر سے کچھ ملنے کی امید نہیں۔ ایک اکیلی ماں مانگ تانگ کر کتنا جہیز جمع کر سکے گی۔ دو بیٹوں کا۔" خاتون بے رحمی سے بول رہی تھیں اور وہ تینوں جیسے ساکت رہ گئیں۔ صائمہ بھی پہلو بدلنے لگیں۔

"اس مہنگائی کے دور میں بھائی' باپ والی لڑکیوں کو اچھا جہیز نہیں مل رہا تو یہاں سے تو آس ہی فضول ہے..... اگر ہم یہ مسئلہ چھوڑ بھی دیں..... اللہ واسطے ترس کھا کر لڑکیوں کو رخصت بھی کروالیں تو بھی دنیا کے لوگوں کو کیا جواب دیتے پھریں گے کہ لڑکیوں کے والد نہیں..... آپ بتا رہی ہیں بچیاں چھوٹی تھیں تب ہی آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا..... میں آپ پر شک نہیں کر رہی آپ سچ ہی کہہ رہی ہوں گی منزہ بہن لیکن معاف کیجیے گا۔ دو بچیوں کے ساتھ جو عورت برسوں سے اکیلی رہ رہی ہو لوگ ایسی عورتوں کا یقین کم ہی کرتے ہیں۔ لوگ تو یہ ہی کہیں گے کہ ہو سکتا ہے طلاق لے کر جھوٹ موٹ شوہر کی موت مشہور کر دی ہو..... کیونکہ خیر سے آپ کے آگے پیچھے کچھ بھی نہیں ہے نا بچیوں کا ننھیال نا ددھیال۔ شادی تو دو خاندانوں کے بیچ ہوتی ہے ناں۔ ہم کہاں تک یقین دلاتے پھریں گے کہ بچیاں حلال ہیں۔" منزہ کا دل چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے خاتون کی فراٹے سے چلتی زبان کو دیکھ رہی تھیں۔ جو نا خوف الٰہی سے لرز رہی تھیں نا شرم و حیا سے بند ہو رہی تھی۔

کم و بیش یہی حال انوشا اور ماورا یحییٰ کا بھی تھا۔ صائمہ الگ چپ رہ گئی تھیں۔ خاتون کی باتوں کا عکس ایک پل کو ان کے چہرے پر بھی نظر آیا۔

"کیا معلوم واقعی ایسا ہو..... ہم بھلے برسوں سے پڑوسی ہیں لیکن منزہ نے اس وقت بھی یہ ہی کہانی سنائی تھی۔ کیا معلوم کتنا جھوٹ ہے کتنا سچ۔"

"ہو سکتا ہے' میری باتیں آپ کو بری لگ رہی ہوں' لیکن میں سچ بولنے کی قائل ہوں بہن..... کیا کوئی ایسی چیز ہے جس سے آپ ثابت کر سکیں کہ یہ دونوں آپ کے شوہر کی ہی بیٹیاں ہیں۔" خاتون نے حد کر دی تھی۔ منزہ پیلے زرد چہرے سے دیوار سے لگ گئی تھیں۔

"آپ لوگوں کی تشریف آوری کا شکریہ۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" ماورا یحییٰ کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

انوشا بھی اس گری ہوئی سوچ پر رشتے کا خیال دل سے نکالتے اٹھ کر منزہ کو تھامنے لگی تھی۔ ماورا کے ایک دم سے

جون 2018ء کے شمارے کی ایک جھلک

روحوں کا شکاری: نئے افق کے شمارے خوفناک کہانی نمبر کے لیے میری دوسری تحریر جو کہ ہالی وڈ فلم گھوسٹ رائیڈر کا اردو ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کسی بھی انگلش ناول کی میری پہلی کوشش ہے اور اس سلسلے میں میں گوگل ٹرانسلیٹ کا استعمال بھی کیا ہے اور جہاں مشکل پیش آئی وہاں سے اس فلم کا ہندی ترجمہ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ اس میں کئی خامیاں ہوسکتی ہیں لیکن امید ہے میری یہ محنت قابل اشاعت ہو۔ اس کی طوالت کی بنا پر دو یا تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں سر مشتاق احمد قریشی صاحب سے فیس بک پر رابطہ کیا تو انہوں نے حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ اگر طوالت قاری کو بور نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور اسے دو حصوں میں بھی شائع کیا جاسکتا ہے۔ امید ہے اس سلسلے میں میری مزید رہنمائی کی جائے گی اور مجھے امید ہے کہ نئے افق سے میرا تعلق استوار رہے گا

خونی گھر: یہ کہانی خود غرضی اور لالچ پر مبنی ہے کہ کیسے کچھ انسان اپنی غرض پوری کرنے کے لیے دوسروں کا احساس کیے بنا ہی کچھ ایسے شرمناک کام انجام دے جاتے ہیں جو رہتی دنیا کے لیے باعث شرم بن جاتے ہیں۔ اپنے حال پر مطمئن رہنا بھی ایک شکر گزاری ہی ہے جو کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کہانی کے کچھ کرداروں کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ وہ غلط تھے یا درست، حالات کے بے رحم سمندر میں بہتے ہوئے کمزور انسان اپنے آپ کو بچانے کی خاطر، اکثر فطرت اور ضمیر کے خلاف بھی چلے جاتے ہیں جس کا خمیازہ اس کے ساتھ اولاد کو بھی بھگتنا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

بولنے پر خاتون کا منہ بن گیا۔
''کیوں بہن میں تو کہہ رہی تھی شریف لڑکیاں ہیں یہ تو گز بھر کی زبان لیے بیٹھی ہے۔'' خاتون نے چمک کر صائمہ کی طرف رجوع کیا۔
''آپ جیسی گری سوچ والے منہ کھولنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ بہتر ہوگا آپ جانے کی تیاری کریں اور جاتے جاتے یہ ضرور ثبوت دیتی جایئے گا کہ جن بیٹوں کا رشتہ لے کر آپ در در جھانک کر لڑکی والوں کی کھلی اڑا رہی ہیں وہ آپ ہی کے بیٹے ہیں اسے کیسے ثابت کریں گی؟'' ماورا یکدم تلخ ہوگئی۔ عورت بھڑک گئی۔
''لڑکی کیا بک رہی ہے؟''
''آپ جو 'فرما' رہی تھیں میں وہی 'بک' رہی ہوں۔''
''ماورا......!'' منزہ نے نحیف آواز میں اسے پکار کر چپ رہنے کا اشارہ کیا مگر وہ انہیں باہر کی راہ دکھا گئی۔
''ہم پر انگلی اٹھانے سے پہلے لڑکی اپنے اصل کو پہچان۔ ہم خاندان والے ہیں۔ تمہارے تو آگے پیچھے کا پتا نہیں۔ جانے حلال بھی ہے یا نہیں۔'' خاتون زہر بجھی تیر چلا کر ایک کے پیچھے دوسری نکل گئیں تو پیچھے صرف صائمہ رہ گئیں۔ ماحول پر خوفناک سناٹا طاری ہوچکا تھا۔ منزہ کا چہرہ خوفناک حد تک پیلا پڑ گیا تھا۔ وہ بے دم سی ہوگئی تھیں۔

❁......❁......❁
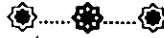
کچے پر کپڑوں کا ڈھیر رکھ کر ان پر پیٹرول چھڑک کر ملازمہ نے آگ دکھائی اور شعلے نے لپک کر انہیں گھیرے میں لے لیا تھا۔ ملازمہ ڈنڈے کی مدد سے کپڑے کو اوپر نیچے کر رہی تھی تاکہ کپڑوں کا نام و نشان تک مٹ جائے۔ فضا میں دھواں جلنے کی ناخوشگوار بو پھیلنے لگی تھی۔ لڑکیاں عجیب نظروں سے یہ سب دیکھتی اپنے اپنے کام میں مگن ہوگئی تھیں۔ پوچھنے پر بھی کسی نے نہیں بتایا تھا کہ کس کے کپڑے ہیں اور پھر کپڑوں کا یہ حشر ہوا تھا۔ مزید اقرار پر انہیں بھی ناخوشگوار صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔ حویلی کے مکین جس بات کا جواب نا دینا چاہیں اسے سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ باقی سب تو حویلی کے رنگ ڈھنگ میں رنگی ہوئی تھیں مگر بالکنی سے سارا منظر دیکھتی عیشال جہانگیر کی متجسس نگاہیں ایک شخص کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ اس کے علم میں تھا ینگ جنریشن میں کوئی آگاہ ہو نا ہو وہ ضرور ہوگا۔
''سمہان......'' شومئی قسمت کہ وہ گزرنے لگا تھا۔ جب اس کی نظر پڑی اور اس نے بے ساختہ اسے آواز دی۔
''اب کیا ہے؟'' وہ دامن بچانا چاہ رہا تھا۔
''یہ تم اتنی بےزاری کیوں دکھا رہے ہو۔ کون سا قلعہ تعمیر کرنے کا کہہ دیا۔'' اس کے لفظوں سے بےزاری محسوس کر کے وہ ناک چڑھا گئی۔
''آپ کو ناگوار گزرا تو اس گستاخی کے لیے معافی کا خواستگار ہوں، حکم کریں کس لیے یاد فرمایا۔'' وہ سر خم کر کے اس کے روبرو آ گیا۔ وہ لب بھینچ کر گھورنے لگی۔
''گھورنے کا عمل بعد میں سرانجام دیا جاسکتا ہے۔'' احساس دلا رہا تھا کہ وہ غیر اہم فریضہ چھوڑ کر اہم کام کی طرف دھیان دے۔
''زیادہ بنامت کرو میرے آگے۔'' وہ لفظ چبا کر بولی۔
''میری اتنی مجال۔'' وہ لب دبا گیا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ ٹھیک ٹھاک اس کی کلاس لیتی مگر اٹھتا ہوا دھواں اسے بار بار اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔
''ان کپڑوں کی کیا کہانی ہے؟'' وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوکر پوچھ بیٹھی۔

''کون سے کپڑے؟'' وہ انجام بن کر الٹا استفسار کرنے لگا۔
''وہی جو جل رہے ہیں۔'' اس نے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔
''مجھے کیا پتا میں تو تمہارے ساتھ ہی آیا تھا۔'' وہ صاف دامن بچا گیا۔
''زیادہ معصوم بننے کی ایکٹنگ مت کرو۔ تم پر سوٹ نہیں کرتا۔'' وہ ناک پھلا گئی۔
''کیا سوٹ کرتا ہے وہ بتا دو وہی کرلوں گا۔'' وہ تابعدار بنا کھڑا تھا۔
''سبحان آفندی! ڈونٹ ایور ٹرائے ٹو ڈائیورٹ می...... تم بن رہے ہو میرے سامنے صاف صاف قبول کرلو کہ تم ان کپڑوں کی کہانی سے واقف ہو...... ایسا ہو نہیں سکتا کہ دا جان کے رائیٹ ہینڈ سبحان آفندی اور ویرے شاہ اس حقیقت سے لاعلم ہوں...... سچ بتاؤ کیا کہانی ہے؟'' وہ دوٹوک لہجے میں جتا گئی کہ وہ اس کے بہلاوے میں نہیں آئے گی۔
''قسم سے کیا ایس ایس پی چوہدری جہانگیر کی بیٹی ہونے کا ثبوت دیا ہے اس گھڑی تم نے...... بنا کسی صفائی کے ڈائریکٹ جرم قبول کروا رہی ہو۔ وہ بھی زبردستی' میری جگہ ابھی کوئی اور ہوتا تو تم نے ابھی تک اس سے قبول بھی کروالینا تھا۔'' وہ بھی سبحان آفندی تھا' جلا کر خاک کر دینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔
''تو تم نہیں بتاؤ گے؟'' وہ گھورنے لگی پھر عیشال جہانگیر کا حوالہ موڈ بگاڑ گیا۔
''کچھ پتا ہو تو بتاؤں ناں۔ بقول تمہارے شاہ کو پتا ہے اس سے پوچھ لو۔'' وہ ہری جھنڈی دکھا گیا۔
''میں ویرے سے زیادہ بات نہیں کرتی۔''
''میں نے پابندی نہیں لگائی۔'' وہ ہنسا۔
''تم ہوتے کون ہو مجھ پر پابندی لگانے والے...... ہونہہ......''
''تو اور کیا۔''
''کپڑوں کو دیکھ کر دا جان کا اتنا ہائپر ہو جانا عام بات نہیں ہے۔ آخر کس کے کپڑے تھے؟'' پُر سوچ انداز میں بڑبڑا کر وہ لب کاٹنے لگی۔
''ہر اینگل سے اچھی طرح سوچ لو۔ جواب مل جائے تو مجھے بھی بتا دینا۔ اب تو تجسس میں ڈال کر تم نے مجھے بھی بے چین کر دیا ہے۔'' وہ حقیقتاً لفظوں کا کھلاڑی تھا۔
''سبحان آفندی...... میں تمہیں جتنا جانتی ہوں ناں اس سے یہ صاف ظاہر ہے تم جیسا گھاگ آدمی کبھی قبول نہیں کرے گا کہ اسے سچ پتا ہے۔'' وہ لڑنے والے انداز میں دونوں ہاتھ کمر پر رکھ گئی۔
''پھر کوشش کرکے اپنی ننھی سی جان کو کیوں ہلکان کر رہی ہو۔'' وہ ہنسا۔
''یعنی تم جانتے ہو؟'' وہ مشکوک ہوئی۔ وہ یہاں سے بھاگنے کی راہ ڈھونڈنے لگا۔ ورنہ تو وہ کچھ نہ کچھ اگلوا ہی لیتی۔
''نہیں' میری ماں......'' وہ بے ساختہ ہاتھ جوڑ گیا۔
''شٹ اپ...... میں تمہاری ماں نہیں۔'' ناگواری سے ٹوک گئی۔
''سوری' بچوں کی ماں کہنے والا تھا لیکن بچوں نے بھی احتجاج کر دینا ہے اس زیادتی پر...... ایسی ماں۔''
''خون ہی پی جاؤں گی میں تمہارا۔'' وہ ہنکاری۔ وہ ہنستے ہوئے نکل ہی رہا تھا جب زرش ہانپتی کانپتی ان دونوں تک آئی۔
''اچھا ہوا ویرا آپ مل گئے۔ میں آپ کو ہی ڈھونڈ رہی تھی۔''
''تمہیں بھی اس کی بیماری لگ گئی؟'' وہ در پردہ چوٹ کر گیا۔ عیشال جہانگیر کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

''کس کی؟'' زرش حیران ہوکر باری باری دونوں کو دیکھنے لگی۔
''چھوڑو۔کام کی بات کرو۔'' اس نے دھیان بٹایا۔
''آج میری سہیلی کے بھائی کی شادی ہے۔ پلیز داجان سے اجازت دلوادیں۔ میری پکی والی سہیلی ہے۔ ابھی جو کچھ ہوا اس پر داجان شاید منع کردیں لیکن ویا آپ اجازت دلواسکتے ہیں۔'' زرش بہت آس ومحبت سے اکلوتے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔
''ٹھیک ہے لے دوں گا اجازت' تم تیار رہنا۔ میں خود لے جاؤں گا۔'' حقیقتاً وہ حویلی کے لیے اچھا پوتا تھا تو ماں باپ کا اچھا بیٹا ہونے کے ناتے اچھا بھائی بھی تھا۔ جب بھی کسی کو کوئی بات چودھری حشمت سے منوانا ہوتی تھی تو سب اس کا سہارا لیتے اور ابھی تو سگی بہن نے کہا تھا۔
''تھینک یو ویر۔'' زرش خوشی سے کھل اٹھی۔
وہ محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر گیا تو وہ اچھلتی ہوئی بھاگ گئی۔ عیشال جہانگیر نے دلچسپی سے اس منظر کو دیکھا تھا۔ کاش کہ اس کا بھی کوئی بھائی ہوتا اور وہ اسی مان سے اس سے کام کرواتی۔ وہ سر جھٹک گئی۔ کچھ خواہشات ناممکنات کی سرحدوں پر ہوتی ہیں۔ اس کی اکثر خواہشیں بھی ان ہی سرحدوں میں رہی تھیں۔
''میں بھی اپنے کپڑے نکال لوں۔'' وہ بھی زرش کے ساتھ شادی میں جانے کے لیے تیار تھی۔ خبر ہوگئی تھی وہ کچھ نہیں بتائے گا' سو کوشش فضول تھی۔
''مجھے شدت سے ایک محاورہ یاد آرہا ہے۔'' اس کی زبان میں کھجلی ہوئی۔ اندازہ ہوگیا۔ کوئی تپانے والا جواب ہی ہوگا۔ تب ہی چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔
''بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔'' وہ لب دبا گیا۔
''تمہاری شادی میں نہیں جارہی جو آگ لگ رہی ہے۔'' حسب عادت وہ بھڑکی۔
''فکر نہ کرو۔ اپنی شادی میں تمہیں بطور چیف گیسٹ انوائیٹ کروں گا۔'' لہجہ شریر ہوا۔
''کیوں؟'' ابرو اچکائے۔
''آفٹر آل دلہن کے آنسو پونچھنے والا کوئی اپنا تو ہو۔'' جان سلگانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔
''تم سے شادی کرکے دلہن کو ساری عمر ہی رونا ہے' اس کے آنسو پونچھنے کی کیا ضرورت ہے دریا بنالینا۔'' وہ جوابی وار کرکے پلٹ گئی تو وہ بھرپور طریقے سے مسکرادیا۔ نظر اٹھتے ہوئے دھوئیں پر پڑی۔
''یہ جنگلی مروائے گی۔''

❁......❁......❁

وہ اپنی دھن میں کمرے کی طرف جارہی تھی ملازمہ کو آئرن کے لیے کپڑے دے کر تھوڑی دیر آرام کا ارادہ تھا ابھی وہ راہداری میں ہی تھی جب تیز رفتار' بکیر وہارن بجاتی اندر داخل ہوئی اور چودھری جہانگیر پورے کروفر سے باہر نکلے۔ عیشال جہانگیر ایک پل کو انہیں دیکھ کر ساکت رہ گئی۔ وہ اپنے مخصوص شلوار سوٹ میں ملبوس کھیڑیاں پہنے اسی سمت آرہے تھے۔ انگلیوں میں سگریٹ سلگ رہی تھی۔ عیشال جہانگیر کو تو ٹھیک سے یاد بھی نہیں تھا کہ آخری بار ان سے کب سامنا ہوا تھا۔ اس وقت بھی وہ شاید حویلی کے معاملات کے باعث آئے تھے۔ اس کے لیے تو ان کے پاس بھولنے سے بھی وقت نہیں تھا۔ ان کی نظر بھی اس پر پڑ چکی تھی تب ہی اس تک آکر رک گئے۔ وہ راستے میں ہی کھڑی تھی۔ اس کے آگے سے گزر کر ہی وہ اندر جاسکتے تھے۔

”سلام دعا بھول گئی ہو؟“ وہ یک ٹک انہیں دیکھ رہی تھی۔ جو کہنے کو اس کے والد تھے اور وہ بھی چھ آٹھ ماہ بعد اس کی صورت دیکھ رہے تھے مگر دونوں کے انداز میں کوئی گرم جوشی اپنائیت نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ بے گانگی سے کھڑی رہی تو انہوں نے ناگواری سے کہا۔

”ہر آئے گئے سے بھلے سلام دعا بھول جاؤں آپ سے نہیں بھولوں گی آپ کے ہر بار آنے اور جانے پر سلام ہی تو کرتی آرہی ہوں‘ سلام کی حد تک ہی تو جانتی ہوں آپ کو یوں جیسے اجنبی پر نظر پڑ جائے اور اسے سلام کردیں۔“ استہزائیہ انداز میں بولی تو چودھری جہانگیر کی پیشانی پر ناگواری کی لکیریں واضح ہوگئیں۔

”بہت بدلحاظ ہوگئی ہو تم چھوٹے بڑے کی تمیز ہی بھول بیٹھی ہو۔“ انہیں جیسے ناگوار گزرا۔

”وقت و حالات کے عنایت کیے ہوئے تحفے ہیں..... خزاں میں سانس لے کر میں خوشبو تو بکھیرنے سے رہی۔“ وہ بے دھڑک بول گئی۔ چودھری جہانگیر اب کے بری طرح چونکے انہیں اس کے اندر بغاوت صاف نظر آنے لگی۔

”اتنا مت پھڑپھڑاؤ‘ تمہاری اڑان اس حویلی کی چار دیواری تک محدود ہے۔“ غصہ دبا کر انہوں نے اسے اس کی دوسرے معنوں میں اوقات یاد دلائی۔

”میں اپنا دائرہ پہچانتی ہوں کسی کے مزار پر اپنا آشیانہ نہیں بناتی۔“ وہ حد درجہ تلخ گوئی کا مظاہرہ کرگئی۔

”مروگی..... اپنی ماں کی طرح تم بھی اسی حویلی میں سسک سسک کے مروگی۔“ چودھری جہانگیر کا جلال عود کر آیا۔ وہ کسی بھی اینگل سے باپ نہیں لگ رہے تھے۔ وہ یوں نفرت کا اظہار کررہے تھے جیسے مقابل ان کی بیٹی نہیں ان کی دشمن صائقہ ہوں۔

”چلیں اچھا ہے‘ مرجاؤں گی۔ کم از کم قاتل کو مقتول کا درد تو نہیں ہوگا۔“ وہ جیسے ان کا ضبط آزمارہی تھی۔ ان کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔

”گیٹ لاسٹ!“ وہ پوری قوت سے دھاڑے۔

”جانے لگیں تو اطلاع بھجوادیجیے گا۔ سلام کرنے آجاؤں گی۔“ وہ کہہ کر چلی گئی۔

چودھری حشمت سے مل کے سارے معاملات طے کرتے ہوئے وہ کافی دیر تک اپنا غصہ کنٹرول کرتے رہے تھے۔

❁......❁......❁

”آج کے لوگوں میں احساس مروت اور زبان میں لگام نہیں انہیں اپنے علاوہ سارے کیڑے مکوڑے لگتے ہیں۔“ خواتین کے جانے کے بعد تینوں ہی ملول بیٹھی رہیں۔ صائمہ بھی افسوس کا اظہار کرتی چلی گئیں۔

منیزہ نڈھال سی ہوگئی تھیں۔ ان کا موڈ بحال کرنے کی دونوں کی ہر کوشش بے سود ہوئی تھی۔ وہ اکیلے میں وقت گزارنا چاہتی تھی۔ مادرا کافی دیر تک دل کا غبار لفظوں کے ذریعے نکالتی رہی۔ انوشا نے اس کے بگڑے موڈ کی وجہ پوچھی تو اس نے یونیورسٹی میں ہونے والی بے عزتی کا سارا احوال کہہ سنایا۔ انوشا کو بے حد افسوس ہوا۔

”غریب اور بے سہارا ہونا جرم ہے ہمارا‘ ہر ایک کو تضحیک کرنے کا لائسنس ملا ہوا ہے جیسے۔“ مادرا ابھی مسلسل بول رہی تھی۔

”چھوڑو..... مت دل جلاؤ‘ اپنا برا بھلا بولنے سے کوئی نہیں سدھرنے والا‘ لوگ بے حس‘ ضمیر فروش اور خود غرض ہیں‘ صرف اپنے مفاد کو سوچتے اور اپنی عزت کروانا چاہتے ہیں‘ اپنی خوشی کے لیے دوسروں کی زندگیوں کو کھنڈر بنانے والوں کو ذرا احساس نہیں ہوتا کہ وہ کتنی بیچ حرکت کررہے ہیں۔ وقتی طور پر خوشی اور کامیابی تو شاید انہیں مل جائے مگر رہتی دنیا تک وہ نشان عبرت ہی بن جاتے ہیں۔“ انوشا اسے سمجھا رہی تھی اور دوسرے کمرے سے ان کی تمام باتیں سنتی منیزہ جیسے کڑھتی

جا رہی تھیں۔

وقتی خوشی اور جیت واقعی انسان کو نشانِ عبرت بنا دیتی ہے۔ وہ بن تو گئی تھیں۔ ہر گزرتا دن ان کے لیے ذلت ہی تو لے کر آ رہا تھا۔ ان کے کردار کی سیاہی سے ان کی بیٹیوں کے دامن داغ دار ہو رہے تھے۔ ان پر انگلیاں اٹھ رہی تھیں۔ آج جو کچھ ان کے گناہ گار کانوں نے سنا وہ انہیں سنگسار کرنے کے مترادف تھے۔

''نفرت ہے مجھے ایسے لوگوں سے جو صرف اپنے لیے جیتے ہیں...... اپنی خوشی کے لیے دوسروں کی زندگیوں میں زہر گھول دیتے ہیں۔'' ماورا بے حد نفرت سے گویا تھی اور منزہ نے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

''اگر جو انہیں میری اصلیت کا علم ہو جائے تو میں کیسے ان کی نفرت سہہ پاؤں گی۔'' آنسو ان کے رخسار پر بہہ رہے تھے ان کی حالت اتنی دگرگوں ہو رہی تھی ذہنی حالت اتنی خراب تھی کہ اگر دونوں بیٹیوں کا خیال نا ہوتا تو وہ اب تک خودکشی کر چکی ہوتیں۔

''یا اللہ...... میرا پردہ رکھ لینا میری بیٹیوں کے سامنے...... مجھ میں ان کی نفرت سہنے کا حوصلہ نہیں...... میرا بھرم رکھ لینا۔'' اشک بہاتے گھٹی گھٹی آواز سے وہ دعا گو تھیں۔ ایک ناسور ان کے اندر پل پل کر انہیں کھوکھلا کر گیا تھا۔

❁......❁......❁

اس کا موڈ آف ہو گیا تھا چودھری جہانگیر سے سامنا ہو کر سارا پلان چوپٹ ہو گیا تھا کمرے میں جانے کی بجائے وہ حویلی کے پچھلے حصے میں آ بیٹھی اس کا خیال تھا چودھری جہانگیر جلد ہی چلے جائیں گے مگر جب اسے بیٹھے بیٹھے کافی دیر ہو گئی سر میں درد بھی محسوس ہونے لگا تو وہ کچن میں آ گئی۔ کچن کی حالت سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ چودھری جہانگیر کی تواضع کی جا چکی ہے۔

''آپ کے والد آئے ہیں۔ آپ ملیں ان سے؟'' جینا نے اسے دیکھتے ہی گرم جوشی سے اطلاع دی کہ شاید وہ لاعلم ہو ان کی آمد سے۔

''میں چائے پینے آئی تھی کچن میں۔'' خشک لہجے میں کہہ کر وہ ساسر کے لیے نگاہ دوڑاتی برتن کر گئی۔ جینا نے جب دیکھ لیا کہ کوئی رسپانس نہیں دیا تو خود ہی سائیڈ پر ہو کر برتن دھونے لگی۔

جب تک چائے تیار ہوئی پاپ کارن بنا کر جمبو سائز ڈسپوزیبل باؤل میں بھر چکی تھی۔ جینا اپنا کام کرتے اسے بھی دیکھتی رہی تھی۔ جانتی تھی وہ کتنی من موجی ہے موڈ ہوتا تو گھنٹوں باتیں بگھارتی ورنہ منہ کھولنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

''پاپ کارن اور چائے کا مگ لے کر کچن سے نکل کر وہ اپنے کمرے کا رخ کر رہی تھی جب صغراں پیغام لے کر حاضر ہوئی۔

''چودھری جی (چودھری حشمت) نے حکم دیا ہے سب ہال میں جمع ہو جائیں۔ تقریباً سب آ گئے ہیں آپ بھی چلی جائیں۔ بی بی جی (زمرد بیگم) آپ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔'' اس نے ایک کوفت بھری سانس لی۔

''ایسی کیا آفت آ گئی اس حویلی میں جو میلا لگائے بیٹھے ہیں سب...... اپنی مرضی سے دو پل بھی نہیں جی سکتی کیا؟'' پاپ کارن باؤل اور سیدھے ہاتھ میں موجود مگ کو دیکھ کر اس نے تلخی سے سوچا اور دونوں کو اسی طرح تھامے ہال میں داخل ہوئی۔

چودھری حشمت اور چودھری جہانگیر کے ساتھ چودھری اسفند بھی براجمان تھے۔ وہ شہر سے لوٹ آئے تھے خبر ملتے ہی لیکن چودھری جہانگیر کی آمد کے بعد سب کچھ کنٹرول میں آ گیا تھا۔

زمرد بیگم کے ساتھ فائزہ فریال اور چاروں لڑکیاں موجود تھیں۔ شاہ زر شمعون بھی پاس ہی براجمان تھا۔ یہ بیٹھک اسے کسی خاص فیصلے کا پیش خیمہ لگ رہی تھی کہیں نا کہیں خطرے کی گھنٹی عیشال جہانگیر کے سر پر بجتی محسوس ہو رہی تھی مگر وہ

جس کے لیے ہلکان ہورہا تھا اس کا دور دور تک کوئی نام و نشان نا تھا جانے کہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ بائیں ہاتھ میں باؤل اور دائیں ہاتھ میں چائے کا مگ تھامے پاپ کارن کھاتے داخل ہوتی عیشال جہانگیر کو دیکھتے سب ہی اس کے غیر سنجیدہ انداز پر جز بز ہوگئے۔ چودھری جہانگیر نے سرد نگاہ ڈالی تو چودھری حشمت بھی اس کے بے فکرے انداز کو دیکھ کر ایک لمحے کو سوچ میں پڑ گئے۔ صوفے پر آلتی پالتی مار کر گود میں باؤل رکھ کر چائے کی چسکی لے کر اس نے سب پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر جیسے خاموشی کی زبان میں ارشاد فرمایا کہ اب جلسے کا آغاز کیا جائے۔

''ہونہہ ریوڑیاں ملیں گی سب کو۔'' تلخی سے سر جھٹک کر اس نے پاپ کارن منہ میں رکھے۔ سبحان آفندی اسی پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ پیچھے ہو کر دیوار سے لگ کر ہاتھ سینے پر باندھے اس کے انداز ملاحظہ کرتے اسے شدید غصہ آرہا تھا۔

یوں سب کی طلبی ہوئی ہوا ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا تھا۔ ایسا اسی وقت ہوتا تھا جب حویلی میں کوئی خاص فیصلہ ہونے والا ہو اور سب کو مطلع کرنا ہو۔ نئی نسل تو یوں بھی بڑوں کے سامنے چپ ہی رہتی تھی مگر آج تو جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

''بخت اور اس کی فیملی کی غیر موجودگی ہمیں بھی محسوس ہورہی ہے لیکن وہ دور ہے ہمیں احساس ہے..... آپ سب کو یہاں اس لیے اکٹھا کیا گیا ہے کہ ہم آپ سب کو مطلع کرنا چاہ رہے ہیں کہ نئی نسل اب ماشاء اللہ شادی کے قابل ہوگئی ہے لڑکیوں میں ندا سب سے بڑی ہے تو ہم سب سے پہلے اس کے فرض سے سبکدوش ہوں گے۔'' ماحول میں پہلے ہی خاموشی تھی۔ چودھری حشمت نے بولنا شروع کیا تو سب نے جیسے سانس بھی روک لی۔

اس محفل میں کوئی غیر سنجیدہ موڈ اور حرکت میں ملوث تھا تو وہ عیشال جہانگیر تھی۔ چودھری جہانگیر اس پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ ان کے ماتھے کی لکیریں گہری ہونے لگی تھیں۔ وہ دیکھ رہے تھے۔ اس کی دلچسپی نا ہونے کے برابر تھی۔ چودھری حشمت کی بات ختم ہوئی تو اسے چونکنا پڑا جانے کیوں اسے ندا کے چہرے کا رنگ اڑتا محسوس ہوا۔

''یہ لڑکے کی تصویر ہے۔ ہم اسی سلسلے میں شہر جارہے تھے لیکن صبح ہی ہمارے دوست نے تصویر بھجوادی لڑکے کی فیملی ہمارے پرانے واقف کاروں میں سے ہے..... اچھے لوگ ہیں..... آپ سب تصویر دیکھ لیں۔'' چودھری حشمت نے تصویر ساتھ کھڑے سبحان آفندی کی طرف بڑھائی۔ تصویر تھامتے اسے کسی قدر سکون محسوس ہوا۔ بات ندا کی تھی اور وہ بلاوجہ پریشان رہا۔ اس نے سب سے پہلے تصویر زمرد بیگم کو تھمائی انہوں نے ایک سرسری نظر ڈال کر فائزہ کو دی پھر فریال اسی طرح سب سے گھومتی ہوئی تصویر آخر میں عیشال جہانگیر تک پہنچی۔

''کب تک منگنی کا ارادہ ہے؟'' زمرد بیگم نے ہی استفسار کیا عیشال جہانگیر نے ایک نظر تصویر پر ڈالی اور دوسری نظر سر جھکائے بیٹھی ندا پر تصویر میں موجود بڑی بڑی مونچھوں اور خوفناک تاثرات والا شخص یقیناً لڑکیوں میں کسی کو پسند نہیں آیا تھا لیکن سب نے اپنے تاثرات چھپالیے تھے۔

''وہ لوگ منگنی کرنا نہیں چاہتے جلد شادی کے خواہاں ہیں ہمارا بھی خیال ہے عید سے پہلے اس فرض سے سبکدوش ہوجائیں تمہارا کیا خیال ہے فیروز خان.....؟'' زمرد بیگم کو جواب دے کر چودھری حشمت نے فیروز خان سے استفسار کیا کہ ندا ان کی بڑی بیٹی تھی شاہ زر شمعون بھی انہیں دیکھنے لگا۔

''آپ اور بی جان جیسا مناسب سمجھیں بابا جان۔'' فیروز خان نے سعادت مندی سے سر ہلایا۔

''داجان..... یہ شخص ندا آپی کے لیے بالکل مناسب نہیں..... بہت بڑی عمر کا لگ رہا ہے اور بہت سخت گیر خوفناک بھی۔'' سبحان آفندی جو عیشال کے ناگوار تاثرات پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ دعا گو تھا کہ وہ اپنی کتر کتر چلتی زبان پر قابو رکھے۔ نظر ملنے پر نفی میں سر ہلاتے منہ پر انگلی رکھ کر سبحان آفندی نے اسے اس مسئلے سے دور رہنے کا اشارہ بھی کیا مگر وہ

کب کسی کی سنتی تھی۔عیشال کا بولنا تھا کہ ماحول پر موت کی سی خاموشی چھا گئی۔
سمہان آفندی کی نظر بے ساختہ چودھری حشمت اور چودھری جہانگیر کے تاثرات کا جائزہ لینے لگی۔ چودھری حشمت یوں چونکے جیسے اب تک اس کی موجودگی سے ہی لاعلم ہوں۔ چودھری اسفند اور شاہ زر شمعون خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ چوہدری حشمت کے فیصلوں پر اعتراض اٹھانے کی کسی میں ہمت نہیں تھی لیکن عیشال جہانگیر کب کسی حدوقید کی پروا کرتی تھی اُس کے اختلاف رائے پر سب چونکے تھے۔
"ابھی تم بہت چھوٹی ہو عیشال بہتر ہوگا بڑوں کے معاملات میں بولنا چھوڑ دو۔" چودھری حشمت چپ ہی رہے مگر چودھری جہانگیر کو عیشال کی گستاخی ایک آنکھ نہ بھائی تب ہی سرد لہجے میں اسے سرزنش کی۔
"بے شک میں چھوٹی ہوں مگر مجھے یقین ہے یہاں موجود کسی کو بھی یہ شخص پسند نہیں آیا......لیکن کسی میں اختلاف کرنے کا حوصلہ نہیں۔" عیشال جہانگیر نے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔ اس کی جی داری پر سب ہی پہلو بدلنے لگے۔ لڑکیوں نے تو مارے خوف کے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ زمرد بیگم فائزہ اور فریال بھی جز بز ہورہی تھیں۔ سمہان آفندی غصہ دبائے کھڑا تھا نظریں اسی پر جمی ہوئی تھیں جو چودھری جہانگیر کی طرف متوجہ تھی۔
"بابا جان کے کیے گئے فیصلے کی مخالفت کا حوصلہ کسی میں نہیں تو یہ جرأت تم میں کیسے آ گئی۔" چودھری جہانگیر نے سرخ آنکھیں اس پر مرکوز کردیں۔
"بات سچ اور حق کی ہو تو ڈر کیسا...... مجھے پسند نہیں آیا میں نے اپنی رائے کا اظہار کردیا۔"
"اپنی رائے پسند ناپسند کو زندگی سے نکال پھینکو تو تمہارے حق میں بہت بہتر ہوگا ورنہ تمہاری زبان کٹوانے میں مجھے زیادہ دیر نہیں لگے گی۔" چودھری جہانگیر اس بری طرح دھاڑے کہ فائزہ اٹھ کر بے ساختہ عیشال تک آ گئیں۔
"آپ تو سمجھداری دکھائیں بچی ہے۔" چودھری جہانگیر کا گھٹنا دبا کر چودھری اسفند انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ عیشال مسلسل چودھری جہانگیر کو دیکھ رہی تھی وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی مگر فائزہ کے ہاتھ کے دباؤ سے زیادہ حلق میں گھلتے نمکین پانی نے اسے کچھ کہنے کے قابل نہ چھوڑا۔
"بابا جان چھوٹے بڑے کا فرق بھول کر جلد سے جلد اسے حویلی سے رخصت کرنے کی کریں ورنہ اس کے انداز بتا رہے ہیں کہ کوئی چاند ضرور چڑھائے گی۔" وہ ایک عورت کے تناظر میں اس سے نفرت کا اظہار کررہے تھے تو دوسری کے کردار پر اسے پرکھ رہے تھے۔ درحقیقت عیشال جہانگیر دو عورتوں کے حصے کا تاوان بھگت رہی تھی اور وہ اس بھگتان کے اسباب سے بھی لاعلم تھی۔
ان کے آناً فاناً تقاضے پر سمہان آفندی کا دل دھڑک اٹھا۔ سب ہی بری طرح چونکے۔ چودھری حشمت پرُسوچ انداز میں سر ہلا گئے۔
"بہتر ہو تو اس تصویر والے سے ہی نکاح کرکے رخصت کردیں اسے۔" چودھری جہانگیر نے بے رحم لہجے اور نفرت بھرے انداز سے کہا۔ سمہان آفندی کا دل مٹھی میں آ گیا تھا۔ عیشال جہانگیر سے مزید ضبط محال ہوا تو وہ جھٹکے سے ہال سے نکل گئی۔
"بن ماں کی بچی ہے جہانگیر...... کبھی تو نرمی سے کام لیا کرو۔" چودھری حشمت نے جیسے ناصحانہ انداز میں سرزنش کی۔
"نرمی سے ہی تو کام لیا تھا بابا جان کیا ہاتھ لگا۔" جھلا کر ماضی ادھڑ بیٹھے پھر فوراً سنبھل کر بولے۔ "اب میں کسی کے ساتھ نرمی سے کام نہیں لیتا۔" چودھری جہانگیر سرخ آنکھوں سے خلا میں دیکھنے لگے حویلی آ کر وہ ہمیشہ سے کرب کا شکار

ہوجاتے تھے۔ اس مبہم انداز گفتگو پر لڑکیاں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں تو بڑے نظریں چرانے لگے سوائے شاہ زرشمعون اور سبحان آفندی کے جو یہ سوچ رہے تھے کہ حویلی کی یادوں کو خوشگوار کیسے بنایا جائے۔

❁......❁......❁

شنائیہ چودھری کا شاپنگ آؤٹنگ سب کا موڈ غارت ہوگیا تھا۔ وہ گاؤں میں بیٹھا حکم چلا رہا تھا اور وہ اپنے ہی شہر اور گھر میں محصور ہوکر رہ گئی تھی۔ وہ سخت برہم تھی۔ اس نے احتجاج کیا اور چودھری بخت سے بھی شاہ زرشمعون کے عمل کی شکایت کی۔ دونوں نے جب شاہ زرشمعون کے فیصلے کی تائید کی اور اسے بھی عمل درآمد پر زور دیا تو وہ مزید بور ہوگئی۔ تاہم تو آگے پیچھے گارڈز والے پروٹوکول پر بہت خوش تھی۔ وہ گانے سن کر فیس بک چلا کر بور ہوگئی تو بیڈ پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

"تم تو شاپنگ کے لیے جارہی تھیں گئی نہیں؟" دیا کمرے میں آئیں اور اسے بے زار دیکھ کر سوال کیا۔

"مجھے نہیں جانا کہیں ان باڈی گارڈز کے ساتھ۔" وہ منہ بنا کر کشن دبوچ گئی۔

"شاہ نے یہ اقدام ہماری حفاظت کے لیے ہی کیے ہیں بیٹا' ویسے بھی حالات اتنے برے ہیں کہ بچیوں کے لیے تو گارڈز ہونا ہی چاہیے کم از کم والدین کو ان کی واپسی تک دھڑکا تو نا لگا رہے۔" جب دیا مطمئن تھیں تو وہ کب تک اختلاف کرتی سوچپ رہی۔ وہ دیا کے بولنے کی منتظر تھی۔ اسے لگ رہا تھا دیا کسی خاص مقصد سے آئی ہیں۔ اور وہی ہوا۔ اگلا جملہ ان کے منہ سے نکلا تو وہ ہمہ تن گوش ہوگئی۔

"حویلی سے بابا جان کی کال آئی تھی' وہ حویلی میں اب شادیوں کا آغاز کرنا چاہ رہے ہیں' بتا رہے تھے ندا کے لیے انہوں نے رشتہ بھی دیکھ لیا ہے اور جلد ہی بات پکی کردیں گے لڑکیوں میں ندا سب سے بڑی ہے تو اسی کی پہلے ہوگی۔"

"شکر ہے...... کچھ تو تبدیلی آئے گی لائف میں' شادی انجوائے کروں گی' کیسا ہے لڑکا...... آپ نے دیکھا ہے؟" وہ ایکسائیٹڈ ہوئی۔

"ہاں بابا جان نے تصویر واٹس اپ کی تھی' تمہارے پاپا کو انہوں نے مجھے بھی کردیں' تم بھی دیکھ لو۔" دیا نے اپنا سیل فون اس کے آگے کیا۔ "لڑکے" کی تصویر دیکھ کر ایک پل کو اس کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"مما......! یہ کس اینگل سے لڑکا ہے؟ بڈھا کھوسٹ لگ رہا ہے۔ جب کہ ندا تو بہت پیاری اور نازک سی ہے۔" وہ تصویر دیکھتے ہی اٹھ بیٹھی۔ لہجہ شاکڈ تھا۔

"میرے سامنے تو کہہ دیا۔ اپنے پپا اور حویلی والوں کے سامنے بھولے سے بھی نہ کہنا' یہ بابا جان کا فیصلہ ہے۔" وہ تنبیہ کرنے لگیں۔

"لیکن کیوں مما' بابا جان کو جوڑ بھی تو دیکھنا چاہیے۔ ندا کی بھی تو کوئی پسند ناپسند ہوگی۔" اسے اختلاف ہوا۔

"ندا کی پسند ناپسند کوئی معنی نہیں رکھتی۔ شادی اسی سے ہوگی جسے بابا جان پسند کریں گے۔ حویلی میں پسند ناپسند کا اختیار کسی کو نہیں' خاص طور پر لڑکیوں کو تو بالکل نہیں۔" دیا حقیقت پسندی سے اسے حویلی کے رموز سمجھا رہی تھیں۔

کل کو ندا کی شادی بھی ہوجاتی اور پھر ایک دن ان کی بیٹی کی باری بھی آنی تھی۔ انہیں اپنی نخریلی بیٹی کی فکر ہوئی تو وہ چلی آئیں کہ اس کے کان میں بات ڈال دیں۔ تاکہ وہ بھی ذہنی طور پر تیار رہے۔

"کل کو بابا جان ایسے ہی کسی خوفناک آدمی سے میری شادی طے کردیں گے تو...... آپ اور پپا کچھ نہیں کہیں گے؟" وہ وہی سوال کرگئی جس کا جواب دیا سمجھانے آئی تھیں۔ وہ فکرمندی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"بابا جان کا فیصلہ ہی حرف آخر ہے' وہ ہمارے بڑے اور سرپرست بھی ہیں۔" دیا نے واضح کیا۔

''خواہ یہ ندا جیسا بے جوڑ فیصلہ ہی کیوں نا ہو؟'' اسے جیسے صدمہ پہنچا۔
''صرف ظاہری شکل وصورت اور عمر میں تضاد کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مانا یہ لڑکا خوب صورتی اور عمر کے خانے میں فٹ نہیں مگر خاندانی ہے ہوسکتا ہے یہ ندا کو بہت خوش رکھے۔'' دیا نے روشن پہلو دکھایا۔
''ساتھ چلنے اور زندگی کو انجوائے کرنے کے لیے ذہنی ہم آہنگی رکھنے والا ہم سفر چاہیے ہوتا ہے جو آپ کے ساتھ چلتے ہوئے نامناسب نا لگے۔ خاندانی رکھ رکھاؤ کا اچار ڈالنا ہے؟'' وہ سخت بدمزا ہوئی۔ اس کے انداز پر دیا کو چونکنا پڑا۔
''تم کسی کو پسند تو نہیں کرنے لگیں؟'' دیا کے تشویش سے بھرے سوال اور مشکوک نظروں سے اس کا اپنا سر پیٹ لینے کو دل چاہنے لگا۔
''نہیں مام میں تو پسند ناپسند بتا رہی ہوں۔ ابھی کوئی ایسا بنا ہی نہیں جسے شنائیہ چوہدری پسند کرے۔'' وہ اکڑی دیا کو کسی قدر سکون ہوا۔
''اور کبھی پسند آنا بھی نہیں چاہیے۔ ورنہ لوگ میری تربیت پر انگلی اٹھائیں گے۔ پسند کی شادی کا کوئی وجود ہی نہیں ہے حویلی میں اور تمہیں اپنی حد یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔'' دیا نے دوٹوک لفظوں میں واضح کردیا۔
''میں کسی کو پسند نہیں کرتی لیکن ایسے کسی رشتے کے لیے ندا کی طرح کبھی نہیں مانوں گی۔'' اس نے اعلان کیا۔
''آج تو یہ فضول جملہ بول دیا لیکن آئندہ نا سنوں میں۔ تم بچوں کو صحیح غلط کی تمیز ہی کہاں ہوتی ہے فلمی ہیرو کو دیکھ کر اسے آئیڈیالائز کرنے لگتی ہو یہ جانے بنا بھی کہ اس کی ظاہری چمک دمک تمہارے مستقبل کو کتنے اندھیرے میں لے جاسکتی ہے شادی وہیں ہوگی جہاں بابا جان چاہیں گے یہ ذہن میں بٹھالو اپنے۔'' دیا ایک ایک جملے پر زور دے کر چلی گئیں اور شنائیہ ایک نئی ٹینشن میں مبتلا ہوگئی۔ تصویر والے لڑکے کا تصور کرتے اس نے بے اختیار جھرجھری لی تھی۔

❁.....❁.....❁

وہ حد درجہ اداس تھی۔ اکیلے پن کے احساس سے اس کی آنکھیں بار بار پانی سے بھر رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے کاجل بار بار بہہ رہا تھا۔ زرش نے اسے جلدی تیار ہونے کا کہا مگر چوہدری جہانگیر سے ہونے والے سامنے کے بعد اس کا موڈ کچھ کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا لیکن بیٹھی رہتی تو دماغ مزید خراب ہوتا اس لیے وہ اٹھ کر تیار ہونے لگی۔ چوہدری جہانگیر کے رویے نے اسے دکھی کردیا تھا۔ کہنے کو تو وہ اس کے باپ تھے مگر شاید ہی انہوں نے کبھی اسے بحیثیت باپ کے گلے لگایا ہو پیار بھری نظر سے دیکھا ہو مہینوں بعد حویلی کا چکر لگاتے تھے اور ہر بار پہلے سے زیادہ دوری پر نظر آتے تھے اگر ان کا ایسا مزاج سب کے ساتھ ہوتا تو شاید وہ صبر کرلیتی مگر ان کا رویہ صرف اسی کے ساتھ اتنا روڈ ہوتا تھا...... کیوں......؟ وہ وجہ جاننے سے قاصر تھی۔
ماں بچپن میں مرگئی تھی اور چوہدری جہانگیر نے کبھی باپ کا پیار اس کے حصے میں آنے ہی نہیں دیا تھا جب کہ کراچی میں مقیم بیٹی نرمین اور بیٹے ایشان جاہ کے لیے ان کی جان بھی حاضر رہتی تھی۔ وہ بھول بیٹھے تھے کہ حویلی میں ان کی ایک اولاد بھی رہتی ہے جو ان کے قرب ومحبت کو ترستی ہے کوئی بہن بھائی نا ہونے کی وجہ سے اپنی باتیں کسی سے شیئر نہیں کر پاتی تھی۔ اسی محرومی کی نے اسے اس ماحول اور لوگوں سے باغی بنا دیا تھا۔ ہر وہ کام کرتی تھی جس کی حویلی میں ممانعت تھی۔ حویلی میں سب ہی اس کے ساتھ نرم رویہ رکھتے تھے۔ چوہدری اسفند کو وہ زیادہ عزیز تھی۔ وہ جب بھی اپنے بچوں کے لیے کچھ لاتے تو اس کے لیے بھی ضرور لاتے تاکہ اسے محسوس نہ ہو مگر ماں باپ کی کمی ایسا خلا تھی جو کسی کے التفات اور ہمدردی سے پر نہیں ہوسکتی تھی۔ ایسے میں چوہدری جہانگیر کا اس کے لیے نفرت بھرا لہجہ اور انداز اس کے نازک سے دل و احساسات کو مزید مجروح کردیتا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آتا کہ آخر اس نے ایسا کون سا جرم کردیا ہے کہ چوہدری جہانگیر اس سے
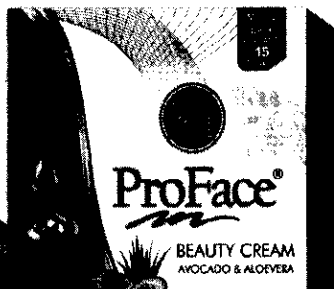
اتنی نفرت کرتے ہیں۔
چوہدری جہانگیر کی گاڑی کے ٹائر چرچرائے تو پرفیوم اسپرے کرتے اس کے لبوں پر پراستہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی وہ جس طرح آئے تھے اسی طرح واپس چلے بھی گئے تھے۔ بالوں کو شولڈر پر بکھیرے دوپٹا دونوں شانوں پر پھیلائے وہ ہال میں چلی آئی۔ بلیک جینز شرٹ پر مسٹرڈ شارٹ جیکٹ پہنے سبحان آفندی کلائی میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھ رہا تھا۔
''کہاں ہے یہ زرش ☆ مجھے تو کہہ گئی دس منٹ میں ہال پہنچو۔'' کلائی میں پڑی چوڑیوں کو ٹھیک کرتی وہ موڈ چینج کر کے آئی تھی آواز پر سبحان آفندی نے اس کی سمت دیکھا تھا۔
بلیک میکسی میں بالوں کو بائیں شولڈر پر ڈالے مناسب میک اپ اور جیولری میں وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ ایک پل کو اس کے احساسات عجیب سے ہوگئے کہ اگر جو کوئی اور اس کا نصیب بن گیا تو کیا ہوگا۔
''تمہیں کیا ہوا؟ سنجیدہ اور غصے میں لگ رہے ہو۔'' وہ اس کے رنگ ڈھنگ پر چوٹ کر گئی اور اسے واقعی اس پر شدید غصہ تھا۔
''تم جو کچھ کرتی پھر رہی ہو اس پر تمہیں کون سے تمغے سے نوازوں' یہ سوچ رہا ہوں۔ کیا ضرورت تھی تمہیں وہ سب بکواس کرنے کی' کیوں کرتی ہو ہر بات سے اختلاف؟ کیوں حویلی کی دیگر لڑکیوں کی طرح خاموش رہ کر یہاں کے اصولوں پر زندگی نہیں گزارتیں؟'' وہ برس پڑا۔
''کیوں کہ میں ڈمی نہیں ہوں۔ جو حویلی کے مردوں کے اشاروں پر چلتی رہوں۔'' وہ بھڑک اٹھی' بڑی مشکل سے اس نے اپنا موڈ ٹھیک کیا اور پھر سے وہی ذکر اس کی جان جلانے لگا۔
''جب کسی کو اس رشتے میں کوئی اعتراض نہیں تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔ کیا ملے گا اس بغاوت سے۔ تم نے آج جو حرکت کی وہ کم تھی......؟ جہانگیر چچا تو بضد تھے کہ تصویر والے سے ہی تمہارا نکاح کروادیا جائے مگر بھلا ہو ڈیڈ کا وہ آڑے آگئے ورنہ ابھی اسی خوفناک چہرے والے سے نکاح کی تیاری کررہی ہوتیں۔'' وہ بھڑاس نکالنے لگا۔
''کر کے تو دیکھتے......میں بھی بتادیتی۔'' اس نے بال جھٹکے۔
''اپنی بہادری بعد کے لیے سنبھال کر رکھو آگے بہت ضرورت پڑنے والی ہے' لیکن اللہ کا واسطہ ہے ابھی منہ بند رکھنا سیکھو' ہاتھ جوڑتا ہوں تمہارے آگے۔'' بولنے کے ساتھ وہ واقعی ہاتھ جوڑ گیا۔ عیشال جہانگیر جو اس کی غیر مبہم باتیں سمجھنے کی کوشش کررہی تھی اس کے ہاتھ جوڑنے پر ایک دم دیکھنے لگی غضب کی ڈریسنگ اس کی وجاہت کو مزید بڑھا رہی تھی۔
''چلو ٹھیک ہے اب سے تمہاری بات رکھنے کی کوشش کروں گی' بتا دینا کب اور کہاں بہادری دکھانی ہے۔'' اس کا جملہ پکڑ کر چھیڑ گئی' وہ ان کے ایک دم سے مان جانے پر حیران ہوتا خود بھی مسکرادیا تھا۔
❁......❁......❁
میں بہت شرمندہ ہوں منزہ بہن' مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ لوگ اس مزاج کے ہیں۔'' منزہ صائمہ کے ساتھ ہاسپٹل آئیں۔ شاہد اور صائمہ وقت بے وقت ان کے بہت کام آتے تھے۔ ایسے میں صائمہ کو اپنے عزیز کی عیادت کے لیے جانا پڑا تو انہوں نے منزہ کو ساتھ لے لیا۔ منزہ بھی چلی آئیں کہ ان کی ٹیسٹ رپورٹ بھی آج ہی ملنا تھی لگے ہاتھوں وہ بھی ڈاکٹر کو دکھا سکتی تھیں۔ صائمہ گزشتہ واقعے پر افسوس کا اظہار کررہی تھیں۔
''تمہارا کیا قصور صائمہ' تم نے تو خلوص نیت سے کام کیا' لیکن لوگ...... خیر جانے دو......تم اپنی عزیز سے ملو۔ میں تب تک ڈاکٹر کو رپورٹس دکھا کر آتی ہوں۔'' رپورٹس انہوں نے آتے ہوئے راستے سے لے لی تھیں اور اب منزہ ڈاکٹر کو دکھانا چاہ رہی تھیں۔ صائمہ سر ہلا کر چلی گئیں تو وہ بھی بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگیں۔

گزشتہ واقعہ کے پیش نظر اب وہ باہر نکلتے چہرے پر نقاب کرلیتی تھیں۔ان کی خود طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ماورا اور انوشا نے انہیں آنے سے منع کیا تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک صائمہ کے ساتھ چلی جائے گی لیکن انہوں نے انکار کردیا تھا۔اپنی باری آنے پر وہ اندر گئیں۔ڈاکٹر رپورٹس دیکھ رہا تھا اور وہ جب اس کے تاثرات سے کچھ اخذ نا کرپائیں تو چپ کرکے بیٹھی رہیں۔

''تو میرا شک درست نکلا۔'' ڈاکٹر نے لمبی سانس بھر کے چشمہ آنکھوں پر سے اتارا۔انداز میں افسوس کا رنگ نمایاں تھا۔

''کوئی ساتھ آیا ہے آپ کے.....کوئی فیملی ممبر؟'' ڈاکٹر کے چہرے پر ایک دم سے تردد کی کیفیت طاری ہوئی۔

''میں اپنی پڑوسن کے ساتھ آئی ہوں۔خیریت ہے ڈاکٹر صاحب.....؟'' منزہ کو ان کے انداز پر حیرت ہوئی۔

''گھر میں کوئی سرپرست' کوئی مرد جس سے بات کرسکوں؟''

''میں اور میری بیٹاں ہی ہیں۔بات کیا ہے ڈاکٹر صاحب.....؟'' منزہ کو ان کے سوالات عجیب لگ رہے تھے۔

حقیقت جان کر ڈاکٹر ایک لمحے کو ہونٹ سکوڑ گیا۔چند ثانیے خاموشی کے بعد ڈاکٹر تذبذب کی کیفیت میں انہیں دیکھتا رہا۔جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔منزہ کی چھٹی حس انہیں کسی خطرے کا پیغام دے رہی تھی۔

''عموماً ہم پیشنٹ سے اس کی بیماری ڈسکس نہیں کرتے کہ وہ اس بات کو لے کر مزید طبیعت خراب کرلےگا۔تب ہی آپ کے سرپرست اور مرد کے حوالے سے استفسار کیا۔لیکن.....آپ کی دو ہی بیٹیاں ہیں تو وہ یہ سب جاننے کے بعد کیسا بی ہیو کریں۔'' ڈاکٹر پُرسوچ انداز میں بولا۔

''میں اپنی بیٹیوں کو کوئی تکلیف دہ صورت حال نہیں دینا چاہتی۔جو بھی ہے آپ مجھے ہی بتادیں۔'' انہوں نے جی کڑا کرلیا۔

''آپ کے ٹیسٹ رپورٹس سے بلڈ کینسر کا مرض تشخیص ہوا ہے جو لاسٹ اسٹیج پر ہے.....'' ڈاکٹر نے کہا اور منزہ کی نگاہوں میں دونوں بیٹیوں کا عکس ڈول گیا۔ڈاکٹر بھی بتاتے ہوئے دکھی تھا۔شاید یہ جان کر کے دنیا میں دو بیٹیاں ہی ان کی کائنات ہیں۔

''کتنا وقت ہے میرے پاس؟'' منزہ کو اپنی ہی آواز اجنبی لگی۔

''شاید کچھ ماہ' شاید سال' یا پھر کچھ دن.....موت کا وقت تو صرف اوپر والے کو پتا ہے۔'' ڈاکٹر نے آزردہ لہجے میں کہا تو منزہ کے لبوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

رب العزت نے کیا خوب انصاف کیا تھا۔جینے اور خوشیوں کی ہوس میں زندگی کو اپنے اشاروں پر چلانے کا عزم رکھنے والی کو زندگی میں ہی موت کی آگاہی دے دی گئی تھی۔موت اچانک ہوتی تو شاید انہیں احساس تک نہ ہوتا۔وہ سوچتی رہتیں کہ ابھی انہیں دس بیس سال اور زندہ رہنا ہے لیکن ان کا وقت پورا کرکے ان کو احساس دلایا گیا تھا کہ وہ لمحہ لمحہ خود سے قریب آتی موت کے قدموں کی آہٹ اسی زندگی میں محسوس کریں کیا خوب انصاف تھا اس کا۔تھکے قدموں کو گھسیٹتی منزہ کی نگاہ آسمان کی طرف اٹھ گئی تھی۔

❁.....❁.....❁

''تم لوگ جلدی نہیں آسکتے تھے.....؟'' شازمہ انہیں دیکھتے ہی چونکی۔تینوں کو واپسی میں تھوڑی دیر ہوگئی تھی۔وہ سب لوٹ کر آئے تو ہال میں ہی لڑکیاں اور باقی خواتین بھی مل گئیں۔

''کیوں ایسا کیا ہوگیا جو ہمیں جلدی لوٹ کر آنا چاہیے تھا۔'' عیشال نے چادر اتار کر سائیڈ پر رکھتے سوال کیا۔

"داجان نے کوئی خاص اعلان کرنا تھا۔" شازمہ نے راز داری سے کہا۔ اس کی آواز دھیمی تھی لیکن اس کے باوجود سمہان آفندی کے کان اعلان کا سن کر کھڑے ہوگئے۔
"دن کو اتنا دھماکے دار اعلان تو کیا داجان نے اب اور کون سا اعلان باقی بچتا ہے۔" عیشال نے منہ بنایا۔
"بھئی وہ تو ندا کی شادی کا اعلان تھا ناں...... یعنی لڑکیوں میں ندا بڑی ہے تو...... اب لڑکوں کی بھی باری آئے گی ناں......؟" یمنیٰ نے دانائی سے سمجھایا تو وہ ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگی۔
"یعنی ویرے شاہ کی شادی کا اعلان؟" زرش اچھلی۔
"ہاں...... ناں۔" شازمہ بھی پُر جوش ہوئی۔
"کس سے لڑکی کی تصویر دکھائی داجان نے؟" سمہان آفندی نے بھی دلچسپی لی۔
"یہ ہی اہم کام تو نہیں ہوسکا۔ آپ لوگ موجود جو نہیں تھے۔" شازمہ نے منہ بگاڑا۔
"دی جان سے پوچھو۔ شاید انہوں نے تصویر دیکھی ہو۔" زرش نے سب کا دھیان زمرد بیگم کی طرف کیا تو لڑکیاں ان کی طرف متوجہ ہوگئیں۔ عیشال جہانگیر چینج کرنے کے ارادے سے اپنے کمرے کی طرف جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔
"آئندہ سے اتنا تیار ہوکر کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔" وہ سیڑھیوں پر چلتی ایئر رنگ اتار رہی تھی۔ پیچھے سے آتے سمہان آفندی نے ایک دم سے کہا۔ ایک پل کو وہ ٹھٹکی۔
"کیوں......؟"
"بس کہہ جو دیا۔" وہ حتمی لہجے میں کہہ کر آگے بڑھ گیا۔
شادی میں ہر کوئی ہی اس کی تعریف کر رہا تھا۔ سب ہی اس کے متعلق بار بار پوچھ رہے تھے اور ایک وہ تھا جو تعریف کی بجائے آئندہ تیار نہ ہونے کا کہہ رہا تھا۔
"اب بندہ اتنا بھی جل ککڑا نہ ہو سب نے ہی میری تعریف کی۔" وہ منہ بنا گئی۔
"میں یہ ہی تو نہیں چاہتا کہ کوئی تمہاری تعریف کرے آئی سمجھ۔" وہ بغور دیکھتے ہوئے بولا۔ جرح کرنے والے انداز سے وہ اسے گھور رہی تھی۔
"بڑا شوق ہے تمہیں تعریفیں سننے کا۔" موڈ بدل کر سخت نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ کوئی سخت سا جواب دینے ہی لگی تھی جب شاہ زرشمعون کو آتے دیکھ کر الرٹ ہوگئی۔
"لوٹ آئے تم لوگ؟" شاہ زرشمعون قریب آ گیا تھا۔ عیشال جہانگیر دوپٹا سر پر لیتی انداز نارمل کر گئی۔ شاہ زرشمعون نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سمہان آفندی کی طرف متوجہ ہوا۔
"نیند نہیں آرہی تھی تو سوچا تم سے تھوڑی گپ شپ ہی کرلوں۔"
"نیند کہاں سے آئے گی جناب کو...... داجان نے شادی کی پھلجھڑی جو چھوڑ دی ہے...... سچ بتاؤ برو تصویر دیکھی۔" وہ چھیڑنے لگا تھا اور شاہ زرشمعون کے چہرے پر شرم کی سرخی بکھر گئی۔ عیشال جہانگیر دو دوستوں کی چھیڑ چھاڑ میں خود کو مس فٹ محسوس کرتے اپنے کمرے کے دروازے پر رک گئی۔ وہ دونوں آگے بڑھ گئے لیکن اسے دونوں کی آوازیں آرہی تھیں۔
"او نہیں بھئی۔" شاہ زرشمعون سمہان آفندی کے ہم قدم تھا۔
"اب صبح ہی دیکھنا تصویر...... یقیناً ناشتے کی میز پر ہی تصویر کشائی ہوگی۔" شاہ زرشمعون نے اس کے اشتیاق پر

جواب دیا تو وہ بھی ٹھنڈی سانس لے کے رہ گیا کہ انتظار کے سوا کوئی چارا نہیں تھا۔
"بازو کا زخم کیسا ہے اب......؟" وہ روزمرہ کی باتیں کرتے راہداری میں گم ہو گئے تھے عیشال جہانگیر بھی اپنے کمرے میں داخل ہوگئی۔

❁......❁......❁

صبح ناشتے کی میز پر ہر کوئی متوجہ تھے کہ چودھری حشمت کب شاہ زرشمعون کی شادی کا اعلان کریں لڑکیاں یونیورسٹی کے لیے معمول کے مطابق تیار بیٹھی تھیں۔ انہیں بھی شدت سے انتظار تھا کہ ان کی روانگی سے قبل اعلان ہو جائے۔ سب چوری چوری چودھری حشمت کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جو ناشتا کرنے میں مگن تھے۔ بالآخر وہ لمحہ بھی آ گیا جب وہ سب سے مخاطب ہوئے۔
"یوں تو ہم ندا کی شادی کا اعلان کر چکے ہیں کیونکہ ندا لڑکیوں میں بڑی ہے۔" عیشال جہانگیر کو ایک بار پھر ندا کے چہرے پر سایہ پھیلتا محسوس ہوا۔ جسے چھپانے کو وہ سر جھکا گئی تھی۔
"لیکن اس سے بڑا شاہ ہے تو ہم نے طے کیا ہے کہ ندا سے پہلے شاہ کی شادی کی جائے۔"
"بہت اچھا خیال ہے ماشاء اللہ......" زمرد بیگم نے سراہا۔
فائزہ کے چہرے پر بھی بیٹے کی شادی کا سن کر چمک دوڑ گئی تھی۔ ندا بھی ان کی بیٹی تھی لیکن ان کی خود کی دلی خواہش تھی کہ چونکہ شاہ زرشمعون ندا سے بڑا ہے تو پہلے اس کی ہو اور اب چودھری حشمت ان کے دل کی بات کر رہے تھے۔ چودھری اسفند اور چودھری فیروز قدر مطمئن بیٹھے تھے۔ جیسے انہیں سب پتا ہو البتہ تمام خواتین متعجب نظروں سے چودھری حشمت کو دیکھ رہی تھیں۔
"اس جمعہ کو شاہ اور عیشال کی منگنی کی رسم ادا کی جائے گی اور جلد ہی شادی۔" سب ہی چودھری حشمت کے بولنے کے منتظر تھے اور جب انتظار کے بعد وہ سب کہہ گئے تو کئی اشخاص بے یقینی سے ان کی صورت تکتے رہے۔
"شاہ زرشمعون کے لیے ہم نے عیشال کا انتخاب کیا ہے۔ گھر کی بچی گھر میں ہی رہے گی۔"
اسے لگا تھا اس کی سماعت کو دھوکا ہوا ہے لیکن جب چودھری حشمت نے ایک بار پھر نام دہرائے تو عیشال جہانگیر شاکڈ سی ہو کر بے ساختہ سبحان آفندی کی طرف دیکھنے لگی کم و بیش اس کے چہرے پر بھی ایسی ہی بے یقینی کے تاثرات تھے۔
"شاہ زرشمعون اور عیشال جہانگیر......؟" اس سے آگے وہ سن نہیں سکی۔
ذہن سن ہو گیا تھا۔

(ان شاء اللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)

محبت سنگ عید بھائے

کوثر ناز

"میں اپنی زندگی رو دھو کر گزارنے پر یقین نہیں رکھتی تم کیوں چاہتی ہو کہ میں پوری عمر آنسو بہاتے ہوئے گزار دوں؟" ایہا فرجاد وہ لڑکی جو ہر چھوٹی سی چھوٹی بات پر روتی رہتی تھی آج پتھر کی بنی فریحہ جاوید کے سامنے کھڑی تھی۔

"کیا کسی کا عمل تمہاری زندگی پر اس طور حاوی ہو سکتا ہے کہ تم اپنی زندگی گزارنے کے رنگ ڈھنگ ہی بدل ڈالو؟" فریحہ شاید اسے جمودِ مسلسل سے نکالنا چاہتی تھی تبھی سوالیہ انداز میں پوچھا تھا۔ ایہا فرجاد نے اسے دیکھا اور پھر دھیرے سے ہنس دی۔

"بچی لگتی ہوں؟" اس کی بات پر فریحہ جاوید نے سر انکار میں ہلایا۔

"تو پھر تم اتنا مصر کیوں ہو رہی ہو؟" وہ سراپا سوال بنی اس کی جانب مڑی تو تیز ہوا نے ٹیرس پر کھڑی ایہا فرجاد کے بال یک دم بکھر دیئے وہ بالوں کو کان کے پیچھے اڑستی ہوئی بولی۔

"آپی مما چاہتی ہیں کہ تم پھر سے اپنی زندگی شروع کرو، صمام کے لیے یوں بیوقوفیاں کرتی تم انہیں پریشان کر رہی ہو انہیں تو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ کوئی ایہا نامی لڑکی ان کے لیے زندگی کو روگ لگا بیٹھی ہے۔ تم سمجھتی کیوں نہیں کہ یک طرفہ محبت کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔" وہ جانتی تھی کہ صمام کے دل میں کیا ہے لیکن بات پہلے ایہا سے اگلوانا مقصود تھا۔

"سنو فریحہ...... صمام میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ جانے کیوں تم انہیں مجھ سے جوڑ رہی ہو محبت کا روگ بھلا مجھے کیوں لگے گا؟ اور جب کوئی روگ ہے ہی نہیں تو موو آن کیسا؟ اور میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی جس سے کسی کو تکلیف ہو۔" وہ ایہا کے ماتھے پر آئی شکنوں کو بغور دیکھتے ہوئے ابھی تک حیرت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"مطلب کہ تمہیں صمام سے محبت نہیں؟" فریحہ کی حیرت دوچند ہوئی اور وہ لاپروائی سے کندھے اچکا گئی۔

"اچھا ٹھیک ہے محبت نہیں ہے تو پچھلے تین روز سے کون سا سوگ منا رہی ہو؟" اس نے غصے سے پوچھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے اور جاؤ جا کر یہ بات سب سے کہہ دو مجھے کوئی غم نہیں۔" آخر میں ایہا نے اس کے شکوک کو مکمل طور پر رفع کرتے ہوئے کہا تو وہ ساری کہانی سمجھ کر ہنس دی۔

"مطلب یہ سب میری اپنی اخذ کردہ کہانی تھی۔" وہ اپنی ہی بات سے حظ اٹھاتی ہوئی بولی۔

"جی ہاں۔" وہ اس کی نقل اتار کر بولی تو فریحہ ہنس دی۔

☆☆☆......☆☆☆

ایہا کے والدین اس کی خواہش پر گرمیوں کی چھٹیاں لندن گزارنے اور وہیں اپنی شادی کی بائیسویں سالگرہ بھی منانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن روانگی سے عین چند روز پہلے اس نے فیصلہ بدل کر گھر میں رہنے کو ترجیح دی تھی کیونکہ کچھ دن بعد اس کی قریبی دوست کی شادی ہو رہی تھی۔ لیکن اس کے والدین اسے تنہا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ لوگ اگر لندن کی ٹرپ پر جا رہے تھے تو صرف ایہا کی خواہش پر وہ جانتی تھی اس بار مما لندن جانا چاہتی تھیں کیونکہ انہیں ماموں سے بھی ملنے کی خواہش تھی۔ سو سارے حالات کا جائزہ لے کر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ مما بابا کو لندن جانے دیا جائے اور وہ خود چاچو کے گھر رک جائے ایک ہی گھر کے دو پورشن کر کے دونوں گھرانوں کو علیحدہ کر دیا گیا تھا لیکن دل ایک ہی تھے اور جہاں اب تک اس کے دن رات گزارتے آئے تھے۔ ایہا نے انہیں یقین دلایا کہ وہ بالکل ٹھیک رہے گی وہ لوگ اپنا ٹرپ انجوائے کریں تب ہی فرجاد یعقوب اور ان کی بیگم لندن کے سفر پر روانہ ہو گئے اور پیچھے ایہا، فریحہ کے ساتھ رہنے اس کے گھر آ گئی۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ راحیلہ چچی کے بھائی کے بچے صمام بقاء اور نایاب بھی چند دن گزارنے کی غرض سے آ گئے تھے۔ گھر

میں ایک دم رونق بڑھ گئی تھی۔ ایہا اور فریحہ کی شرارتوں میں یہ سب بھی مل کر حصہ لیتے تھے جس پر راحیلہ چچی پہلے تو تلملائیں بعد میں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ ایک دن جب سب سی ویو پر تفریح کے لیے نکلے تو صمام مختلف قسم کی سیپیاں جمع کرتا بہت دور نکل گیا۔ وہ بیچ پر بیٹھی یونہی بے ارادہ اسے دور جاتے ہوئے دیکھتی رہی اور بقاء کی نظریں ایہا کے چہرے اور اس کے اڑتے ہوئے بالوں کا طواف کرتی رہی نایاب اور حمزہ اونٹ کی سواری کرنے ایک طرف نکل گئے تھے۔ فریحہ جو خود بھی صمام پر نگاہیں جمائے بیٹھی تھی نے بقاء کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''صمام کی بیوی کی زندگی بڑی سلگتی ہوئی گزرے گی۔'' فریحہ کی افسوس کے ساتھ کی گی بات نے بقاء کی ساری توجہ فریحہ کی جانب مبذول کروائی۔

''وہ کیوں؟'' بقاء کے پوچھنے پر فریحہ نے ایک نظر بقاء کو دیکھا اور پھر صمام کو دیکھنے لگی۔

''کیونکہ ان کی ساری توجہ کا مرکز ہمیشہ ہی ان کے فضول سے شوق رہیں گے ان کے آس پاس کون رہتا ہے انہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی اور بقاء کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا۔ ایہا نے بھی چونک کر بقاء کو دیکھا جو صمام کی جانب دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ کچھ دور کھڑے صمام نے بقاء کا قہقہہ سنا تو چونک کر سیدھا ہوا اور ان کی جانب بڑھ آیا۔

''کیا بات ہے کیوں قہقہے لگا رہے ہو؟'' صمام کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی دونوں ہی چپ ہو گئے۔

''فریحہ کہہ رہی تھی کہ صمام کی بیوی انتہائی جلتی، کڑھتی، سلگتی ہوئی زندگی گزارے گی۔'' ایہا نے کہا تو سب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''وہ کیوں؟'' جب کسی نے کچھ نہیں کہا تو ایہا بولی۔

''کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ جو توجہ آپ کی بیوی کو حاصل ہونی چاہیے وہ آپ کے فضول قسم کے مشاغل کی نذر ہو جائے گی۔'' فریحہ ایک دم گڑبڑائی تھی۔

''کیوں بھئی فاری آپ ایسا سوچتی ہیں؟'' صمام نے فریحہ کی پونی کھینچتے ہوئے پوچھا تو فریحہ اپنی پونی پر ہاتھ رکھتی ہوئی چیخی تھی۔

''ہائے اللہ میرے بال تو چھوڑیں؟'' وہ مبہم سی مسکراتی ہوئی انگلیوں سے زمین کو کریدتی رہی تب ہی صمام نے اس پر چوٹ کی۔

''مجھے لگتا ہے کہ ایہا فرجاد جس جاں فشانی سے محنت کرنے میں مگن ہیں آج اس ریت پر تاج محل کھڑا کر کے ہی دم لیں گیں۔'' صمام نے شوشہ چھوڑا تو سب کے قہقہے ایک ساتھ برآمد ہوئے وہ خجل سی ہو کر ہاتھ جھاڑتی ہوئی ان سے پیٹھ موڑ کر بیٹھ گئی اور مسکراہٹ روکتی سمندر پر پڑتی سورج کی روشنی سے پھوٹنے والی شعاعوں کے باعث مختلف رنگ بکھیرتی لہروں کو دیکھنے لگی۔

''محترمہ آپ چلیں گی یا آپ کا گھر یہیں بھجوا دیا جائے؟'' وہ اس کی شرارت سمجھ کر ذرا سا مسکرائی اور اس سے پہلے ہی قدم آگے بڑھا دیے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆

ایہا دوست کی شادی میں شرکت کرنے کے بعد اس قدر تھک گئی تھی کہ اس کا ارادہ سیدھا گھر جانے کا تھا لیکن فریحہ کے ساتھ اس کے کزنز صمام بقاء اور نایاب کی خواہش تھی کہ وہ ان کے ساتھ رات کے اس پہر ساحل سمندر پر چلے جب کہ وہ کسی صورت تیار نہیں تھی اور اس کی اس حرکت نے سب کا موڈ خراب کردیا تھا۔

"دیکھو ایہا سب کہہ رہے ہیں تو چلتے ہیں ناں تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی۔" فریحہ نے ایک طرح سے خوشامد کی تھی اور اس کا ساتھ نایاب نے بھی دیا تھا۔

"ایہا مزہ آئے گا رات کے اس پہر جب تقریباً خاموشی ہوگی اور سمندر کی لہریں پر اسرار سی لگتی ہیں چلو ناں۔"

"میرا بالکل بھی موڈ نہیں ہے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"تو سر درد کی دوا لے لو۔" حمزہ نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"ٹھیک ہے پھر گھر چلتے ہیں۔" صمام نے سنجیدگی سے کہا تو سب خاموش ہوگئے تھے۔ اسے حقیقتاً ایہا کا رویہ مناسب نہیں لگا تھا اور یہ بات فریحہ محسوس کرگئی تھی لیکن اس وقت خاموش رہی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

دوسرے دن فریحہ نے اس سے اس حوالے سے بات کی تو وہ ماما بابا کی یاد آنے کا کہہ کر افسردہ ہوگئی تھی جس پر فریحہ نے انہیں کال کرنے کی تجویز دی تھی۔

"بات تو ہوئی ہے میری ان سے وہ لوگ ماموں کے گھر ہیں ماما بھی اداس ہیں کہہ رہی ہیں کہ جلدی آنے کی کوشش کررہی ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے پھر کیوں پریشان ہو رہی ہو؟"

"اب نہیں ہوں پریشان البتہ اب رات والے رویے پر پچھتاوا ہو رہا ہے پتا نہیں وہ لوگ کیا سوچتے ہوں گے۔" وہ ایک دم ہی اداس ہوئی تو فریحہ اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے بولی۔

"تم پریشان مت ہو کوئی کچھ نہیں سوچتا۔" فریحہ کی بات پر وہ مطمئن ہوگئی تھی۔

ایہا کے لیے یہ دن بوجھل اور طویل تھے والدین سے دوری اسے اداس کرگئی تھی۔ وہ پہلے کبھی اتنا عرصہ ان کے بغیر نہیں رہی تھی کہ یہاں سب اپنے تھے لیکن والدین کا کوئی نعم البدل نہیں ان کی محبت کی کمی کوئی پوری نہیں کرسکتا اور یہ بات اب ایہا کو سمجھ آرہی تھی اس لیے وہ انہیں شدت سے یاد کررہی تھی۔ رات کا دوسرا پہر تھا اور نیند ایہا کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ بے چینی حد سے سوا اور دل کی حالت عجیب تھی۔ صمام کتاب پڑھنے میں اتنا مگن تھا کہ وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا کتاب ختم ہوئی تو پانی پینے کی غرض سے باہر آیا۔ چھت پر کسی ہیولے کو رات کے اس پہر دیکھ کر چونکا اور دھیرے دھیرے سیڑھیاں چڑھ آیا تھا۔

"تم سوئی نہیں ابھی تک؟" صمام کی آنکھوں میں حیرانی تھی وہ اتنی رات تک کیونکر جاگ رہی تھی صمام از حد حیران ہوا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے......" لب دانتوں سے کاٹتے ہوئے وہ کسی خوفزدہ بچے کی مانند بولی۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے تھے وہ چونکا۔

"ڈر......کیسا؟" صمام نے آس پاس دیکھا۔

"مجھے شدید گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ بابا سے فون پر بات کرنا چاہتی ہوں۔" ایہا کی آنکھوں میں پل بھر میں آنسو لڈ آئے۔

"پریشان مت ہو، ابھی دن ہوگا وہاں فون کرکے بات کرلو۔" صمام نے اسے تسلی دی اور پھر اسے اپنے ساتھ نیچے لے آیا۔ اس نے اپنے موبائل سے ماما بابا کو کال ملائی لیکن دوسری طرف مسلسل بیل ہونے کے باوجود کال ریسیو نہیں ہوئی تھی اور یہ بات ایہا کو مزید پریشان کرگئی تھی۔

اور پھر وہی ہوا جس کا خدشہ اسے پچھلے کئی روز سے ستا رہا تھا۔ لندن سے پاکستان آنے والی پرواز فنی خرابی کے باعث حادثے کا شکار ہوگئی تھی اور تمام سوار دارِ فانی سے کوچ کرگئے تھے۔ ایہا تو یہ سن کر ہی ہوش کھو بیٹھی تھی۔ کیسے ایک ہی پل میں اس نازک سی لڑکی کی دنیا ویران ہوگئی تھی؟ آگے سوچنے کے لیے بچا ہی کچھ نا تھا؟ وہ سب ایہا کی حالت

دیکھ کر اسے سنبھالنے میں لگ گئے تھے۔ ایہا بار بار غش کھا کر گر رہی تھی۔ فریحہ کی حالت خود بھی مختلف نہیں تھی اس کی تائی اسے اپنی مما کے جیسے ہی عزیز تھی جاوید، بھائی اور بھابی کے غم میں نڈھال تھے لیکن انہیں ہمت کرنی تھی۔ صمام، بقاء اور حمزہ کی بھی آنکھیں جل تھل تھیں۔ راحیلہ ایہا کو بانہوں میں بھرے بیٹھی تھیں۔ ان کی نازک سی آپی کی زندگی ہی تمام ہوگئی تھی جب صمام نے بتایا کہ وہ رات کو بہت خوفزدہ تھی وہ اس بات کو سرسری سا لے رہا تھا لیکن اب انہیں اس کا پہلے سے خوفزدہ ہونا ہی رلا رہا تھا۔

میت گھر آئیں تو ایہا جو کچھ پل قبل سنبھلی تھی پھر غش کھا کر گر پڑی۔ اس کی حالت اب تک سنبھال نہیں پا رہی تھی صمام کا دل ایہا کی حالت دیکھ کر بے قابو ہو رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسی پل نازک سی لڑکی کے سارے غم مٹا دے۔ محبت جو نہ جانے کب سے چھپی بیٹھی تھی یکایک صمام پر آشکار ہوگئی تھی لیکن یہ پل حیران ہونے کے لیے نہیں تھے ایہا کا ہوش میں آنا بہت ضروری تھا، کفن دفن کے وقت بھی وہ ہوش میں نہیں آئی تو اسے ہسپتال میں داخل کروانا پڑا۔ کئی دن بعد اسے ہوش آیا تو وہ راحیلہ کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس سارے عرصے میں صمام کے والدین بھی کراچی آگئے تھے۔ صدمہ بہت بڑا تھا اور ایہا کے لیے تو شاید قیامت کا سا ساں تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد ایہا کا سارا وقت گم صم گزرنے لگا سب ہی اس کی توجہ مختلف جانب دلوانے کی کوشش کرتے لیکن وہ اپنے کمرے سے باہر آنے کے لیے تیار نہیں ہوتی تھی۔ وقت سرکا صمام اور اس کی فیملی واپس لوٹ گئی تھی۔ اب فریحہ ہمہ وقت ایہا کے سر پر منڈلاتی رہتی۔ حمزہ نے بھی ایہا کی دل جوئی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ ان دونوں کی کوششوں اور راحیلہ اور جاوید صاحب کی محبتوں کے بدولت وہ روزمرہ کی روٹین کی طرف آنا شروع ہوگئی تھی۔ یونیورسٹی بھی جانا شروع کر دیا تھا مگر واضح تبدیلی اس کے مشاغل میں آگئی تھی شوخ و چنچل سی لڑکی اب اکثر اداس رہنے لگی تھی کچھ چڑچڑی سی بھی ہوگئی تھی۔

ظاہر سی بات تھی کہ والدین کے چلے جانے کا غم ہی اتنا بڑا تھا کہ کوئی چاہ کر بھی ان کی کمی پوری نہیں کر سکتا تھا لیکن سب کی کوششوں نے ایہا کے رویئے میں تبدیلی لانا شروع کر دی تھی وہ اس تلخ حقیقت کو قبول کر چکی تھی لیکن اس سب کے باوجود اس کی خاموشی کو کوئی نہیں توڑ پایا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

نجانے کتنا وقت بیت گیا تھا غالباً سال یا پھر دو سال۔ راحیلہ اور جاوید صاحب نے اسے کسی شے کی کمی نہیں ہونے دی تھی ایسے میں جب دونوں کا گریجویشن مکمل ہوا تو وہ سب کے ساتھ لاہور کی سیر کو نکل پڑی۔ سب نے اس کے موڈ کے پیش نظر یہ سفر اختیار کیا تھا کچھ صمام کی خواہش بھی تھی کہ اس بار سب لاہور آئیں ہر بار وہی لوگ کراچی آیا کرتے ہیں یوں سب نے ارادہ باندھ لیا۔ فریحہ، حمزہ تو خوش تھے ہی لیکن ایہا کا چہرہ بھی کچھ کھلا کھلا سا تھا سب کے لیے یہ بات خاصی خوش آئند بھی تھی کہ وہ اب پھر سے زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔ ان کے مطابق لاہور کا یہ سفر ایہا کے ذہن پر خوشگوار تاثرات چھوڑنے میں کامیاب ہونے والا تھا اور ایسا ہوا بھی۔ بقاء نے خاص اسے آنے کی دعوت دی تھی وہ بہت خوش تھی۔ لاہور اسٹیشن پر انہیں بقاء لینے پہنچا تھا جو بے حد خوش نظر آرہا تھا۔

''کیا بات ہے بقاء سب خیر تو ہے ناں؟'' فریحہ نے بقاء کو چھیڑنے کی غرض سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

''خیر ہی تو نہیں ہے۔'' وہ بھی دوبدو جواب دیتا فریحہ کو حیران چھوڑ کر آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا۔ صمام کے بابا احتشام ہاشم اور والدہ منزہ ہاشم نے گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ دونوں کی ہی نرم مزاجی ذرا سی دیر میں کھل کر سامنے آگئی تھی۔ نایاب بالکل ان کا پرتو تھی ایہا مسکرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن مسکراہٹ کچھ ہی دیر بعد فکر میں تبدیل ہوگئی جب مطلوبہ شخص نظر نہیں آیا سب ہی وہاں موجود تھے مگر صمام کہیں نظر نہیں آرہا تھا فریحہ نے بھی شاید اس کی کمی محسوس کی تھی تب ہی کھانے کی ٹیبل پر بیٹھتے ہی فوراً پوچھ لیا۔

''بھئی ہمارے ہیرو صمام صاحب کہاں ہیں؟''
''آپ کے ہیرو کام کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہیں ایک دو دن تک آجائیں گے تب تک بقاء بھائی ہیں ناں۔'' نایاب فوراً شوخ ہوئی تھی بقاء نے اس کے ساتھ ایک نظر ایہا کو دیکھا جو زیرلب مسکرا رہی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

''ہاں منتظر تو تھی لیکن فریحہ زیادہ تھی۔'' اگلے ہی دن صمام واپس آیا تو ایہا کو لے کر لان میں آ گیا تھا۔
''اچھا مجھے تو لگا تھا تم نے مجھے زیادہ یاد کیا ہوگا۔'' سفید لباس میں وہ صمام کی دلچسپی کا مرکز تھی۔
''تم اتنی گلابی کیوں ہو رہی ہو؟'' صمام اب بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ خجل سی ہو کر سر جھکا گئی۔ کتنے ہی خواب ایہا کی آنکھوں کی زبانی صمام پڑھ رہا تھا وہ جان گیا تھا کہ اس کی محبت یک طرفہ نہیں ہے ایہا بھی اس سے پیار کرتی ہے اور یہی بات اسے سرشار کر گئی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

''ہمارا گھر کیسا لگا؟'' رات کے پہر نوجوان پارٹی لیڈو کھیل کر فارغ ہوئی تو چہل قدمی کی غرض سے باہر نکلی۔ فریحہ، حمزہ، نایاب اور صمام ایک ساتھ چل رہے تھے جبکہ پیچھے رہ جانے والی ایہا کے لیے بقاء وہیں رک گیا تھا۔ رکنا تو صمام بھی چاہتا تھا لیکن فریحہ اسے کھینچ کر لے گئی تھی۔ وہ بقاء تک پہنچی تو اس نے بات شروع کی۔
''ہاں بہت اچھا ہے ڈیکوریشن سے لے کر ہر چیز بہت عمدہ۔'' پیچھے رہ جانے والے ہاشم پیلس پر ایہا نے ایک بار پھر نگاہ ڈال کر کہا۔ وہ مسکرا دیا۔ اس سے پہلے کچھ اور کہتا وہ تیزی کے ساتھ چلتی باقی لوگوں تک پہنچ گئی جہاں سب آئس کریم کھانے میں مصروف تھے ایہا منہ بنا کر کھڑی ہوئی تو صمام نے بغور دیکھتے ہوئے اس کے لیے بھی آئس کریم لی بقاء بھی اپنے حصے کی آئس کریم لیے سب کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ ایہا سب سے بے نیاز بنی اپنی آئس کریم کھاتی رہی۔ تب ہی حمزہ نے شوشہ چھوڑا۔
''یار سوچ رہا ہوں شادی کر لوں۔'' حمزہ کا کہنا ہی تھا کہ سب اس کے پیچھے پڑ گئے۔
''بھئی مذاق کرنے کا وقت نہیں ہے۔ دیکھو سب آئس کریم کھا رہے ہیں تم بھی کھاؤ۔'' بقاء نے مزید اسے جلایا تھا وہ منہ بنا کر سب کو دیکھنے لگا۔ ایہا کو اس کی طرف داری کرنا ضروری لگا تب ہی بولی۔
''ہاں بالکل بھئی ہمارے شہزادے کو اب شادی کر لینی چاہیے۔'' حمزہ کا بازو تھامے وہ اب حمزہ کے ساتھ کھڑی تھی۔ نایاب نگاہیں پھیرتے ہوئے مسکرائی تو باقی سب بھی اسے حمزہ کی طرف داری کرتے دیکھ کر مسکرا دیے۔
''میرا بھی کچھ ایسا ہی خیال ہے۔'' صمام نے بے نیازی سے کہتے ہوئے ایہا کو بغور دیکھا تھا' ایہا ایک دم سے نظریں چرا گئی تھی۔
''میرا بھی ایسا ہی ارادہ ہے۔'' بقاء کب پیچھے رہنے والا تھا فریحہ کی طرف آنکھ دباتے ہوئے کہہ کر ہنسا تو پھر سب اسے چھیڑنے لگے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆

وہ وہاں جتنے بھی دن رہے ہر دن یادگار رہا۔ ایہا اور فریحہ وہاں آ کر بے تحاشہ خوش تھے تو حمزہ نے نایاب کے لیے راحیلہ بیگم کو اطلاع دے دی تھی وہ اس کی خواہش سن کر ہنس دی۔
''پہلے پڑھ لو پھر شادی کے بارے میں سوچیں گے۔''
''امی مجھے کچھ نہیں پتا ایٹ لیسٹ آپ بات تو کر ہی سکتی ہیں ناں۔'' وہ بضد ہوا تھا۔
''ایسے نہیں کہتے۔'' راحیلہ بیگم نے گھورا۔
''امی۔'' حمزہ منمنایا۔
''تم کتنے بدتمیز ہو گئے ہو حمزہ۔'' راحیلہ بیگم نے اسے ڈپٹا مگر وہ بھلا کب ماننے والا تھا۔
''آخری بات مان لیں پلیز۔'' وہ منت کرنے پر اتر آیا تھا راحیلہ بیگم کو ہنسی آ گئی۔
''اچھا ٹھیک ہے جب فریحہ کی بات کروں گی تو تمہاری بھی کر لوں گی۔'' راحیلہ بیگم نے کہا۔
''ہیں فریحہ کی' کس کے ساتھ؟'' حمزہ فوراً چونکا تھا بظاہر

بے خبر بنی ایہا کے بھی کان کھڑے ہو گئے تھے۔

''ظاہر ہے صمام کے ساتھ۔ بچپن کی بات طے ہے دونوں کی لیکن بے خبر ہیں دونوں ہی۔ خیر ابھی تم بھی نہ بات کرنا ایسی ویسی کوئی۔'' راحیلہ بیگم نے اطلاع کیا دی تھی ایہا کے اندر پنپنے والی خاموش محبت اپنی موت آپ مر گئی تھی اگر مری نہیں بھی تھی تو خاموش ضرور ہو گئی تھی اور ایسا بھی بھلا کبھی ہوا کہ محبت خاموش ہو جائے تو بھی انسان بولتا رہے۔ محبت خاموش ہو جائے تو اندر اس کی سسکیاں گونجنے لگتی ہیں جو بولنے کا موقع فراہم نہیں کرتی بس خاموش رہ کر سب سننے پر مجبور کر دیا کرتی ہے۔

''کیا واقعی میں محبت تھی؟'' ایہا نے خود سے سوال کیا تھا اور نگاہیں چرالیں تھیں۔ وہ تن تنہا اس راہ کی مسافر کیسے بن سکتی تھی جس کا سفر ہی فریحہ کی خوشیوں کی طرف جاتا تھا۔ بہتری اسی میں تھی کہ خاموشی سے راہِ محبت سے قدم واپسی کے لیے بڑھا لیے جائیں۔

☆☆☆......☆☆☆

ہر شے اپنی روٹین پر واپس آ گئی تھی وہ لوگ کراچی لوٹ آئے تھے صمام کے بارے میں گھر میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی بقاء کے اکثر میسجز آتے رہتے تھے مگر کبھی وہ نظر انداز کر دیتی تو کبھی جواب دے دیتی۔ فریحہ اپنی دنیا میں مگن تھی اسے جیسے کسی بات سے فرق ہی نہیں پڑا تھا ایہا زیادہ تر وقت اپنے کمرے میں گزارتی تھی اور اس بات سے شاید اب کسی کو فرق نہیں پڑتا تھا یا کسی نے توجہ ہی نہیں دی تھی لیکن اسے یہ بہتر لگا تھا۔ ایگزامز قریب ہی تھے کہ صمام کا باہر جانے کا ارادہ بن گیا، ایہا کی بے چینی بڑھ گئی تھی فریحہ محسوس کر رہی تھی، البتہ وہ خود پُرسکون تھی۔ پھر وہ ہوا جو ایہا نے قطعی نہیں سوچا تھا وہ جب یونیورسٹی سے لوٹی تو صمام گھر میں سب کے ساتھ بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا' وہ اسے نظر انداز کر کے جانے لگی تھی کہ صمام نے اسے پکار لیا وہ سب کے سامنے اس سے بات کرنے پر کترا رہی تھی، ایہا کے سلام کا جواب دینے کے بعد وہ اب پوری توجہ سے اس کی طبیعت اور پڑھائی کے حوالے سے پوچھ رہا تھا' وہ جواب دیتے ہوئے بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ راحیلہ نے بغور اسے دیکھا تھا وہ سب کی نظریں اپنی جانب اٹھتے دیکھ کر خجل سی ہو گئی تھی۔ لیکن صمام اسے یونہی بغور دیکھتا رہا تھا۔ ایہا کچھ دیر بعد اپنے کمرے میں چلی گئی اور نماز ظہر ادا کرتے ہی بستر میں گھس گئی۔ اسے آج سب کی نظریں عجیب سی لگ رہی تھی خود صمام کی نگاہیں بھی جل رہی تھیں یا پھر محبت نے اپنا آپ اس پر آشکار کر دیا تھا اور سب اس ہی کی بدولت تھا......لیکن جو بھی تھا وہ اب صمام کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی کیونکہ وہ فریحہ کا مستقبل تھا اور اس کے دل میں صمام کے لیے کوئی جذبہ ابھرے وہ قطعی نہیں چاہتی تھی۔ پھر لنچ کو چھوڑ کر ڈنر پر ہی سب کے سامنے تھی اس کی آنکھوں میں موجود سرخ ڈورے صمام نے بغور دیکھے تھے۔

صمام کل واپس جا رہا تھا اور وہ اس کا سامنا کرنے کا بالکل ارادہ نہیں رکھتی تھی کہ جذبات پر بند مشکل سے باندھے تھے۔ اب کوئی بند کارگر نہیں ہونا تھا لیکن اس کے لاکھ پہروں کے بعد بھی صمام کو وہ ٹیرس پر نظر آ گئی۔ ایہا جو نگاہ بچا کر قریب سے گزر جانا چاہتی تھی کہ اس کا ہاتھ صمام نے تھام لیا۔ بات نگاہوں کے ذریعے دلوں میں اتری تھی زبانی کوئی کلام نہیں ہوا تھا۔

''کیا ہوا؟'' وہ بامشکل اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

''یہی تو مجھے پوچھنا ہے ایہا کیا ہوا؟'' صمام نے سوال کے بدلے سوال کیا۔

''کیا مطلب؟'' وہ خود پر قابو پاتے سختی سے بولی۔

''تم چھپ کیوں رہی ہو۔''

''آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں چھپ رہی ہوں۔'' وہ سراپا سوال بنی کھڑی تھی۔

''آپ کی چور نگاہیں بتاتی ہیں کہ آپ چھپ رہی ہیں۔'' وہ طنزاً بولا تھا۔

''میرا ہاتھ چھوڑیں مجھے جانا ہے۔'' وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی کرتی اسے غصہ دلا گئی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں تمہارے گریز کو جانتا ہوں لیکن میں بس صحیح وقت کے انتظار میں ہوں۔" صمام کا ارادہ اسے اپنی محبت سے آگاہ کرنا تھا لیکن وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی تھی ایہا نے اسے کوئی موقع نہیں دیا تھا وہ تیز ہوتی سانسوں کو کمرے میں داخل ہو کر بحال کرتی فریحہ کی نظروں میں آگئی تھی لیکن وہ کچھ بولی نہیں تھی کروٹ بدل کر آنکھیں موندتے ہوئے لیٹ گئی تھی۔ وہ یہ تو جانتی تھی کہ جو امی چاہتی ہیں وہ نہ ممکن ہے کیونکہ خالہ اگر ٹال مٹول سے کام لے رہی تھیں تو کہیں نہ کہیں بات صمام کی جانب سے ہی رکاوٹ کا شکار ہے۔ کل ہی تو بقاء سے بات ہوئی تھی اور جب وہ ایہا کے بارے میں اسے چھیڑ رہی تھی تب ہی اس نے کہا تھا کہ ایہا کے ساتھ اسے کوئی لگاؤ نہیں ہے وہ اسے غلط فہمی ہے وہ سب تو مذاق تھا اور تب ہی سے فریحہ نے ہر بات پر سوچ بچار شروع کر دیا تھا پھر صمام کا جانے سے پہلے یہاں آنا۔ مما کا خالہ پر شادی کا زور دینا۔ صمام کی نگاہوں کا ایہا پر ہونا اور ایہا کا نگاہیں چرانا، خاص کر مما کا فریحہ کو چھپے لفظوں میں ہدایت کرنا کہ صمام پر تمہارا حق ہے صرف تمہارا۔ وہ کافی کچھ سمجھ رہی تھی اور ایک ماں ہونے کی حیثیت سے فریحہ کے لائف پارٹنر کے طور پر وہ ہمیشہ صمام کو دیکھتی آئی تھی اب اچانک سے وہ خواب ٹوٹتا تو یقیناً انہیں تکلیف ہوتی مگر فریحہ حقیقت سے بھاگنا نہیں چاہتی تھی اگر صمام کا انٹرسٹ ایہا میں تھا تو بھی جاننا لازمی تھا مگر بات تھی کہ کھل کر سامنے آ ہی نہیں رہی تھی اور اسی لیے اس نے ایہا فرجاد سے پوچھنے کی ٹھانی۔ صمام گیا تو ایہا کی اداسی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی وہ پچھلے کئی روز سے مسلسل کھانے کو اگنور کر رہی تھی اور آج آخر کار پوچھ ہی لیا لیکن وہ صاف مکر گئی تھی۔ اس نے راحیلہ بیگم کے بھی ڈراوے دیئے مگر وہ لڑکی کچھ بھی ماننے کو تیار نہیں تھی نہ ہی کوئی لفظ ادا کیا تھا وہ تھک ہار کر نیا لائحہ عمل سوچنے بیٹھ گئی۔ اب ایہا سے بات کرنے کا ارادہ مکمل طور پر ختم کر دیا تھا کیونکہ وہ کچھ بھی بتانے والی نہیں تھی اب بات بقاء سے ہی اگلوانی تھی۔ بہت سوچ بچار کرنے بعد اس نے بقاء کا نمبر ملایا۔

"کیا بات ہے خیریت تو ہے ناں آج محترمہ فریحہ جاوید نے بذات خود فون کیا؟" وہ بشاشت سے بولا تو فریحہ کے لبوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکان ٹھہر گئی۔

"زیادہ بنو مت۔" فریحہ نے ٹوکا۔

"اچھا تو پھر کام بتاؤ میرے پاس بھی زیادہ وقت نہیں ہے۔" وہ بھی اصل بات جاننا چاہتا تھا فریحہ نے ایک لمحے کو سوچا پھر بولی۔

"گھر میں کیا چل رہا ہے آج کل؟" فریحہ کے سوال پر بقاء کے کان کھڑے ہوئے مگر وہ بات چھپانے والوں میں سے نہیں تھا۔

"یہی کہ صمام بھائی کے سر سے ایہا نامی بھوت کیسے اتارا جائے؟" بقاء کا جواب جذبات سے عاری تھا' وہ پُرسوچ لہجے میں گویا ہوئی۔

"صمام نے کچھ کہا تھا جانے سے پہلے؟"

"یہی کہ شادی کریں گے تو صرف ایہا سے ورنہ نہیں۔" بقاء کسی روبوٹ کی طرح ہر سوال کا جواب دے رہا تھا۔

"اچھا اور پھر خالہ مان کیوں نہیں رہیں؟"

"کیونکہ میری خالہ کہتی ہیں یہ کسی بھی قیمت پر نہیں ہو سکتا صمام میری فریحہ کا حق ہے۔" فریحہ کو لگا جیسے اس کی امی نے سب کے سامنے اس کے لیے بھیک مانگنے کے لیے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے ہوں اور وہ سر بازار رسوا ہو گئی ہو۔

"خالہ جان کیا کہتی ہیں؟"

"وہ صمام بھائی کو ماننے کے جتن کر رہی ہیں کیونکہ خالہ جان کو انکار کرنا مناسب نہیں۔" فریحہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیا بات کرے گو کہ اسے صمام سے محبت نہیں تھی اور نہ ہی ایسی وابستگی تھی جسے وہ چاہت کا نام دیتی اس لیے وہ ایہا کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔

"صمام کب تک لوٹیں گے؟"

"جب مما شادی کے لیے مان جائیں گی۔"

"کیا مطلب صمام اس شادی سے بھاگنے کے لیے یورپ گیا ہے؟"

"جی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔"

"اوہ.....اور خالہ ایبہا کے لیے مان جائیں گی؟"

"انہیں ایبہا بھی بہت پسند ہے۔"

فریحہ نے خاموشی سے لائن ڈسکنکٹ کردی اور آگے کا لائحہ عمل سوچنے لگی کہ کس طرح مما کو صمام اور ایبہا کی شادی کے لیے راضی کرے جب کہ یہ ایک مشکل عمل تھا۔

☆☆☆.....☆☆☆

مسلسل کئی ہفتے سوچ بچار کے بعد فریحہ نے جاوید صاحب سے بات کی اور وہ فریحہ کی پوری بات سن کر مسکرا دیئے تھے۔

"ارے میری بیٹی..... اتنی بڑی ہوگئی ہے کہ اپنی بہن کے لیے قربانی دینے کا سوچ رہی ہے۔" جاوید صاحب نے فریحہ کا ماتھا چوم لیا۔

"بابا قربانی کیسی؟ جس کی محبت اسی کا حق۔" وہ بابا کے سینے سے لگی بولی تو جاوید صاحب نے فریحہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"لیکن اس کا کیا کریں گے کہ ایبہا نہیں مان رہی اور آپ کی امی وہ تو بالکل بھی نہیں مانیں گی کیونکہ وہ ہمیشہ صمام کو آپ کے لیے سوچتی رہی ہیں۔" جاوید صاحب کے چہرے پر اب پریشانی رقم تھی۔

"بابا اب بس آپ مان گئے ہیں ناں باقی سب کو بھی میں منالوں گی۔" فریحہ جاوید صاحب کو دیکھتے ہوئے شوخی سے بولی۔

" آپ خوش ہیں ناں؟" وہ اطمنان کرلینا چاہتے تھے۔

"جی بہت خوش ہوں۔" وہ دل کھول کر مسکرائی۔

☆☆☆.....☆☆☆

فریحہ نے کئی بار کوشش کی کہ وہ راحیلہ بیگم سے بات کرے لیکن وہ ہمت کر ہی نہیں پارہی تھی بہت سوچ بچار کے بعد اس نے صمام کو کال ملائی۔

"ہماری شادی کی تیاریاں یہاں عروج پر ہیں اور تم یورپ جاکر بیٹھ گئے ہو۔ جلدی واپس آ جاؤ بھئی۔" فریحہ کو شرارت سوجھ رہی تھی دوسری طرف صمام تذبذب کا شکار ہوا۔

"کیا مطلب ہے فریحہ میں نے مما کو صاف انکار کیا تھا کہ میں یہ شادی نہیں کروں گا۔" اس کے دوٹوک انداز پر فریحہ مسکرادی۔

"کیا مطلب ہے شادی نہیں کرو گے۔ تم کیا جانتے نہیں تھے میں بچپن سے تمہارے خواب دیکھتی آرہی ہوں اور وہ خواب تم ہی تو دکھاتے رہے ہو مجھے۔" اس کی بات پر صمام غصے میں آ گیا۔

"فریحہ تم پاگل ہوگئی ہو اور کچھ نہیں..... دیکھو ہم صرف کزنز ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں اور میں نے کب خواب دکھائے میں نے تو خود جب سے خواب دیکھنے شروع کیے ہیں تب سے اسے دیکھا ہے۔" وہ معصوم سا بنا کہہ رہا تھا فریحہ نے اپنی ہنسی دبائی۔

"مجھے نہیں معلوم تم واپس آرہے ہو مجھے کسی بھی قیمت پر تم سے شادی کرنی ہے۔" فریحہ ضد میں آ گئی تھی اور وہ خود پر ضبط کرتا اسے سمجھانے کی کوشش کررہا تھا۔

"دیکھو فریحہ اچھے بچے ایسے نہیں کرتے پہلے ہی میری مما نہیں مان رہی ہیں اب تم کوئی پرابلم کری ایٹ مت کرنا اور فریحہ تم ہمیشہ میری اچھی دوست رہی ہو ناں۔"

"اور تم وہاں جاکر کیوں چھپ گئے۔ یہ کوئی طریقہ ہے اپنی بات منوانے کا۔"

"فریحہ ایبہا ٹھیک ہے ناں۔" صمام نے کسی انجانے سے احساس کے تحت پوچھا تو وہ مسکرادی۔

"بالکل ٹھیک نہیں ہے بات ہی نہیں کرتی کسی سے کہہ رہی تھی کہ صمام سب چھوڑ کر کیوں چلے گئے انہیں یہاں رہ کر سب کو منانا چاہیے تھا مجھے اکیلا چھوڑ گئے جب کہ میری کوئی غلطی بھی نہیں تھی۔" فریحہ بنا سوچے کچھ بھی کہے جارہی تھی لیکن صمام کے کان کھڑے ہوگئے فکر نے فوراً اسے آلیا۔

"کیا وہ واقعی میں ایسا کہہ رہی تھی؟" صمام نے تصدیق چاہی اور فریحہ نے فوراً سے ہاں بھی کردی۔

''اوہ مائی گاڈ وہ کیا سوچتی ہوگی میرے بارے میں یار، میں نے واقعی میں اچھا نہیں کیا لیکن میں اسے کوئی وعدہ اس لیے دے کر نہیں آیا کہ جانے مما مانیں بھی یا نہیں۔'' پریشانی اس کے لفظوں سے ظاہر ہورہی تھی فریحہ مسکرادی اس طرف کا کام مکمل تھا اب کسی بھی طرح راحیلہ بیگم کو منانا تھا اور وہ یہ مشکل کام بھی کر ہی لینا چاہتی تھی کیونکہ وہ قطعی اس بات کے حق میں نہیں تھی کہ وہ کسی پر زبردستی تھوپی جائے۔ وہ صمام کو جلد پاکستان لوٹنے کا کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

''فریحہ آخر تم چاہتی کیا ہو؟'' فریحہ کچن میں کھڑی اپنے اور لیہا کے لیے ملک شیک بنا رہی تھی تبھی راحیلہ بیگم نے فریحہ کو آلیا۔

''کیا مطلب ہے امی کیا چاہتی ہوں میں؟'' فریحہ مکمل طور پر انجان بنی کھڑی رہی۔

''تمہارے بابا نے مجھے سب بتادیا ہے کہ تم کیا چاہتی ہو۔'' راحیلہ بیگم کا غصے سے برا حال تھا۔

''تو پھر اتنا غصہ کیوں ہیں آپ؟'' فریحہ کی ساری توجہ ملک شیک پر ہی تھی۔ راحیلہ بیگم کو سخت کوفت ہوئی۔

''تم جانتی ہو ناں کہ میں نے ہمیشہ سے ہی صمام کو اپنے داماد کے روپ میں دیکھا ہے۔'' وہ اب آواز کو دھیمی کیے کہہ رہی تھیں نہیں چاہتی تھی کہ لیہا ان کی بات سنے۔ وہ چاہے صمام کے لیے فریحہ کو سوچتی تھی لیکن لیہا کو بھی بھی تکلیف نہیں دے سکتی تھی۔

''تو امی اب کون سا صمام صرف بابا کے داماد کہلائیں گے۔ ابھی بھی آپ ہی کے کہلائیں گے ناں۔'' وہ اب اپنے کام سے فارغ ہو کر راحیلہ بیگم کو سمجھانے کی کوشش کررہی تھی جب کہ وہ اسے دیکھتی رہ گئیں۔

''فریحہ صمام نے فی الحال شادی سے منع کیا ہے اس نے لیہا کا نام نہیں لیا اور تمہاری خالہ ہیں ناں اسے منالیں گی تو پھر تم کیوں فضول میں بڑی بننے کی کوشش کررہی ہو۔''

''امی صمام نے لیہا کا ہی نام لیا ہے خالہ جان نے آپ کو اس لیے نہیں بتایا کہ آپ کو زیادہ تکلیف ہوگی اور صمام سے بھی بات ہوئی ہے کل میری۔ وہ بالکل نہیں مانے گا وہ لیہا کے حوالے سے خواب دیکھتا ہے اور پھر امی آپ اتنی پریشان کیوں ہیں کیا میں اتنی بری ہوں کہ کوئی مجھے پسند نہیں کرے گا؟ نہیں ناں تو پھر پریشانی کی وجہ اور ویسے بھی صمام کو کون سا میں اس حوالے سے پسند کرتی ہوں میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں ان کے بارے میں ایسا لیکن اب اگر صمام لیہا کے لیے سوچتا ہے تو امی ہم اس کے ساتھ زبردستی تو نہیں کرسکتے ناں اور اگر کر بھی لیتے ہیں امی تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ مجھے خوش رکھے گا بلکہ میں تو یہ سوچ سوچ کر ہی جلتی رہوں گی کہ وہ مجھ سے پہلے بھی کسی کی محبت میں سلگتا رہا ہے اور امی مجھے کسی کی محبت کی بھیک نہیں چاہیے سمجھ رہی ہیں ناں آپ؟'' وہ انہیں مکمل اعتماد میں لیے سمجھا رہی تھی لیکن ان کی الجھن ہنوز قائم تھی۔

''فریحہ تمہیں تکلیف ہوگی مجھے اندازہ ہے۔'' وہ آخر میں نم آنکھیں لیے بولیں۔

''امی لیہا کو بھی ہوگی ناں؟ کیونکہ ہوسکتا ہے وہ دل میں کچھ رکھتی ہو اور امی کسی یتیم کا دل تو بالکل بھی نہیں دکھانا چاہیے ناں؟ سب سے بڑی نیکی تو یہی ہے اور یقین کیجیے مجھے بالکل دکھ نہیں ہوگا۔'' فریحہ نے ماں کے گلے میں باہیں ڈال دی۔

''فریحہ اتنی سمجھداری کی باتیں کررہی ہے راحیلہ اور آپ ہیں کہ بچی بنی ہوئی ہیں۔ مان بھی جایئے اب۔'' جاوید صاحب جانے کب سے کھڑے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ آنکھوں نمی لیے راحیلہ بیگم انہیں بے بسی سے دیکھنے لگی۔

''جاوید ایسا نہیں ہے کہ لیہا مجھے کسی بھی طور فریحہ سے کم عزیز ہے وہ بھی میری بچی ہے میں چاہتی ہوں اسے بھی ساری خوشیاں ملیں لیکن ایک کو دکھ دے کر دوسری کی خوشیاں کشید نا مقصد نہیں...... آپ سمجھ رہے ہوں گے میں مفاد پرست ہورہی ہوں' صرف اپنی بیٹی کا سوچ رہی ہوں لیکن یقین کیجیے وہ بھی مجھے اتنی ہی عزیز ہے میں اس کے لیے بقاء کو سوچ رہی تھی کیونکہ بقاء کی آنکھوں میں اس کے لیے

بے چینی دیکھی ہے لیکن صمام بھی......" آنسوؤں کا گولا حلق میں آ ٹکا تو وہ خاموش ہوگئیں۔

"مجھے اپنی بیوی پر مکمل بھروسہ ہے لیکن ابھی حالات کی نزاکت کو بھی سمجھیں ناں۔" وہ فریحہ کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے دونوں کو ساتھ لگا کر بولے تھے وہ دونوں نم آنکھوں سے ہنس دی۔

"آپ دونوں کہتے ہیں تو مان لیتی ہوں لیکن میں اپنی فریحہ کی شادی پھر بہت اچھے لڑکے سے کروں گی۔" راحیلہ اب خود کو تسلی دے رہی تھی وہ دونوں مسکرا دیئے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆

ایہا کو ساری بات بقاء سے معلوم ہوگئی تھی اور یہ سب جان کر کہ فریحہ اس کی وجہ سے صمام سے شادی نہیں کرنا چاہتی اسے دکھ پہنچا تھا جبکہ ابھی وہ اصل بات سے قطعاً انجان تھی اس لیے وہ غصہ سے فریحہ کے پاس آئی جو اس وقت کانوں میں ہینڈ فری لگائے میوزک سننے میں مصروف تھی۔ ایہا نے اس کے کان سے ہینڈ فری نکالی اور غصہ سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"فریحہ تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے...... کیوں کر رہی ہو تم یہ سب؟"

"کیا کر رہی ہوں؟" وہ انجان بنتی اسے مزید غصہ دلا گئی تھی۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں صمام کو پسند کرتی ہوں اور اس سے شادی کی خواہش مند ہوں۔"

"کسی نے نہیں۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا جس پر وہ تلملائی۔

"تو پھر یہ سب کرنے کی کیا وجہ ہے کیوں تم نے سب سے یہ کہا کہ میں صمام سے شادی کرنا چاہتی ہوں' اسے پسند کرتی ہوں کیوں؟"

"کیونکہ میں نے تمہاری آنکھوں میں اس کے لیے پسندیدگی دیکھی ہے اور تم اس سے محبت کرتی ہو یہ بھی میں جانتی ہوں۔" اس کا اطمینان ہنوز قائم تھا۔

"جھوٹ بولتی ہیں میری آنکھیں اور تم میرے احساسات سے آشنا ہی نہیں۔ کتنا مان تھا مجھے تم پر کہ تم مجھے جانتی سمجھتی ہوگی مگر نہیں میں غلط تھی۔" وہ کہہ کر رونے لگی تو فریحہ نے آگے بڑھ کر اسے خود سے لگالیا۔

"بے وقوف میں تمہیں تم سے زیادہ سمجھتی ہوں۔"

"جھوٹ۔" وہ اسے دھکیلتی ہوئی پیچھے ہٹی۔ "تم اگر مجھے سمجھتیں تو مجھے میری نظروں میں دو کوڑی کا نہ کردیتی تم نے سمجھا کہ یہ سب کر کے سب کی نظروں میں سرخ رو ہوجاؤ گی اور سب تمہیں داد دیں گے اس قربانی پر اور میں تمہاری گرویدہ ہوجاؤں گی' نہیں فریحہ نہیں مجھے اب افسوس ہو رہا ہے کہ تم میری دوست ہو تم نے ایک بار بھی مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں کیا چاہتی ہوں۔" وہ تاسف سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھی جب کہ فریحہ اسے گنگ دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے ایہا کو سمجھائے۔

"تم نے بہت غلط کیا ہے فریحہ اور اس کے لیے تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ کہہ کر تیزی سے چلی گئی اور پھر کتنے ہی دن اس نے فریحہ سے بات نہیں کی اور نہ ہی اس کے سامنے آئی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

رمضان کا آغاز ہوچکا تھا وہ سحری کرنے کے بعد فجر کی نماز ادا کر کے سوگئی تھی اٹھی تو حمزہ کے ذریعے اسے اطلاع ملی کہ صمام سیدھا ان کے گھر آ رہا ہے اور افطاری پر خصوصی اہتمام کرنا ہے وہ تب سے اپنے کمرے میں بند تھی وہ صمام سے نہ ملنے کا مکمل ارادہ کرچکی تھی مگر صمام نے آتے ہی موقع ڈھونڈ لیا تھا وہ افطاری کے وقت آیا تھا اور عشاء کی نماز اور تراویح حمزہ کے ساتھ ادا کر کے آنے کے فوراً بعد راحیلہ بیگم سے اجازت لے کر اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا کیونکہ اگلے ہی دن اسے لاہور کے لیے نکلنا تھا اور اس سے پہلے اس ماہ جبیں کو راضی کرنا ازحد ضروری تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو ایہا ششدر رہ گئی۔ اس نے تمام کام اسی لیے جلدی جلدی نبٹائے تھے کہ صمام کے آنے سے پہلے سوجائے لیکن اسے کمرے میں پا کر وہ اپنا گلہ خشک ہوتا ہوا محسوس کر رہی تھی، صمام نے اس کے قریب جگہ بنائی تو وہ

یوں اچھلی جیسے ہزار والٹ کا کرنٹ لگا ہو۔ صمام نے جو فاصلے سمیٹے تھے وہ انہیں پل میں بڑھاتی ہوئی بیڈ کے دوسرے کونے میں جا بیٹھی تھی اور رخ صمام سے مخالف سمت کرلیا تو وہ مسکرا دیا۔

''کیا بات ہے تم شادی سے انکار کیوں کررہی ہو۔'' وہ دھیمے سے لہجے میں بولا تو وہ کچھ نہیں بولی اسے لگ رہا تھا جیسے لبوں پر کسی نے ایلفی چپکا دی ہو ہونٹ چاہنے کے باوجود نہیں ہل پائے تھے۔

''اب جب سب تیار ہیں تو تم سب کی توجہ پانے کے لیے کون سے حربے آزما رہی ہو۔'' وہ اس سے ایسے حق سے بات کررہا تھا جیسے اس کی روٹھی ہوئی بیوی گھر چھوڑ کر آگئی ہو اور وہ اب اسے لینے آیا ہو۔

''تم نے فریحہ کے ساتھ بھی بہت برے طریقے سے بات کی ہے تمہیں اندازہ ہونا چاہیے کہ وہ تم سے کتنی محبت کرتی ہے۔'' وہ مسلسل اسے دیکھتا اپنی بات کہہ رہا تھا اور اب اٹھ کر اس کے سامنے آبیٹھا تاکہ اس کے چہرے کے نقش ونگار کے اتار چڑھاؤ دیکھ سکے۔

''سب راضی ہیں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے خود میں بھی تم سے ہی محبت کرتا ہوں اور اب تک تمہارے ساتھ کے ہی خواب دیکھتا آیا ہوں۔'' ایہا کا دل دھڑکا تھا چہرے پر ایک خوف کا سایہ لہرا کر گزر رہا تھا۔

''کسی نے کوئی بھیک نہیں دی ہے تمہیں۔ جو رشتہ خالہ جان جوڑنا چاہتی تھی وہ دونوں فریقین اس بات کے حق میں تھے ہی نہیں تو بھیک کیسی؟ اور تم میری آنکھوں میں دیکھو تمہیں لگتا ہے میری محبت تمہیں بھیک میں مل رہی ہے۔ تمہیں میری محبت سے زیادہ اپنی وہ انا عزیز ہے جسے اب تک کوئی خطرہ لاحق ہے ہی نہیں۔'' وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھامے کہہ رہا تھا وہ ہولے ہولے لرزنے لگی۔ جسے صمام نے سارے شکوے ہی ختم کردیئے ہوں یا اس میں شکوے کرنے کی سکت ہی باقی نہ رہ گئی ہو۔ صمام اس کے دونوں ہاتھ تھامے اب اس کے سامنے دوزانوں بیٹھے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ آنسوؤں پر ضبط کرتی خود سے لڑ رہی تھی۔

''ایہا......'' وہ اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ رہی تھی صمام نے پکارا تو جیسے اس کی جان مٹھی میں بھینچ لی تھی۔

''پلیز اب درمت کرو کلیہ حیات یہی ہے کہ انا یا غلط فہمیوں کہ وجہ سے زندگی میں موجود خاص محبتوں کو نہ ٹھکرایا جائے۔ فریحہ نے تمہاری ذات کو کسی طور ازاں نہیں کیا۔ سب یہی جانتے ہیں کہ صمام کی شدید خواہش پر ایہا کو اس کی دلہن بنایا جائے گا۔ اگر ایسے میں میری محبت تمہاری ذات کے لیے پریشان کن چیز ہے جس سے تمہاری ذات کی توہین ہوتی ہے تو میں بہت شرمندہ ہوں۔'' وہ اس کے ہاتھ تھامے نظریں جھکائے کہہ رہا تھا اور ایہا فرجاد کے ضبط کا بندھن چھلک گیا تھا۔ اس کے آنسو اپنی ہاتھ کی ہتھیلی کو بھگونے لگے تو صمام نے اس کی آنکھوں کے بہتے سمندر کی جانب نگاہ کی۔

''ایہا میں اسے کیا سمجھوں؟ ہاں سمجھ لوں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھ رہا تھا وہ ہنوز خاموش تھی۔

''ناں سمجھوں؟'' انکار کی بات کی تو آنسوؤں میں مزید روانی آگئی۔

''سمجھ گیا میں۔'' وہ مبہم سا مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

چاند رات کو سب لوگ کراچی پہنچ گئے تھے اور منگنی کی چھوٹی سی رسم گھر والوں کی موجودگی میں ادا کردی گئی تھی۔ نکاح کی تقریب عید کے دوسرے روز رکھی گئی تھی۔ سب اتنی جلدی میں ہو رہا تھا کہ ایہا کی جان پر بن آئی تھی لیکن سب کی خوشی اور جوش وخروش دیدنی تھا۔ آخر تک ایہا کی آنکھیں نم ہی رہیں، سب اس کی پسند ناپسند کا خیال رکھتے ہوئے تیاریاں کررہے تھے ایسے میں اسے مما بابا یاد آجاتے تو وہ رونے بیٹھ جاتی اور پھر حمزہ اور فریحہ گھنٹوں اس کا موڈ ٹھیک کرنے میں جتے رہتے۔ نکاح اور رخصتی دوسرے دن بخیر وعافیت ہوگئی تھی اور آج بقاء ایہا کی محبت کے ننھی سی

کونپل کو دل میں عقیدت کا روپ دیئے فریحہ کو تنگ کرنے میں مگن تھا اسے یہ اتنے حسین دل و روپ والی لڑکی بھی ان دنوں دل کے انتہائی قریب لگتی تھی وہ جتنا ایہا اور صمام کی شادی کی تیاریوں میں اس کے قریب ہوگئی تھی پہلے کبھی نہیں تھی۔ وہ لوگ ایہا کے ولیمے کی غرض سے عید کے تیسرے روز ہی لاہور آئے تو بقاء نے کوئی موقع فریحہ کو تنگ کرنے کا نہیں چھوڑا البتہ حمزہ کی راحیلہ بیگم سے یہی گردان تھی کہ اس بار نایاب کے ساتھ بات پکی کر ہی دیں خود وہ بھی ایسا ہی کچھ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ ابھی بھی ایہا کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھی نایاب پر ہی وہ نگاہیں جمائے بیٹھا ہوا تھا اور وہ اسے شرماتے ہوئے نظر انداز کر رہی تھی۔ بقاء اپنے ہینڈی کیم میں اور فریحہ اپنے موبائل فون میں دونوں کی تصاویر لینے میں مصروف تھی تبھی بقاء نے اپنے ہینڈی کیم کا رخ فریحہ کی جانب کر دیا اور ایک ساتھ کئی تصاویر لے ڈالی فریحہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

''لگتا ہے نظر کمزور ہوگئی ہے دلہا دلہن ادھر ہیں۔'' فریحہ نے مصنوعی غصے سے کہا تھا وہ ہنس دیا۔

''ہاں تو دلہے کی سالی تو ادھر ہے ناں۔'' وہ لاپروائی سے بولا تو فریحہ نے اسے اس بونگی پر چونک کر دیکھا۔

''کیا مطلب ہے؟'' وہ تصاویر لینے کے سلسلے کو موقف کر چکی تھی۔

''مطلب یہی کہ بھائی کی سالی اور بھابی کی بہن کا بہن کے دیور اور بہنوئی کے چھوٹے بھائی سے کیا رشتہ بننے کی امید ہوتی ہے۔'' اپنی ہی بات سے محظوظ ہوتے ہوئے بقاء کا بلند و بانگ قہقہہ ابھرا تھا۔

''تم مجھے پرپوز کر رہے ہو؟'' فریحہ یوں بولی کہ جیسے نہ جانے کتنی بولڈ ہو۔

''آہستہ بولو بے شرم لڑکی۔ بھری محفل میں ایسی بات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔'' بقاء اسے مکمل طور پر زچ کر رہا تھا اور وہ ہو رہی تھی۔

''دفع ہو جاؤ ورنہ تمہارے قتل کے امکانات کافی روشن ہیں۔'' دانت چبا کر کہتی فریحہ اسے ہنسنے پر مجبور کر گئی تھی۔

''قتل تو دو دن پہلے ہی ہوگیا تھا جب تمہیں سجے سنورے روپ میں دیکھا تھا لڑکیوں کے جیسی لگ رہی تھی اور آج تو اُف نیلا رنگ تمہارے لیے ہی بنا ہے بھئی میں چاہتا ہوں کہ اگلی عید پر میرے پہلو میں بھی میری دلہن ہو اور میں عیدی کے طور پر اس سے گلے ملوں۔'' وہ اس وقت فریحہ کو انتہائی چیپ لگ رہا تھا جبکہ بقاء ان لمحات کو پوری طرح انجوائے کر رہا تھا۔

''کتنے ٹھرکی ہو تم۔ ابھی تو تمہاری محبت تمہارے بھائی کی ہوئی ہے اس کا غم منانے کے بجائے تم مجھے پرپوز کر رہے ہو۔'' وہ بھڑکی۔

''اب جو گزر گیا تو اس کا ملال کیا اور جو سامنے ہے اسے چھوڑوں کیسے۔'' وہ اس کے کان کے قریب ہو کر بولا تو فریحہ کے اوسان خطا ہوگئے۔ وہ حیا سے سرخ چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی غالباً اس کی محبت کی سچائی جاننا چاہتی تھی اور اس کی شوخ نظروں کا اثر تھا جو فریحہ زیادہ دیر اسے نہیں دیکھ سکی تھی۔

''مما سے بات کروں؟'' وہ سب لوگوں کو نظر انداز کیے فریحہ کے سامنے کھڑا تھا اور فریحہ کچھ کہنے کی حالت میں نہیں تھی ایہا کی نگاہیں مسلسل انہی دونوں پر تھی اس نے صمام کو ٹہوکا دے کر دونوں کی طرف متوجہ کیا۔

''یقیناً سرپرائز ہے۔'' صمام کے کہنے پر وہ بھی مسکرا دی۔

''ان شاء اللہ۔'' ایہا دل سے کہتی ہوئی مسکرا رہی تھی اور سامنے فریحہ کی آنکھوں کی چمک بھی نرالی تھی یہ عید یقیناً ڈھیروں خوشیاں لے کر آئی تھی۔

سنورے جان جاناں

عمارہ خان

''یہ گاڑی کب آئے گی آخر؟ کہا بھی تھا مجھے جانا ہے لیکن نہیں کوئی میری بات نہیں سنتا اس گھر میں۔'' شانزے پچھلے پندرہ بیس منٹ سے لاؤنج سے کار پورچ تک کئی چکر لگا چکی تھی۔

''میری ہی باری میں ایسا کیوں ہوتا ہے' کوئی سمجھا دے مجھے۔''

''صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے بچے۔'' نیہا نے صوفے پہ لیٹے کینڈی کرش کا نیکسٹ لیول پار کرتے ہوئے شانزے کو ایک بار پھر تسلی دی۔

''بس بس تقریر نہیں چاہیے' مسئلے کا کوئی حل بتاؤ۔'' جیسے ہی نیہا نے موبائل سائیڈ میں رکھ کر بات شروع کرنی چاہی شانزے نے فوراً ہاتھ اٹھا کے اس کی تقریر کے آگے بند باندھ دیا۔ ''اگر بتا سکتی ہو تو......''

''مرضی ہے پھر' ٹہلتی رہو۔'' نیہا نے اپنی انگلیوں کو سیدھا کیا اور ناخنوں پر پھونک مارنے لگی۔

''چلو تم مزید ٹہل لو جب تک میں ذرا اگلا لیول پار کرلوں۔''

''پلیز ہیلپ یار۔'' شانزے بالآخر ہار مانتی روہانسی ہوگئی۔

''جب گھر میں ہی ایکسپرٹ موجود ہے تو باہر کی خواری کیوں۔'' نیہا کی بات ختم ہوتے ہی شانزے کے ماتھے پہ بل پڑنے شروع ہوگئے۔

''تم جیسے بے وقوف لوگوں کے ہاتھوں ہی تو یہ سیلون چل رہے ہیں' ہنہ......''

''بندر کیا جانے ادرک کا مزہ۔'' شانزے نے ناک سکیڑتے ہوئے الجھے بالوں کے ہمراہ رف سے ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس اپنی کزن کو دیکھا' جو بھولے سے ہی پارلر جاتی تھی اور چھوٹے موٹے گھریلو فنکشن میں وہ صرف اور صرف گھر میں ہی تیار ہوتی تھی۔

''ایسا کون سا لک ہے جو گھر میں نہیں ہوسکتا' سیلون والے کون سے کسی سیارے سے کورس کرکے آتے ہیں' اسی زمین پہ رہ کے سیکھتے ہیں اور نت نئے آئیڈیاز تو وہ بھی نیٹ سے ہی لیتے ہیں اور تم جیسے پاگل جو صرف برانڈ کے نام پہ ہزاروں روپے پانی کی طرح بہا دیتے ہو' ان کا کاروبار چلاتے ہو۔'' نیہا نے تقریر کے دوران ہی موبائل سے گوگل کھول کے شانزے کے سامنے کردیا۔ ''لو پکڑو اور جو اسٹائل چاہیے وہ نکال لو۔'' شانزے جس کے چہرے کے تاثرات لحہ لحہ بدل رہے تھے ایک دم نارمل ہوگئی۔ ''آنے جانے میں اتنا وقت لگ جائے گا' کراچی کا ٹریفک تو جیسے تمہیں معلوم ہی نہیں ناں۔'' نیہا نے بات کے اختتام پہ سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کہتی تو صحیح ہی ہو۔'' شانزے نے بمشکل نیہا کی بات پہ نیم رضامندی سے جواب دیا۔

''اور یہ ہے کہاں' ذرا آواز تو لگاؤ' اب اس کے بھی نخرے سہنا پڑیں گے۔''

''سوئیٹو تمہاری ہیلپ چاہیے......فرینڈ کی برتھ ڈے پہ جانا ہے' لاؤ یہ موبائل دینا پھر' پکچر نکالوں جو مجھے تھیم چاہیے۔'' نیہا نے سر جھٹکتے ہوئے شانزے کا انداز دیکھا۔

''یہ لو ناشکری عوام' کبھی تو منہ سیدھا کرلیا کرو۔'' اس نے اپنا موبائل اس کے سامنے کردیا۔ جہاں سے وہ گوگل کی مدد سے اپنے لیے نیا انداز منتخب کرنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

''کیسی لگ رہی ہوں؟'' پورے آدھے گھنٹے بعد نک سک سے تیار شانزے نیہا سے پوچھ رہی تھی اور نیہا آنکھیں پھاڑے اس کا لک دیکھ رہی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ......سوئیٹو کمال کردیا یار کون کہہ سکتا ہے یہ اسٹائل دینے والے ہاتھوں نے کبھی کوئی کورس نہیں کیا' شاندار مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا یہ وہی نک سڑی شانزے ہے۔ یہ تو کوئی ماڈل لگ رہی ہے......آں ہاں۔'' ایک دم

نیہا نے ہاتھ بلند کر کے شانزے کو بولنے سے روکا۔

"ہیں سچی، آپ کو اچھا لگا نیہا جی۔" سوہیلو کا جگمگاتا ہوا چہرہ اس بات کی دلیل تھی اس کو یہ تعریف بے حد پسند آئی تھی شانزے نے تو کچھ نہیں کہا بس اوکے کہہ کر خاموش ہوگئی معصوم سے انداز میں شکوے کرتی آنکھوں نے شانزے کو گڑبڑا دیا اب اسے کیا معلوم تھا اس کے بول من وعن اسی کے سامنے دہرا دیئے جائیں گے وہ بھی نیہا کے سامنے۔

"دفع کرواسے، یہ تو ہے ہی ناشکری ہم سے پوچھو تمہاری قدر، ٹیلنٹ کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے تم میں، کیسے کلرز سے کھیلتے ہو یار، سمپلی امیزنگ ویسے شانزے اتنے سستے میں جان چھوٹ رہی ہے کم از کم سوہیلو کو ایک ٹریٹ ہی دے دو۔" شانزے نے ایک نظر موبائل کو دیکھا۔

"اچھا تو سوہیلو دی گریٹ کیا چاہیے تم کو وہ بتادو۔" شانزے نے دانت پیستے ہوئے سامنے کھڑی سیدھی سادی مخلوق کو دیکھا جس کی دونوں کلائیوں میں رنگ برنگے بینڈز تھے اور وہ سر ہلا ہلا کے تعریف وصول کیے جارہا تھا، چھ فٹ کے قد کے ساتھ صاف رنگت اور اس پہ غیر معمولی بڑی آنکھیں، گھری اور چوڑی بھنوئیں، روشن پیشانی، تیکھی ناک اور چھوٹا سا دہانہ کل ملا کے سامنے کھڑا ہوا کزن ایک شاندار پرسنالٹی کا مالک تھا، جو فائن آرٹس میں شدید دلچسپی رکھتا تھا۔ رنگوں سے کھیلنا دائیں ہاتھ کا کمال تھا، نفاست سے ہر ایک کام کرنا اور کسی کو بھی لفظ نا مت کہنا جیسے اس کی سرشت میں شامل تھا۔

"ایسا کرو تم جب مارکیٹ جاؤ تو میرے لیے کچھ کلرز لے آنا ایک ایگزیبیشن کے لیے پینٹنگ مکمل کرنی ہے اور کلرز کم ہوجائیں گے شاید۔" سوہیلو نے مسکراتے ہوئے شانزے کے تیکھے انداز دیکھے اور اپنی بات کہہ کر اسے چڑایا۔

❁......❁......❁

"حد ہوتی ہے حد۔" پورے لاؤنج میں شانزے کی غصے میں ڈوبی ہوئی آواز بھری ہوئی تھی، سامنے بیٹھی ہوئی ہزارہ بیگم نے ناسمجھی سے اپنی اکلوتی اور لاڈلی لیکن نخریلی نواسی کو دیکھا اور بالآخر پوچھنے کی کوشش کی۔ "ہوا کیا ہے شانی، کچھ معلوم تو ہو۔"

"بس اس سوہیلو کے بچے کو آپ بچالیں۔ واجب قتل ہوچکا ہے اب وہ میرے لیے۔" شانزے نے ٹہلتے ہوئے ایک ہاتھ سے مکا بنا کے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پہ مارتے ہوئے کہا۔

"میرے معصوم بچے نے اب کیا شان میں گستاخی کردی۔" نانی نے سیدھے سبھاؤ پوچھا لیکن لفظ معصوم اور پھر بچہ بول کے شانزے کو رکنے پہ مجبور کر گیا۔

"بچہ، وہ بھی معصوم۔" شانزے نے نانی کے عین سامنے رکتے ہوئے دانت ایسے پیسے جیسے ان کے بیچ سوہیلو ہو۔

"ادھر آؤ سکون سے بیٹھ کے بتاؤ کیا ہوگیا ہے۔" نانی کا اتنا بولنا ہی شانزے کے لیے کافی تھا وہ فوراً ہی ان کے پاس جا بیٹھی اور روہانسی ہو کے تفصیل بتانے لگی۔

"کل میں نے انتہائی مجبوری کے عالم میں، نانی نوٹ کرلیں، مجبوری کے عالم میں۔" شانزے نے تقریر کرنے کے انداز میں بات کا آغاز کیا۔

"ہاں ہاں سن لیا، آگے بڑھو۔" نانی نے بھی بروقت خود کو روکا ورنہ یہ سلسلہ رات گئے تک چلتا رہتا اور شانزے اصل بات نہیں بتاتی۔

"ہاں تو میں نے مجبوری، نہیں انتہائی مجبوری کے عالم میں اس سوہیلو کے بچے سے مدد مانگی۔"

"ہوں۔" نانی نے ایسے پوز کیا جیسے وہ بہت ہی غور سے اس مسئلے کو سن رہی ہیں جبکہ وہ کچن سے آنے والی چائے کی خوشبو سونگھتی ہوئی سوچ رہی تھیں، اگر گرما گرم سموسے بھی ہوجائیں تو چائے کا مزہ دوبالا ہوجائے گا ابھی کیونکہ اتفاق سے کراچی کا موسم آج کچھ ابر آلود سا تھا۔

"سنا نانی۔" شاید شانزے نے اپنی رام کہانی مکمل

کرلی تھی اوراب نانی کی رائے جاننا چاہتی تھی۔

''ہاں ہاں سن لیا بالکل سن لیا' آنے دو سوہیلو کو بتاتی ہوں ناہنجار کو'سموسے کے ساتھ چٹنی کیسے بھول گیا وہ۔''

''ہیں......؟''شانزے جو نانی کے ابتدائی الفاظ سے لطف اندوز ہو رہی تھی کہ سموسے اور چٹنی کے ذکر سے انگشت بدنداں رہ گئی اور دوسری طرف شانزے کی اس ہیں نے نانی کے لیے کافی مشکل صورت حال پیدا کردی تھی۔

''میں سوچ رہی تھی سوہیلو سے بول کے سموسے منگوالیں سزا کے طور پہ' کیا کہتی ہو شانی۔'' نانی نے بروقت مشکل سے نکلنے کی سبیل بنائی۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ اسے ڈانٹیں گی نہیں؟ اس نے میرے سوشل میڈیا پہ لوڈ پکچرز پہ کیوں بتایا یہ اسٹائل اس نے بنایا ہے جبکہ میں نے ڈیفنس کے اتنے مشہور سیلون کا نام بھی لکھ رکھا تھا' کمینہ نا ہوتو۔'' شانزے نے دانت کچکچا کے ایک بار پھر سوہیلو کا تصور کیا۔

''جب میں نے منع کیا ہوا ہے میرے اکاؤنٹ میں نہیں گھسا کرے تو کیوں کمنٹ کیا اس نے' سارا پول کھول دیا میرا اوپر سے بے عزتی الگ کہ میرا یعنی شانزے کا کزن ایسا ہے 'اففف' کیسے سب کا سامنا کروں گی اب۔'' شانزے دھم سے صوفے پہ بیٹھ گئی اور اس تصور سے ہی مزید جھنجلاہٹ کا شکار ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁

''ویسے مزہ بہت آیا۔'' نیہا نے اپنی پانچ منٹ چھوٹی بہن رمشہ کو دیکھ کے بلند آواز میں قہقہہ لگایا۔

''تم نے' شانزے نے کس طرح بات کو ہنڈل کیا میرا تو ہنس ہنس کے حال ہی برا ہوگیا تھا۔'' رمشہ نے بھی جوابی قہقہہ لگاتے ہوئے ایک بار پھر سوشل میڈیا کا اکاؤنٹ کھولا اور شانزے کی پکچرز پہ سوئیٹو کے کمنٹس بلند آواز میں پڑھنے لگی۔

''خاموش ہوجاؤ۔'' شانزے کی دھاڑ کے ساتھ ہی دونوں بہنیں چونکیں' سامنے ہی شانزے ہاتھ میں کتابیں لیے ان دونوں کو گھور رہی تھی۔

''ویسے شانی تم نے اس کمنٹ کا جواب نہیں دیا ابھی تک۔'' نیہا نے بھی اپنا موبائل نکالا اور شانزے کو چھیڑا۔

''ارے رمشہ اس کو دیکھو ذرا۔'' اچانک نیہا نے موبائل رمشہ کی سمت کیا' شانزے بظاہر نظر انداز کرتے ہوئے لیکن ترچھی آنکھوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی' رمشہ اور نیہا نے ایک دوسرے کو دیکھ کے ایک دم ہاتھ پہ ہاتھ مارتے قہقہہ لگایا تو شانزے سے مزید برداشت نہیں ہوا' خود ہی اٹھ کے ان کے پاس جا کر تنک کے پوچھا۔

''کیا ہے مجھے بھی دکھاؤ۔''

''رہنے دو پھر باتیں سناؤ گی ہمیں ہی۔'' رمشہ نے پھرتی سے موبائل سائیڈ میں کرلیا لیکن دوسری طرف نیہا ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھ کے پھر ہنسنے لگی تو شانزے ایک دم غصے سے کھڑی ہوگئی۔

''بس یہ سوئیٹو آج میرے ہاتھ سے نہیں بچے گا۔''

''میرا نام کیوں لیا؟'' اچانک سوئیٹو کی گردن دروازے سے نمودار ہوئی اور وہ تینوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا' رمشہ اور نیہا نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر شانزے کو جو سوئیٹو کی طرف خون خوار نظروں سے دیکھ رہی تھی' یکا یک دونوں بہنوں نے ایک ساتھ بلند آواز میں چیخ کے اسے خبردار کیا۔

''بھاگ سوئیٹو بھاگ' تیرے کمنٹس پڑھ لیے ہیں شانی نے۔''

''ارے باپ رے باپ۔'' سوئیٹو نے سنتے ہی دوڑ لگائی۔

❁......❁......❁

''آداب اماں۔''

''اوہ ہو......زہے نصیب آج آپ کو بوڑھی ماں کی یاد کیسے آگئی۔'' ہزارہ بیگم نے اپنی اکلوتی بیٹی کے لئے لیے۔''عید تو نہیں ہے آج جس کی مبارک باد دینے فون کیا اور اتفاق سے ہماری سالگرہ بھی نہیں ہے بھئی۔''

''کیسی ہیں آپ؟'' سارہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا' زمانہ بدل گیا لیکن اماں کے بات کرنے کا ڈھنگ نہیں بدلا' سارہ نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے سوچا' شکر ہے اماں کی وجہ سے گھر گھر لگتا ہوگا ورنہ۔

''بس جی رہے ہیں' جس کی اکلوتی بیٹی سات سمندر پار ہو وہ ماں کیسی ہوسکتی ہے۔'' اماں کی آواز سن کے سارہ اپنے خیالات سے باہر نکلی' تم کب آرہی ہو سارہ' دو سال سے زیادہ ہوگئے اس بار تو اتنی ضد بھی اچھی نہیں ہوتی بچے۔''

''وہ اماں۔'' سارہ کو قطعی اندازہ نہیں تھا اماں ایک دم وہ سوال پوچھ لیں گی جس سے وہ بھاگتی پھرتی ہے۔

''ہاں ہاں جلدی سے کوئی نیا بہانہ بنالو' پرانے تو سارے ہمیں رٹ گئے ہیں بی بی کون سا امتحان قریب ہے یا کسی ٹام جیری کی چوتھی شادی ہے یا پھر کسی کی نانی دادی نے اپنے بڈھے بوائے فرینڈ کے ساتھ بھاگ کے شادی کرلی جو اب پارٹی دے کے تمہیں انگیج کرچکی ہے۔''

”ارے اماں۔“ سارہ نے پتہ نہیں کتنے دنوں بعد دل سے قہقہہ لگایا تھا‘ جس کی بازگشت سن کے ہزارہ بیگم نے بے ساختہ اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی۔

”آپ بالکل نہیں بدلیں اماں‘ ویسے ہی شگفتہ باتیں کرتی ہیں۔“ سارہ نے بمشکل اپنی ہنسی روکتے ہوئے جواب دیا۔

”کب آؤ گی سارہ‘ کیا میرے بھی جانے کے بعد۔“

”اماں......“ سارہ نے بے ساختہ موبائل پہ گرفت مضبوط کی۔

”بس کردو بچے یہ خود ساختہ جلاوطنی ختم کردو۔ اب تو بچی جوان ہوگئی ہے اور تیری ماں بہت بوڑھی ہوگئی ہے جن کو اللہ نے لے لیا ان پہ تو صبر آہی جاتا ہے لیکن جو جان بوجھ کے دور ہوجائیں ان پہ کیسے صبر کیا جائے سارہ۔“ سارہ نے آنسوؤں کا گولہ گلے سے اتارتے ہوئے آہستگی سے فون بند کیا اور سامنے رکھے ہوئے فریم کو یک ٹک دیکھنے لگی۔

”اور مجھے ان جانے والوں پہ بھی صبر نہیں آتا تو میں کیا کروں اماں۔“

❁......❁......❁

”آئس کریم کھانی ہے؟“ رمشہ نے منہ پھلائے ہوئے شانزے کو نظر انداز کرتے ہوئے نیہا سے سوال پوچھا تو کمرے میں داخل ہوتی ہوئی عرفہ نے فوراً سے پیشتر ہاتھ کھڑا کردیا۔

”میں نے کھانی ہے۔“

”او کے جاؤ اپنے بھائی سے بولو۔“ رمشہ نے فوراً ہی عرفہ کو کام سے لگایا۔

”او کے‘ کون کون جائے گا؟“ عرفہ نے باری باری ہر ایک کو دیکھا تو رمشہ کے ساتھ نیہا نے بھی ہاتھ کھڑے کردیے لیکن شانزے منتظر رہی ابھی کوئی اس کو آفر دے گا تو وہ نخرے کرتی ہوئی انہیں پہ احسان جھاڑے گی اور پھر جائے گی لیکن اس بار نیہا اور رمشہ ہاسٹل سے سوچ کے آئی تھیں شانزے کو مزید سر نہیں چڑھانا اسی لیے انہوں نے جھوٹے منہ بھی شانزے سے نہیں پوچھا اور فوراً تیار ہوکر گاڑی میں جا بیٹھیں۔

”ارے شانی نہیں جارہی؟“ سوہیلو نے گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے اس کی غیر موجودگی نوٹ کی۔

”ہم نے پوچھا ہی نہیں۔“ رمشہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے گلٹی فیل کی۔

”اوہو یہ تو غلط کیا۔ اچھا میں پوچھ کے آتا ہوں۔“ سوہیلو پھرتی سے اس سے پوچھنے چلا گیا اور کسی نے اسے نہیں روکا سب دل سے چاہتے تھے شانزے بھی ساتھ ہی چلے کیونکہ نیہا‘ رمشہ صرف ویک اینڈ گزارنے ہی گھر آتی تھیں‘ اس دوران ان کی ہر ممکن کوشش ہوتی تھی ہنس کھیل کے وقت گزرے نا کہ ناراضگی کے ساتھ لیکن ہر بار ہی نازک مزاج شانزے کے ساتھ کچھ ایسا حادثہ ہوجاتا تھا کہ بات ناراضگی تک چلی جاتی۔

”یار غلطی ہماری ہے‘ بہت سر چڑھالیا ہے اسے۔“

”لیکن اب کیا کرسکتے ہیں‘ اس کی عادت پختہ ہوچکی ہے۔“ رمشہ نے کندھے اچکاتے ہوئے اپنے سے چھوٹی کزن کے بارے میں حقیقت بیان کی۔

”مگر اب وہ بچی نہیں رہی جو ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ اتنا اوور ری ایکٹ کرتی رہے۔“ نیہا نے عرفہ کی سمت اشارہ کیا جو ہیڈ فون لگائے سکون سے ایف ایم سن رہی تھی اور سوہیلو کو دیکھو کہاں سے لگتا ہے وہ اکلوتا اور لاڈلہ ترین بچہ ہے گھر کا اتنا سلجھا ہوا اور اتنا ہی کمپرومائز نیچر کا ہر بات کھل کے ڈسکس کی جاسکتی ہے اس سے......“

”ہاں یہ تو ہے شگفتہ چاچی نے بہت اچھی تربیت کی ہے اپنے دونوں بچوں کی۔“ نیہا نے اپنی چاچی کو سراہتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں کبھی بھائی کی کمی محسوس نہیں ہونے دی اس نے۔“ سامنے سے آتے سوہیلو کو دیکھ کے نیہا نے بات سمیٹی۔

”گزر ہی گیا وہ وقت بھی۔“

”صرف شانزے نے ہی تو نقصان نہیں اٹھایا تھا اس حادثے میں‘ ہماری بھی زندگی بکھر گئی تھی اور ابھی

تک......" رمشہ نے لحہ بھر کا توقف دے کے خود پہ قابو پانے کی کوشش کی۔ "لیکن دادی کو ہمارا دکھ نظر ہی نہیں آتا شاید۔" رمشہ نے بھیگے ہوئے لہجے میں ہمیشہ کی طرح وہ بات کہی جس کا جواب آج تک نیہا نہیں دے سکی تھی۔

"کیا ہوا بھائی؟"

"وہ کمرے کا دروازہ ہی نہیں کھول رہی۔" سوہیلو نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا اور گاڑی اسٹارٹ کردی چلو اس کے لیے پارسل کرالیں گے سوہیلو نے گاڑی مرکزی گیٹ سے باہر نکالتے ہوئے سب کو تسلی دی اسے علم ہی نہیں تھا پیچھے بیٹھی نیہا اور رمشہ اس وقت کس کیفیت سے دوچار تھیں۔

❁......❁......❁

"ارے سب بچے کہاں گئے؟" ہزارہ بیگم نے گھر کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے سامنے بیٹھی اپنی بہو سے سوال کیا۔ "اور یہ کس کی شادی کا کارڈ ہے شگفتہ؟"

"اماں...... سوہیلو کے دوست کی شادی کا کارڈ ہے۔ لڑکیاں آئس کریم کھانے گئی ہیں۔"

"ارے سوہیلو کے دوست کی شادی؛ کتنے بڑی عمر کے دوست بنا رکھے ہیں اس نے جو ان کی شادیاں بھی ہونے لگیں۔" ہزارہ بیگم نے حیرت سے کہا۔

شگفتہ کا بے ساختہ قہقہہ کمرے میں آتی شانزے کی سماعت سے ٹکرایا تو اس کا مزید منہ بن گیا۔

"سوہیلو کا کلاس فیلو ہے عمر بھول گئیں آپ جو ہمارا پڑوسی بھی رہ چکا ہے لیکن پھر ادھر سے کہیں اور چلے گئے تھے وہ لوگ وہ گھنگریالے بالوں والا۔" اماں نے چشمہ ناک کی پھنگ پہ ٹکاتے ہوئے اپنی یادداشت کو آواز دی۔

"آئے ہائے اس کم عمری میں شادی کی کیا تک ہے بھلا؟"

"کم عمری؟ اماں خیر سے ہمارا سوہیلو بھی اکیس کا ہو چکا ہے یہ ہی شادی کی بہترین عمر ہوتی ہے۔"

"یہ سوہیلو اتنا بڑا ہو گیا آخر ابھی تو وہ......" ہزارہ بیگم کچھ کہتے ہوئے چپ سی ہو گئیں۔

"ہاں ابھی تو وہ پورے گھر میں بھاگتا پھرتا تھا اور سارہ اس کے پیچھے پیچھے رہتی تھی۔"

"آہ...... یہ وقت بھی ناں۔"

"بس اماں وقت گزرتے کہاں پتا چلتا ہے اب دیکھیں نا رمشہ نیہا بھی اپنی پڑھائی مکمل کر رہی ہیں اس سال پھر وہ ادھر ہی آجائیں گی تو گھر کی رونق بحال ہو جائے گی ویسے میں نے دو چار جگہ ان کے رشتے کے لیے بھی کہہ رکھا ہے۔" شگفتہ نے شفقت بھرے انداز میں ان کو احساس دلانا چاہا۔ "بیٹیاں بڑی ہوتی کہاں وقت لیتی ہیں؛ اچھا ہے مناسب وقت پہ اپنے گھر بار کی ہو جائیں تو......" بات کے اختتام پہ انہوں نے اماں سے رائے لینی چاہی۔

"ویسے شگفتہ کبھی کبھی ہمیں احساس ہوتا ہے ہم نے ان دونوں بچیوں کے ساتھ زیادتی کردی؛ گھر کے ہوتے ہوئے بھی ایسے بے گھر ہونا......"

"جی اماں؛ مجھے بھی احساس ہوتا ہے لیکن اس وقت کیا کرسکتے تھے بھلا وہ بہت کڑا وقت تھا ہم سب پہ۔" شگفتہ نے بھی اعتراف کیا۔

"گزر ہی گیا لیکن......" ہزارہ بیگم نے دروازے پہ آہٹ محسوس کرتے ہوئے خاموشی کو مقدم جانا۔

"ارے تم آئس کریم کھانے نہیں گئیں۔" شگفتہ نے حیران ہوتے ہوئے شانزے سے پوچھا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے آئس کریم کھانے کا ہنہ۔" روٹھے ہوئے انداز میں وہ دھم سے ہزارہ بیگم کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"یہ کون سا طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا۔" ہزارہ بیگم نے بری طرح محسوس کیا شانزے کا بدتمیزی سے جواب دینا۔

"ارے کوئی بات نہیں اماں چھوٹی ہے شگفتہ نے بھی بات کو نمٹانے کی کوشش کی؛ یہ جانے بغیر کہ اسی رویئے نے شانزے کو اچھائی اور برائی میں فرق محسوس کرنا نہیں سکھایا ہر چیز بنا مانگے مل جانا بھی بعض اوقات بندے کے لیے

مشکل کھڑی کر دیتا ہے اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کتنے سیف زون میں ہے جب تک وہ چیز اس سے چھین نا لی جائے اور شانزے جیسے نازک لوگ اس وقت کتنا ٹوٹ جاتے ہیں۔

''رمضان میں نے اس بار ماما کے پاس جانا ہے۔'' شانزے کا جب بھی کسی سے موڈ خراب ہوتا اسے سارہ کے پاس جانا یاد آجاتا تھا۔ دو تین سال ہو چکے تھے حالانکہ سارا کو پاکستان آئے اور شانزے پچھلے کئی سالوں سے کبھی اپنی ماں کے پاس نہیں گئی تھی۔

''بھئی تم ہمیں چھوڑ کے جانے کی بات نہیں کیا کرو شانی بچے۔'' نانی نے اس بار مکمل طور پہ ہتھیار ڈال دیے۔

''نانی کچھ کھائیں گی۔'' شانزے نے موڈ بحال کرتے ہی پیٹ کی فرمائش پہ لبیک کہا۔

''نہیں تم جاؤ...... ہمیں کچھ نہیں کھانا۔'' شانزے کے کمرے سے نکلتے ہی ان کے دل میں ایک خیال آیا۔ سارہ کے بعد اس کی بیٹی بھی گھر چھوڑ کے چلی جائے گی تو کیا ساری عمر ہم اپنے بچوں کی شکلوں کو ترستے رہیں گے خدایا کاش کچھ ایسا ہو جائے شانزے کہیں نا جائے بلکہ ہمارے پاس ہی رہے۔

''شانی او شانی...... کہاں ہو تم۔'' اچانک سوہیلو کی زندگی اور امنگوں سے بھری ہوئی آواز نے ان کو چونکا دیا اپنی آئس کریم لے لو بھئی اور ساتھ چلا کرو مزہ نہیں آتا جب سب نا ہو۔'' سوہیلو کی آواز سن کر جیسے انہیں اپنی پریشانی کا سرا مل گیا تھا۔

''سوہیلو اور شانزے ارے ہاں شانزے اور سوہیلو یہ خیال ہمیں پہلے کیوں نہیں آیا گھر کے ہی بچے ہیں اور دونوں ہماری آنکھوں کے تارے ہیں۔'' ہزارہ بیگم نے ایک دم اپنے اندر نئی توانائی محسوس کی اور بھلا سارہ کو کیا اعتراض ہوگا' جہاں بچپن سے جوانی تک رہی ہے وہیں کھپ جائے گی اس کی بچی اور رہے گی بھی ہماری سامنے ہمارے ساتھ ہاں بس یہ ٹھیک ہے۔'' ہزارہ بیگم نے پرسکون ہوتے ہوئے اپنے فیصلے کو سراہا۔

❁......❁......❁

''اوہ ہو کس بات پہ مسکرایا جارہا ہے دادی جان۔'' شام ڈھلے سوہیلو نے دادی کے کمرے میں جھانکا۔

''ابھی تم کو ہی یاد کر رہی تھی۔'' ہزارہ بیگم نے اپنے عزیز از جان پوتے کو دیکھتے فوراً مسکراتے ہوئے اسے بتایا اور ہاتھ کے اشارے سے اندر آنے کو کہا سوہیلو نے اندر آتے ہی ہاتھ میں دبی ہوئی تیل کی بوتل لہرائی۔

''ارے جیتارہ میرا بچہ کبھی نہیں بھولتا یہ کام۔''

''دادی کے کام بھی کوئی بھولتا ہے کیا۔ لائیں جلدی سے پاؤں آگے کریں۔'' سوہیلو نے فوراً ہی چھوٹا اسٹول ان کے سامنے رکھا اور خود نیچے کارپٹ پہ بیٹھ گیا۔

سوہیلو کی یہ عادت میں شامل ہو گیا تھا کہ سب کاموں کے ساتھ دادی کی خدمت کرنا۔

''سوہیلو تمہارے کالج میں کوئی لڑکی نہیں ہے کیا۔'' وہ جو مگن سا نرمی کے ساتھ مالش کر رہا تھا ایک دم چونک کے دادی کو دیکھنے لگا۔

''میرا مطلب ہے کوئی ہے جو تمہیں پسند ہو۔'' انہوں نے کھوجتی نظروں سے سوہیلو کو دیکھا۔ جوان جہاں تھا' خوب صورت بھی تھا پھر باپ اور چاچا کا جما جمایا کاروبار بھی تھا۔

''لو جی دادی کیا بات کہی ہے میرا کالج تو ہے ہی لڑکیوں سے بھرا ہوا پتہ ہے میری کلاس میں بارہ لڑکیاں ہیں اور تین لڑکے ایک سے بڑھ کے ایک نکسیاں کسی ایک کو بھی کلر سینس نہیں ہے اتنے گندے اسٹروک لگاتی ہیں کہ اففف۔'' سوہیلو نے جھرجھری لیتے ہوئے سر جھٹک کے کہا۔

''تم نے کسی سے شادی کے لیے کمٹمنٹ تو نہیں کر رکھی؟''

''نہیں دادی۔'' سوہیلو کو بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس سوال کے پیچھے دادی کی کیا سوچ تھی۔

''پکی بات ہے ناں؟'' دادی نے مکمل طور پہ تسلی کرنی چاہی۔

"دادی کیوں ایسی مشکوک باتیں کررہی ہیں ابھی مجھے پڑھنا ہے ایک بڑا آرٹسٹ بننا ہے اور......"

"ہاں ہاں صحیح ہے بنتے رہنا وہ بھی ابھی جاؤ اور ایک کپ گرما گرم چائے کا لاؤ۔" ہزارہ بیگم نے سکون کی سانس لی۔

"چلو اب سارہ کے کانوں میں بھی بات ڈال دیتے ہیں بیچاری ماں ہے اسے بھی معلوم ہونا چاہیے ناں ہم نے اس کی بچی کا رشتہ پکا کردیا ہے بچی سے یاد آیا شانزے کو کوئی اعتراض نا ہو لیکن اسے کیا مسئلہ ہونا ہے ویسے ہی بمشکل بی اے کررہی ہے اور شادی کی عمر بھی ہے تو اچھا ہے بس گھر بیٹھے ہی نمٹ جائے اور اسی بہانے گھر میں کچھ رونق بھی لگ جائے گی دادی نے خیالوں ہی خیالوں میں مکمل پلاننگ کے ساتھ سارے حساب کتاب کرلیے اور مطمئن ہوکر چائے کا انتظار کرنے لگیں۔

❁......❁......❁

"ماشاء اللہ...... ماشاء اللہ۔" وہ دونوں تیار ہوکر باہر آئے تو دادی نے سوہیلو اور شانزے کو ایک ساتھ آتا دیکھ کے فوراً ہی قل پڑھ کے پھونکے۔

ریڈ ستاروں سے بھری ہوئی شارٹ شرٹ کے ساتھ وائٹ بنارسی سگرٹ پینٹ اور ریڈ ہی دوپٹے کو اسٹائل سے لیے ہائی ہیل کی مدد سے سوہیلو کے دراز قد کو میچ کرتی ہوئی بے حد پرکشش لگ رہی تھی۔ لپ اسٹک شانزے کے گورے رنگ پہ الگ ہی بہار دکھا رہی تھی تو کرل کیے بال کچھ آگے کچھ پیچھے کیے ہوئے وہ نہایت حسین لگ رہی تھی سلور جھمکے بھی نمایاں انداز میں نظر آرہے تھے دادی کے ساتھ رمشہ اور نیہا نے بھی تعریفی نظروں سے دونوں کا جائزہ لیا۔

"اگر یہ خاموش رہے تو کتنی پیاری لگتی ہے ناں۔" نیہا نے رمشہ کے کان میں سرگوشی کی تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"اور اپنے ہیرو کے بارے میں کیا خیال ہے۔" شانزے کے ساتھ ہی کھڑے ہوئے پشاوری کھیڑی کے ساتھ سفید شلوار اور کالی قمیص میں کف موڑے ہوئے سوہیلو اپنے قد کی وجہ سے نمایاں ہورہا تھا۔

"یار یہ دونوں ساتھ کھڑے کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔" نیہا اور رمشہ نے معنی خیز نگاہوں کا تبادلہ کیا۔

❁......❁......❁

"نانی کی اتنی سی بات نہیں مانوگی؟" شانی نانی نے مان بھرے انداز میں شانزے کی سمت دیکھا جو منہ بنائے بیٹھی تھی۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے نانی میری زندگی کا سوال ہے۔"

"تو تمہاری زندگی پہ ہمارا کوئی حق نہیں؟"

"اففف نانی......" شانزے نے سامنے بیٹھی نانی کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ "پلیز ایسا نہیں کریں ناں۔"

"لیکن کیا کمی ہے سوہیلو میں۔" نانی ہر صورت شانزے کو راضی کرنا چاہتی تھیں۔ "دیکھا بھالا بچہ ہے...... گھر کا بچہ ہے تم بھی ہماری نظروں کے سامنے رہوگی۔ مان جاؤ بیٹی پھر شاید سارہ بھی اس خوشی کے موقع پہ آہی جائے پرانے سارے رشتے تو ہار مان چکے لیکن ہوسکتا ہے یہ نیا بننے والا رشتہ ہی اسے کھینچ لائے دیکھو ایک تمہاری ہاں سے کتنے لوگ سکھی ہوجائیں گے۔"

"ماما ویسے ہی آجائیں گی عید جو ہے دوسری بات یہ کہ نانی جب میں ہی خوش نہیں تو باقی لوگ سکھی ہوں یا نہیں مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔" شانزے کی جن خطوط پہ پرورش ہوئی تھی اس کے پیش نظر یہ جواب بالکل درست تھا۔

"پچھلی دو عیدوں سے تو وہ آئی نہیں۔" ہزارہ بیگم نے ایک آہ بھرتے ہوئے دل ہی دل میں اپنی بیٹی سے شکوہ کیا اس کو ماں کی یاد پتہ نہیں کیوں نہیں آتی۔

"نانی اب ماما کو بلانے کے لیے آپ بلیک میل کرکے زبردستی شادی کرائیں گی۔" شانزے نے فوراً ہی روہانسی شکل بنا کر ان کے کندھے پہ اپنا سر ٹکایا۔

"ہائے بچے یہ کیا بات کہی؟ میرے لیے تم سے بڑھ

کے کوئی نہیں یہ تو بس ایک ایسے ہی.....'' نانی نے بے ساختہ شانزے کو اپنے ساتھ لگایا۔

''پھر بھی بوڑھی نانی کی خاطر ایک بار اس بارے میں سوچ کے دیکھنا بیٹی۔'' دھیرے سے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے نانی نے ایک بار پھر کوشش کی اور شانزے نے چڑ کے آنکھیں موندھ لی۔

❁.....❁.....❁

''کل شادی میں اتنے لوگوں نے پوچھا تھا اماں۔'' شگفتہ بیگم نے مصروف سے انداز میں فریج کھولتے ہوئے کہا تو ہزارہ بیگم نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''سب سمجھ رہے تھے شانزے بہو ہے میری عمر کی اماں نے بھی مبارک باد دی تو میں نے انہیں بتایا۔'' ہزرارہ بیگم خاموشی سے بیٹھی ہوئی بہو کی بات سنتی رہیں۔

''ویسے اماں اگر یہ حقیقت میں ہوجائے تو کیا برا ہے؟ میں سوچ رہی تھی.....'' شگفتہ نے فوراً ہی ہری مرچیں کاٹنا چھوڑیں اور ساس کے پاس جاکر رازدانہ طریقے سے بات کرنے لگیں۔

''سارہ سے بات کرکے دیکھیں اگر وہ مناسب سمجھے تو سچ میں بہت پیارے لگ رہے تھے دونوں ایک ساتھ۔''

''رہنے دو شگفتہ۔'' ہزارہ بیگم نے دھیرے سے ان کو روکا۔

''کیوں اماں؟'' شگفتہ نے ایک دم ساس کا افسردہ چہرہ دیکھا۔

''دل تو ہمارا بھی تھا پر شانزے نہیں مانے گی شاید۔'' سیدھے سبھاؤ کس طرح بتاسکتیں تھیں شانزے کی رائے۔

''کس چیز کی کمی ہے سوہیلو میں؟'' شگفتہ بیگم نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ ''شکل صورت کا اچھا ہے کوئی برائی نہیں ہے اس میں نا ہی دوستوں میں پھرنے والا میرا بیٹا پھر جما جمایا کاروبار بھی ہے سب کچھ اسی کا تو ہے میرا کون سا دوسرا بیٹا ہے۔''

''ہمارے سوہیلو میں کمی نہیں ہے شانزے کے دماغ میں کمی ہے۔'' ہزارہ بیگم نے زیرلب کہا۔

''آپ ایک بار بات تو کرکے دیکھیں ناں۔'' شگفتہ نے مان بھرے لہجے میں ساس سے فرمائش کی تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی سر ہلا گئیں۔

❁.....❁.....❁

''حرکتیں دیکھی ہیں اس زنانہ آدمی کی۔'' شانزے نے لاؤنج سے منسلک ڈائنگ روم میں بیٹھے ہوئے سوہیلو کی سمت ہاتھ بڑھا کے اشارہ کیا شانزے کا انداز دیکھ کے پاس بیٹھی رمشہ نے موبائل سے نگاہیں ہٹا کے سامنے دیکھا جہاں سوہیلو لیپ ٹاپ پہ مصروف تھا اور پاس بیٹھی مہندی لگاتی چھوٹی بہن کو بھی دیکھ رہا تھا۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں شانزے اتنا کیرنگ ہے سوہیلو۔ تمہیں ویسے ہی اس بیچارے سے کوئی دشمنی ہوگئی ہے اچھی بھلی دوستی تھی اور اب ایک دم اس کے پیچھے پڑگئی ہو۔''

''اسے میں دیکھنا پسند نہیں کروں دشمنی تو دور کی بات ہے۔'' شانزے نے رمشہ کی بات کو بمشکل برداشت کیا کیونکہ حقیقت تو یہ ہی تھی۔ سوہیلو اسے صرف بچپن میں پسند تھا کیونکہ واحد وہی تھا جو اس کے نخرے برداشت کرنے کے ساتھ اوٹ پٹانگ باتیں بھی سہہ لیتا تھا لیکن یہ اسی وقت تھا جب تک اسے علم نہیں ہوا تھا کہ شانزے کے بعد اس گھر میں وہی سب سے اہم بچہ ہے۔ بدقسمتی یا خوش قسمتی سے سوہیلو گھر کا واحد لڑکا تھا جس کے باعث شانزے کو اسی کی سپورٹ کی ضرورت پڑجاتی تھی اسی لیے کھلے عام اس سے زیادہ بگاڑ بھی نہیں سکتی تھی لیکن اب رشتے والی بات سن کر وہ بے حد مشتعل تھی۔

''خیر بی بی..... شکر کرو گھر بیٹھے اتنا اچھا رشتہ دستیاب ہے اور تمہارے نخرے نہیں ختم ہورہے ہیں۔'' نیہا نے شانزے کے سر پہ بم پھوڑا جو یہ سمجھ رہی تھی رات گئی بات گئی۔

''ت.....تت..... تمہیں کس نے بتایا؟'' شانزے

نے بے یقینی سے اپنی کزن کو دیکھا۔ "تم کرلو ناں ایسا ہی آسمان سے اترا رشتہ ہے تو۔" شانزے نے اس کے ہاتھ سے میگزین چھینتے ہوئے جھلاتے ہوئے جواب دیا۔

"نیہا نے باہر نہیں جانا ہوتا اور میرا پی ایچ ڈی کا ارادہ نہیں ہوتا تو یقیناً میں اپنا نام ریفر کردیتی' خیر تھی اگر مجھ سے ذرا چھوٹا بھی ہے تو۔" رمشہ نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے میگزین واپس لیا اور طنزیہ اسٹائل کے ساتھ ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "ویسے دادی کو تمہارے علاوہ کوئی نظر کب آتا ہے ادھر۔" نا چاہتے ہوئے بھی رمشہ کے لبوں سے دل کی بات نکل ہی گئی۔ "ہم ہوں یا نا ہوں ان کے لیے تم ہی اہمیت رکھتی ہو۔" شانزے نے منہ پھلا کے دونوں کو دیکھا اور لاؤنج سے باہر نکل گئی۔

"نہیں کیا کرو رمشہ' چھوٹی ہے وہ ابھی جا کے دادی اور چاچی سے شکایت لگادے گی اور خود ہی ناراض ہوجائے گی تو گھر کا ماحول خراب ہوگا عید سکون سے گزارنے دو سچ اس ماحول کے لیے ہم ہاسٹل میں کتنا ترستے ہیں ناں۔" نیہا نے سکون سے انگڑائی لیتے ہوئے یاسیت سے گھر کی در و دیوار پہ نظر ڈالی۔

"گھر کے سکون کا کوئی نعم البدل نہیں یار۔"

"لیکن میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا ناں۔" رمشہ نے میگزین رکھ کے وہیں صوفے پہ نیم دراز ہوتے ہوئے آنکھیں موندھ لی لیکن بات جاری رکھی۔

"صرف شانزے نے ہی نہیں ہم نے بھی اتنا ہی صدمہ جھیلا تھا بلکہ ہمارا تو دہرا نقصان ہوا کہ پھر گھر سے بھی نکال دیئے گئے۔" نیہا نے اداس ہوکر پوری بات سنی اور بہن کا دکھ بانٹنا چاہا۔

"کیا بھیانک دن تھا ناں وہ بھی ہم اتنے چھوٹے تھے لیکن وہ ایک ایک چیز یاد ہے۔"

"ہاں اور ہمیں کیسے ہاسٹل میں ڈال دیا تھا کتنی مشکل سے ہم دونوں ایڈجسٹ ہوئے تھے پاپا بھی بھول گئے ہمیں جیسے ماما کے ساتھ ہی ہم بھی...." رمشہ نے بھیگے ہوئے لہجے میں بات ادھوری چھوڑ دی۔

"وہ تو مجبوری تھی شگفتہ چاچی ہم دونوں کو دیکھتی یا روتی صورت شانزے کو۔" رمشہ ایک دم مسکراتے ہوئے نیہا کو دیکھنے لگی۔

"ہماری تو خیر ہے یار ذرا بے چاری عرفہ کا سوچو وہ تو اسی گھر میں رہتی ہے اور شانزے کے سامنے جب ہم پردیسوں کی نہیں چلتی تو اس کی کیا درگت بنتی ہوگی۔" رمشہ نے افسوس کرتے ہوئے سچائی بیان کی۔

"ویسے کمال تو صرف شگفتہ چاچی کا ہے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے ہی دونوں بچوں کی ویلیو نہیں ہوتی اور ان کے ماتھے پہ ایک شکن بھی نہیں آتی۔"

"یہ شانزے پھوپو کے پاس کیوں نہیں جاتی آخر' چلو پہلے تو چھوٹی تھی اب تو بڑی ہوگئی ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی بڑی ہوگئی ہے۔" رمشہ نے شانزے کی طرف اشارہ کیا۔

"لو جی یہ بھی خوب کہی تم نے۔" نیہا نے سر جھٹک کے جواب دیا۔ "وہ بے وقوف تھوڑی تھیں جو اس کے پیچھے اپنی زندگی خراب کریں گی چاچی بتاتی تو ہیں' سارہ پھوپو اس وقت بھی ڈبل ماسٹر تھیں اور پی ایچ ڈی کرنے لندن جارہی تھیں جب ائیر پورٹ چھوڑ کر واپس آتے ہوئے" نیہا نے قصداً بات ہی ادھوری چھوڑ دی تھی۔

❁......❁......❁

"میں کیا کروں گی واپس آکر اماں۔" سارہ کی یاسیت میں ڈوبی آواز ایک کمرے کے اپارٹمنٹ میں گونجی تھی۔

"نہیں نہیں اماں ایسی بات نہیں کیا کریں پلیز۔" سارہ نے موبائل پہ بات کرتے ہوئے کچن سے بوتل سے گلاس میں پانی بھرا اور صوفے پہ بیٹھ کر ایک سانس میں پیتے خود پہ قابو پانے کی کوشش کی۔ "آپ کا ہی تو دم ہے ورنہ شانزے کو ایسے کسی اور کے پاس بھلا چھوڑ سکتی تھی میں۔"

"بیٹی کی شادی میں بھی نہیں آؤ گی کیا اب؟" ہزارہ بیگم نے فوراً ہی موقع کا فائدہ اٹھایا اور سارہ کی رائے جاننی چاہی۔ "ہم سہیل اور شانزے کے رشتے کا سوچ رہے

ہیں۔"

"شانزے کی شادی اتنا وقت بیت گیا کیا؟" سارہ نے حیرت سے سامنے رکھے ہوئے کتابوں کے شیلف کی سمت دیکھا جہاں کچھ تصاویر لائن سے سجی ہوئی تھیں۔

"کیا بیٹی کی شادی نہیں کرنی تم نے؟"

"آپ سب ہیں ناں کوئی بھی فیصلہ کرلیں۔"

"سارہ اب ختم کردو اس خود ساختہ جلاوطنی کو...... بچی بھی جوان ہوگئی لیکن تمہارا بچپنا نہیں گیا ابھی تک میرا مرا منہ ہی دیکھنے آنے کا ارادہ ہے شاید تمہارا یا ہوسکتا ہے وہ بھی نا دیکھ سکو پہلے بھی تو تم...... سارہ اس بیچاری کی قسمت میں باپ نہیں تھا لیکن ماں کی دوری تمہاری دی ہوئی ہے ترس نہیں آتا اس پہ تمہیں؟" ہزارہ بیگم نے کافی عرصے بعد اپنی بیٹی کو لفظوں کی مار ماری تھی۔ "کیوں تمہارا دل اتنا سخت ہوگیا ہے تمہیں اپنی سگی اولاد کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا زیب دیتا ہے کیا؟"

"اماں وہ میرے پیپرز ہیں اور ان پیپرز کے بعد کوشش......" سارہ نے سامنے سجی ہوئی تصاویر سے نظریں چراتے ہوئے آنسوؤں کو پیا اور اماں کے ساتھ خود کو بھی تسلی دی۔

"بنالو بہانے یہ بہانے بوڑھی ماں کا تو کوئی خیال ہی نہیں لیکن حیرت مجھے شانزے سے دوری پہ ہوتی ہے۔" ہزارہ بیگم نے ایک دم چبھتے ہوئے انداز میں ان کو احساس دلایا وہ بڑی ہوچکی ہے اور اس کی ماں ابھی تک چھوٹی ہی ہے۔

"شانزے کی کیا مرضی ہے؟" سارہ نے دھیرے سے سوال کیا تاکہ اماں کا ذہن بھی بٹ سکے۔

"شانزے بچی ہے اس کو کیا علم زمانے کی چالاکیوں کا۔"

"لیکن اماں اس کی رضا سے ہی بات آگے بڑھائیے گا اگر اسے سوہیلو پسند ہے تو ٹھیک۔" سارہ نے گہری سانس لیتے ہوئے لمحہ بھر توقف کیا۔ "ورنہ رشتے بہت ہیں ادھر میرے سرکل میں بھی پاکستانی فیملیز ہیں جو آئے دن لڑکیوں کی تلاش میں رہتی ہیں۔"

"دیکھو سارہ......" ہزارہ بیگم نے بیٹی کو سمجھاتے ہوئے اپنا لہجہ ٹھنڈا رکھنے کوشش کی۔ "سوہیلو تمہارے بھائی کا خون ہے پھر ہمارے سامنے کا بچہ ہے انجان لوگوں میں اکلوتی بیٹی دینے سے بھائی کی اولاد کو دیکھو اسی کی ماں نے پال پوس کے جوان کیا ہے تمہاری بیٹی کو اس سے بہتر کون جان سکتا ہے شانزے کو، شاید تمہیں بھی اتنی جانکاری نہیں ہوگی اپنی بیٹی کے بارے میں جتنا شگفتہ کو ہے۔" انہوں نے لگے ہاتھوں احسان بھی یاد دلانا مناسب جانا۔

"وہ سب ٹھیک ہے اماں لیکن میں صرف اپنی اولاد کو دیکھوں گی......" صرف اپنی اولاد کو اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے سارہ نے لمحہ بھر میں اماں کو خاموش کردیا۔ "میرے لیے شانزے کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔"

"ہنہ۔" ہزارہ بیگم نے بھی فون رکھ دیا۔

❁......❁......❁

دوسری طرف سارہ نے فون رکھ کے اداسی کے ساتھ سامنے رکھی ہوئی تصویر کو یک ٹک دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کیا۔

"مجھے معاف کردو شانزے۔" سارہ نے بڑبڑاتے ہوئے ہنستی کھلکھلاتی ہوئی شانزے کی تصویر پہ محبت سے ہاتھ پھیرا اور خود کلامی کی۔ "لیکن میں اس جگہ واپس جانے کی ہمت آج تک نہیں کرسکی جہاں مجھ سے جہاں زیب بچھڑ گیا تھا میں کیسے اس گھر اور ان جگہوں کو دیکھ سکتی ہوں جہاں وہ میرے ساتھ میرے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے چلتا تھا۔ نہیں میں اتنی بہادر نہیں ہوں نا ہی اتنی ہمت ہے مجھ میں کہ الیاس بھائی اور ان کے دو بچوں کا سامنا کرسکوں جن کا اتنا بڑا نقصان صرف میری وجہ سے ہوگیا چھوٹی چھوٹی بچیوں کا ناقابل تلافی نقصان ان کی اپنی ہی پھوپو کی وجہ سے اففففف۔" سارہ نے کرب سے آنکھیں بند کیں لیکن فوراً ہی ان بند آنکھوں کے پیچھے شکوہ کرتی ہوئی نگاہیں آگئیں۔

❁......❁......❁

بالآخر وطن عزیز میں پہلا روزہ اپنے روایتی طور طریقے سے رکھا گیا تین بجتے ہی ہر جانب کچن کی روشنیاں جگمگانے لگیں اور برتنوں کی دلفرف کھنک گونجنا شروع ہوگئیں تھیں کہیں الارم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں تو کہیں کسی جگہ ڈھول بجانے والے روزے داروں کو جگانے کا فرض ادا کررہے تھے غرض ہر ایک نیکیاں حاصل کرنے میں جی جان سے مصروف تھا۔

"یہ شانزے نہیں جاگی ابھی تک۔" ہزارہ بیگم نے قران بند کرکے ایک نظر میز پہ ڈالی جہاں تینوں پوتیوں کے ساتھ پوتا بھی بیٹھا ہوا سحری کھارہا تھا۔

"اماں جگایا تو تھا اسے پتہ نہیں کیوں نہیں آئی ابھی تک۔" گرما گرم پراٹھا ہزارہ بیگم کے سامنے رکھتے ہوئے دھیمی آواز میں شگفتہ نے جواب دیا۔

"اچھا میں جاتی ہوں پھر سے جگانے۔" شگفتہ نے فوراً ہی اپنی خدمت پیش کی وقت کم ہوتا جارہا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے تم بیٹھو اور سکون سے سحری کرو پہلے بناؤ اور پھر نواب زادی کو جگانے کے لیے چکر لگاتی رہو۔" دادی نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کے شگفتہ کو روک دیا تو ناصرف شگفتہ نے بلکہ نیہا اور رمشہ کے ساتھ سویٹو نے بھی دادی کو حیرت سے دیکھا' لیکن ان کو علم نہیں تھا کہ دادی شانزے کے انکار پر اس سے بے حد خفا تھیں اور پھر اس نے سویٹو کی مردانگی کو بنیاد بنا کر جو بہانہ تراشا تھا اس پر دادی کا دل بے حد دکھا تھا۔

"اوہو......اماں پہلا روزہ ہے اسی لیے......"

"کیا ان کے لیے نہیں ہے پہلا روزہ' کیا تمہارے لیے نہیں ہے پہلا روزہ؟ چپ کرکے بیٹھ جاؤ اور شروع کرو وقت نکل رہا ہے۔" ہزارہ بیگم نے ناچاہتے ہوئے بھی سب کو منع کردیا اور دل پہ جبر کرکے بیٹھی رہیں یہ الگ بات ہے کہ ایک ایک نوالہ بہت مشکل سے گلے سے اتر رہا تھا۔

سحری میں نہ جگانے پر شانزے سب ہی سے خفا تھی لیکن ہزارہ بیگم اس کی خفگی کو خاطر میں لائے بغیر اپنے بیٹے الیاس کو لینے ایئرپورٹ پہنچ گئی تھیں۔

❁......❁......❁

"السلام علیکم! پاپا......" نیہا اور رمشہ نے کورس میں الیاس صاحب کو سلام کیا۔

"ہوں......" سر ہلاتے ہوئے انہوں نے دونوں پہ ایک سرسری سی نگاہ ڈالی اور اپنی کرسی کھینچ کے بیٹھ گئے۔

"کب سے آئے ہوئے ہو آپ دونوں؟"

"تین چار دن ہوگئے پاپا عید کے بعد جائیں گے۔"

"چلو اچھا ہے رونق رہے گی رمضان میں اس بار۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو سامنے بیٹھی ہوئی دونوں بیٹیوں کے چہرے کھل گئے۔

"پاپا مس یو......" دونوں کے لیے اتنا ہی کافی تھا بے ساختہ اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کے الیاس کے دائیں بائیں چپک گئیں۔

الیاس صاحب بوکھلا گئے فوراً ہی دائیں بائیں ہاتھ پھیلا کے تھپتھپایا اور واپس اپنی کرسیوں کی سمت جانے کا عندیہ دیا۔ شانزے اسی طرح خاموش بیٹھی تھی اس لیے الیاس صاحب فوراً گویا ہوئے۔

"کیا ہوا شانزے کسی نے کچھ کہہ دیا کیا؟" نیہا اور رمشہ کے لیے وہ قیمتی لمحات ختم ہوچکے تھے جب ان کا باپ صرف انہیں کا تھا اب ان کا سارا دھیان شانزے کی طرف ہوچکا تھا کیونکہ پورے گھر میں یہ اصول تھا الیاس اور سہیل اپنے بچوں کو شانزے کے سامنے لاڈ کرنے سے پرہیز کرتے تھے تاکہ اس کو باپ کی کمی کا احساس نہیں ہو' شانزے کے جذبات کا احساس کرتے ہوئے وہ یہ بھول جاتے تھے' ناصرف اس کی ماں زندہ تھی بلکہ دو ماموں بھی تھے جو اس کا بے حد خیال رکھتے تھے جبکہ نیہا اور رمشہ کی ماں کے ساتھ باپ بھی جیتے جی دور ہوچکا تھا۔

"کچھ نہیں ماموں۔" شانزے نے بے زاری سے جواب دیا۔

"بتاؤ ناں بغیر سحری کے روزے رکھنے سے ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے؟" ہزارہ بیگم نے بھی اپنی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے فوری جواب دیا۔

"اوہو میری بیٹی نے بغیر سحری کے روزہ رکھا ہے۔" الیاس صاحب نے شانزے کے خراب موڈ کا سرا پکڑ ہی لیا۔

"چلو پھر ایسا کرتے ہیں افطاری کے بعد باہر چلتے ہیں کیا خیال ہے شانزے؟"

"بس میں اور آپ جائیں گے ماموں۔" شانزے نے فوراً ہی بدلہ لینے کی کوشش کی۔

"پھر ان لوگوں نے میرے بغیر سحری میں کھایا ہے اب میں ان کے بغیر کھا کے آؤں گی۔" شانزے کا اپنا ہی الگ حساب کتاب تھا لیکن رمشہ اور نیہا کے دل کی کسی کو خبر نہیں تھی جو ایک ماہ بعد اپنے باپ کو دیکھ کے بھی جی بھر کے باتیں نہیں کر سکتیں تھی نا ہی ایسا اکیلے کہیں باہر جا سکتی تھیں دونوں بہنوں نے ایک دوسرے سے نظریں چرائیں۔

❁....❁....❁

دو چار دن بعد ہی گھر کا ماحول نارمل ہو گیا کیونکہ اب شانزے کو جگانے کا بیڑہ خود ہزارہ بیگم نے اپنے کندھوں پہ لے لیا تھا ورنہ سب سے جان جوکھم کام ہی اس کے کمرے کے چکر لگانا تھا۔ اس دن بھی افطار کے بعد سب خوش گوار موڈ میں باتیں کر رہے تھے۔

"جاؤ عرفہ چائے کا بول دو افطار کے بعد سے چائے نہیں پی ابھی تک پتا بھی ہے نماز کے بعد سب چائے پیتے ہیں تو لیٹ کیوں ہو گئی آج؟" شانزے نے غصے سے جلدی جلدی ہاتھ میں پکڑے میگ کے صفحات پلٹتے ہوئے حکم نامہ جاری کیا۔

"شانزے آپی وہ سویٹو بھائی چائے لا رہے ہوں گے ان کو معلوم ہے ناں دادی صرف ان کے ہاتھ کی چائے پیتی ہیں۔" عرفہ دادی کو دیکھتے ہوئے تسلی کرانے لگی۔

شانزے نے سوہیلو کا چائے بنانے کا سن کے طنزیہ نگاہوں سے اپنی نانی کو دیکھا جیسے کچھ جتانا چاہ رہی ہو اور اسی وقت سوہیلو چائے کی ٹرے پکڑے کمرے میں داخل ہوا۔

"جیتا رہ میرا بچہ گھر بھرا پڑا ہے لڑکیوں سے' مگر مجال ہے کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہو کبھی انہوں نے۔" ہزارہ بیگم نے فوراً ہی اپنے پوتے کی بلائیں لیں۔

"ڈھنگ کے کاموں کے لیے 'ہمارا سوہیلو' جو ہے۔" شانزے نے طنز کرتے ہوئے سوہیلو کو دیکھا اور کمرے سے نکل گئی۔

❁......❁......❁

"کون سا کالج سلیکٹ کیا ہے عرفہ؟" سوہیلو نے اپنے لیٹس موبائل پہ یوٹیوب سے مختلف ویب سائٹس کے کریٹیو ورک سرچ کرتے ہوئے چھوٹی بہن کو مخاطب کیا جو اردگرد کالجوں کے پراسپیکٹو پھیلائے ہوئے تھی۔

"دیکھو اچھے سے اچھے کالج کو ہٹ لسٹ میں رکھنا بے شک دور ہی کیوں نا ہوں اور ہاں اپنی دوستوں کے چکر میں نہیں پڑ جانا۔"

"بھائی ایک کالج کا سنا ہے نیا کھلا ہے لیکن اپنا اسٹینڈرا ایسا رکھا ہے کہ میرے بھی اسکول کی چار ٹیچر اس کالج جا چکی ہیں۔" او لیول کی اسٹوڈنٹ نے فوراً ہی اپنے بھائی سے مشورہ کرنا شروع کر دیا' جس نے ہمیشہ ہی اتنا اعتماد دیا تھا کہ اسے کبھی بہن کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔

"اوہ اچھا کون سا کالج ہے؟" سوہیلو نے چونک کے عرفہ سے پوچھا۔ "اور کیا اے لیول کے لیے سوٹ ایبل بھی ہے۔"

"کالج تو بہت اچھا ہے بھائی' لیکن بس ایک مسئلہ ہے۔" عرفہ نے جھجک کے اس کی طرف دیکھا جو اسی کی جانب متوجہ تھا۔ "وہ کالج کو ہے۔"

"ہاں تو کیا ہوا۔" سوہیلو نے ایک بار پھر اپنے پرانے مشغلے کی جانب دھیان دیا۔ "میں سمجھا دور ہے تو پک اینڈ ڈراپ کی وجہ سے مسئلہ ہے لیکن ساتھ پڑھنے میں کیا خرابی ہے عرفہ اچھا ادھر تو آؤ اس کو تمہارے اوپر ٹرائی کرتا ہوں۔" ایک یونیک سا ہیر اسٹائل دیکھ کے سوہیلو کے اندر کی فائن آرٹس اسٹوڈنٹ کی روح تڑپ گئی تھی۔ "پہلے جاؤ ایک ڈسپوزیبل گلاس لے کے آؤ' تمہارے سر پہ باندھنا ہے۔" سوہیلو نے بغور اسٹائل دیکھ کے اندازہ لگایا کہ یہ ابھار کیسے بن سکتا ہے۔ سوہیلو اس کے پیچھے چلا آیا مگر شانزے کا موڈ دیکھ کر کچھ نہ کہہ سکا۔

"کبھی کوئی ڈھنگ کا کام بھی کر لیا کرو۔" بالآخر شانزے اس کے زنانہ کاموں پر چوٹ کر گئی۔ وہ مصنوعی حیرت سے اسے دیکھ کے معصومیت سے پوچھنے لگا۔

"اس میں کون سے کیڑے نکال آئے ہیں؟"

"میرا مطلب تھا مردوں والے کام......"

"یہ مردوں اور عورتوں والے کام کون کون سے ہوتے ہیں اب بھلا۔ یہ تو خداداد صلاحیت ہے لیکن تم نہیں سمجھو گی۔" سوہیلو نے سر ہلاتے ہوئے جیسے شانزے کی عقل پہ ماتم کیا۔

"اففف میں بھی تم پہ بیکار وقت برباد کرنے بیٹھ گئی' مرد ہو تو معلوم ہونا چاہیے کہ کون سے کام کرنے ہوتے ہیں۔" سوہیلو شانزے کے طنز کو بچکانہ حرکت سمجھتے نظر انداز کر گیا تھا جب کہ شانزے اس کے جذبات سمجھنے سے قاصر تھی۔

❁......❁......❁

"آپ مانیں یا نا مانیں' لیکن ہم نے ہی نا کہی سوہیلو کے ساتھ زیادتی کر دی ہے۔" آج کل شگفتہ کو صرف اور صرف اپنے اکلوتے بیٹے کے بارے میں شانزے کی بے رحم اور دوٹوک رائے ہی سنائی دیتی تھی۔

"ہوں اب مجھے بھی احساس ہوتا ہے۔" سہیل نے بھی نا چاہتے ہوئے اعتراف کیا۔ "اسے فائن آرٹس کی جگہ ایم بی اے کرنا چاہیے تھا۔"

"تو کیا ہوا' کس چیز کی کمی ہے آخر سوہیلو میں؟" ہزارہ بیگم کے لیے اتنا ہی کافی تھا اکلوتے پوتے کے لیے ان

کے دل میں بہت گنجائش تھی لیکن ستم یہ تھا سامنے بھی اکلوتی نواسی تھی۔

"سارہ کی باتوں سے میرا بہت دل دکھا ہے اماں جی! اس کو احساس کرنا چاہیے تھا بیٹا ہے میرا۔" شگفتہ نے روہانسے لہجے میں ساس سے شکوہ کیا۔ "سہیلو کی برائیاں کرنے کی جگہ سیدھے سبھاؤ بات بھی کی جاسکتی تھی۔"

"تو اس نے تمہیں فون کر ہی دیا۔ یقیناً شانزے کے دباؤ میں آ کر یہ حرکت کی گئی ہوگی۔ آخر ہے تو ماں ناں۔" انہوں نے اپنی بیٹی کا دفاع کیا۔

"سہیل میری خواہش تھی شانزے اور سہیلو کی شادی ہو جاتی......" دادی نے بیٹے کو بھی اپنے دل کی بات میں شامل کرنا چاہا اسی وقت سہیلو جو کسی کام سے اندر آ رہا تھا کہ اپنا اور شانزے کا نام سن کے بے ساختہ دروازے پہ ہی رک گیا۔

"اوہ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے اماں اس میں مسئلہ کیا ہے اچھا ہے گھر کے بچے گھر میں ہی نمٹ جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" سہیل نے خوش ہوتے ہوئے اپنی رضامندی بھی دے دی تو شگفتہ نے ہزارہ بیگم کی سمت دیکھا جیسا چاہ رہی ہو باقی بات بھی وہی مکمل کریں۔

"اچانک سہیلو کا موبائل بجنے لگا تو وہ گھبرا کے فوراً ہی پلٹ گیا لیکن آدھی ادھوری بات سن کے جو غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا اس کا علم کمرے میں موجود تینوں نفوس کو بالکل بھی نہیں تھا کہ اب سہیلو کی سیدھی سادی زندگی میں کیا ہونے والا ہے۔

"یقیناً خوشی کی بات ہے لیکن پوری بات تو سن لیں پہلے آپ وہ شانزے نے منع کر دیا ہے وہ سہیلو سے شادی نہیں کرنا چاہتی وہ کہتی ہے سہیلو میں زنانہ عادتیں ہیں جو اسے پسند نہیں اور یہ بات کہتے ہوئے وہ یہ بھول گئی جب اس کی ماں اسے چھوڑ کے باہر چلی گئی تھی ہمارے سہیلو کے ساتھ ہی وہ کھیلتی تھی سہیلو کیسے سارا دن اس کی سہیلی بنا رہتا تھا یہ نیہا اور رمشہ تو ہمیشہ ہاسٹل میں رہی ہیں گڑیا گڑیا کھیلنا ہو یا لڈو سہیلو نے کبھی اسے اکیلا نہیں چھوڑا اب کیسے منہ بھر کے کہہ دیا زنانہ عادتیں ہنہ۔" شگفتہ بیگم نے ترخ کے جواب دیا۔

ادھر سہیلو اپنے اور شانزے کے رشتے کی بات پر بے حد خوش تھا وہ تو شروع سے اس کا بے حد خیال رکھتا تھا اور آج تو دلی جذبات ہی کچھ اور تھے۔

❁......❁......❁

سہیلو کو اچانک بچپن کی باتیں یاد آنے لگیں تھی کیسے شانزے اسے اسکول نہیں جانے دیتی تھی اور رو رو کے آسمان سر پہ اٹھا لیتی تھی سہیلو کے ہی اسکول میں اس کا داخلہ کروانا پڑا تھا جتنی اہمیت شانزے نے سہیلو سے لی تھی اتنی تو عرفہ نے سگی بہن ہونے کے ناطے بھی نہیں لی تھی۔

"شاید اللہ نے بھی تمہاری ذمہ داری اسی لیے میرے ناتواں کندھوں پہ ڈال دی تھی کہ وہ جانتا تھا تم میرے پاس ہی آؤ گی۔" سہیلو تصور ہی تصور میں شانزے سے باتیں کرتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ بچپن کے وہ سارے پل اسے مسکرانے پہ مجبور کر رہے تھے جب جب شانزے ہر ایک کو چھوڑ کے صرف اسی کے پاس آتی تھی چاہے کھیلنا ہو یا پڑھنا شاپنگ پہ جانا ہو یا دوست کے گھر شانزے کے لیے سہیلو ہی ہر مسئلے کا حل ہوتا تھا جب تک ہزارہ بیگم نے شادی کی بات اس کے کانوں میں نہیں ڈالی تھی اور اتفاق یا بدقسمتی یہ بات سہیلو کے علم میں نہیں تھی کہ دادی نے جب شانزے سے بات کی تھی تو اس نے کیا جواب دیا تھا۔

❁......❁......❁

"جوان بیٹے کی برائی وہ بھی اس اپنے ہاتھوں سے پالی ہوئی بچی کے منہ سے سننا تکلیف دہ تو تھا ہی رہی سہی کسر اس بچی کی ماں نے پوری کر دی جس نے پیدا ہونے کے بعد کبھی ماں بننے کی ذمہ داری پوری نہیں کی اور آج اسی اولاد کی شادی کے لیے سخت ترین الفاظ بھی استعمال کرنے سے پیچھے نہیں رہی تھی۔ لوگ پتہ نہیں کیوں خود غرضی کے اتنے اونچے محل پہ جا کھڑے ہوتے ہیں کہ کسی اور کی نیکی کا خیال ہی نہیں رکھتے۔" شگفتہ بیگم

نے دل ہی دل میں اپنی نند سے شکوہ کیا اور حقیقتاً سارہ کی باتیں انہیں بہت دکھی کر گئیں تھیں۔

"بھابی مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن جب شانی ہی خوش نہیں تو زبردستی کرنی مناسب نہیں...... ویسے سویٹو شاید لڑکیوں میں رہتے ہوئے کچھ زنانہ طبیعت کا ہوگیا ہے اس پہ نظر رکھیں' یہ کوئی اچھی بات نہیں کل بھی جب میں نے فون کیا تو وہ برتن دھو رہا تھا۔ سن کے ہی اتنا عجیب سا لگا۔ یو نو باہر تو چلیں سب چلتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں ایسے لڑکے مس فٹ ہیں جو...... آپ بخوبی سمجھ رہی ہیں ناں۔" سارہ نے شگفتہ کی طرف سے خاموشی محسوس کرتے ہوئے فوراً ہی پوچھا۔

"سن بھی رہی ہوں اور سمجھ بھی رہی ہوں سارہ۔"

"مجھے یقین ہے آپ دل پہ نہیں لیں گی اس بات کو بھابی لیکن پلیز سویٹو پہ نظر رکھیں ایسا نا ہو پانی سر سے اونچا ہوجائے مجھے تو حیرت اماں پہ ہے' ان کو کیوں نظر نہیں آتے اس کے لڑکیوں والے شوق۔ میری طرف سے سختی سے انکار ہے پلیز اماں کو بھی سمجھا دیں پالنے پوسنے کا خراج لینا ہے تو الگ بات ہے ورنہ شانی کی مرضی کے بغیر اس کی شادی زیادتی ہوگی اس کے ساتھ۔"

"اور جو ایک ماں کے سامنے اس کے اکلوتے بیٹے کی شخصیت کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں یہ زیادتی نہیں۔" شگفتہ کے سر میں درد کی تیز لہر سی اٹھی۔ "یونیورسٹی میں لیکچرار ہونے کے باوجود بھی اگر آپ کسی دوسرے کے جذبات کا احساس نہیں کرسکیں تو ایسی ڈگری کا کیا فائدہ سارہ۔ پان' چھالیہ' سگریٹ کسی قسم کا نشہ نہیں کرتا سویٹو نا کسی سیاسی پارٹی یا لڑکیوں کے چکر میں ہے' گنتی کے دو تین دوست ہیں اس کے جو اسکول کالج کے ساتھی ہی ہیں ایسے ہیرا بیٹے کے لیے اس قسم کی باتیں۔"

❁......❁......❁

کچھ ہی دنوں بعد ہزارہ بیگم پھر وہی شادی کا تذکرہ لے کر بیٹھ گئیں مگر شانزے بھی اپنی ماں کی طرح ضد پر قائم تھی۔ ہزارہ بیگم کو ایسا لگا ان کے سامنے سارہ بیٹھی ہوئی ہے جو اپنی ایک سالہ بیٹی کو چھوڑ کے پی ایچ ڈی کرنے جانے کے لیے انہیں منا رہی تھی۔

"اماں پلیز مجھے جانے دیں جب جہاں زیب کو ہی کوئی اعتراض نہیں ہے تو آپ......"

"ابھی بہت چھوٹی ہے سارہ۔"

"میری مہرالنساء سے بات ہوچکی ہے وہ رمشہ اور نیہا کے ساتھ شانزے کو بھی دیکھ لے گی۔ آپ کو معلوم تو ہے ناں' یہ میری زندگی کا سب سے بڑا خواب تھا۔"

"لیکن اب تم ایک ماں ہو سمجھو اس بات کو۔" ہزارہ بیگم کے لیے سارہ کا یہ رویہ ہی ناقابل فہم تھا کون ماں چھوٹی سی بچی کو چھوڑ کے جاسکتی تھی بھلا۔

"اُفف اماں میں واپس آجاؤں گی کچھ ہی سالوں کی تو بات ہے۔" سارہ نے اماں کے نرم گرم ہاتھ اپنے سرد ہاتھوں میں تھام کے دل کی بات جاری رکھی۔ آج پھر ہزارہ بیگم دل کے ہاتھوں مجبور تھیں جب ہی شانزے کی آواز نے انہیں چونکنے پر مجبور کردیا۔

"مجھے مرد چاہیے...... مرد جو حکم چلائے نانی میری زندگی میں سویٹو نامی زنانہ مرد کی کوئی جگہ نہیں' وہ کسی بھی اینگل سے لڑکا لگتا ہے کیا۔" تیکھے لہجے میں شانزے نے ہزارہ بیگم کو اپنی چپ توڑنے پہ مجبور کر ہی دیا۔

"تمہیں مرد ہونے کا مطلب بھی معلوم ہے شانزے؟ مرد وہ ہوتا ہے جو دوسروں کا خیال رکھے' اپنے اردگرد کے لوگوں کی ذمہ داری اٹھائے' احساس رکھے' جس سے بات کرتے ہوئے زبان نہیں لڑکھڑائے بلکہ یقین ہو' وہ بات سمجھ جائے گا اور جس کی آنکھوں میں پاکیزگی ہو وہ ہوتا ہے مرد اور خوش قسمتی سے میرے سویٹو میں یہ ساری خوبیاں موجود ہیں لیکن ابھی تمہیں نظر نہیں آرہی۔ اور جن باتوں پر تمہیں اعتراض ہے...... اس کو ماں کا احساس کرنا بولتے ہیں۔ اپنے گھر کو اون کرنا کہتے ہیں بچے۔" انہوں نے سویٹو کا دفاع کیا لیکن وہ ہار مان چکی تھیں۔

"نہیں چاہیے ایسا احساس نانی...... نہیں چاہیے ملازم کس مرض کی دوا ہوتے ہیں آخر اچھا چلیں اس سو کالڈ

احساس کے بعد ان لمبی زلفوں اور عجیب وغریب حرکتوں کو کیا کہیں گی آپ؟" شانزے نے نخوت سے سر جھٹکا۔
"ہنہ کبھی عرفہ کو مہندی کے اسٹائل کی ٹپ دے رہا ہوتا ہے تو کبھی اس کے ہیر اسٹائل بناتا ہے عجیب زنانہ آدمی ہے وہ اور آپ چاہتی ہیں میں اس سے شادی کر کے اسے اپنی زندگی میں شامل کرلوں تو وہ ساری عمر اپنے ساتھ اس کی بھی پونیوں اور بینڈز کی شاپنگ کرتی رہوں گی۔"
ہزارہ بیگم نے بمشکل سامنے بیٹی شانزے کے منہ سے نکلے آگ کے گولوں کو برداشت کیا۔
"افف کہاں کمی رہ گئی ہماری تربیت میں۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ تم ظاہری حلیے کو دیکھ کر اس کے بارے میں رائے پیش کررہی ہو۔ چلو جیسی تمہاری مرضی ہم دستبردار ہوتے ہیں اپنی خواہش سے۔" نانی نے حتمی انداز اختیار کرتے بات ہی ختم کردی اور منہ دوسری طرف کرلیا۔ جہاں دروازے کی جانب کب سے سوہیلو دھواں دھواں چہرہ لیے کھڑا تھا۔
ہزارہ بیگم سوہیلو کے چہرے پہ نظریں جمائے ہوئے دھیرے سے آگے بڑھیں اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلی دیتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ سوہیلو کے ہاتھوں میں گلاب کے پھول تھے جو وہ اپنی اولین چاہت کے لیے بہت مان سے خرید کے لایا تھا اور اب اپنی ذات کے پرخچے اڑتے دیکھ کے گم صم کھڑا رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

"ہنہ آپ نے سوچ بھی کیسے لیا میرے اتنے خوب صورت بھائی کے ساتھ آپ کی شادی ہوگی۔ آپ کو بات تک کرنے کی تمیز نہیں ہے۔" عرفہ کو شاید خود بھی نہیں معلوم تھا کب کا غصہ آج نکل رہا تھا۔
"عرفہ پلیز خاموش ہوجاؤ۔" رمشہ نے پھرتی سے عرفہ کو اپنی طرف موڑا اور خاموش ہونے کی التجا کی۔
"رہنے دیں آپی ان کو بھی معلوم ہونا چاہیے ناں یہ کیا ہیں۔ جب ساره پھوپو ان کو چھوڑ کے چلی گئی تھیں تو میری ہی ماما نے ان کا خیال رکھا تھا میری ہی ماما راتوں کو جاگ کے ان کو دیکھتی تھیں' ان کی اپنی ماما تو چھوڑ کے چلی گئی تھیں...... ہنہ اور میرے ہی بھائی نے سہیلی بن کے ان کے ساتھ کھیلا تھا اور تو اور آپ اور میرے بابا نے ہمیں اگنور کر کے صرف ان کو اہمیت دی ساری زندگی۔" نیہا اور رمشہ کو اب سمجھ آئی عرفہ اتنا جذباتی کیوں ہورہی تھی جب کہ شانزے تو گنگ کھڑی تھی۔
"اچھا ہوا آپ نے خود ہی اعتراض کردیا اس شادی کے لیے کیونکہ آپ ڈیزرو ہی نہیں کرتی ہم سب کو' آپ اپنی ماما کی طرح تنہا ہی زندگی گزارنا چاہتی ہیں۔" فق چہرہ لیے شانزے کی زندگی کا یہ ایسا دن تھا جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اپنے دل کی بھڑاس نکال کر عرفہ اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ شانزے بے یقینی کی کیفیت میں گھری وہیں کھڑی رہی۔ شانزے کے انکار نے سب کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ ہزارہ بیگم بھی اس کے رویے سے عجیب شرمندگی کا شکار تھیں۔ گھر میں جیسے سناٹے اتر آئے تھے۔

❁......❁......❁

"میرے بچے کہاں تھا اتنے دنوں سے میرا آنکھوں کا نور۔ ایسے بھی کوئی ناراض ہوتا ہے دادی سے۔"
"میں ناراض تو نہیں تھا دادی بس ایسے ہی۔"
"میں سب سمجھتی ہوں لیکن وہ نادان اور کم عقل ہے بس اس کی باتوں کو دل سے نہیں لگانا میرے بچے۔" شگفتہ بیگم بیٹے کا اترا چہرہ دیکھ کر بے حد افسردہ تھیں لیکن ان کے اختیار میں کچھ بھی نہ تھا۔ سوہیلو نے اس ماحول سے تنگ آ کر آفس جانا شروع کردیا تھا۔ ہزارہ بیگم اپنے پوتے کے لیے مضطرب تھیں ایسے میں وہ ان کے کمرے میں آیا تو وہ بے اختیار شکوہ کر گئیں۔
"باتوں سے دل لگانے کا وقت گزر گیا دادی' اب تو دل ہی لگ گیا تھا اس نادان سے۔" سوہیلو نے خود پہ ہنستے ہوئے اپنی نوخیز چاہت کا ماتم کیا۔
"ہر چیز بجی سجائی مل گئی ہے اسے اور اس کی ماں کو بھی اسی لیے احساس نہیں ہے' تم جیسے میرے قدردانوں کے

نصیب میں ہوتے ہیں ناقدرے کیا جانیں۔"

"چھوڑیں دادی۔" سونیلو نے مسکراتے ہوئے دادی کو بھی مسکرانے پر مجبور کردیا۔

"بس ایسے ہی مسکراتے رہا کرو تم سے ہی تو رونق ہے اس گھر کی۔" ہزارہ بیگم نے بلائیں لیتے ہوئے اپنے پوتے کو دیکھا جس کی آنکھوں میں درد سا بس گیا تھا۔

❁......❁......❁

سارہ نے شانزے سے تفصیلی بات کی تھی اور اس نے سونیلو کے لیے اپنے انکار اور نانی کی خفگی کے متعلق سب کچھ بتادیا تھا۔ سارہ نے اپنی دوست مہک کا ذکر کرتے ہوئے اس کے بیٹے جنید کے پرپوزل کا ذکر کیا تاکہ وہ اور جنید ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ شانزے نے فی الحال اس صورت حال سے بچنا چاہتی تھی لیکن اب مما کو انکار کرنا گویا ان کو بھی ناراض کرنے کے مترادف تھا۔ اسی لیے بوجھل دل کے ساتھ اس نے حامی بھرلی تھی۔ جب یہ بات سارا کی زبانی ہزارہ بیگم تک پہنچی تو وہ چپ کی چپ رہ گئیں۔

"اماں وہ میری ایک دوست ہے مہک وہ اپنے بیٹے کے لیے شانزے کا ہاتھ مانگنا چاہ رہی ہے۔ وہ اگلے ماہ پاکستان آرہی ہے میں نے اسے گھر کا ایڈریس دے دیا ہے سوچا آپ کو بھی بتادوں۔"

"واہ مہربانی میری بچی مہربانی اتنی زحمت بھی کیوں دے رہی ہو ہمیں سیدھا سیدھا رخصتی کی تاریخ ہی پکی کرکے بتادینا تھا...... پالا پوسا ہم نے پڑھایا لکھایا ہم نے اور زندگی کا فیصلہ کرو گی تم۔" ہزارہ بیگم کو بیٹی کی بات سن کر شدید غصہ آیا۔ "سوچا بھی کیسے تم نے پہلے اپنی بیٹی کے ساتھ مل کے ہمارے پوتے کو مسترد کرتی ہو اور اب یہ کیا۔ میں یہ سمجھوں اسی رشتے کی وجہ سے میرے لاکھوں میں ایک پوتے کو ٹھکرایا گیا ہے۔" اماں کی باتیں سن کر سارہ بری طرح بوکھلا گئی۔

"ہمت کیسے ہوئی تمہاری شانزے کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کی...... سترہ سال تک تمہیں یاد بھی نہیں تھا کہ تمہاری بیٹی پاکستان میں ہے جو تمہاری راہ تکتی رہتی ہے رشتہ دیکھ لیا پسند کرلیا اور ایڈریس تک دے دیا۔"

"لیکن اماں، بات تو سنیں۔" سارہ نے ہکلاتے ہوئے کہا لیکن اب اماں کو روکنا مشکل ہی تھا۔

"ارے اماں ابھی کچھ فائنل تھوڑی ہوا ہے۔"

"تو اب بچا کیا ہے بی بی فائنل ہونے سے؟ لڑکا دکھ لیا' گھر تک کا راستہ دکھادیا یقیناً کوئی فوٹو بھی دکھادی ہوگی شانزے کی تو ہم کون ہوتے ہیں روکنے والے۔"

"پر اماں شانزے کو کوئی اعتراض نہیں۔" سارہ نے آہستگی سے ہزارہ بیگم پہ بم پھوڑا۔

"ٹھیک ہے سارہ خون بھی تو تمہارا ہے احسان فراموش اور ہمارے ساتھ ہونا بھی یہ ہی چاہیے تھا بیٹی کی اولاد سینے سے لگائی اور بیٹے کی اولاد ہاسٹل میں ڈال دی۔" ہزارہ بیگم کو یکایک دو چھوٹی بچیوں کا رونا بلکنا یاد آگیا جب وہ گھر سے ہاسٹل جانے کے وقت بھاگ بھاگ گھر کے کمروں میں چھپ جاتی تھیں۔ "خیر اب جب تم دونوں نے مل کے کھچڑی پکالی ہے تو ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔" ان کا سارا طنطنہ ہی ایک دم ختم ہوگیا تھا جس چھوٹی سی بچی کو سینے سے لگا کے پالا اسی نے کوئی خبر نہیں دی تو اپنی سگی اولاد سے کیا شکوہ کرنا جو رہتی ہی دور تھی منٹ لگا تھا ہزارہ بیگم کو یہ سب سوچتے ہوئے۔

"اماں آپ غلط سمجھ رہی ہیں' میری بات سنیں۔" سارہ کو احساس ہوگیا تھا بات کا رخ کہیں اور جاچکی ہے۔

"غلط تو میں واقعی سمجھ رہی تھی تم نے اور تمہاری بیٹی نے سب سہی سمجھا دیا سارہ۔" ہزارہ بیگم نے آہستگی سے کہہ کے فون رکھ دیا۔

❁......❁......❁

وطن عزیز کے مصروف ترین شہر کراچی کے ایک پرسکون علاقے کے اس چھوٹے سے خاندان کی کرتا دھرتا ایک وقت تک ہزارہ بیگم ہی رہی تھیں' ان کے شوہر وزیر احمد صرف ایک بزنس مین تھے باقی ان کے پیچھے گھر میں

کیا ہوتا ہے اس سے وہ قطعی لاپرواہ تھے ایک مضبوط کردار کی عورت کیسے اپنے خاندان کو لے کر چلتی ہے اس کے لیے ہزارہ بیگم جیتی جاگتی مثال تھیں دو بیٹے اور ایک بیٹی کے ساتھ جب پینتیس سال کی عمر میں بیوہ ہوئیں تو لوگوں نے دیکھا کیسے ان کے بیٹے الیاس اور سہیل نے اپنی پڑھائی کے ساتھ ناصرف چلتے ہوئے کاروبار کو مزید ترقی دی بلکہ اپنی اپنی تعلیم بھی مکمل کی۔

بڑے بیٹے کو فوراً ہی ایک اچھی اور خاندانی لڑکی کے ساتھ بیاہنے میں انہوں نے بالکل دیر نہیں کی اور شگفتہ نے بھی ہزارہ بیگم کے ہر فیصلے پہ سر جھکا کے گھر کے ماحول کو ہمیشہ بہترین رکھا یہ بات الگ تھی کہ اکلوتی نند اپنی ضدی طبیعت کے ہاتھوں کبھی کبھی ان کے لیے تکلیف دہ ہوجاتی تھیں لیکن اسی کے ساتھ اچھے شریک سفر کے طور پہ سہیل اور دیور الیاس کی موجودگی میں انہوں نے کبھی بھی اپنا آپ کو ہلکا محسوس نہیں کیا' چھوٹی اور بڑی ہر چیز کے لیے ہزارہ بیگم تھیں جو انصاف کے ساتھ اپنی بہو اور بیٹی کے درمیان عدل قائم رکھتی تھیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ شادی کے کافی وقت بعد سہیل اور شگفتہ کے سونے آنگن میں قلقاریاں نہیں گونجیں تو سارہ نے اپنی کلاس فیلو سے الیاس کی شادی کروادی اور خدا کی کرنی کہ جیسے ہی الیاس کے گھر جڑواں بچے پیدا ہوئے اسی دن شگفتہ کو بھی ماں بننے کی نوید ملی گھر بھر میں خوشیوں کے نقارے بج اٹھے تھے۔

شگفتہ کو اب صحیح معنوں میں احساس ہوا وہ کتنی خوش قسمت تھی کہ ہزارہ بیگم جیسی ساس ان کو ملی تھی۔ لیکن یہ بات الگ تھی کہ ان کی اپنی ہی سگی بیٹی صبر کے نام سے بھی نابلد تھی بے جا ضد اور لاڈ و پیار نے سارہ کو انتہا درجے کی ضدی بنا دیا تھا رہی سہی کسر یونیورسٹی میں پڑھنے والے جہاں زیب نے پوری کردی تھی جس کی صبح سارہ کے نام سے ہوتی تو رات بھی اسی کے نام پہ ختم تھی بنا کسی روک ٹوک کے اس کی شادی جہاں زیب سے ہوگئی۔ سارہ کا دیرینہ خواب پی ایچ ڈی کرنا تھا اور شادی کے ایک سال

بعد جب وہ اپنی بیٹی شانزے کو ہزارہ بیگم کے پاس چھوڑ کے جانے کے لیے پر تولنے لگی تو سب سے پہلے اعتراض کرنے والی وہی تھیں لیکن حتمی انکار کا حق اس کے شوہر کا تھا مگر وہ اپنی چہیتی بیوی کی کسی بھی بات سے انکار نہیں کرسکتے تھے سو دل پہ پتھر رکھ کے سارہ کو جانے کی اجازت دے دی۔

جہاں زیب اور سارہ نے ناصرف پسند کی شادی کی تھی بلکہ جہاں زیب' سارہ اور مہر النساء کی دوستی پوری یونیورسٹی میں مشہور تھی اسی دوستی کو مضبوط کرنے کی خاطر سارہ نے مہر النساء کی شادی اپنے بھائی الیاس سے کرادی اور مہر النساء نے جوابی طور پہ اپنے بھائی جہاں زیب کی پسند بھانپتے ہوئے فوراً ہی سارہ کا ہاتھ اپنی ساس سے مانگ لیا۔

جہاں زیب دو سال سینئر ہونے کے سبب جلد ہی پاس آؤٹ ہوگئے تھے لیکن انتظامیہ نے اپنے ہونہار اسٹوڈنٹ کو وہیں لیکچرشپ کی آفر دے کے مستقبل بھی محفوظ کردیا اور جہاں زیب نے شادی کی جلدی مچا کے سارہ کو اس وعدے پہ رخصتی کے لیے راضی کرلیا کہ وہ ڈگری کے بعد بھی پڑھائی جاری رکھنے میں مدد دیں گے اور اس بات کو انہوں نے پورا بھی کیا لیکن دونوں میاں بیوی ایک ہی یونیورسٹی میں ساتھ جاتے اور ساتھ واپس آتے پی ایچ ڈی کے لیے پیپرز بھی باہر بھیج دیئے لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ شانزے کی آمد کا سن کے جہاں سارہ شاکڈ تھی وہیں جہاں زیب کے پاؤں زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے وہ پہلے ہی مہر النساء کی جڑواں بیٹیوں سے لاڈ کرتے نہیں تھکتے تھے۔

جہاں زیب اور مہر النساء بھی جڑواں بہن بھائی تھے انہوں نے کم عمری میں ماں باپ کو کھو دیا تھا اور کوئی بہن بھائی نہیں تھا۔

ہزارہ بیگم جن کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اب شانزے کے ہونے کے بعد بھی ان کی بیٹی اپنے دیرینہ خواب سے دستبردار ہونے پہ تیار نہیں لیکن جب

جہاں زیب کے ساتھ مہرالنساء نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تو وہ چپ رہ گئیں۔ چھوٹی شانزے کی مکمل ذمہ داری مہرالنساء نے لے لی اور سارہ ہر طرح کی تسلی کے ساتھ باہر روانہ ہوگئیں۔

سارہ کو ائیر پورٹ چھوڑ کر دونوں بہن بھائی واپسی کے سفر میں حادثے کا شکار ہو کر اس دنیا سے ناطہ توڑ گئے اور سارہ جیسے لندن کی زمین پہ پہنچنے کے بعد بیوہ ہونے کی اطلاع ملی تھی وہ ساکت رہ گئیں کسی حال واپس نہیں آسکتی تھیں اور اس دکھ کی گھڑی میں اپنوں سے کٹ کے رہنا الگ اذیت ناک سفر تھا جس کے باعث وہ بے حس سی ہوگئی تھیں۔

ایک طرح سے ہزارہ بیگم کے گھر کا شیزارہ بکھر گیا تھا ایک قیامت تھی جو ان پہ ٹوٹی تھی۔ بیٹے کا گھر اجڑ گیا تو بیٹی کا سہاگ ختم ہوگیا تین بچیوں کا کوئی پرسان حال نہیں اس مشکل وقت ان کی بہو شگفتہ بیگم نے بیٹیوں سے بڑھ کے بیٹی بن کے دکھایا۔ یتیم اور مسکین بچیوں کی پرورش خوش اسلوبی سے کرنے لگیں' لیکن اللہ کی کرنی کہ ان کے گھر دوسری خوش خبری آنے کو منتظر تھی رمشہ اور نیہا باپ کی توجہ پانے میں ناکام تھیں اور رہی ہزارہ بیگم تو اب ان کے لیے گھر کے ماحول میں ہر وقت کا رونا دھونا اور چیخنا چلانا سہنا ممکن نہیں رہا تھا بیوی کی ایک دم جدائی نے الیاس کی شخصیت کو ہلا کے رکھ دیا تھا' وہ کم سے کم گھر آنے لگے تھے اور اپنا دکھ بھلانے کے ساتھ وہ یہ بھول گئے کہ دو جیتے جاگتے وجود گھر میں ان کی پیار بھری نگاہوں کے منتظر رہتے ہیں۔

بلآخر مل بیٹھ کے فیصلہ ہوا کہ دونوں بچیوں کو کانونٹ بھیج دیا جائے تاکہ جہاں ایک طرف ان کا مستقبل محفوظ ہوسکے تو دوسری طرف ان کی شخصیت میں جو ٹوٹ پھوٹ ہوچکی تھی وہ بھی پُر ہوسکے اس مشکل فیصلے پہ عمل کرنا ایک تکلیف دہ کام تھا کیونکہ ان چھوٹی بچیوں کو یہ سمجھانا مشکل امر تھا کہ گھر ہوتے ہوئے بھی وہ بے گھر کیوں ہو رہی ہیں لیکن ہر ایک کی بھلائی مدنظر رکھتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی دلوں پہ پتھر رکھے گئے اور ان کی سسکیوں کو نظر انداز کرنا پڑا۔

سارہ نے بھی سرسری سی کوشش کی واپس آنے کی لیکن وہ دل سے اس جگہ واپس آنا نہیں چاہتی تھیں جہاں وہ جہاں زیب اور مہرالنساء کے ساتھ بہترین وقت بتا چکی تھیں' وہ بھی زندہ حالت میں رہی اولاد تو وہ سب سے بہترین ہاتھوں میں تھیں یعنی ان کی ماں کے پاس بہرحال وقت کا کام ہی گزرنا ہے سو وہ گزرتا گیا لیکن اپنی جھولی میں تلخ وشیریں یادیں جمع کرتا گیا' اب اسی گھر میں بچے جوان ہوچکے تھے اور ہزارہ بیگم کی ایک معمولی سی خواہش کے پیچھے ایک بار پھر گھر کا ماحول بدل گیا تھا جہاں شانزے اپنے کمرے میں رہنے لگی تھی تو شگفتہ بھی خاموش اپنا کام انجام دیتی نظر آتی تھیں رہا سوہیلو تو وہ اب سہیل کے ساتھ آفس اور اپنی یونیورسٹی کا آخری سمسٹر کلیر کرنے میں لگا ہوا تھا۔

رمشہ اور نیہا کو بھی سمجھ آ گئی کہ ہاسٹل بھیجنے کا فیصلہ تلخ ضرور تھا لیکن اس سے ان کا مستقبل وابستہ تھا۔ اسی لیے انہیں دادی سے جو بھی شکوہ تھا وہ سب ازخود ختم ہوگیا تھا جب کہ شانزے کا موڈ ابھی تک خراب تھا۔ وہ آج پھر شام کے کسی پروگرام کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ دروازے پہ ہونے والی دستک نے اسے چونکنے پہ مجبور کردیا۔ کمرے میں آنے کے بجائے ہزارہ بیگم دستک دے کے وہی کھڑی رہی تھیں۔

''نانی..... آئیں ناں نانی۔'' اتنے دنوں بعد وہ کمرے میں آئی تھیں اور گیٹ کے پاس ہی کھڑی ہوگئی تھیں۔ ''اندر آئیں ناں۔''

''نہیں بس ہم بتانے آئے تھے کہ سارہ کا فون آیا تھا کل افطار کے بعد جنید کے گھر والے رسم کے لیے آجائیں گے لڑکا تو تم دیکھ ہی چکی ہو تو ہم کل ہی دیکھ لیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''نانی آپ مجھ سے ناراض ہیں۔'' شانزے نے شرمندہ ہوتے ہوئے' آہستگی سے سامنے اداس کھڑی

نانی سے پوچھا۔

"تمہاری اپنی زندگی ہے جو تم اور تمہاری ماں بہتر جانیں وہ کرلو ہمارا کیا حق تم پہ بس دعا ہی کر سکتے ہیں خوش رہو ہمیشہ۔" ہزارہ بیگم نے بوجھل دل کے ساتھ دعا دی اور نم آنکھوں کے ساتھ چلی گئیں۔

❁......❁......❁

"ویسے سارہ تو ہمیشہ سے ہی پڑھنے کی شیدائی رہی ہے۔ یہ تم کس پہ چلی گئیں شانزے صرف سادہ سا بی اے کرنے کا ارادہ ہے کچھ آگے کا نہیں سوچا تم نے؟" سارہ کی دوست مہک نے مسکراتے ہوئے طنزیہ انداز میں شانزے کو دیکھا' جو خاموشی سے سر پہ دوپٹہ ڈالے بیٹھی ہوئی تھی۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں ہو رہا تم سارہ کی بیٹی ہو وہ کہاں اور تم......" بات ادھوری قصداً چھوڑ دی تھی' لیکن انداز ہی سب کچھ بتا گیا تھا۔

"ضروری نہیں ڈگریوں کی لائن لگا کے ہی قابلیت ظاہر کی جائے۔" نیہا نے اس سے زیادہ برداشت نہیں کیا اور تحمل سے جواب دیا۔

"ویسے بھی مجھے زیادہ پڑھی لکھی لڑکیاں پسند نہیں۔" جنید نے بھی اپنی پسند بتانا ضروری سمجھا۔

نیہا جو ابھی تک مہک کے انداز پہ ہی حیران تھی' رہی سہی کسر جنید کے الفاظ نے پوری کردی۔

"لیں اماں بسم اللہ کریں۔" شگفتہ بیگم نے مٹھائی کا ڈبہ ان کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا تو ایک دم مہک نے تیزی سے ان کو ٹوک دیا۔

"ہم تو انگوٹھی پہنانے کے ارادے سے آئے تھے اماں جی ساری بات سارہ سے طے ہو تو گئی تھی۔" ہزارہ بیگم کا ہاتھ مٹھائی کی سمت بڑھا ہی رہ گیا۔

"جیسی تمہاری مرضی' اب شانزے تمہاری امانت ہے انگوٹھی پہنا دیا ہار چڑھاؤ۔" شگفتہ ہکا بکا سی ان کو دیکھتی رہی لیکن اماں ایسے کیسے اچانک۔

"کس بات کا انتظار کرنا شگفتہ' شانزے راضی اس کی ماں راضی تو ہم کون ہوتے ہیں روکنے والے۔" ہزارہ بیگم نے حقیقت کو مانتے ہوئے شگفتہ کو بھی خاموش کروا دیا اماں کی رضامندی پاتے ہی سہیل نے آگے بڑھ کے جنید کو گلے سے لگایا اور مبارک باد دی۔

اسی وقت سویلو اور الیاس صاحب کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ماحول کچھ بدل سا گیا۔

"اوہ سوری ہم لیٹ ہوگئے۔" الیاس نے شرمندہ ہوتے ہوئے جنید کو دیکھ کے معذرت کی لیکن جنید الیاس صاحب کی طرف متوجہ ہی کب تھا وہ تو ان کے ساتھ کھڑے ہوئے دراز قد لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ سہیل کا بیٹا ہے یعنی شانزے کا کزن۔"

"ہیلو آئی ایم وجاہت علی سہیل' نائس ٹو میٹ یو۔"

"مائے نیم از جنید' نائس ٹو میٹ یو ٹو۔" جنید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جنید اپنی ذات کو اہمیت دینے والا انسان تھا جو وجاہت سے ملتے ہی مختلف قسم کے شکوک میں گھر گیا تھا اور اس کا اظہار وہ شانزے سے بھی کر چکا تھا اگرچہ شانزے نے اسے مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اس کی سوچ کو بدل نہ سکی تھی بلکہ جنید کی شکی فطرت نے اسے تشویش میں مبتلا کردیا تھا لیکن اب وہ یہ باتیں کسی سے شیئر نہیں کر سکتی تھی۔

"میری جان فون جلدی پک کیا کرو۔" جنید کی شوخ آواز سن کے نا جانے کیوں شانزے کا منہ بن گیا۔ "مجھے اچھا نہیں لگتا انتظار کرنا۔"

"اففف ایک بار پھر' میں اور میری پسند سنو۔" شانزے نے دل ہی دل میں کراہتے ہوئے اپنے کمرے میں جاتے ہوئے سوچا۔

"ویسے میں سوچ رہا تھا کیوں نا کل ڈنر پہ چلیں کیا یاد کرو گی تم بھی۔"

"نہیں رہنے دیں کیا ضرورت ہے اس تکلف کی۔"

"ہاں ضرورت تو واقعی نہیں ہے لیکن میرا خیال تھا ایک دو ملاقات ہو جاتی تو آسانی رہتی۔"

''کس چیز کی آسانی؟'' سرسری سا سوال پوچھنے کے بعد شانزے کو ہرگز احساس نہ تھا جواب اس کے چودہ طبق روشن کردے گا۔

''یار تم کو معلوم ہونا چاہیے ناں میری پسند ناپسند کس طرح مجھے خوش رکھ سکتی ہو تم' کیا چیز میرا موڈ خراب کرتی ہے تاکہ اس سے اوائیڈ کیا کرو تم آخر بیوی بننے جارہی ہو میری کوئی آسان ٹاسک تھوڑی ہے جان من......''

شانزے گہری سانس لیتی بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

''کبھی میری پسند ناپسند بھی جاننے کی جستجو کیا کریں......'' جنید نے فوراً ہی ناگواری سے اس کی بات کاٹ دی۔

''میں مرد ہوں یا تم؟ تم رخصت ہوکر میرے گھر آؤ گی ناکہ میں اپنا بوریہ بستر اٹھا کے تمہارے گھر آجاؤں گا بس اسی لیے مجھے پڑھی لکھی لڑکیاں نہیں پسند بحث بحث بحث۔''

''بحث......ابھی کہا ہی کیا ہے میں نے۔'' شانزے نے حیرت سے کہا پھر دل ہی دل میں خود سے پوچھا کیسے گزارہ ہوگا شانزے بی بی۔

''میں کل افطار کے بعد تقریباً نو بجے لینے آؤں گا تیار رہنا اور ہاں یاد رکھنا مجھے انتظار کرنا پسند نہیں۔''

❁......❁......❁

''کیسا رہا ڈنر شانی؟'' رمشہ نے اگلے دن تک کوئی اپ ڈیٹ نہیں سنی تو بالآخر خود ہی خاموش سی شانزے کے کمرے میں دھاوا بول دیا۔ ''کیا کھایا' کیا دلایا کچھ تو بتاؤ ارے کچھ تو بولو ایسا بھی کیا خوش ہونا کہ گھر والوں کو ہی بھول جاؤ۔'' رمشہ نے اداس سی شانزے کو ہلاتے ہوئے ایک بار پھر پکارا تو اس نے ذرا سا ہنس کر سر جھٹک دیا۔

اب وہ رمشہ کو اس کے کل کے رویے کے بارے میں کیا بتاتی جہاں اس کی ذات کو تو سراسر فراموش کردیا گیا تھا۔ ہاں اپنی رائے اور اپنی خواہشات کا بھرپور اظہار کرکے شانزے کی انا کو مٹا دیا گیا تھا۔ رمشہ تو اس کے انداز سمجھنے سے قاصر تھی۔

لیکن کسی کی شکوے سے بھرپور دو آنکھیں سامنے بیڈ پہ بیٹھے الجھے ہوئے وجود پہ بار بار اٹھ رہی تھیں جیسے بے آواز اس سے پوچھ رہی ہوں۔

''کیوں ٹھکرایا مجھے...... کس چیز کی کمی تھی میرے جذبوں میں......ایک بار کہا تو ہوتا...... ہر چیز بدلی جاسکتی تھی...... سوائے ایک تمہارے...... میری اولین چاہت...... کیسے روکوں خود کو' کیسے سمجھاؤں خود کو......کہ اب تم میری نہیں ہوسکتی......تم ہی بتاؤ' سمجھاؤ مجھے...... کیوں نہیں ہوسکتی تم میری...... میں وہی ہوں' جہاں تم چھوڑ گئی تھی۔

سنو! اے جانِ جاناں
کیا تم واپس آسکتی ہو
کیا گزرا پل پلٹ سکتا ہے
سنو! اے جانِ جاناں
کیا تم میری ہوسکتی ہو
اے

❁......❁......❁

آخری عشرہ اپنی آب و تاب سے گزر رہا تھا اسی حساب سے شاپنگ مالز میں تل دھرنے کی بھی جگہ نہیں تھی' لوگ افطاری کے فوراً بعد ہی عید کی شاپنگ کرنے نکل جاتے تھے اور کچھ لوگ ان بابرکت دنوں کی روح کو سمجھتے ہوئے عید کے کپڑے پہلے ہی بنا کے سکون سے عبادات میں وقت گزارنا پسند کرتے تھے تو کچھ من چلے لوگ اسی انتظار میں بیس روزے گزارتے تھے تاکہ نئی سے نئی ورائٹی لے کے عید کا دن بھرپور طریقے سے تیار ہوکر انجوائے کرسکیں' الغرض ہر ایک اپنے حساب سے ہی رمضان گزارتا تھا۔ وہ لوگ بھی شاپنگ کی غرض سے باہر آئے تھے جب کھانے کا آرڈر دیتے شانزے نے اپنے لیے چائنیز کا کہا جس پر سب ہی حیران ہوئے۔

''وہ جنید کو پسند ہے تو......'' شانزے نے ہلکاتے ہوئے آدھا ادھورا جملہ ادا کرکے وجاہت کو چونکنے پہ مجبور کردیا۔

''جنید کو پسند ہے وہ کھالے گا' تم اس کی پسند کا کھانا بھی کھاؤ گی اب۔''

''وہ میں نے سوچا اسی کے ساتھ رہنا ہے تو' اپنی پسند ناپسند بدل لوں تاکہ بعد میں آسانی ہوجائے ایڈجسٹ ہونے میں۔''

''ایڈجسٹ۔'' وجاہٹ نے زیرلب دہرایا اور ایک بار پھر سامنے بیٹھی ہوئی الجھی سی شانزے کو دیکھا۔ ''اپنی پرسنالٹی ختم کرکے تمہیں لگتا ہے' جنید کے دل میں جگہ بنالوگی؟''

''میرے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا اب۔'' شانزے نے گود میں دھرے ہوئے اپنے ہاتھوں کو پچھتاوے سے مسلتے ہوئے اپنی مجبوری بتائی۔ ''گزارا تو کرنا ہی ہے جیسے بھی کروں۔'' اس سے پہلے کہ کوئی کمزور سا لمحہ وجاہت کے دل کی بات کہلوا دیتا ویٹر کی آمد نے اس ماحول کا سحر ختم کردیا وجاہت نے گہری سانس لیتے ہوئے خود پہ قابو پانے کی کوشش کی اور شانزے کو لگا جلد بازی میں اس نے گھاٹے کا سودا کرلیا ہے۔

❁......❁......❁

''اماں عید سے دو دن پہلے ہی چھٹیاں مل سکی ہیں آپ لوگ تیاریاں تو شروع کردیں ناں۔'' ہزارہ بیگم کو ایک دم اپنا وجود خالی خالی سا محسوس ہوا۔

''نکاح پہلے ہوجائے تو پیپرز بننے میں آسانی ہوجاتی ہے۔'' سارہ نے مزید تفصیل بتائی۔

''تم جانتی ہو ناں جنید کے خاندان کو سارہ؟''

''ہاں...... ہاں اماں' مہک چار سال سے میری پڑوسن ہے اچھی فیملی۔'' سارہ کے لہجے میں یقین ہی یقین تھا۔

''لیکن......''

''میں جانتی ہوں مہک کو اچھی شریف فیملی ہے اور مہک کے سارے بہن بھائی پاکستان میں ہی ہیں جنید کے فادر کا ادھر اچھا چلتا ہوا اسٹور ہے' مالی طور پہ اچھے مضبوط ہیں اور کیا چاہیے ہوتا ہے؟''

''لیکن اس کے لیے سب سے اہم چیز اولاد کی خوشی ہوتی ہے سارہ۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی ہزارہ بیگم نے کہہ ہی دیا۔ ''تم کچھ نہیں جانتی شانزے کے بارے میں وہ کیسا خاندان چاہتی ہے' اس کی پسند ناپسند۔''

''اوہو اماں رہوں گی تو پھر بھی اسی کی ماں ناں۔''

سارہ نے مصروف سے انداز میں بات ختم کرنا چاہی۔ ''بس آپ تیاریاں شروع کردیں تاکہ عین وقت پہ کوئی بدمزگی نا ہو۔''

''ہاں بس ہم یہ ہی بات بھول گئے تھے کہ تم ہی تو ماں ہو اس کی ہم تو صرف پال رہے ہیں۔'' اداسی سے فون بند کرتے ہوئے انہوں نے سوچا اور گہری سانس لے کے شانزے کو بتانے کے لیے قدم اس کے کمرے کی جانب بڑھائے۔

❁......❁......❁

''مجھے معاف کردیں نانی۔'' شانزے نے سارہ کا میسج سنتے ہی بوکھلا کے رونا شروع کردیا۔

''کاش تم ہماری محبت سمجھ سکتی۔'' ہزارہ بیگم نے اس کے آنسوؤں سے نظریں چراتے ہوئے بات جاری رکھی۔ ''سارہ کو صرف ایک ہفتے کی چھٹی ہی مل سکی ہے اسی لیے پھر سارہ کو اگلے سال تک چھٹیاں بھی نہیں مل سکتی اور تمہارے پیپرز وغیرہ۔'' ان کا بے ربط انداز از خود ہی ان کی ذہنی کیفیت آشکار کررہا تھا۔

''میں نے سوچا تھا تم ہمیشہ اسی گھر میں سوہیو کے حوالے سے نظروں کے سامنے رہتی تو چلو خیر جیسی تمہاری خوشی ہم راضی ہیں تمہاری خواہش کے ساتھ لیکن بس اب دیر کا کوئی سبب نہیں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہوجاؤ ہمارے لیے اتنا ہی اچھا ہے۔''

''نانی...... وہ...... نانی...... اب...... وہ...... میرا مطلب تھا کہ وہ سوہیو سے اب میں راضی ہوں۔'' بمشکل اپنی بات مکمل کرکے شانزے نے اپنا منہ نانی کے سینے میں چھپالیا۔

''کیا کہہ رہی ہو شانی......!'' ہزارہ بیگم کو محسوس ہوا

ان کے کان بجنے لگے ہیں ایک جھٹکے سے انہوں نے شانزے کوخود سے الگ کیا۔

''نانی اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں خودکشی نہیں کروں تو میرا اس پاگل آدمی سے پیچھا چھڑا دیں پلیز......'' شانزے نے آخر موقع دیکھتے اپنی بات کہہ دی۔

''وہ تمہاری ہی چوائس ہے۔'' نانی نے اسے جتایا۔

''میری بے وقوفی ہے وہ۔'' نواسی نے بھی فوراً ہی قبول کرلیا۔

''لیکن اب نکاح کی تاریخ طے ہوچکی......اور مہک وہ تمہاری ماں کی دوست ہے۔''

''کون ماں؟ جنہوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔'' اسے برا لگے گا۔''اور آپ کو کیسا لگے گا جب میں خوش نہیں رہوں گی۔''

''مگر شانزے.....''

''کوئی اگر مگر نہیں نانی۔''

''تم ایک اہم بات بھول رہی ہو۔'' نانی نے دھیرے سے شانزے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''میں بعد میں سب کچھ یاد کرلوں گی نانی ابھی مجھے بچالیں بس آپ۔''

''تم تو راضی ہو لیکن شگفتہ مان جائے گی کیا؟'' وہ تذبذب کا شکار ہوئیں۔

''میں ان سے بھی معافی مانگ لوں گی وہ بہت اچھی ہیں اپنی شانی کی خوشی کے لیے یقیناً وہ سب بھول جائیں گی۔'' شانزے کے لہجے میں بچپن سے لی گئی محبتوں کا مان بول رہا تھا۔

''وہ تو بھول بھی جائے گی لیکن......''

''اب کیا نانی سارے لیکن ایک ساتھ ہی بول دیں ناں۔'' نجات کا راستہ پاتے ہی شانزے اپنی پرانی جون میں واپس آنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

نیہا اور رمشہ مختلف شاپرز کے درمیان بیٹھی ہوئی اپنی شاپنگ ڈسکس کررہی تھیں اور کپڑے نکال نکال کے تبصرے بھی کررہی تھیں' لیکن پاس بیٹھی ہوئی شانزے ان کے درمیان ہوتے ہوئے بھی پاس نہیں تھی۔

''بس اب جلدی سے عید آجائے۔'' نیہا نے شرٹ اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''ہاں اس بار عید بڑی یادگار ہونے والی ہے ناں۔'' رمشہ نے بھی اپنا سوٹ نکال کے دیکھا اور دوپٹہ اوڑھ کے چیک کرنے لگی۔''ویسے یہ سوٹ بڑا کمال مل گیا میں سوچ رہی ہوں شانزے کے نکاح میں پہن لوں۔'' رمشہ نے نیہا اور شانزے کی سمت سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''جب سے تاریخ فکس ہوئی ہے تم بہت خاموش رہنے لگی ہو یا میرا وہم ہے؟''

''کوئی پریشانی یا مسئلہ ہے تو بتاؤ ہمیں آخر ہم سب فیملی ممبر ہیں شانزے۔'' رمشہ نے بھی اپنی طرف سے اس کی بھرپور تسلی کی۔ شانزے جو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی ایک دم روہانسی ہوگئی۔

''یہ ہے وہ مسئلہ جو میری جان کو چمٹ گیا ہے۔''

''کک......کیا مطلب۔'' رمشہ اور نیہا کے لیے شانزے کا ایک دم تڑخ کے بولنا ہی باعث حیرت تھا۔

''ہوا کیا؟'' سامنے ہی جنید کالنگ دیکھ کے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور سوالیہ نظروں سے شانزے کی سمت دیکھا۔

''وہ مجھ پہ شک کرتا ہے۔'' شانزے نے اداسی سے دونوں بہنوں کو دیکھا۔

''وہ سمجھتا ہے کہ میں اور سہیلو......سہیلو اور میں وہ اففف اچھی بھلی زندگی تھی۔'' شانزے نے ایک دم رونا شروع کردیا۔

''لیکن یہ تو تمہاری ہی......''

''غلطی ہوگئی مجھ سے لیکن اب کیا مار کے دم لوگے۔ میں بے وقوف ہوں' نادان ہوں تو کیسے امید لگالی کہ زندگی کا اتنا اہم فیصلہ ٹھیک کرسکتی ہوں۔'' رمشہ نے حیرت سے نیہا کو دیکھا اور بڑبڑاتے ہوئے کندھے اچکائے۔

''حیرت ہے زندگی میں پہلی لڑکی دیکھ رہی ہوں جو غصے میں سچ بول رہی ہے۔''

''اس سے اچھا تو میں سویلو کے لیے ہی ہاں کہہ دیتی کم ازکم آج اس پاگل آدمی کو صفائیاں دیتے ہوئے اپنی نظروں میں گرتو نہیں جاتی۔'' رمشہ اور نیہا نے فوراً ہی معنی خیز نگاہوں کا تبادلہ کیا۔

''سویلو بھی گونگا بن کے بیٹھ گیا' یہ نہیں دوبارہ پوچھ لیتا یا نانی ہی سمجھا لیتیں مجھے۔'' شانزے کو خود نہ معلوم تھا وہ کیا کہے جا رہی تھی اتنے دنوں کی بھڑاس' غصہ' شرمندگی' غلط فیصلے کی بدولت اٹھائی جانے والی اپنی ذات کی نفی کیا کیا نہیں سہا تھا پچھلے دنوں اور اب جب کوئی نجات کا راستہ نہیں مل رہا تھا تو سوائے رونے کے وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔

❁......❁......❁

سویلو نے چڑتے ہوئے سامنے مدبر بنی ہوئی رمشہ اور نیہا کو دیکھا جو کافی دیر سے اس کو کنوینس کر رہی تھی کہ شانزے اس رشتے سے خوش نہیں ہے۔

''پلیز کچھ کرو سویلو ورنہ وہ رو رو کے ہی مر جائے گی۔''

''آپ لوگ سب سے اہم بات نظر انداز کر رہے ہیں' وہ شانزے کی اپنی پسند ہے۔''

''ہنہ شانزے میں اتنی عقل ہوتی تو بات ہی کیا تھی ویسے اور اب تو یہ بات وہ خود مان چکی ہے کہ وہ انتہائی بے وقوف ہے۔'' رمشہ نے فوراً ہی شانزے کی بات کا حوالہ دیا۔

''میری طرف سے معذرت ہے۔'' وجاہت نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اٹھا کے سر نفی میں ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''سویلو تم اتنے پتھر دل کب سے ہو گئے ہو۔ تم سے تو یہ امید نہیں تھی یار۔''

''میں ایک عدد زنانہ مرد ہوں کیوں بھول جاتی ہیں اس بات کو..... ایسے پختہ فیصلے کرنے کے لیے جس مردانگی کی ضرورت ہوتی ہے وہ بقول شانی میرے اندر ہے ہی نہیں میں تو اپنے گھر والوں کو چائے دینے اور ماں کے آرام کی خاطر برتن دھونے والا زنانہ مرد ہوں اور اسی نظریے پہ مجھے ٹھکرایا گیا تھا میں کیسے اس میٹر میں انٹرفیر کر سکتا ہوں۔ اچھا چلیں آپ ہی بتا دیں کیا کروں میں۔'' نیہا رمشہ ایک دوسرے کو دیکھ کے خاموش ہو گئیں۔

''بولنا بہت آسان ہے لیکن جب خود پہ بیتے تو معلوم ہوتا ہے' کس طرح اپنی ذات کے پرخچے اڑتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں' خیر مجھے واقعی بہت افسوس ہے کہ شانزے کے ساتھ ایسا ہوا وہ ڈیزرو نہیں کرتی جنید جیسے لڑکے کو لیکن سوری یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا۔'' وجاہت نے بات ختم کی اور دل پہ بوجھ لیے اپنے کمرے کی سمت جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

''ہاں تم ٹھیک کہتے ہو' جب بات اپنی ذات پہ آتی ہے تو احساس ہوتا ہے اور تم یہ بھی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو کہ میں یہ سب ڈیزرو کرتی ہوں اس لیے میرے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔'' شانزے کے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آواز کا سامنا کرنے کے لیے وجاہت بالکل تیار نہیں تھا رہ سہی کسر اس کے لفظوں کے تیروں نے پوری کر دی تھی اپنی بات ختم کرتے ہی اس نے بے دردی سے آنسوں صاف کیے اور بھاگتے ہوئے لاؤنج پار کر گئی۔ پیچھے وجاہت خاموش رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

''لو بھی لڑکیوں اپنا اپنا سوٹ لے لو۔'' ہزارہ بیگم نے ہر سال کی طرح اپنی طرف سے ہر ایک کے لیے عید کا سوٹ لیا اور سب کے سامنے نکال کے رکھ دیا سب سے پہلے حسب معمول شانزے نے لینا تھا اس کے بعد رمشہ اور نیہا کی باری آنی تھی لیکن ان کو علم نہیں تھا پہلے والی شانزے اب کہیں کھو گئی تھی۔

''کس قدر زیادتی کی ہے میں نے ان سب کے ساتھ آفرین ہے جو یہ لوگ مجھ جیسی یتیم لڑکی سے اپنا بہترین رویہ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔'' شانزے نے

بمشکل خود پہ قابو پایا اور سر جھٹک کے سب کو دیکھا۔
''آپ لوگ لے لیں پہلے۔'' رمشہ اور نیہا نے بے ساختہ قہقہہ لگا کے اسے مزید شرمندہ کیا۔
''لگتا ہے ہماری شانزے بڑی ہوگئی ہے۔'' افطار کے بعد ایک ایک کر کے ساری لڑکیاں چھت کی جانب بھاگتی چلی گئیں اور ہزارہ بیگم نے مسلسل بجتے ہوئے فون کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے اسے اٹھا ہی لیا اور سر تھامے وہیں بیٹھی رہ گئیں۔

❁......❁......❁

''وہ ہے چاند وہ ہے چاند......'' عرفہ نے سب سے پہلے چاند کو دیکھا اور زور و شور سے اعلان کرنے لگی۔
''مبارک ہو کل عید ہے۔'' رمشہ اور نیہا نے بھی مسکراتے ہوئے چاند کو دیکھا اور دعا مانگنے کے لیے ہاتھ بلند کرلیے وجاہت اور شانزے نے ایک دوسرے کی سمت دیکھا مگر کہنے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔
ہزارہ بیگم نے برسوں پرانی روایت کے مطابق عید کی سویاں اپنے ہاتھوں سے پکائی تھیں اور پھر گھر کے سب مرد حضرات عید کی نماز کے لیے نکلنے سے پہلے ہزارہ بیگم کے پاس پہنچ گئے تھے۔ وہ سب کے سلام کا جواب دیتی سوئیلو کی طرف متوجہ ہوئیں۔
''ماشاء اللہ میرا بچہ کتنا پیارا لگ رہا ہے۔'' ہزارہ بیگم فوراً ہی قل پڑھنے لگیں۔
ہزارہ بیگم نے تینوں پہ پھونک ماری اور وہ سب باہر کی جانب بڑھ گئے۔
''سنو......وہ......''
''دادی بے فکر رہیں' دادا ابا پھوپا اور چاچی کے قبروں سے ہوتے ہوئے ہی آئیں گے۔'' سوئیلو نے فوراً ہی پلٹ کے ان کی تسلی کروائی' ہزارہ بیگم نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے سر ہلایا۔
''عید مبارک اماں۔'' شگفتہ نے سکون سے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے ساس کو مبارک باد دی۔
''خیر مبارک شگفتہ خوش رہو' آباد رہو۔'' ہزارہ بیگم نے فوراً ہی اپنی بہو کو دعاؤں کے حصار میں لیا۔ ''سدا سہاگن رہو۔''
''اماں آپ کے ہی دم سے یہ گھر ہے بس اب دعا کریں نکاح کی تقریب خیریت سے نمٹ جائے۔''
''کیا تھا اگر شانزے اور سوئیلو......'' دادی کی اداسی سے بھری ہوئی آواز سن کے سوئیلو کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے جو جائے نمازیں لینے لاؤنج میں واپس آرہا تھا' میری آخری خواہش تھی کہ شانی اور سوئیلو کی شادی دیکھ کے ہی یہ آنکھیں بند ہوتی۔
''خواہش تو میری بھی یہ تھی اماں لیکن......''

❁......❁......❁

''اٹھ جاؤ شانی' دادی دو بار آچکی ہیں اور تمہیں سوتا دیکھ کے غصے سے واپس گئی ہیں۔'' رمشہ نے ہیر اسٹریٹ کرتے ہوئے بلند آواز میں سوتی ہوئی شانزے کو ایک بار پھر جگانے کی ناکام کوشش کی۔
''جلدی کرو ابھی تمہاری وہ پڑھی لکھی سسرال آدھمکے گی۔'' نیہا نے قہقہہ لگا کے رمشہ کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا۔
''ہنہ......'' شانزے نے بری طرح سلگتے ہوئے دل ہی دل میں دونوں کو بے بھاؤ کی سنائی۔
''اففف مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے بلآخر ہم میں سے کسی کی تو شادی ہو رہی ہے۔''
''ہاں سب مل کے میری بربادی کا جشن مناؤ۔'' شانزے نے دکھ سے سوچا۔
''اٹھ جاؤ بی بنواب کس بات کے نخرے ہیں۔'' رمشہ نے بھی جاتے ہوئے نمک چھڑکنا مناسب جانا۔ ''ہر چیز تمہاری چوائس اور مرضی کے مطابق ہو رہی ہے چلو جلدی کرو ورنہ دلہن کے علاوہ ہم سب تیار ہو کر بیٹھے ہوں گے قاضی کے سامنے۔'' کمرہ خالی محسوس ہوتے ہی شانزے نے مایوسی سے اپنے اوپر سے چادر اتاری اور سامنے آئینے میں خود کو دیکھ کر روہانسی ہوگی۔

❁......❁......❁

جہاں ایک طرف لڑکیاں تیار ہو کر لاؤنج میں بیٹھ

کے اپنے اپنے گلے کے انجانے سر کو چھیڑ رہی تھیں تو وہی وجاہت ادھر ادھر دیکھتے ہوئے راز داری کے ساتھ دادی کے کمرے کی سمت گامزن تھا گیٹ پہ رک کر لمحہ بھر کے لیے خود پہ قابو پایا اور اپنی ہمت بندھاتا ہوا دروازے پہ دستک دے ہی دی

(سنو! اے جان جاناں
تم میری ہو)

❁......❁......❁

شگفتہ برائیڈل ڈریس لیے شانزے کے پاس آئیں اور اسے اداس بیٹھا اپنی ہاتھوں پہ سجی ہوئی مہندی کو تکتا ہوا دیکھ کے مسکرا اٹھیں۔

"ویسے تو میری بہت چاہ تھی تم میرے سیکلو کے نام کی مہندی لگاتی لیکن چلو جیسے تمہاری مرضی..... اگر کوئی بھول چوک ہوگئی ہو تو مجھے معاف کردینا شانزے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے تمہیں کوئی شکایت کا موقع نہیں ملے لیکن بندہ بشر ہوں ہوسکتا ہے کبھی اپنی اولاد کے آگے تمہارے ساتھ....." شانزے بے اختیار ہوکے ان کے لپٹ گئی تو وہ ادھوری بات چھوڑ کر شانزے کو اپنے ساتھ لگا گئیں۔

"مجھے معاف کردیں پلیز..... مجھے معاف کردیں۔" ہچکیوں میں بمشکل اپنی بات پوری کرتی شانزے نے شگفتہ کو پریشان کردیا۔

"کیا ہوگیا شانی کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟" حیران و پریشان شگفتہ نے کندھوں سے پکڑ کے شانزے کو اپنے سامنے کیا۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی دل گھبرا رہا تھا۔"

"اففف تم نے تو ڈرا ہی دیا۔ ایسا ہی ہوتا ہے آسان کہاں اپنا گھر چھوڑ کے جانا لیکن دنیا کا چلن ہی یہ ہے اور ویسے بھی ابھی تو صرف نکاح ہی ہورہا ہے دیکھو کب پیپرز بنتے ہیں کب جاتی ہو مت پریشان ہو ابھی سے۔"

"ارے واہ ماشاء اللہ بہت روپ آیا ہے میری شانی پہ۔" ہزارہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دلہن بنی ہوئی شانزے کو دیکھا اور بلائیں لیں۔

"سارہ بھی بس راستے میں ہے، کسی بھی وقت پہنچ جائے گی۔" تسلی دیتی ہوئی نانی نے الجھتی ہوئی شانزے کو بغور دیکھا اور مسکراتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"تم دونوں کو بہت خوشی ہورہی ہے۔" وہ رمشہ اور نیہا سے پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"کیوں نا ہو آخر تمہاری شادی ہے اب جیسی بھی ہو، ہو تو ہماری کزن ناں۔" نیہا نے انکساری سے جواب دیا۔

"ہائے دے وے کیا تمہیں خوشی نہیں..... ارے شانی، سیکلو نے اتنا خوب صورت لان سجوایا ہے اسٹیج کی لائٹس بھی کمال کی چوز کی ہیں ایک ایک چیز اپنے منہ سے بول رہی ہے کسی آرٹسٹ کے ہاتھ لگے ہیں۔"

"اس میں کیا شک۔ ہر کام میں ایک نفاست ہے اس کے۔" نیہا نے بھی کھلے دل سے اسے سراہا۔ "جو کام کرتا ہے دل سے کرتا ہے اسی لیے پچھتاتا نہیں۔" نیہا نے ترچھی نظروں سے شانزے کو دیکھا جو گم صم سی بیٹھی ہوئی تھی۔

"آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں شانی آپی۔" عرفہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے گجرے کا شاپر ڈریسنگ پہ رکھا اور شانزے کو دیکھ کے بے ساختہ تعریف کی۔

"تھینک کیو گڑیا تم بھی بہت کیوٹ لگ رہی ہو۔" شانزے نے بھی پہلی بار کسی اور کی سچے دل سے تعریف کی تھی۔

اچانک سارہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بلند آواز میں اپنی موجودگی کا اعلان کیا تو شانزے چونک کر انہیں دیکھنے لگی اور پھر بے ساختہ اٹھ کے سارہ کے گلے لگ گئی۔

"مما..... مما....." ہچکیوں کے ساتھ روتی ہوئی شانزے چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی جو ماں کو سامنے دیکھ کے شکایت لگانے والے انداز میں ان کا ہاتھ تھامے بیٹھی ہوئی تھی۔

"بس بس..... میری جان میں آگئی ہوں ناں بس کرو شاباش۔" سارہ بوکھلائی شانزے کو چپ کرواتے وہ خود بھی رونے لگیں۔

"کتنی پیاری لگ رہی ہے میری بچی مجھے معاف کردینا بیٹی میں ایک بری ماں ہوں جو بیٹی کو چھوڑ کے اپنا ہی دکھ مناتی رہی۔ مجھے احساس ہے میں نے زیادتی کی ہے لیکن میں ہی اس کا ازالہ بھی کروں گی بہت دھوم دھام سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گی اور اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گی۔ بہت اکیلے رہ لیے ہم دونوں اب رخصتی تک تم میرے پاس ہی رہنا۔" سارہ کے جانے کے بعد شانزے نے پھر سے کوشش کی کہ اپنی بات سمجھا سکے۔

"میری نادانی کی اتنی بڑی سزا نہیں مل سکتی مجھے پلیز نیہا..... پلیز رمشہ...... ڈو سم تھنگ' مجھے اس نفسیاتی سے شادی نہیں کرنی وہ پاگل ہے پورا کا پورا مجھے نہیں کرنی اس سے شادی۔" شانزے نے سر جھکا کے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

"پھر کس سے کرنی ہے؟" شانزے نے کرنٹ کھاتے ہوئے چہرہ اوپر کیا اور رمشہ نیہا کو نا پا کے حیران رہ گئی نظریں بھٹکتی ہوئی سامنے آئینے کی سمت گئیں جہاں عین اس کے پیچھے کھڑا ہوا وجاہت اپنی بولتی ہوئی نگاہیں اسی پہ جمائے سوال پوچھ رہا تھا۔

"ہوں..... بتاؤ اب کس سے شادی کرنی ہے میں منتظر ہوں جواب کا؟" سکون سے سینے پہ ہاتھ باندھ کے وجاہت نے دھیرے دھیرے قدم بڑھائے اور شانزے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ شانزے نے بھی گہری سانس لے کر خود کو حوصلہ دیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جواب دیا۔

"تم سے....."

"زنانہ آدمی سے....." وجاہت نے انگلی سے اپنی سمت اشارہ کیا اور تصدیق چاہی۔ "آر یو شیور....." شکوہ بھری نگاہوں کی تاب نا لاتے ہوئے شانزے نے نظریں نیچے کرلی۔

"میری غلطی تھی سب کا احساس کرنے کو تمہاری کمزوری سمجھ بیٹھی آئی ایم سوری لیکن مجھے اب اس پاگل سے شادی نہیں کرنی۔" سر جھکا کے دلہن بنی ہوئی شانزے اپنے ہاتھ مسلتے ہوئے جیسے بیتے ہوئے وقت کو بلانا چاہتی تھی۔

"پلیز...... اس خودپسند آدمی سے مجھے بچالو۔" ہرممکن کوشش کی۔

"لیکن...... اب میں ایک شرط پہ ہاں بولوں گا۔" دراز قد وجاہت نے اسے بھرپور نگاہوں سے دیکھا اور دھیرے سے مسکرادیا۔

"کیا تم اب شرطیں لگاؤ گے؟" شانزے نے ممکن حد تک آنکھوں کو کھولتے ہوئے عین نظروں کے سامنے کھڑے وجاہت کو دیکھا جو اسی پہ اپنی زندگی سے روشن آنکھیں مرکوز کیے ہوئے تھا اور بلآخر کیوپڈ کا تیر کام کر ہی گیا' اسے پہلی بار احساس ہوا وجاہت کی مسکراہٹ کس قدر جان لیوا تھی اوپر سے بولتی ہوئی نگاہیں جو اسی پہ مرکوز تھیں۔

"اچھا بتاؤ کیا شرط ہے۔" دھک دھک کرتے دل کی اس بے ایمانی پہ شانزے نا حیران تھی نا ہی پریشان بلکہ ایک انجانا سا سکون اپنے اندر بھرتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

"موقع کا فائدہ نہیں اٹھایا تو...... تم شکایت کروگی مرد نہیں ہوں۔" وجاہت نے زیرلب مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"تم سے یہ امید تو نہیں تھی لیکن کہو دو جو کہنا ہے۔ دیکھوابھی تو مجبوری ہے۔"

"آج تو میں تم کو برداشت کرلوں گا لیکن...... جب رخصتی کے وقت تیار ہوگی تو......" شانزے کی سانس رک سی گئی یعنی وہ راضی تھا اب نانی اور ماما بھی مان جائے گی چاہے جانے کا دلفریب احساس اس کے رگ رگ میں سرایت کرگیا۔

"میں خود تمہیں لک دوں گا کوئی اعتراض تو نہیں ہے تمہیں۔" مسکراہٹ چھپاتے ہوئے شانزے نے دھیرے سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"لیکن جب لوگ پوچھیں گے کہ کہاں سے تیار ہوئی ہو تو کیا جواب دوگی؟" وجاہت نے بھی مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ پینٹ کی پاکٹ میں ڈالے اور دھیرے سے شانزے کے قریب ہوا۔ "کیونکہ جتنا میں تم کو جانتا ہوں اور کوئی نہیں جان سکتا بچپن کی پریکٹس بھی ہے ناں۔"

"ہاں تو بتادوں گی سب کو میرا ولیمہ ہوگا میری مرضی جس سے مرضی تیار ہوں کوئی کچھ کہہ کے تو دیکھے ہر ایک کو بتادوں گی کہ......" ہوں وہ شرارت سے بھرپور نگاہوں کو خود پہ مرکوز دیکھ کے شانزے کی بولتی بند ہوگئی لیکن اسی وقت دھاڑ کے ساتھ دروازہ کھلا اور باجماعت جواب موصول ہوا۔

"ہمارے سویٹو نے تیار کیا ہے۔" شانزے نے ہر ایک کا چہرہ دیکھا جو خوشی سے کھل رہا تھا ایک چھوٹی سی ہاں نے گھر کا پرانا ماحول واپس کردیا تھا اور یقیناً شانزے کو یہ احساس بھی دلا دیا تھا کہ' ظاہری حلیہ بدل سکتا ہے لیکن خراب فطرت نہیں بدل سکتی۔

وجاہت نے بھی جھکی ہوئی پلکوں کے ساتھ شرمیلی مسکراہٹ دیکھی' ایک نظر اپنی دادی اور پھوپو پہ بھی ڈالی جن کا چہرہ پرسکون تھا ہاں ایک ذرا سی انا کے پیچھے ان لوگوں کو دکھ دینا اچھی بات نہیں تھی اور جب بات ہو دل کی خوشی کی تو انا کہاں بیچ میں آتی اچھی لگتی ہے۔

سنو!

اے جان جاناں

تم میرے ہی ہو......

قسط نمبر 17

نائلہ طارق

گزشتہ قسط کا خلاصہ

زرکاش کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ وہ کیسے اپنے گھر والوں کو دراج کے لیے آمادہ کرے گا‘ جب کہ محبت کے اس سفر میں واپسی بھی اس کے لیے ناممکن ہوتی ہے۔ دوسری طرف دراج اب مسلسل زرکاش پر دباؤ ڈال رہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں سے شادی کی بات کرے۔ شہرام غصہ میں زنائشہ پر ہاتھ اٹھا جاتا ہے‘ جس پر زنائشہ عرش سے طلاق لینے کی بات کرتی شہرام کو شرمندہ کر جاتی ہے۔ شہرام کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غصہ میں غلط کر گیا تھا۔ سحر زنائشہ کو سمجھاتی ہے کہ وہ سب عرش اور اس کا بھلا ہی سوچ رہے تھے اور کس طرح عرش انہیں زخمی حالت میں ملا اور اس کا علاج کرواتے وہ سب اس کے کس قدر قریب آ گئے تھے۔ یہ سب جان کر زنائشہ کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ زرکاش اپنی اور دراج کی شادی کی بات صبغہ سے کرتا سب کو حیران کر جاتا ہے۔ اس کی بہنیں اسے طعنہ دیتی کمرے سے چلی جاتی ہیں‘ جب کہ صبغہ کسی بھی صورت دراج کو بہو بنانے کے لیے راضی نہیں ہوتی ہے۔ ان کی نظر میں دراج کے اس گھر میں آنے سے ان کی اولادوں کے دلوں میں فرق آ جائے گا۔ صبغہ دراج کی بہن رائمہ کو گھر بلا کر اس کی بے عزتی کرتی ہے اور رائمہ سے دراج کو زرکاش سے دور رہنے کی تائید کرتی ہے۔ دوسری طرف زرق عرش کو قتل کرنے کے ارادے سے گیراج پہنچ جاتا ہے۔ تب ہی اس کی نظر زنائشہ کی تصویر پر جاتی ہے اور وہ اپنے ارادے میں کمزور پڑ جاتا ہے۔ عرش اسے جلد ہی زنائشہ سے ملوانے کی یقین دہانی کرواتا ہے۔ رائمہ کی زبانی تمام حالات جان کر دراج کو انتہا درجہ کا غصہ آتا ہے اور وہ زرکاش سے الجھ جاتی ہے‘ جس پر زرکاش اسے اپنے گھر سے نکال دیتا ہے۔ زرق رجاب کو عرش کو قتل کرنے کا اپنا ارادہ بتا کر ششدر کر دیتا ہے۔ رجاب زرق کو سمجھاتی ہے اور آئندہ ایسی غلطی کرنے سے بعض رکھتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁.....❁.....❁

حیرت سے اس نے بوائل انڈوں کے پیسز اور دودھ کے گلاس کو دیکھا۔

”کوئی بہانہ نہیں چلے گا‘ یہ سب تم نے ختم کرنا ہے‘ رات تک اتنا تیز بخار رہا تمہیں اور اب تم نے ہاتھ لیا ہے تو یہ ضروری ہے مجھے ہول اٹھ رہے ہیں کہ کہیں پھر تمہیں بخار نہ ہو جائے۔“ اس کے تاثرات بھانپ کر سحر نے کہا۔

”مگر یہ تو بہت ہے ناشتہ تو کیا تھا میں نے......“ زنائشہ نے انکار کرنا چاہا۔

”اللہ کا خوف کرو لڑکی‘ بمشکل دو سلائس لیے تھے تم نے ناشتے کے نام پر‘ یہ کھانے سے انکار کیا تو میں عرش سے تمہاری شکایت کروں گی‘ بہت ڈانٹ پڑے گی پھر اس سے۔“ سحر مسکراہٹ چھپائے اسے خبردار کر رہی تھیں جو عرش کے نام پر ان کی جانب دیکھ نہیں سکی تھی۔

”اب آرام سے بیٹھ کر اپنے ساتھ میری ہنی کو بھی کھلانے کی کوشش کرو‘ بے چین ہو رہی ہے تمہارے پاس آنے کے

لیے۔'' سحر مسکراتے ہوئے اپنی بچی اس کے حوالے کرتی کچن کی سمت چلی گئیں۔
زنائشہ کا واسطہ پہلی بار اتنے چھوٹے بچے سے پڑا تھا ہنی کو بھی شاید بوائل انڈوں کا ذائقہ پسند نہیں آ رہا تھا وہ ایسے ایسے عجیب منہ بنا رہی تھی کہ زنائشہ کو بے ساختہ اس پر پیار آ گیا' کچھ دیر بعد سحر بھی آ کر اس کے قریب بیٹھ گئی تھیں۔
''کل شاید عرش کے ضبط کی حد ہوگئی تھی اسی لیے تو اتنی خطرناک بارش میں تمہارے لیے یہاں آتے ہوئے وہ یہ بھی بھول گیا کہ وہ شہرام سے ناراض ہے۔'' بولتے ہوئے سحر نے بغور اس کے سپاٹ تاثرات دیکھے۔ ''اس کی طبیعت بھی ناساز ہے' سو رہا ہے ابھی' شقر ان نے مجھے تاکید کی تھی کہ اسے نہ جگاؤں...... تم ہی دیکھ لو بیمار تم ہو اور تمہیں تکلیف میں دیکھ کر نڈھال میرا شہزادوں جیسا دیور ہوگیا ہے' اتنا حساس ہے وہ تمہارے لیے۔'' سحر کے جتانے پر زنائشہ نے بس ایک نظر ان کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔
''زنائشہ...... عرش بیدار ہو جائے' کچھ دیر میں شہرام بھی آنے والے ہیں تو کچھ ضروری باتیں ہیں جو وہ تم دونوں کے سامنے کرنا چاہتے ہیں' میں جانتی ہوں کہ شہرام کی طرف سے تمہارا دل کس حد تک خراب ہوگا مگر مجھے امید ہے کہ تم تمام تلخ اور منفی باتوں کو ایک طرف کر کے ٹھنڈے دل ودماغ سے ان کی بات سنو گی' پھر جو تم کہنا چاہو ضرور کہنا۔''
''اب کیا باتیں کرنا چاہتے ہیں آپ کے شوہر؟'' وہ سپاٹ لہجے میں سحر سے پوچھنے لگی۔
''جو بھی بات ہوگی' تمہارے اور عرش کے بہتر مستقبل کے حق میں ہوگی' تمہیں ان کی کسی بات سے اختلاف ہو تو ضرور اختلاف کرنا' بس یہ یقین رکھنا کہ ہوگا وہی جو تم چاہو گی' جو عرش چاہتا ہے۔'' سحر کے یقین دلانے پر وہ خاموش رہی۔
ٹیرس پر قدم رکھتے ہی واقعی طبیعت خوشگوار سی ہوئی تھی' نرم نرم چمکتی دھوپ' کھلا آسمان اور کھلا کھلا سا موسم آنکھوں کو بہت بھلا لگ رہا تھا' ہنی کے مچلنے پر زنائشہ نے اسے گود سے اتارا تو وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ سامنے پڑی فٹ بال کی جانب بڑھ گئی' کچھ دیر تک وہ ہنی کی معصوم حرکات دیکھتی رہی اور پھر ٹیرس میں چلی آئی' سامنے والے ٹیرس پر جابجا بے شمار خوش رنگ پھولوں' پودوں کی بہار نے اس کی ساری توجہ کھینچ لی تھی' تب ہی ٹیرس پر آتی رجاء پر اس کی نگاہ پڑی' رجاء کے چہرے پر اپنے لیے دوستانہ مسکراہٹ دیکھ کر اس کا چونکنا فطری تھا۔
''کیسی ہو تم زنائشہ' طبیعت ٹھیک ہے اب؟'' رجاء کے بے تکلف انداز نے اسے حیران کیا۔
''مجھے آج صبح ہی شہرام بھائی سے تمہارے بارے میں معلوم ہوا' وہ میرے کزن ہیں' ان کی زوجہ محترمہ بھی میری کزن ہی لگتی ہیں لیکن کچھ وجوہات ایسی ہیں کہ وہ مجھے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتیں' ہوسکتا ہے کہ وہ میرے خلاف تمہارے کان بھر کے مجھ سے لاتعلق رہنے کی تائید کریں مگر یقین کرو میں اتنی بری ہرگز نہیں جتنا کہ وہ مجھے سمجھتی ہیں۔'' رجاء مسکینی صورت بنائے بولی۔
''کیا آپ مجھے بتائیں گی کہ میرے بارے میں آپ کو کیا بتایا گیا ہے؟'' زنائشہ نے سوال کیا۔
''یہی کہ تم عرش کی منکوحہ ہو...... ویسے عرش کے والدین کی پسند لاجواب ہے' مجھے تم بہت اچھی لگی ہو' میں بہت خوش ہوں کہ بالآخر عرش تمہیں ڈھونڈنے میں کامیاب ہوگیا۔'' رجاء کہا' جب کہ زنائشہ کے لیے یقین کرنا مشکل تھا کہ شہرام نے اس کا تعارف عرش کی منکوحہ کے طور پر کروایا ہے' اس سے پہلے کہ وہ مزید رجاء سے کچھ پوچھتی رجاء یک دم چپ ہوتی شقر ان کے کمرے سے ٹیرس پر نکلتے عرش کی طرف متوجہ ہوگئی تھی' اس کی نظروں کے تعاقب میں زنائشہ نے بھی دیکھا' اگلے ہی پل وہ چہرے کے بدلتے تاثرات کے ساتھ ہنی کو بھی بھلائے تیز قدموں سے ٹیرس سے چلی گئی' عرش کو موقع ہی نہیں ملا تھا اسے روکنے یا پکارنے کا' بجھے چہرے کے ساتھ وہ اپنی طرف آتی ہنی کی طرف متوجہ ہوگیا۔
''عرش...... کیا فائدہ ایسی پرسنیلٹی کا کہ اس نے دوسری نگاہ ڈالنا تو دور رکنا تک گوارا نہ کیا۔'' رجاء کے شرارتی لہجے پر وہ

بس کوفت سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ ”دوشیزہ سورج تلے تو ٹھہر گئی پر تمہارے جلوؤں کی تاب نہ لا سکی ویسے تم ہو بڑے چھپے رستم بتایا کیوں نہیں کہ تم ایک عدد منکوحہ بھی رکھتے ہو؟“ رجاء نے خشمگیں لہجے میں شکایت کی۔

”تمہیں یہ شگوفہ ان نے بتایا ہے؟“ عرش نے دنگ ہو کر پوچھا۔

”اس کا تو نام بھی مت لینا' مجھے تو آج ہی شہرام بھائی نے زنائشہ کے بارے میں سب بتایا ہے میں ابھی زنائشہ سے بھی کہہ رہی تھی کہ تمہارے والدین نے تمہارے لیے زنائشہ کو پسند کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ان دونوں کی پسند قابل تعریف ہے وہ یہ بھی بتا رہے تھے کہ زنائشہ کو اب وہ اپنے ہی گھر سے رخصت کر کے تمہارے گھر بھیجیں گے......“

”تمہیں واقعی یہ سب بھائی نے بتایا؟“ عرش بے یقین سا ہوا۔

”میرا خیال ہے کہ میں نے صاف طور پر شہرام بھائی کا ہی نام لیا تھا۔ تم اتنے حیران کیوں ہو؟“ رجاء کو اس کی حیرت پر حیرانی ہوئی مگر وہ اس کا سوال ان سنی کیے ہنی کو اٹھاتا ٹیرس سے چلا گیا۔ کچن سے باہر آتیں سحرا سے دیکھ کر رک گئیں۔

”شکر ہے تم جاگ گئے' بیٹھو میں تمہارے لیے ناشتہ تیار کرتی ہوں......“

”بھابی...... زنائشہ کہاں ہیں؟ مجھے اس سے ابھی بات کرنی ہے۔“ ہنی کو ان کے حوالے کرتے اس نے عجلت سے پوچھا۔

”ٹیرس پر نہیں تو کمرے میں ہی ہوگی' اب زیادہ وقت نہ لگانا اسے راضی کرنے میں' میری مدد کی ضرورت ہو تو آواز دے دینا۔“ سحر نے مسکراتے ہوئے کہا مگر وہ مکمل بات سنے بغیر ہی تیز قدموں سے ہال سے نکل گیا تھا۔

❁......❁......❁

دیوار گیر آئینے کے سامنے کسی سوچ میں گم کھڑی وہ دھیرے دھیرے اپنے نم بالوں میں برش پھیر رہی تھی جب دروازے پر ہوتی آہٹ نے اسے چونکایا تھا' چند لمحوں تک وہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتی رہی جو دہلیز پر کھڑا اسے امتحان میں ڈال گیا تھا' ایک پل کو سانس روکے کھڑے عرش کو لگا کہ وہ اس پر چیخ اٹھے گی' مگر اگلے ہی پل عرش اس کی جانب بڑھنے سے رک نہ سکا جو چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بیڈ کے کنارے جا بیٹھی تھی۔

”زنائشہ...... میں تمہارے سامنے موجود ہوں جو چاہے سلوک کرو' جتنا برا بھلا کہنا ہے کہو مگر اس طرح رو کر خود کو اذیت میں اور مجھے انگاروں پر مت دھکیلو......“ دزدیدہ نظروں سے عرش اسے دیکھ رہا تھا جس کا ناتواں وجود خشک پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔

”مجھ سے اب کچھ مت کہو...... وہی کرو جو تمہارا نام نہاد بھائی چاہتا ہے اور وہی کیا بھی ہے تم نے۔“ وہ لرزتے لہجے میں بولی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ ”کتنی آسانی سے تم مجھے یہاں چھوڑ گئے' پلٹ کر یہ تک نہیں دیکھا کہ یہاں مجھ پر کیا گزر رہی ہے' میں زندہ بھی ہوں یا نہیں...... ایک میں ہوں جو اتنی ذلت اٹھانے کے باوجود وہیں موجود ہوں جہاں تم مجھے چھوڑ گئے تھے' ہر بار یہی ہوتا ہے' ہر بار تم میرے سارے راستے بند کر جاتے ہو' مگر اب ایسا نہیں ہوگا' میرے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گے تم......“

”ایسا مت کہو تم...... پہلے ہی میں بہت شرمندہ ہوں' زنائشہ مجھے یہ بالکل امید نہیں تھی کہ میرے پیچھے یہاں اتنا کچھ غلط ہو جائے گا' میں تو اس یقین کے ساتھ تمہیں یہاں چھوڑ گیا تھا کہ تم میرے اپنوں کے درمیان ہو' تم یہاں کسی کے لیے اجنبی نہیں تھیں' تمہارے لیے اس گھر کے ہر فرد پر میں آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر سکتا تھا' مجھے لگا تھا کہ میں بھائی کے سامنے سے ہٹ جاؤں گا اور تم ان کے سامنے رہو گی تو ان کا غصہ ختم ہو جائے گا......“

”مجھے یہ صفائیاں مت دو' یہاں میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا ہے اس کے ذمہ دار صرف تم ہو۔“ زنائشہ کا چہرہ ہی نہیں لہجہ

بھی آگ کی طرح بھڑک رہا تھا۔
"ہاں یہ میں قبول کرتا ہوں ساری زندگی اپنی اس لغزش کے لیے میرا سر تمہارے سامنے جھکا رہے گا۔" دل گرفتگی سے بولتا وہ اسے دیکھ رہا تھا جو مستقل برستے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرتی اس کی جانب دیکھنا بھی نہیں چاہ رہی تھی۔
"جو تکلیف تمہیں پہنچی ہے اس سے زیادہ اذیت میں، میں مبتلا رہا ہوں پہلی بار بھائی کے سامنے میری آواز بلند ہوئی ان کو یہ احساس دلانے کے لیے کہ وہ غلط ہیں احتجاجاً میں نے ادھر کا رخ نہیں کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میں اسی طرح انہیں ان کی غلطی کا احساس دلا سکتا ہوں...... زنائشہ وہ اپنی غلطی قبول کررہے ہیں مجھے بتاؤ کیا میں ان کے ساتھ وہی سلوک کروں کہ ان کے اور میرے درمیان موجود عزت واحترام کا تعلق بھی شرمسار ہوجائے......؟ پھر صحیح اور غلط میں کیا فرق رہ جائے گا کوئی میرے لیے کتنا ہی معتبر کیوں نہ ہو میں کسی کی محبتوں اور قربانیوں کا کتنا ہی احسان مند کیوں نہ رہا ہوں مگر اس وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہوسکتا کہ کوئی تمہاری تحقیر کرے، میں اس کی اجازت کسی کو نہیں دے سکتا' میں تم سے وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسی کسی بات کی نوبت میں نہیں آنے دوں گا۔ وہ بڑے ہیں تم سے شرمندہ ہیں انہیں بس ایک پہلا اور آخری موقع دے دو اس کے بعد میں اپنے لیے بھی کسی چیز کے لیے تمہیں مجبور نہیں کروں گا' میں اپنے کسی تعلق کی وجہ سے کبھی تمہاری حق تلفی نہیں ہونے دوں گا' میرا یقین کرو جو تم چاہو گی اب وہی ہوگا۔ میری طرف دیکھو زنائشہ...... تمہاری بیزاری تمہاری بے اعتباری میرا سانس لینا مشکل کررہی ہے۔" اس کا زخمی لہجہ اس کی التجا پر زنائشہ کو اپنا دل پگھلتا محسوس ہوا دھندلائی نظروں سے اس نے عرش کی جانب دیکھا اور پھر وہی ہوا تھا' وہ جانتی تھی کہ قدموں میں بیٹھا یہ دشمن جاں آنکھوں کے راستے پھر دل میں اتر آئے گا اور تمام گلے شکوؤں کو دل سے نکال پھینکے گا اور وہ بس اس کی شہد رنگ آنکھوں کے سنہری پانیوں میں ڈوبتی ابھرتی رہ جائے گی...... چند لمحوں تک وہ چپ چاپ اس کی بھیگی آنکھوں میں یک ٹک دیکھتا رہا تھا۔
"ہم آج بھی روز اول جیسے ہیں' تم ہمیشہ کی طرح بہت اچھی ہو میں ہمیشہ کی طرح بہت برا ہوں۔" مضمحل مدھم لہجے میں وہ بولا اور پھر سر جھکا لیا' اس کے نرم بالوں کی سنہری چمک دمک آج بھی خیرہ کن تھی' ان کی نرمی اپنی انگلیوں پر محسوس کرنے کی خواہش زنائشہ کے دل میں آج بھی اسی شدت سے جاگی تھی' اس کے گھٹنوں سے پیشانی ٹکائے جادوئی لمس اپنے بالوں پر محسوس کرتا وہ کسی اور ہی جہان میں تھا' یہ سکون دنیا بھر کی دولت کے عوض بھی وہ کہیں اور سے حاصل نہیں کرسکتا تھا' تب ہی باہر سے ابھرتی سحر کی پکار پر زنائشہ کی انگلیاں سنہری لہروں پر ساکت ہوئی تھیں' گردن موڑ کر اس نے کھلے دروازے کی سمت دیکھا' سحر نظر تو نہیں آئیں مگر ان کی پکار پھر سنائی دی تھی' سر اٹھا کر عرش نے اسے دیکھا جو جانا چاہ رہی تھی' مگر اس وقت تحیر زدہ سی رہ گئی جب عرش نے کچھ بھی کہے بغیر اس کا ہاتھ تھام کر جانے سے روک دیا۔
"میں یہیں ہوں' آپ ذرا آیئے اندر......" زنائشہ نے کوئی جواب تو سحر کو دینا ہی تھا مگر عرش جس طرح کرنٹ کھا کر اٹھتا دور ہوا تھا بس ایک نگاہ اس کی شکایتی نظروں پر ڈالتی وہ تیزی سے دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

❁......❁......❁

وزیٹنگ روم میں مستقل ادھر سے ادھر بے چینی سے چکر لگاتا وہ دراج کے انتظار میں تھا' اس کے لیے یہی غنیمت تھا کہ وہ یہاں ملنے کے لیے راضی ہوگئی ہے' بہت زیادہ وقت نہیں لگا تھا زرکاش کو یہ احساس ہونے میں کہ وہ غصے میں کیا کچھ ایسا کر گیا ہے جو اسے نہیں کرنا چاہیے تھا' اسی رات' اس نے دراج کو کال کی تھی' ایک بار نہیں کئی بار' یہاں تک کہ ساری رات گزر گئی تھی مگر دراج نے اس کی کوئی کال ریسیو نہ کی' زرکاش کو اس سے یہی امید تھی' صبح کا اجالا ہوتے ہی وہ ہاسٹل پہنچ گیا' اسے حیرت نہیں ہوئی تھی جب دراج نے اس سے ملنے سے انکار کردیا تھا' گزرے دو دنوں میں زرکاش کو خود یاد نہ تھا کہ اس نے کتنی بار دراج کو کالز کیں' کتنی بار ہاسٹل کے چکر لگائے مگر بے سود...... آج وہ تہیہ کر کے آیا تھا کہ اگر اب بھی دراج ملنے نہ آئی

تو پھر اس کے روم تک خود پہنچنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا' اس کا سامنا کرنا آسان نہ تھا مگر اسے دیکھے بغیر اس کی لاتعلقی کی اذیت سہنا بھی اب زرکاش کے لیے ناممکن ہوگیا تھا۔ یک لخت زرکاش کے قدم زمین میں جکڑے تھے' ساکت نظروں سے وہ اس کے زرد کملائے چہرے کو دیکھ رہا تھا' اس کی آنکھیں بہت سرخ اور متورم تھیں' چہرہ ہر تاثر سے عاری تھا جب وہ دو بڑے اور بھاری بیگز بمشکل سنبھالے اندر آئی اور انہیں ٹیبل کے قریب رکھ دیے تھے۔

''ان بیگز میں وہ سارے تحفے ہیں جو آپ مجھے دیتے رہے تھے اور یہ چیک بک ہے' کل بینک جاکر میں اپنے اکاؤنٹ کی ساری رقم آپ کے اکاؤنٹ میں منتقل کردوں گی۔'' سرد لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی جو دنگ نظروں سے اسے دیکھتا اس کی جانب بڑھا۔

''اتنا آسان ہے تمہارے لیے سب کچھ واپس لوٹانا تو میرا چین سکون بھی واپس لوٹا دو..... دے سکو گی؟'' اس کا رخ اپنی سمت کرتا وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا۔

''آپ ساری چیزیں ابھی چیک کرلیں' جو کچھ واپس دے سکتی تھی وہی دے سکی ہوں آپ کے ہر احسان کا قرض بھی نہیں چکا سکتی آپ بھی مجھے اپنے باقی گھر والوں کی طرح احسان فراموش کہہ سکتے ہیں۔''

''خاموش ہوجاؤ ورنہ میں تمہیں اب تھپڑ ماردوں گا۔'' زرکاش کا لہجہ اذیت سے لرز رہا تھا' دراج کے شانوں کے گرد اس کے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوتی گئی تھی۔

''ایسا کوئی حق اب آپ کو حاصل نہیں رہا' سارے حق آپ نے خود کھودیے ہیں' ختم کردیا ہے سب کچھ۔''

''کچھ ختم نہیں ہوا دراج.....'' زرکاش فوراً بول اٹھا''میں تمہاری ہر بات سننے کے لیے تیار ہوں' میں جانتا ہوں میں اپنے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کرچکا ہوں مگر تم میرے ساتھ چلو' ابھی اور اسی وقت گھر چلو۔''

''کس گھر کی بات کررہے ہیں آپ.....؟ وہی گھر جہاں سے دھکے دے کر آپ مجھے نکال چکے ہیں؟'' اپنے شانوں سے اس کے ہاتھ جھٹکتی وہ سلگ کر بولی۔ ''وہی گھر جو آپ کا ہے' جہاں کوئی مقام کوئی حیثیت نہیں ہے' اس گھر میں لے جانا چاہتے ہیں آپ مجھے؟ میں انسان ہوں آپ کے اس گھر کا پالتو جانور نہیں کہ جسے جب آپ چاہیں گے دھتکار دیں گے' بہت ہوچکا آپ کی بزدلی کے کھیل تماشے' یہ یورپ نہیں ہے' اپنے دن رات رنگین کرنے کے لیے اب میرا سہارا نہیں لے سکتے آپ.....''

''اب اس سے آگے ایک لفظ بھی اور مت کہنا دراج.....'' سخت لہجے میں اسے وارن کرتے زرکاش کا چہرہ انگارہ ہوگیا تھا۔

''کون سے دن رات کی رنگینی کا طعنہ دے رہی ہو' کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آنے دیا میں نے اپنے اور تمہارے درمیان کہ جس میں خود میں سمٹ جانے پر مجبور ہوئی ہو تم' گرم نگاہ تک نہیں ڈالی کبھی تم پر' کبھی تنہائی میں بھی خود کو کمزور نہیں پڑنے دیا' خود کو کیا تمہیں بھی حدوں تک محدود رکھتا آیا ہوں..... اپنے اور میرے تعلق کو یوں رسوا مت کرو' مت گراؤ مجھے میری نظروں میں اس گناہ کے لیے جو میں نے کیا ہی نہیں۔'' ضبط کی شدت سے زرکاش کی آواز گھٹ گئی تھی۔ چہرہ متغیر ہوگیا تھا مگر دراج کی نظروں میں اس کے لیے رتی برابر بھی رحم نہیں تھا۔

''مجھے اس طرح مت دیکھو دراج' مجھے معاف کردو' میں مر رہا ہوں۔'' وہ بری طرح ٹوٹا بالکل بے بس ہوتا اعتراف کر رہا تھا۔

''مار تو مجھے دیا ہے آپ نے' مجھے دھتکارتے ہوئے آپ نے یہ دیکھا تھا کہ میں زندہ بچی بھی ہوں یا نہیں؟ کہیں کا نہیں چھوڑا آپ نے مجھے' زندہ لاش بن کر رہ گئی ہوں۔'' اذیت سے چیختی وہ مزید اپنے آنسوؤں کو ضبط نہیں کرسکی۔ ''بہت اجرو

ثواب کما چکے ہیں آپ مجھ پر اپنے صدقات خیرات نچھاور کرکے اب جاکر وہی کریں جو آپ کی ماں بہنیں چاہتی ہیں آپ کے اور ان سب کے درمیان میرا ہی وجود کانٹا بنا ہوا تھا نکال تو دیا ہے آپ نے اس کانٹے کو اپنی زندگی سے بھی میں نہیں چاہتی کہ آپ اب دوبارہ کبھی سر راہ بھی میرا چہرہ دیکھیں مر چکی ہوں میں آپ کے لیے اب بخش دیں مجھے۔" ایک جھٹکے سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتی وہ بھرے لہجے میں بولی اور تیزی سے جانے کے لیے پلٹ بھی جاتی کہ زرکاش اس کا بازو گرفت میں لیتا واپس اپنے روبرو لے نا آتا۔

"میں تمہیں یہاں سے اپنے ساتھ لے جاکر رہوں گا دراج..... تم جانتی ہو میرے لیے مشکل نہیں تمہاری مرضی کے بغیر بھی تمہیں ساتھ لے جانا۔" جلتی آنکھوں سے اسے دیکھتا وہ بھنچے لہجے میں بولا۔

"ہاں میں جانتی ہوں آپ کا نام مقام حسن دولت آپ کو سب کچھ کر گزرنے کی اجازت دیتا ہے مگر عزت صرف آپ کی میراث نہیں ہے زبردستی آپ مجھے تو نہیں البتہ میری لاش یہاں سے ضرور لے جاسکتے ہیں۔" وہ دھیمے مگر بھڑکتے لہجے میں بولی۔

"اس سب کی نوبت ہی نہیں آئے گی جب میرا نام ونشان ہی باقی نہیں رہے گا تم مجھے حرام موت مرنے پر مجبور کر رہی ہو تو پھر یونہی سہی۔" ایسا کچھ تھا زرکاش کے لہجے میں کہ وہ اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتی سن کھڑی رہ گئی زرکاش نے مزید کچھ نہیں کہا اسے سامنے سے ہٹاتا وہ تیز قدموں سے وزیٹنگ روم سے نکل گیا تھا۔

❁......❁......❁

سحر کی تقلید میں ڈرائنگ روم میں آتی وہ ایک نگاہ بھی شہرام کی جانب نہیں ڈالنا چاہتی تھی جو عرش سے بات کرتے یک دم خاموش ہوگئے تھے سحر کے ہمراہ میں وہ صوفے پر براجمان ہوگئی اپنی پیشانی پر ابھرتے ناگواری کے تاثرات کسی سے چھپانا چاہتی بھی نہیں..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد شہرام اس کی طرف متوجہ ہوئے جو اپنے ہاتھوں پر نظر جمائے بیٹھی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے زنائشہ؟" شہرام کے سوالوں پر وہ یونہی نظر جھکائے بیٹھی رہی۔ جیسے شہرام اس سے نہیں کسی اور سے مخاطب ہوں۔

"زنائشہ....." سحر نے کچھ کہنا چاہا مگر شہرام نے ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"دیکھو زنائشہ مجھے احساس ہے کہ میری طرف سے بہت زیادتی ہوئی ہے کم ازکم میری جانب سے ایسا کوئی عمل نہیں ہونا چاہیے تھا جو تمہاری اور عرش کی دل آزاری کا سبب بنتا یہ تم بھی جانتی ہو کہ اس وقت اشتعال میں بات کس حد تک چلی گئی تھی میں یہ قبول کرتا ہوں کہ میں نے غصے میں بہت کچھ تمہارے بارے میں کہا جو کہ سب غلط تھا جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا وہ بھی سراسر غلط تھا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا میں نے جو شروعات کی اب میں ہی اسے ختم کرنا چاہتا ہوں میں عرش کی موجودگی میں ہی تمہارے سامنے اپنی غلطیوں کو قبول کرنا کررہا ہوں تم عرش کی وجہ سے نہیں بلکہ مجھے اپنا بھائی سمجھ کر ازالہ کرنے کا ایک موقع دو میں زندگی میں کبھی کسی کے سامنے اس حد تک شرمسار نہیں ہوا جتنا کہ تمہارے سامنے ہوں میں پوری سچائی کے ساتھ تم سے معافی مانگتا ہوں اور تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ میری طرف سے اپنا دل صاف کرکے تم مجھے معاف کردو۔" شہرام کے سنجیدہ لہجے میں بھی ندامت تھی زنائشہ ایک نگاہ ان کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوئی ندامت اور شرمساری کے تاثرات ان کے چہرے پر بھی واضح تھے۔

"میں تم سے یہ امید بھی رکھتا ہوں کہ تم تمام تلخ باتوں کو بھلا کر ہم سب کو قبول کروگی..... جہاں تک تمہارے اور عرش کے تعلق کی بات ہے تو کم ازکم اس معاملے میں مجھے کچھ کہنے کا حق حاصل نہیں مجھے یہ بہت دیر سے یاد آیا کہ عرش کی ماں یہ

چاہتی تھیں کہ تم عرش کی شریک حیات بنو! اِن سے زیادہ بہتر فیصلہ عرش کے لیے کوئی اور نہیں کرسکتا تھا' جب وہی تمہیں عرش سے منسلک کرگئیں تو کسی کو حق نہیں اعتراض کرنے کا..... تمہارے اور عرش کے تعلق پر میں نے جو کچھ غلط کہا' میں اس سب کے لیے بھی تم سے معافی مانگتا ہوں..... تم ایک بار اپنے ظرف کو وسیع کرکے یہ کہہ دو کہ تم نے مجھے معاف کردیا تو میرے دل سے بوجھ ہٹ جائے گا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس گھر میں جس عزت اور مقام کی تم حق دار ہو وہ تم سے کوئی نہیں چھین سکتا' عرش سے پہلے یہ گھر اب تمہارا ہے اگر تم اس گھر کو اپنا سمجھنے پر رضا مند ہوتو میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی۔" خاموش ہوکر اب شہرام منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جو کچھ تذبذب میں مبتلا تھی' ایک نگاہ اس نے عرش کی سمت دیکھا جو بہت پُرامید نظروں سے اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔

"زنائشہ..... جو کہنا چاہتی ہو کہہ دو' دل میں کوئی بات مت رکھو' تم جو کہو گی ہم سنیں گے' مت ہچکچاؤ۔" اس کے تذبذب کو بھانپ کر سحر نے نرم لہجے میں کہا۔

"میرے دل میں جو کچھ تھا وہ سب تو میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں' غلطی صرف آپ کی نہیں ہے' میں بھی شریک رہی ہوں برابر کی۔" دھیمے لہجے میں وہ شہرام سے مخاطب ہوئی۔ "دراج سے میرا تعلق بہت گہرا ہے' اس نے میرے لیے جو کچھ کیا وہ سب کوئی اپنا بھی نہیں کرپاتا..... مگر یہ میری غلطی ہے کہ میں آپ سب پر اس کے لگائے گئے الزامات پر خاموش رہی' یہ میری غلطی ہے کہ میں نے اسے نہیں روکا' عرش پر لگائے گئے اس کے الزامات پر خاموش رہ کر میں نے اور بھی زیادہ غلط کیا..... میں بھی اپنی غلطیوں کو قبول کرتی ہوں آپ معافی کی بات نہ کریں میرا دل آپ سب کی طرف سے صاف ہے۔" سر جھکائے وہ کہہ رہی تھی' اسے واقعی شہرام کا اس طرح بار بار معافی کی بات کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا' اسے شرمندگی ہورہی تھی۔

"یعنی تم یہ بات مانتی ہو کہ دراج نے ہم سب پر بے بنیاد الزامات لگائے تھے؟" سحر نے پوچھا۔

"جو سچ ہے وہ تو ماننا ہی پڑے گا' مگر وہ دل کی بری نہیں ہے' بہت جذباتی ہے' میری وجہ سے وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی......"

"کچھ زیادہ نہیں بلکہ وہ محترمہ بہت زیادہ بول گئی ہیں' زبان کی جگہ دودھاری تلوار ہے اس کے پاس۔" عرش درمیان میں جس طرح بولا تھا سحر بے ساختہ ہنسیں۔

"اب وہ جیسی بھی ہے زنائشہ کی دوست ہے' تمہیں ہر صورت اس کی عزت کرنی ہوگی' ابھی جو اس کے بارے میں کہا وہ آئندہ مت کہنا۔" خاموش بیٹھی زنائشہ کے بدلتے تاثرات بھانپ کر شہرام نے فوراً عرش کو تاکید کی۔

"جی بہتر' آئندہ تو میں خود اس کا ذکر تک نہیں سننا چاہتا۔" مسکراہٹ چھپائے وہ ایک پل کے لیے زنائشہ کی طرف متوجہ ہوا جو ناگواری سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اب میں وہ بات کرنا چاہتا ہوں جو تم دونوں کی موجودگی میں کرنا ضروری ہے' مگر یہ ہرگز مت سمجھنا کہ میں اپنا کوئی فیصلہ زبردستی تم دونوں پر مسلط کررہا ہوں' مجھے تم دونوں کے آج کی بھی فکر ہے اور آنے والے کل کی بھی' جس قدر مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا تم دونوں نے کیا ہے اس کے بعد یقیناً تم دونوں بھی یہی چاہو گے کہ اب جو زندگی تم دونوں شروع کرو وہ پُرسکون اور کامیاب ہو۔" شہرام ایک پل کو رک کر عرش کی طرف متوجہ ہوئے۔ "تم زنائشہ کو اپنے ماں باپ کے گھر لے جانا چاہتے ہو' ظاہر ہے اس کے ساتھ تم نے اپنی زندگی شروع کرنی ہے' اپنے اس گھر کو بھی آباد کرنا ہے لیکن اگر تھوڑے تحمل کا مظاہرہ کرنے میں سب کی بہتری ہے تو کیا حرج ہے اس میں......؟" شہرام کی بات پر وہ الجھا۔

"میں سمجھا نہیں۔" حیرت سے اس نے سحر کو بھی دیکھا۔

''ان کا مطلب یہ ہے کہ زنائشہ کو روایتی طریقے سے اس گھر سے رخصت ہونا چاہیے۔'' سحر مسکراتے ہوئے بولیں۔
''سب جانتے ہیں کہ تم میرے بھائی ہو اس گھر کے فرد ہو ہمارے پیچھے ایک پورا خاندان ہے اور پھر ہم جس معاشرے کا حصہ ہیں اس کے کچھ طور طریقے ہیں اور روایات کی پابندی بھی کرنی پڑتی ہے زنائشہ کا اچانک تمہاری زندگی میں آنا ہمارے لیے حیران کن نہیں مگر لوگ تو ہم سے سوال کریں گے زنائشہ کے حوالے سے ایک ایک کے سامنے نہ میں جواب دینا چاہوں گا نہ تم سب کو تفصیل بتاؤ گے' تمہارا اور زنائشہ کا تعلق کب' کیسے کن حالات میں استوار ہوا یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے لیکن لوگ تو تجسس میں رہیں گے لہٰذا اتنا تو ہم کر سکتے ہیں کہ کسی کو سوال کرنے کا موقع ہی نہ دیا جائے' رسم و رواج کے مطابق زنائشہ تمہاری زندگی میں سب کی نظروں کے سامنے شامل ہوگی تو یہ اس کے لیے بھی ایک اعزاز ہوگا اور یہ اس اعزاز کی مستحق ہے' یہ اس کا حق ہے کہ تم اسے اب سب کے سامنے اپناؤ......'' شہرام بول رہے تھے جب کہ زنائشہ بغور ان کو سنتی ورطۂ حیرت میں تھی' اس سب کے بارے میں تو اس نے بھی نہیں سوچا تھا۔
''تمہاری اور زنائشہ کی شادی ہمارے گھر کی پہلی شادی ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اس میں کہیں کوئی کمی نہ رہے' تم ہمیں بھی ارمان اور خوشی پوری کرنے کا موقع دو' اس شادی میں' میں پورے خاندان کو تمام دوست احباب کو مدعو کروں گا' شادی کی تیاریوں کے دوران زنائشہ کو بھی ہم سب میں اور اس گھر کے ماحول میں گھلنے ملنے کا موقع مل جائے گا' ایک طویل عرصہ اس نے ہاسٹل میں گزارا ہے' اسے اب فوراً گھر گرہستی کی ذمہ داریوں میں الجھا دینا مناسب نہیں ہے' اسے کچھ وقت اپنے لیے بھی ملنا چاہیے' اس گھر میں فکر اور ذمہ داری سے آزاد رہ کر اسے سمجھنے کا موقع ملے گا کہ ایک خاندان کے درمیان کس طرح رہنا چاہیے' ایک خاندان کے ساتھ چلنے کا اعتماد اس میں بڑھے گا...... آگے تو اس نے وہی مشرقی اقدار اور روایتی انداز میں زندگی گزارنی ہے...... اگر میری کوئی بات غلط ہے تو تم بتاؤ مجھے؟'' شہرام نے عرش سے پوچھا۔
''نہیں آپ کی ہر بات ٹھیک ہے۔'' وہ یہی کہہ سکا تھا۔
''بالکل صحیح کہا آپ نے' روایات کی پاسداری میں کوئی حرج نہیں' آپ تو مجھے سادگی سے رخصت کروا لائے تھے مگر عرش اور شقر ان کی شادی پوری دھوم دھام سے ہوگی۔'' سحر فوراً شہرام کو جتا کر عرش کی طرف متوجہ ہوئیں۔
''عرش...... شادی ایک ہی بار ہوتی ہے ہر لڑکی کی طرح زنائشہ کے کچھ خواب' ارمان ہوں گے ان کو بھی پورا ہونا چاہیے' ماں باپ نہیں مگر میں اور شہرام تو موجود ہیں' پوری سج دھج سے دلہن بنا کر دھوم دھام سے رخصت کریں گے ہم اسے۔'' سحر نے محبت سے زنائشہ کو ساتھ لگا کر کہا جبکہ زنائشہ کے چہرے پر بکھرتے گلال دیکھ کر عرش بوکھلایا تھا۔
''کم از کم تین چار مہینے تو لگیں گے شادی کی تیاری میں' کسی کو حیرت نہیں ہونی چاہیے۔'' سحر نے قطعی لہجے میں جیسے عرش کو جتایا۔
''زنائشہ...... تم بتاؤ تیاری کے لیے اتنا عرصہ کافی رہے گا؟'' سحر کے سوال پر وہ کیا کہتی بمشکل سر ہلا کر رہ گئی۔
''اب یہ معاملہ خالصتاً خواتین کا ہے پھر بھی تیاری جلد از جلد مکمل کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔'' شہرام نے سحر سے کہا۔
''اب ساری باتیں تم دونوں کے سامنے ہیں آپس میں مشورہ کرو' کسی چیز پر کوئی اعتراض ہو تو بتاؤ مجھے' مل کر کوئی درمیانی راستہ نکال لیں گے۔'' بات مکمل کر کے شہرام کے ساتھ سحر بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئیں' ڈرائنگ روم میں وہ دونوں ہی رہ گئے تھے' عرش سرعت سے اٹھ کر زنائشہ کی طرف آیا۔
''تین چار ماہ اہمیت رکھتے ہیں زنائشہ...... مجھے اس پر شدید اعتراض ہے۔''
''مگر شادی کی تیاری میں اتنا وقت تو لگ ہی سکتا ہے۔'' اس کے پریشان تاثرات دیکھتی وہ اطمینان سے گویا ہوئی۔
''یعنی تمہارے لیے یہ کوئی بڑی بات ہی نہیں؟'' عرش دنگ ہوا۔

"بالکل نہیں...... کیونکہ مجھے دلہن بننا ہے وہ بھی سج دھج کر اور دھوم دھام سے رخصت ہوکر تمہاری زندگی میں آنا ہے۔"
فوراً ہی وہ ابرو چڑھا کر جس طرح مسکراتے ہوئے بولی تھی یک لخت ہی عرش کی جھنجلاہٹ اور کوفت کہیں دور بھاگ گئی تھی۔ زنائشہ کے چہرے پر دمکتی خوشی اور انوکھی مسکراہٹ کافی تھی راضی بہ رضا ہونے کے لیے۔
"چلو...... اس دلہن نے ہی سارا کام کردیا......" اس کے چہرے سے نگاہ ہٹاتا وہ خشونت سے بولا جب کہ زنائشہ مسکراہٹ چھپاتی ان سنی کرگئی تھی۔

❁......❁......❁
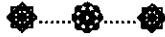
مین گیٹ کے باہر گاڑی روک کر وہ رجاب کی طرف متوجہ ہوا۔
"گھر تک چلوں تمہارے ساتھ؟"
"نہیں، میں خود چلی جاؤں گی، اگر زنائشہ کا سامنا کرنے کی ہمت ہے تو ضرور ساتھ چلو۔" رجاب نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔
"رجاب...... اس سے مل کر یہ ضرور جاننے کی کوشش کرنا کہ وہ یہاں خوش بھی ہے یا نہیں...... پتہ نہیں وہ اپنی مرضی سے یہاں آئی ہے یا جبراً۔" زرق بجھے لہجے میں بولا۔
"تم فکر مت کرو میں اچھی طرح جائزہ بھی لوں گی سب کا اور زنائشہ سے گھلنے ملنے کی کوشش آج سے ہی شروع کردوں گی...... مگر میں تم سے یہی کہوں گی کہ اب تم خود عرش سے مل کر زنائشہ کے بارے میں بات کرو اس سے کہو کہ وہ جو کہتا رہا ہے اب اس پر عمل بھی کرے، تمہیں زنائشہ کے پاس لے جائے یا اسے تم تک لے آئے ویسے مجھے نہیں لگتا کہ وہ بلاوجہ تمہیں زنائشہ سے دور رکھنا چاہے گا شاید وہ کسی مناسب موقع کا انتظار کررہا ہو۔" رجاب کے کہنے پر زرق خاموش رہا۔
"یہ کتنا عجیب اتفاق ہے، پہلی بار اپنے گھر پر شہرام بھائی اور ان کی بیوی سے ملتے ہوئے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میرے ماضی سے ان کا کتنا گہرا تعلق نکل آئے گا۔" ایک پل کو رک کر اس نے زرق کی حیران نظروں میں دیکھا۔ "میرا مطلب ہے کہ ہمارے ماضی سے...... تمہارے ماضی سے میرا تعلق بھی تو جڑا ہے اور تمہارے توسط سے زنائشہ سے بھی......" کڑی سے کڑی ملنے کی دیر ہے بس، سرا مل ہی جاتا ہے، کبھی غور کرنے بیٹھو تو لگتا ہے پوری زندگی اتفاقات اور معجزات سے بھری ہے۔" ونڈ اسکرین کے پار غیر مرئی شے کو تکتی وہ عجیب لہجے میں بولی۔

❁......❁......❁

اس وقت وہ سحر کے ساتھ ہی کمرے میں تھی، گلاس ونڈو سے دور وسیع سمندر کی اونچی لہروں کا نظارہ کرنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔
"شکر ہے، تمہارا کمرہ مکمل سیٹ ہوگیا۔" سحر کی آواز پر وہ پلٹ کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔
"آپ تھک گئی ہیں، تھوڑا آرام کرلیں۔" سحر کے قریب ہی بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے بولی۔
"نہیں، تھکن کیسی...... سب کچھ تو یہاں درست تھا بس ایک بیڈ کا ہی اضافہ کرنا تھا، سو وہ کام صبح ہی شہیر ان کرگیا تھا، پتہ ہے یہ کمرہ شہرام نے اپنے لیے مختص کیا تھا، اپنے ساتھ الگ تھلگ کچھ وقت گزارنے کے لیے، سب کا داخلہ یہاں ممنوع تھا مگر کل انہوں نے خود ہی کہا کہ یہ کمرہ زنائشہ کے لیے سیٹ کردو، بچوں کے کمرے میں اسے پریشانی ہوتی ہوگی۔ اب یہ کمرہ ہمیشہ کے لیے تمہارا ہوا، یہاں پرائیویسی بھی ملے گی کوئی تنگ نہیں کرے گا، عرش بھی نہیں۔" سحر کی بات پر وہ مسکرائی، تب ہی ڈور بیل نے دونوں کو چونکا دیا۔
"اس وقت کون آگیا...... میں دیکھ کر آتی ہوں۔" سحر کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں کہ گیٹ پر رجاب کا استقبال

کرتے ہوئے سحر خوشگوار حیرت سے دوچار ہوئیں۔
"تم نے پانچ بجے کا وقت دیا تھا اور ابھی تو چار بھی نہیں بجے مگر بہت اچھا کیا جلدی آ کر۔" سحرا سے لاؤنج کی طرف لے کر آتیں خوش دلی سے بولیں۔
"میں گھر میں یونہی بور ہو رہی تھی' زرق آفس سے کسی کام کے سلسلے میں گھر آیا تو سوچا موقع سے فائدہ اٹھالوں' آپ سے کچھ باتیں ہی ہو جائیں گی۔"
"بہت اچھا کیا تم نے آ کر اور زرق کو نیچے سے ہی کیوں جانے دیا' ساتھ لے آتیں۔"
"آفس ٹائمنگ میں وہ مجھے یہاں پہنچا گیا' یہی غنیمت ہے۔ آپ یہ بتائیں' بے وقت آ کر میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"
"بالکل بھی نہیں' میں کوئی خاص کام بھی نہیں کر رہی تھی' تم یہ بتاؤ ندا کیسی ہیں؟"
"وہ ٹھیک ہیں' یہ اتنی خاموشی کیوں ہے گھر میں؟ بچے بھی نظر نہیں آ رہے؟" متلاشی نگاہیں اطراف میں دوڑاتے ہوئے مشکل ہو رہی تھی رجاب کے لیے صبر کرنا۔
"بچے سو رہے ہیں اس لیے تمہیں سناٹا لگ رہا ہے ورنہ میرے لیے تو یہ وقت بہت پُرسکون ہوتا ہے۔" کہتے ہوئے سحر لاؤنج کی طرف آتی زنائشہ کی سمت متوجہ ہوئیں جب کہ رجاب کے لیے ناممکن تھا اس پر سے نگاہ ہٹانا جو قریب آتی کچھ ہچکچاہٹ کا شکار نظر آ رہی تھی۔
"آؤ زنائشہ....." سحر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب ہی بٹھالیا۔
"یہ رجاب ہیں' شہرام کے بہت عزیز دوست کی بہن اور اب تو یہ حسن اور حسین کی ٹیوٹر بھی بن گئی ہیں' ویسے بائی پروفیشن یہ ڈینٹسٹ ہیں۔" سحر کے تعارف کروانے کے دوران رجاب نے بہت اپنائیت سے مسکراتے ہوئے زنائشہ کو دیکھا۔
"اور رجاب...... یہ میری بہت ہی پیاری سی بہن ہے۔" سحر نے مختصر سا تعارف کروایا زنائشہ کا' رجاب کی ساری توجہ اس پر ہی مرکوز تھی حالانکہ زنائشہ کافی پُرتکلف نظر آ رہی تھی رجاب کی گرم جوشی پر بھی کچھ باتوں کے بعد سحر چائے کے ارادے سے ان دونوں کے درمیان سے اٹھ گئیں۔
"کیا مصروفیات ہیں زنائشہ...... پڑھتی ہو یا کوئی جاب وغیرہ؟" براہ راست گفتگو کا آغاز رجاب نے ہی کیا۔
"فی الحال تو کچھ بھی نہیں کرتی۔" زنائشہ خجل سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
"مگر فراغت میں کوئی من پسند مشغلہ تو ضرور ہوگا تمہارا جیسا کہ میرا مشغلہ ہے' اچھی کتابیں جمع کرنا اور ان کو پڑھنا۔"
"مجھے بھی کتابیں پڑھنا پسند ہے۔"
"گڈ.....تو کیسی کتابیں پڑھنا پسند ہیں تمہیں؟" رجاب نے دلچسپی سے پوچھا۔
"شاعری اچھی لگتی ہے مجھے' پر آج تک مجھے کوئی قطعہ زبانی یاد نہیں ہوا۔" زنائشہ کی صاف گوئی پر وہ بے ساختہ ہنس دی۔
"کلاسک شاعری سے تو مجھے لگاؤ ہے مگر چند ایک شعراء کے سوا کسی کو زیادہ نہیں پڑھا لیکن تم سے معلومات مجھے ضرور مل جائیں گی' ایک فیسٹیول شروع ہونے والا ہے' تم چاہو تو میرے ساتھ چلنا بلکہ تم مجھے ابھی اپنا پرسنل نمبر دو' جب بھی فیسٹیول شروع ہوا میں تمہیں پہلے انفارم کروں گی۔" رجاب نے لمحے کی دیر کیے بغیر بیگ سے اپنا فون نکالا۔
"مگر ابھی میرے پاس فون نہیں ہے۔" زنائشہ شرمندہ ہوتی بولی۔ "دراصل کچھ دن میرا فون آف رہا' مگر اب وہ آن نہیں ہو رہا' خرابی ہو گئی ہے غالباً۔"
"کوئی بات نہیں' ویسے تو اب ہماری ملاقات رہے گی' اگر تم یہیں ہو تو...... بہت خوشی ہوئی تم سے مل کر۔" بغور اسے

دیکھتے ہوئے رجاب نے کہا۔
"مجھے بھی۔" زنائشہ مسکرائی۔
"میں بھابی کو بلاتی ہوں۔" وہ یک دم ہی کہتی اٹھ کھڑی ہوئی' رجاب کو اندازہ تو ہوگیا تھا کہ زنائشہ کو اس کا پہلی ہی ملاقات میں یوں بے تکلف ہونا عجیب لگا ہے' زنائشہ کے آنکھوں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی' گلاس ونڈوز کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے زرق کو کال کی۔
"تم نے دیکھا اسے' اس سے بات ہوئی تمہاری' کیسی ہے وہ؟" زرق ایک ہی سانس میں کئی سوال کر گیا تھا۔
"وہ بالکل ٹھیک ہے' میں ابھی اس سے ہی باتیں کررہی تھی' سحر بھابی نے بس سرسری طور پر اسے اپنی بہن کہہ کر مجھ سے متعارف کروایا ہے.....
"تمہیں کیا لگ رہا ہے وہ وہاں خوش ہے؟"
"بظاہر تو مجھے بالکل نارمل اور مطمئن دکھائی دے رہی ہے' ابھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی' پہلی ملاقات میں ہی وہ مجھ سے بے تکلف نہیں ہوسکی۔" فون پر گفتگو کے دوران بھی رجاب کی نظریں رنگ برنگ پھولوں سے سجے ٹیرس پر تھیں' ٹیرس پر موجود رجاء اس کی نظروں سے غافل نہیں رہ سکتی تھی' نہ ہی درمیانی فاصلہ اتنا تھا کہ وہ رجاب کو پہچان نہ سکتی' اسے مستقل اپنی طرف متوجہ دیکھ کر صحیح معنوں میں رجاء کا خون خشک ہوا تھا' عجلت میں پودوں کو پانی دے کر ٹیرس سے غائب ہونے میں اس نے دیر نہیں لگائی تھی۔ مین گیٹ پر ہوتی دستک نے اسے چونکایا' اسے حیرت ہوئی کہ آنے والے نے کال بیل کیوں نہ دی' اندر سے کسی کے آنے کا انتظار کیے بغیر وہ خود گیٹ کی سمت بڑھ گئی' آنے والے کے لیے گھر میں اس کی موجودگی غیر متوقع نہ بھی ہوتی تو بھی اس کے چہرے کا رنگ یونہی اڑنا تھا' سپاٹ نظروں سے شقران کو دیکھتے ہوئے اس نے فوراً ہی ایک طرف ہٹ کر راستہ نہیں دیا' اسے جو بے حس و حرکت کھڑا اس کی جانب نہیں دیکھ سکا تھا' کچھ توقف کے بعد رجاب نے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا' شقران کا حلق خشک ہوگیا تھا' حالانکہ اس نے چاہا تھا کہ پلٹ کر دور بھاگ جائے.....مگر وہ جانتا تھا کہ فرار کا کوئی راستہ کھلا ہوتا بھی تو وہ اس سے دور نہیں بھاگ سکتا تھا۔ نگاہ اٹھائے بغیر اندر داخل ہوتے ہوئے یک دم اسے رکنا پڑا' راستے میں حائل ہوتے رجاب کے ہاتھ نے اس کے قدم زمین سے جکڑ دیے تھے۔
"کیوں.....اپنے گناہ نگاہ اٹھا کر دیکھے نہیں جاتے.....شرم محسوس ہوتی ہے اپنے چلتے پھرتے گناہوں پر؟" اس کے کاٹ دار لہجے پر کسی پتھر کی طرح ساکت شقران کی نظریں ناقابل برداشت بوجھ سے جھکی ہوئی تھیں۔
"سرعام کسی انسان کو درندگی کا نشانہ بنانے والے اپنے گھر کی چار دیواری میں شاید اتنے ہی معصوم اور بے ضرر نظر آتے ہیں جیسے کہ تم اس وقت نظر آرہے ہو.....دنیا کو دھوکہ دیتے رہو مگر میرے سامنے خود کو پارسا ثابت کرنے کی کوشش مت کرو' اب تو میں خود چاہتی ہوں کہ تم مجھے دیکھو اور مجھے بھی بتاؤ کہ تم اپنے ارادوں میں کس حد تک کامیاب ہوئے تھے.....دیکھو مجھے۔" غراتے ہوئے وہ اس کے قریب ہوئی۔ شقران کا دم گھٹنے کی حد تک پہنچ چکا تھا' تیزی سے اس سے بچ کر نکلنے کی کوشش میں وہ اس سے ٹکرایا بھی تھا مگر رک نہیں سکا تھا' اسی لمحے رجاب کی نگاہ لاؤنج کی طرف آتی سحر تک گئی' وہ بس یہی دیکھ سکی تھیں کہ شقران اپنے کمرے میں جارہا تھا۔
"وہ جب بھی اس وقت گھر آتا ہے تو کال بیل نہیں دیتا کیونکہ اسے پتہ ہے کہ بچے اس وقت سو رہے ہوتے ہیں' ان کی نیند خراب نہ ہو۔" سحر اس سے مخاطب ہوئیں جو زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجائے ان کی بات توجہ سے نہیں سن پائی تھی۔

❁......❁......❁

"خود کو میرے لیے مار دینے کی بات کرکے اب اس نے تمہیں یہ دیکھنے کے لیے کیوں بھیجا ہے کہ میں زندہ ہوں یا

نہیں؟" امان سے نظر ملائے بغیر وہ بکھرے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔
"زرکاش! تم اس سے کیا امید رکھتے ہو؟ اسے اب اور کیا کرنا چاہیے......؟ تم اسے اپنے گھر سے نکال چکے ہو تو اب وہ کیا اس دن کا بھی انتظار کرے جب تم بھی اپنے گھر والوں کی طرح اس سے نفرت کا اظہار کرو گے؟"
"میں اس سے نفرت کیسے کرسکتا ہوں اس کا کوئی فعل میرے دل سے اس کی عزت ختم کرسکتا ہے نہ محبت۔" زرکاش درمیان میں بولا۔
"جو سلوک تم اس کے ساتھ کرچکے ہو اس کے بعد بھی تم عزت اور محبت کی بات کررہے ہو جسے تم اپنی عزت کہتے رہے ہو اسے اپنے گھر سے نکال سکتے ہو تو نفرت بیدار ہونے میں کیا دیر لگے گی۔" امان کے لہجے سے غصہ جھلک رہا تھا۔
"غلط کیا ہے میں نے مجھے اندازہ ہے کہ میں نے اپنے اور دراج کے تعلق کو مزید مشکل میں ڈال دیا ہے مگر یہ تم بھی جانتے ہو کہ میں اس وقت کس قسم کے دباؤ میں تھا میں اس تکرار کو ختم کرنا چاہتا تھا اسے روکنا چاہتا تھا اسے وارن بھی کیا لیکن نہ وہ خود میرے سامنے سے ہٹ رہی تھی نہ مجھے ہٹنے دے رہی تھی وہ تکرار میری برداشت سے باہر ہوچکی تھی میں فرشتہ نہیں ہوں میں بھی غصے میں بے قابو ہوسکتا ہوں میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔"
"یہ زیادہ بہتر ہوتا اگر تم صرف ایک تھپڑ پر اکتفا کرلیتے بعد میں معافی مانگ لیتے......ابھی بھی تو معافی مانگ رہے ہو ہاسٹل کے چکر لگا رہے ہو کیا حاصل ہو رہا ہے؟ معاملہ اس نہج پر پہنچ گیا ہے کہ وہ سب کچھ ختم کردینے پر مصر ہے۔" امان کے شدید ناگوار لہجے کو سنتا وہ بس خاموش تھا۔ "تم آخر کب تک اسے اپنے احسانوں تلے دبا کر رکھو گے؟ اب اس مقام پر آکر بھی تم جس تعلق کو دنیا کے سامنے اپنانے پر ہچکچا رہے ہو دراج کہاں تک اس تعلق کا بوجھ ڈھو کر نفرتیں اور ذلت سمیٹتی رہے گی......؟ اب بھی اگر تم اپنی مرضی سے اپنے فیصلے کرنے کے قابل نہیں ہو تو اپنی طرف سے بھی سب ختم کرکے وہیں شادی کرکے گھر آباد کرو جہاں تمہارے گھر میں سب راضی اور خوش ہوں سارا مسئلہ تمہاری ماں بھائی بہنوں کی رضا اور خوشی کا ہے تو پھر ڈال دو تم بھی دراج پر مٹی کہاں تک اس کی ذمہ داری اٹھاؤ گے......"
"امان......تم دوست ہو کر مجھے کھائی میں کودنے کا مشورہ دے رہے ہو......تم جانتے ہو دراج میرے لیے صرف ایک ذمہ داری نہیں میں مر جاؤں گا مگر اس کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔" بلند آواز میں کہتے زرکاش کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔
"ٹھیک ہے اب یہی بات تم آنٹی کے سامنے جاکر کہو اور تہیہ کرکے جانا کہ ان کو راضی کرکے دم لینا ہے تب تک ان کے قدموں سے نہ اٹھنا۔"
"امان......وہ اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتیں۔" زرکاش نے یاد دلایا۔
"مگر تمہیں تو اس کا نام لینے سے نہیں روکا انہوں نے۔" امان کے کہنے پر وہ کچھ بول نہیں سکا۔ "زرکاش......تم ایک بہت فرماں بردار اور اچھے بیٹے ہو یہ بات مجھ سے زیادہ تمہاری ماں جانتی ہیں وہ جانتی ہیں کہ تم نے ان کے لیے اور ان کی باقی اولادوں کے لیے کیا کچھ قربان کیا ہے مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ تمہاری نہیں مان سکتیں مسئلہ سارا یہ ہے کہ تمہیں ان سے اپنی بات منوانا ہی نہیں آتا تمہارے لیے ان کی رضامندی حاصل کرنا اہم ہے۔ سارا بھرم سارا زعم اور انا ایک طرف رکھ کر ان کے پاس جاؤ صرف ان کی اولاد بن کر وہ راضی نہ ہوں تو کہنا......اور ہاں خیال رکھنا کہ جب تم ان سے بات کرو تو آس پاس کوئی نہ ہو نہ ہی اس بات کی کانوں کان خبر تمہارے بھائی بہنوں کو ہو صرف اپنی ماں سے غرض رکھو باقی سب وہی سنبھال لیں گی۔" امان کی تائید کو وہ بہت اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔

❁......❁......❁

"زرق کے نام پر تو غور کیا ہی نہیں تھا ملاقات ایک بار ضرور ہوئی اس سے مگر میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔" شہرام

حیرت و تعجب سے شقران سے مخاطب ہوئے۔
"کیا رجاب اور باقی سب بھی اس حقیقت سے واقف ہیں؟" سحر نے پوچھا۔
"میں اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا مگر زنائشہ کی ہر چیز سے واقف ہونے سے پہلے ہمیں انجان بننا ہوگا اس سچ سے۔" شقران نے کہا۔
"میں عرش سے بات کرتا ہوں' زنائشہ کو مزید زرق سے بے خبر رکھنا ٹھیک نہیں۔" شہرام بولے۔
"ویسے مجھے یقین ہے کہ رجاب سب کچھ جانتی ہے' وہ جس اپنائیت کے ساتھ زنائشہ سے باتیں کررہی تھی اس سے تو یہی لگتا ہے۔" سحر پُریقین لہجے میں بولیں اور پھر لاؤنج سے اٹھ کر ہال کی طرف آ گئیں' جہاں زنائشہ ٹیبل پر پلیٹیں لگا رہی تھی۔
"زنائشہ..... میں یہ سب کر لیتی' تم نے کیوں زحمت کی....."
"کوئی بات نہیں بھابی' میں یہاں مہمان تو نہیں ہوں اور پھر میرے اتنے مددگار بھی تو موجود ہیں' کوئی زحمت نہیں ہوتی۔" زنائشہ نے مسکراتے ہوئے حسن اور حسین کی طرف اشارہ کیا۔
"ہاں' وہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے' آنی کی خوب مدد ہو رہی ہے' ماں کے لیے کبھی ہمدردی نہیں جاگی۔" سحر نے خشمگیں نظروں سے دونوں بچوں کو دیکھا تب ہی وہاں شہرام اور شقران بھی آ گئے۔
"عرش کہاں غائب ہے؟ کال کرو اسے کم از کم کھانے کے وقت تو گھر آنا چاہیے۔" شہرام ناراضگی سے بولے۔
"بھائی..... میرے خیال سے تو اسے اب صبح' شام ہی گھر میں نظر آنا چاہیے۔" شقران کے شرارتی لہجے پر سحر نے بے ساختہ ہنستے ہوئے زنائشہ کے جھینپے تاثرات دیکھے۔
"زرکاش سے ملاقات ہوئی تھی آپ کی؟" سحر نے اچانک ہی پوچھا۔
"نہیں' کیوں کیا ہوا؟" سوالیہ نگاہ شہرام نے زنائشہ پر بھی ڈالی۔
"اس سے دراج کی خیریت دریافت کرنی تھی دراصل....."
"بھابی' کس تیز طرار خاتون کا ذکر کر دیا آپ نے....." شقران درمیان میں بولا۔
"بری بات ہے' دوست ہے وہ زنائشہ کی' تمہیں یاد رکھنا چاہیے۔" شہرام نے کافی ناگواری سے اسے ٹوکا۔
"ایم سوری زنائشہ....." شقران نے فوراً شرمندہ ہو کر معذرت کی۔
"زنائشہ اس سے ملنے ہاسٹل جانا چاہتی ہے' شاید وہ کسی مشکل میں ہے' فون پر بھی وہ زنائشہ سے ٹھیک طرح بات نہیں کر سکی' اس لیے یہ کافی پریشان ہے دراج کے لیے۔" سحر کے تفصیل بتانے پر شہرام نے چونک کر زنائشہ کے بے حد سنجیدہ تاثرات دیکھے۔
"ایسا تو نہیں کہ زرکاش اور دراج کے درمیان تمہاری اور عرش کی وجہ سے کوئی بحث ہو گئی ہو؟" شہرام نے تشویش سے پوچھا۔
"نہیں' ایسا کچھ ہوتا تو مجھے اندازہ ہو جاتا مسئلہ کوئی ذاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بہت ڈسٹرب ہے۔" زنائشہ کافی فکرمند نظر آ رہی تھی۔
"اگر ایسا ہے تو ابھی کھانے سے فارغ ہو کر چلو ہاسٹل۔"
"اب جاؤں گی تو زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکوں گی کیونکہ رات کا وقت ہے۔"
"ٹھیک ہے تو پھر صبح تیار رہنا' میں تمہیں ہاسٹل ڈراپ کر دوں گا' واپس جب آنا ہو تو کال کر دینا شقران پہنچ جائے گا

ہاسٹل۔" شہرم نے کہا' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دراج کی طرف سے فکرمند نظر آرہی تھی' دوسری طرف عرش بھی صبح سے نہ جانے کہاں مصروف تھا' دل ہر طرف سے خراب اور پریشان تھا' سحر اور بچوں کے درمیان بھی اس کا دھیان دراج کی طرف سے نہیں ہٹ پارہا تھا' سحر بچوں کو سلانے ان کے کمرے میں لے گئیں تو وہ ان کے ہی انتظار میں لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ تھی، کچھ دیر گزری تھی جب اس نے شقران کو اپنی سمت آتے دیکھا۔

"زنائشہ...... یہ فون تمہارے لیے عرش نے بھیجا ہے، میں پہلے ہی دیتا لیکن پھر سوچا بھائی، بھابی کے سامنے یہ لیتے ہوئے تمہیں عجیب نہ لگے...... عرش غصہ کررہا ہے کہ اب تک تمہیں فون کیوں نہ دیا، اب تم یہ فون آن کرکے اس سے بات کرو۔"

"مجھے یہ فون نہیں چاہیے۔" زنائشہ کے انکار نے شقران کو حیران کردیا۔

"مگر کیوں......؟"

"بس نہیں چاہیے، یہ تم اسے واپس کردینا۔" قطعی انداز میں کہہ کر صوفے سے اٹھتی وہ تیز قدموں سے لاؤنج سے نکل گئی۔

وہ گلاس ونڈو کے قریب کھڑی دور سمندر کی لہروں کی جھاگ دار سفید لکیروں سے ہی تاریکی میں ان کی بلندی کا اندازہ لگا رہی تھی' سوچوں کا دھارا دراج کی طرف تھا' اس کے لہجے کی شکستگی اور اس کا دلبرداشتہ ہونا غیر معمولی نہیں تھا' اسے یقین تھا کہ زرکاش کی طرف سے دراج کو کوئی سنگین قسم کی ٹھیس پہنچی ہے' اسے ایسی امید زرکاش سے بالکل نہیں تھی' سب کچھ جاننے کے لیے اس کا دراج سے ملنا ضروری تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دراج کو اس کی ضرورت تھی' صبح کا انتظار اس کے لیے مشکل ہوتا جارہا تھا' لگتا تو یوں تھا کہ رات آنکھوں میں گزر جائے گی مگر عرش کے انتظار میں کڑھتے اور دراج کے لیے سوچتے' سوچتے تھک کر جب اس نے تکیے پر سر رکھا تو نیند کب مہربان ہوئی پتہ ہی نہ چلا...... مسلسل ہوتی دستک نے اس کی نیند میں خلل ڈالا تھا' سرعت سے اٹھ کر اس نے جو ونڈو سے پردہ ہٹا کر دیکھا تو دل مسوس کر رہ گئی' موقع بھی نہیں ملا عرش کو پکارنے کا' ایک جھلک ہی نظر آئی تھی اس کی یقیناً وہ مایوس ہوکر واپس چلا گیا تھا۔ اسی تیزی سے کمرے سے باہر نکل آئی' رات کے دو بج رہے تھے لاؤنج میں سناٹا ہی تھا مگر ٹیرس کے کھلے دروازے کو دیکھ کر وہ اسی سمت چلی آئی' توقع کے عین مطابق وہ ٹیرس میں باؤنڈری کے قریب ہی جھکا نظر آیا' خشمگیں نظروں سے اس کی پشت کو گھورتی وہ قریب گئی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف پلٹنے پر مجبور کردیا۔

"فون کیوں نہیں لیا شقران سے؟ میں نے ہی بھیجا تھا اور میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔"

"غصے میں فون نہیں لیا' ایک تو میں پہلے ہی پریشان تھی اور پھر تم بھی صبح سے غائب تھے۔"

"بات ہوتی تو میں وجہ بتاتا...... تم پریشان کیوں تھیں پہلے یہ بتاؤ؟"

"دراج کی وجہ سے......"

"کوئی حیرت نہیں مجھے' اس کا کام ہی سب کو پریشان کرنا ہے۔" عرش کے ناگوار لہجے پر زنائشہ چونکی۔

"عرش...... جس طرح میں نے تمہاری خاطر ہر تلخ بات کو درگزر کردیا ہے کیا تم میرے لیے دراج کی تلخ باتیں نہیں بھلا سکتے......؟" زنائشہ کے سوال پر عرش نے بس اسے دیکھا پر کہا کچھ نہیں۔

"ٹھیک ہے پھر میرا مزید کچھ کہنا بے کار ہے۔" سرد لہجے میں کہتی وہ اس سے پہلے کہ جانے کے لیے قدم اٹھاتی' عرش نے اس کا راستہ روک لیا۔

"زنائشہ...... تم جانتی ہو کہ میں تمہاری خاطر کیا کرسکتا ہوں...... میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ دراج اور زرکاش کی اہمیت

تمہاری زندگی میں بالکل وہی ہے جو اس گھر کے افراد کی اہمیت میری زندگی میں ہے مجھے ہر حال میں ان دونوں کی عزت کرنی ہے اب بتاؤ کیوں پریشان ہو دراج کی وجہ سے؟" اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"زرکاش اور اس کے درمیان کوئی مسئلہ ہوا ہے جاؤں گی تو اس حقیقت سے پردہ ہٹے گا......"

"پھر تو ضرور جانا چاہیے تمہیں' کل ہی چلو میرے ساتھ۔" وہ فوراً بولا۔

"شہرام بھائی یہ ذمہ داری لے چکے ہیں' صبح ہاسٹل ڈراپ کریں گے وہ مجھے۔"

"کیا واقعی...... بھائی نے خود کہا؟" عرش نے حیرت سے اسے دیکھا جو اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔

"تو پھر میں تمہیں ہاسٹل سے پک کرلوں گا......"

"یہ ذمہ داری شہرام بھائی نے شفران کو دے دی ہے' بے فکر رہو۔" زنائشہ نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو میں یہاں کس لیے موجود ہوں۔" وہ زچ ہوا۔

"صرف انتظار کرنے کے لیے۔" زنائشہ دھیرے سے ہنس دی۔

"مجھے انتظار کی سولی پر چڑھانے والوں میں تم بھی شامل ہو خیر میں بھی خاموشی سے ظلم سہنے والا نہیں عنقریب ان کو مرنا نہیں ہے میرے ہاتھوں بس میں ہی پک کروں گا تمہیں۔"

"اب میں کیا کہہ سکتی ہوں لیکن تم مجھے ہاسٹل سے کہیں اور لے جانے کی کوشش مت کرنا۔" وہ مسکراہٹ چھپاتے بولی۔

"تم کوشش کی بات کررہی ہو میں تو پورا ارادہ کرچکا ہوں۔" عرش کے قطعی لہجے پر وہ بے ساختہ ہنس دی۔

❁......❁......❁

باہر پھیلی تاریکی میں لہراتے سائے سے نگاہ ہٹاتیں صبغہ مغموم سی واپس اپنے کمرے میں آ گئیں زرکاش سے بے شک وہ بہت ناراض تھیں مگر آخر کب تک اس سے لاتعلق رہ سکتی تھیں' وہ دیکھ رہی تھیں کہ جب سے شنذرا بچوں کو لے کر زرکاش کی غیر موجودگی میں اسے اپنے جانے کی خبر دیے بغیر واپس گئی تھی' زرکاش تب سے ہی بالکل خاموش اور گم صم ہو گیا تھا صبغہ پہلے ہی اس سے بات چیت ترک کرچکی تھیں' سامنا ہونے پر اب زرکاش بھی سلام کے بعد ان کے سامنے سے ہٹ جاتا تھا' پہلے کی طرح ان کو مخاطب کرکے بات کرنے پر ان کو مجبور کرنا اس نے چھوڑ دیا تھا' گھر میں ہوتا تو بس اپنے کمرے تک محدود رہتا' راتیں اس کی لان میں ٹہلتے ہوئے گزرتیں' نہ وہ کمرے میں صبغہ کے ساتھ شریک ہوتا' نہ ہی صبح ناشتے کی ٹیبل پر موجود ہوتا' گھر میں کل وقتی ملازم جوڑا موجود تھا صبغہ کو ان سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ گھر میں کھانا پینا ہی چھوڑ چکا ہے...... صبغہ کی تشویش بڑھتی جارہی تھی' اس بارے میں انہوں نے شنزا اور شنذرا سے بھی بات کی مگر وہ دونوں ہی زرکاش سے اس قدر بدگمان تھیں کہ الٹا ان کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں زرکاش کے سامنے صبغہ کمزور نہ پڑ جائیں' شنذرا فون پر دن رات یہی تاکید کرتی کہ اس طرح زرکاش کی جذباتی طور پر بلیک میلنگ سے مجبور ہوکر وہ دراج کو اس کے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیں...... شنزا کا تو سارا وقت ان کے اردگرد ہی گزرتا تھا' اس کی یہی کوشش رہی تھی کہ صبغہ' زرکاش کو اس کے حال پر چھوڑ دیں' اگر ابھی وہ کمزور پڑ گئیں تو ہمیشہ کے لیے زرکاش کو کھو دیں گی۔ بیٹیوں نے ان پر پہرے تو لگا دیئے تھے مگر زرکاش کے لیے ان کے دل کو گھلتے رہنے سے نہ روک سکتی تھیں نہ اس کی طرف سے ان کی آنکھیں بند کرسکتی تھیں' زرکاش کا یوں خول میں بند ہوکر رہ جانا اس کی جاگتی راتوں کی بے چینیاں ان کے سکون کو درہم برہم کرچکا تھا' جب جب اس پر نگاہ پڑتی ان کا دل تڑپ کر رہ جاتا مگر زبان سے کچھ کہہ نہ سکتی تھیں۔ بہت فکر مند اور سوچوں میں ہلکان ہونے کے باوجود جانے کب ان پر نیند کا غلبہ طاری ہوا مگر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا جب وہ غنودگی میں چونک اٹھیں' گرم گرم سیال انہیں اپنے پیروں پر

محسوس ہوا گھبرا کر اٹھیں تو دھک سے رہ گئیں' نظریں اس پر ساکت ہوئیں' جو ان کے پیروں پر جھکا ہوا تھا۔ "زرکاش....." ہول کر صبغہ نے اس کا سر اپنے پیروں سے اٹھایا' مدھم نیلگوں روشنی میں اس کی بھیگی آنکھوں میں تیرتا کرب صبغہ کے دل کو مٹھی میں جکڑ گیا تھا۔

"آپ سب سے محبت کرتی ہیں' شہزا' شذرا' شیراز سے..... بس ایک میں ہی آپ کی محبت کا حق دار نہیں بن سکا' سب کی پروا ہے آپ کو' ایک میرے سوا ان سب کی خوشیوں کا خیال رکھا آپ نے ہمیشہ۔" وہ گھٹے لہجے میں شکوے کرتا ان کے دل کو مکمل پگھلا گیا تھا۔

"ایسا مت کہو زرکاش..... میری محبت پر تمہیں اتنا ہی یقین ہونا چاہیے جتنا کہ اس سچ پر کہ میں نے تمہیں جنم دیا ہے..... مجھ سے کبھی ایسی شکایت تو تم نے کبھی اپنے بچپن میں بھی نہیں کی پھر اب کیوں.....؟"

"وہ دور تو مجھ پر کبھی آیا ہی نہیں امی..... میرا بچپن تو آپ کو خوش دیکھنے کی آرزو میں' لڑکپن سب کو غربت کے اندھے کنویں سے نکالنے کی خواہش میں کہیں گم ہو گیا تھا....."

"اس لیے تو تم میرے لیے سب سے پہلے ہو زرکاش..... تم میری پہلی اولاد ہو' تم نے تو مجھے مکمل کیا ہے' تمہاری وجہ سے ہی تو میرے قدموں تلے جنت آئی ہے' ماں بننے کا فخر اور خوشی نصیب ہوئی تھی' میں شاید کبھی تمہیں نہیں بتا سکوں گی کہ کس طرح خود پر جبر کر کے میں نے اتنے سالوں تک تمہاری جدائی برداشت کی تھی' تمہارے لیے اپنی محبت کو چھپاتے چھپاتے یہ وقت آ گیا ہے کہ تم قریب ہو تو بھی میں تمہیں یہ نہیں بتا سکی کہ تم مجھے کس قدر عزیز ہو' تمہاری خوشیاں' تمہاری اولاد دیکھنے سے پہلے میں مرنا بھی نہیں چاہتی۔"

"پھر بھی آپ مجھ سے لاتعلق ہیں' آپ کے سامنے ہوتے ہوئے بھی میں آپ سے بات کرنے کے لیے' آپ کی ایک نظر کے لیے بھی ترس رہا ہوں....." وہ لرزتے لہجے میں بولا۔

"میری ایک خواہش پر آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا' اتنا دور ہو گئی ہیں کہ میری التجائیں بھی آپ تک نہیں پہنچ رہیں..... میرے لیے آپ کی اجازت' آپ کی رضا اہم ہے مگر آپ کے لیے دوسروں کی رائے اہمیت رکھتی ہے' میری خوشی نہیں' میں نے کبھی آپ سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگا' پہلی بار آپ سے جو مانگ رہا ہوں وہ آپ مجھے دینا نہیں چاہتیں کیونکہ میرے لیے آپ اپنی باقی اولادوں کی ناراضگی مول نہیں لے سکتیں..... بس میرے لیے ہی کچھ نہیں ہے آپ کے پاس....." درد و اذیت میں ڈوبا اس کا لہجہ اور برستی آنکھیں' صبغہ کا ضبط ختم کرنے کے لیے کافی تھا' اس کا سر اپنے شانے سے ٹکائے آنکھوں کے راستے پگھلتے دل کو وہ روک نہیں سکیں۔

"زرکاش..... تمہاری خواہش سے نظر چرانے کی وجہ بس میرا خوف ہے' مجھے ڈر ہے کہ دراج کی وجہ سے تمہارے بہن بھائی تم سے کٹ کر رہ جائیں گے' تم نے ہم سب کی خوشیوں کے لیے خود کو وقف کر دیا' تمہارے لیے' تمہاری خوشی کے لیے دراج کو قبول کرنا بہت چھوٹی بات ہے' میں تو اپنی زندگی بھی تم پر قربان کر دوں..... مگر میں اپنی اولادوں میں فاصلے نہیں دیکھنا چاہتی' میں تمہارے بھائی' بہنوں کو ہمیشہ تمہاری عزت کرتا دیکھنا چاہتی ہوں' یہ چاہتی ہوں کہ وہ سب تمہارے تابعدار بن کر رہیں کیونکہ یہ ان کا فرض ہے۔"

"امی..... آپ مجھ سے راضی اور خوش ہیں تو کوئی مجھ سے میرا مقام نہیں چھین سکتا' اللہ کبھی مجھے اپنے بھائی' بہنوں کی نظر سے اترنے دے گا نہ دل سے..... میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان کی ناراضگی دور کر دوں گا' کبھی ان کو خود سے الگ نہیں ہونے دوں گا' جھکتا رہوں گا ان سب کے لیے مگر کبھی ان کو خود سے جدا نہیں ہونے دوں گا۔" صبغہ کے ہاتھوں کو تھامے یقین دلاتا وہ بہت پُرامید نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے خاموشی سے کچھ سوچتے رہنے کے بعد صبغہ نے اسے

دیکھا۔

"زرکاش...... میری طرف سے تمہیں مکمل اجازت ہے' تمہاری خوشی دراج ہے تو میں بھی تمہاری خوشی میں خوش اور راضی ہوں...... تمہارے بھائی بہنوں سے میں بات کرلوں گی' مگر تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری خوشی میں خوش نہیں ہوں گے وقت لگے گا ان کو سب کچھ قبول کرنے میں لیکن تم وقت ضائع مت کرنا' خاندان میں اور شذرا کے سسرال میں بھی کچھ گھرانوں کی نگاہ تم پر ہے اس سے پہلے کہ کہیں سے باقاعدہ کوئی بات ہو تم دراج سے شادی کرلو۔" صبغہ بولیں جب کہ زرکاش گنگ سا بیٹھا رہا۔

"زرکاش...... تم جانتے ہو کہ ابھی دراج کا اس گھر میں آنا ناممکن ہے کیونکہ ابھی یہاں اسے کوئی عزت' کوئی مقام نہیں دیا جائے گا اور تم دونوں سے زیادہ تکلیف مجھے پہنچے گی کچھ وقت لگے گا مگر مجھے یقین ہے کہ تم سب ٹھیک کرلو گے' مجھے تو اپنی چاروں اولادوں کی طرف دیکھنا ہوگا...... تم سمجھ رہے ہو میری بات......؟" اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے صبغہ نے شفقت بھرے لہجے میں سمجھایا۔

"امی...... آپ نے راضی ہوکر مجھے سب کچھ دے دیا' مجھ پر یقین رکھیے گا' شذرا' شہزاد اور شیراز کو میں آپ سے بدگمان نہیں ہونے دوں گا۔" اس کے کہنے پر صبغہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا جب کہ تشکر کے ساتھ زرکاش نے ان کے ہاتھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگالیا تھا۔

❁......❁......❁

روپے پیسے اور آسائشوں کے پیچھے اندھادھند بھاگنے والے کبھی نہ کبھی ٹھوکر کھا کر گڑھے میں گر ہی جاتے ہیں' میں بھی ذلت و رسوائی کے تاریک گڑھے میں گری ہوں تو یہ حیران کن بات نہیں...... زرکاش سے بہت کچھ ملا مجھے اب جو ذلت ملی ہے اس نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی' میں مطمئن ہوں' جو بویا تھا اب وہی کاٹ رہی ہوں۔" دراج کا چہرہ زرد اور لہجہ کانپ رہا تھا' زنائشہ کو وہ برسوں کی بیمار دکھائی دے رہی تھی۔

"تم کیسے مطمئن ہوسکتی ہو دراج؟ تمہاری خواہشوں نے تمہیں ان کے پیچھے جب دوڑایا وہ دور کوئی اور تھا' اسے گزرے زمانہ بیت چکا ہے' آج کی حقیقت صرف یہ ہے کہ تمہارے جذبے زرکاش بھائی کے لیے بے لوث ہیں' ان کے لیے تمہاری محبت میں کوئی کھوٹ' کوئی حرص و طمع نہیں' وہ تمہاری سب سے پہلی ترجیح ہیں...... غلط زرکاش بھائی نے کیا ہے' تم کیوں خود کو موردِ الزام ٹھہرا رہی ہو۔" زنائشہ اپنی بات پر زور دے کر بولی۔

"زنائشہ...... بے شک حرص و طمع کا وہ دور گزر چکا ہے مگر جو تعلق جھوٹ اور خود غرضی کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں وہ ہمیشہ کھوکھلے اور کمزور رہتے ہیں' بعد میں ان پر کتنی ہی مخلصی اور سچائی کے رنگ و روغن کیے جائیں' انہیں ٹوٹ کر زمین بوس ہونا ہی پڑتا ہے۔" دراج نم آنکھوں کے ساتھ بول رہی تھی۔ "نیت کا فتور ہر رشتے کو دیمک بن کر چاٹ جاتا ہے...... زرکاش کا کوئی قصور نہیں' مجھے یونہی منہ کے بل گرنا تھا۔"

"دراج...... اگر ایسا ہی ہے تو پھر کیوں زرکاش بھائی اب بھی سب کچھ ٹھیک کرنا چاہتے ہیں......؟ کیوں وہ تمہاری طرف بڑھنے سے خود کو روک نہیں پا رہے؟" زنائشہ نے بوجھل دل سے پوچھا۔

"سمجھ جائیں گے وہ بھی کہ ان کی دنیا میں میرے لیے کوئی مستقل جگہ نہیں بن سکتی' ہم الگ الگ دنیا کے لوگ تھے اور ہیں' مجھ پر اندھا اعتبار کرنے کی' میرے ہر جھوٹ کو سچ مان لینے کی کچھ سزا ان کو بھی تو جھیلنی ہوگی۔" دراج کے بے تاثر لہجے پر زنائشہ چند لمحوں تک بس اسے دیکھتی رہی۔

"ایک بار اور سوچ لو دراج...... خود کو اور زرکاش بھائی کو ایک موقع دینے کی گنجائش ہوسکتا ہے کہ نکل آئے......"

''بات ایک موقع کی نہیں رہی ہے زنائشہ..... بات اب اپنی غیرت اور عزتِ نفس کی سلامتی یا پھر ان کی دھجیاں اڑانے کی نہج پر پہنچ چکی ہے۔ جو شخص ایک بار ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر سے نکال سکتا ہے وہ دوبارہ بھی یہ کام کر سکتا ہے، تم چاہتی ہو کہ میں ان کو ایک موقع اور دوں تاکہ پھر وہ دھکے دے کر مجھے اپنے گھر سے باہر نکال پھینکیں۔'' دراج کا لہجہ اور آنکھیں سلگ اٹھی تھیں۔

''بجیا کو کچھ بتایا تم نے؟'' زنائشہ کے سوال پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''تم سے رابطہ نہ ہونے پر زرکاش بھائی خود بھی تو بجیا کو سب کچھ بتا سکتے ہیں ان کی مدد حاصل کرنے کے لیے۔''

''وہ بجیا کو سب کچھ بتا چکے ہیں ان کی مرضی، میرا فرض تھا کہ ان کا پردہ رکھوں، یہ زرکاش کی غلط فہمی ہے کہ وہ بجیا کے ذریعے مجھے زیر کر دیں گے۔'' دراج کا لہجہ تلخ ہوا۔

''آگے کا کیا سوچا ہے کیا کرو گی، کس طرح زرکاش بھائی کے بغیر زندگی گزارو گی؟'' زنائشہ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

''ابھی دل و دماغ کچھ بھی سوچنے پر آمادہ نہیں ہیں زنائشہ..... میں کچھ وقت اب صرف اپنے ساتھ دنیاداری سے الگ ہو کر گزارنا چاہتی ہوں، دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری ہمت و حوصلے کس حد تک مضبوط ہیں۔''

''تمہاری ہر بات اپنی جگہ دراج..... مگر میرا دل کہہ رہا ہے کہ زرکاش بھائی کبھی تم سے دستبردار نہیں ہوں گے۔'' زنائشہ بولے بغیر نہ رہ سکی۔

''اس دنیا میں سب کچھ ممکن ہے، جس چیز کی توقع نہیں ہوتی وہی رونما ہو جاتی ہے۔'' دراج نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

''تم میرے لیے پریشان مت ہونا، تمہاری ساری توجہ اب عرش اور اس کے گھر والوں پر ہونی چاہیے، میں تمہارے لیے بہت خوش ہوں، مشکلات کے بعد ہی راحتیں میسر ہوتی ہیں، مجھے یقین ہے کہ اب تمہاری زندگی میں کسی درد اور آلام کا گزر بھی نہ ہوگا۔'' دراج اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے بولی۔

''دراج..... یہ تم مجھ سے زیادہ بہتر جانتی ہو کہ محبت پھلنے پھولنے کے لیے صبر بھی مانگتی ہے اور قربانیاں بھی..... بہت مشکل ہے محبت کے لیے اپنی انا کو قربان کرنا، معاف کرنا، جھک جانا مگر یہ بھی سچ ہے کہ اس محبت کی کوئی حقیقت ہی نہیں جس میں قربانی کا کوئی تصور ہی نہ ہو۔'' زنائشہ کے دھیمے گہرے لہجے پر دراج نے بغور اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

❁.....❁.....❁

حدِ نگاہ تک پھیلے بے کراں سمندر کی بلند پُرشور لہریں ساحل تک آتے آتے پُرسکون ہو گئی تھیں، اس کی محویت کو عرش کی آواز نے توڑا تھا۔

''میں نے کہہ دیا ہے بھابی سے، بھائی تمہارا پوچھیں تو وہ ان سے کہہ دیں گی کہ تمہاری دوست نے رات تک ہاسٹل میں ہی تمہیں روک لیا ہے۔''

''اس غلط بیانی کی کیا ضرورت تھی؟''

''شہرام بھائی ناراض ہوں گے اس سچ پر کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' اس نے حیرت سے کہا۔

''نہیں..... وہ تنگ نظر نہیں، روشن خیال انسان ہیں مگر بس مجھے ہی کچھ ہچکچاہٹ ہے سچ بتانے پر، میں ان کی بے خبری میں جو تمہیں اپنے ساتھ لایا ہوں.....''

"لیکن اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں غلط بیانی نہیں کروں گی' سچ بتاؤں گی ان کو......"

"اور مجھے ٹھیک ٹھاک شرمندہ کردوں گی......" عرش کے خشمگیں لہجے پر وہ مسکراہٹ دبائے آگے کی جانب بڑھ گئی۔

"عرش......ایک وہ وقت تھا کہ جب ہمارے لیے ایک دوسرے کے دکھ' غم' خوشی اور خواب اہم تھے نہ ہمارے گرد ڈھیر سارے لوگ تھے نہ رشتے ناتے' ہم صرف ایک دوسرے کے لیے تھے' نہ کسی کو ہم سے غرض تھی' نہ ہمیں کسی کی پروا تھی۔"

خاموش ہوکر زنائشہ نے اسے دیکھا جو ہمقدم تھا۔

"ہاں......اور اب یہ وقت بھی کتنا عجیب ہے کہ ہمارے اردگرد رشتوں سے بندھے کچھ لوگ ہیں جو ہمارے دکھ' سکھ میں شامل ہوچکے ہیں' ہمیں ان سب کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ہے......حالات بدل جانے میں کبھی لمحے نہیں لگتے اور کبھی زمانے لگ جاتے ہیں۔" گہری سنجیدگی سے کہتا وہ اب اسے دیکھ رہا تھا۔"زنائشہ......میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے بہت زیادہ خوش نہیں ہو' میری خاطر بہت سمجھوتے کررہی ہو......لیکن یہ سچ ہے کہ میری وجہ سے جو اذیت تم نے جھیلی ہے وہ میرے بھی وہم وگمان میں نہ تھی' میں آج بھی ذہنی طور پر اس سب کو قبول نہیں کرپارہا ہوں......"

"عرش......اب تمہیں کم از کم یہ بے یقینی نہیں ہونی چاہیے کہ میں تم سے خوش ہوں یا نہیں......جو کچھ گزر گیا اسے دوہرانے سے صرف تکلیف ہی حاصل ہوگی اور کچھ نہیں۔" زنائشہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"ہاں......وہ سب گزر گیا ہے مگر اس کی تکلیف ہمیشہ کے لیے میرے دل میں کہیں ٹھہر گئی ہے۔ تمہاری نظر میں اپنی غیرت کو دم توڑتے دیکھنا میرے لیے انتہائی اذیت ناک تھا تو بھائی کی نظروں میں احسان فراموش ٹھہر جانا بھی میرے لیے ناقابل برداشت اذیت سے کم نہ تھا' بس چند لمحوں کی بات تھی' ان سے اپنے تعلق کو ختم کردینے کی بہت ٹھوس وجہ میرے پاس تمہاری صورت میں موجود تھی مگر جانے وہ کون سی انجانی طاقت تھی جس نے مجھے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے روکے رکھا' تم سے ایک بار پھر محروم ہوجانے کے خوف کے باوجود میرا دل کہہ رہا تھا کہ مجھے تم سے ناامید نہیں ہونا چاہیے کہیں نہ کہیں دل کو یہ یقین تھا کہ ضرور تم کچھ ایسا کروگی جو مجھے اس دوہری اذیت سے نکال دے گا' تم نے ہمیشہ مجھے گرداب سے نکلنے کے راستے دکھائے تھے' اس سے باہر آنے کے لیے اپنا سہارا دیا تھا' میں نے چاہا تھا کہ سب کو بھول کر صرف تمہیں یاد رکھوں مگر بے لوث محبتوں اور مخلصی' جس کا میں قرض دار ہوں' اس نے مجھے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کرنے دیا......"

"عرش......تمہیں مزید وضاحت دینے کی اب ضرورت نہیں' میں پہلے ہی تمہاری اس کشمکش کو سمجھ چکی تھی' دل کے رشتے' خون کے رشتوں سے زیادہ طاقت ور ثابت ہوتے ہیں۔ تمہیں واقعی ایسے مخلص رشتوں سے منہ نہیں موڑنا چاہیے تھا' جن کی وجہ سے تمہیں نئی زندگی ملی' جو تمہیں موت کے شکنجے سے بچا کر لائے تھے' جانتے ہوناتا سب ہونے کے بعد میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کیوں ہاسٹل نہ جاسکی؟ کیوں شہرام بھائی کو معاف کرنے میں دیر نہ کرسکی؟ بھابی نے مجھے بتایا تھا کہ کس طرح پہلے تمہاری اور پھر میری وجہ سے ان کا اور شہرام بھائی کا تعلق ٹوٹ جانے کی نوبت آگئی تھی' پہلے تمہارے لیے وہ اپنے گھر' بیوی اور بچوں کو پس پشت ڈال گئے تھے مگر پھر میری تلاش میں وہ کئی دن تک شہر سے باہر خاک چھانتے رہے' اس دوران انہوں نے یہ تک پروا نہیں کی کہ پیچھے ان کی بیوی ان کے انتظار میں تھک کر ان سے بدظن ہوکر گھر چھوڑ کر جاچکی ہیں۔ میں نے سوچا کہ جس رات تم ان کی گاڑی سے ٹکرائے وہ تمہیں زخمی حالت میں بھی تو سڑک پر چھوڑ کر جاسکتے تھے' یہ کوئی انوکھی بات تو نہ ہوتی......" ایک لمحے خاموش رہ کر زنائشہ نے اسے دیکھا۔

"آج دراج نے خود اعتراف کیا کہ میری وجہ سے غصے اور جذبات میں اس نے بہت کچھ غلط کہا تھا' وہ اپنے ان الفاظ اور الزامات پر بہت نادم ہے' میں اسے کیا کہتی' میں نے بھی تو بنا سوچے سمجھے اس کا ہی ساتھ دیا تھا' یقیناً تمہاری طرح شہرام بھائی کو بھی مجھ سے یہ امید نہ ہوگی اسی لیے تو وہ غصے اور اشتعال میں حد سے گزر گئے۔ دراج سے جو کچھ سرزد ہوا وہ مجھے ہی

بھگتنا تھا' تلافی کسی کو تو کرنی ہی تھی......اب کم از کم میں شہرام بھائی اور بھابی سے یہ تو کہہ سکوں گی کہ دراج کو ایک موقع دیا جائے' وہ تم سب سے معذرت کرنا چاہتی ہے۔"

"تم صرف کہہ سکتی ہو' کسی کو مجبور نہیں کرسکتیں' جو اذیت تم سمیت سب کو اس کی وجہ سے پہنچی ہے اس کے بعد تم کم از کم میرے سامنے اس کی وکالت مت کرنا۔" عرش کے قطعی اور سنجیدہ لہجے پر اس کا چہرہ اتر گیا' چپ چاپ وہ اسے دیکھتی رہی جو پلٹ کر آگے بڑھ گیا تھا' مگر زنائشہ کے ساتھ نہ چلنے پر اسے رکنا پڑا۔

"عرش......میں جانتی ہوں کہ دراج کے الزامات سے زیادہ میری خاموشی سے تمہیں تکلیف پہنچی تھی' لیکن تم سمیت وہاں سب ہی یہ جانتے تھے کہ صرف مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے دراج تم پر قتل کا الزام بھی لگا سکتی تھی' اس کے الزامات میں کوئی وزن' کوئی سچائی نہیں تھی' تم اور تمہارا کردار ایسا ہلکا نہیں کہ کوئی بھی اٹھ کر دروغ گوئی کرے اور میں گواہیاں دینا شروع کردوں' میں نے بعد میں شہرام بھائی سے بھی یہی کہا تھا کہ......"

"زنائشہ......اس معاملے میں بعد میں کچھ کہنے کی کوئی وقعت' کوئی اہمیت نہیں رہ گئی تھی' تمہاری دوست میری کردار کشی کررہی تھی اور تم خاموش تھیں کیونکہ اس کے اور زرکاش کے بہت احسان ہیں' تم سب کے سامنے ان دونوں کا ہلکا نہیں کرسکتی تھیں' میں تمہاری مشکل کو سمجھ سکتا ہوں' مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن تم اپنی دوست کی طرف داری میں بھی اب کچھ نہ کہو......" یک دم بات ادھوری چھوڑ کر وہ اسے دیکھنے لگا جو گم صم کیفیت میں اس کے سامنے سے ہنستی آگے بڑھ گئی تھی' اچانک ہی عرش کو احساس ہوا کہ وہ گزری تلخ باتوں سے خود کو درمیان میں لا کر اتنا قیمتی اور خوب صورت وقت برباد کررہا ہے' نادم ہو کر وہ اس کی جانب بڑھا جو اب ریت پر بیٹھی لہروں کو دیکھ رہی تھی' کچھ فاصلے پر بیٹھتا وہ فوری طور پر اسے مخاطب نہیں کرسکا جو متوجہ نہیں تھی۔

"تمہیں میری باتیں بری لگیں؟" بغور اس کے بجھے چہرے کو دیکھتا اس نے پوچھا۔

"نہیں' مجھے کچھ برا نہیں لگا۔" سر جھکائے نم بھربھری ریت پر لکیریں کھینچتی وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"تمہارا چہرہ بتارہا ہے کہ تم کتنا سچ بول رہی ہو۔" عرش کے کہنے پر وہ خاموشی سے لکیریں بناتی بگاڑتی رہی۔

"یہ سب کہاں سے کہاں چلا گیا ہے زنائشہ' میں یہاں گزری باتوں کو لے کر تمہاری دل آزاری کرنے کے لیے تمہیں ساتھ نہیں لایا تھا' ہم یہاں تنہائی میں یکسوئی سے ایک دوسرے کے دل کی باتیں کہنے سننے کے لیے ساتھ آئے ہیں۔" عرش کے لہجے میں تاسف تھا۔

"اچھا ہوا' دل میں جو تھا تم نے کہہ دیا اور بھی کچھ کہنا ہے تو کہو' میں سن رہی ہوں۔" نظر اٹھائے بغیر بولتی وہ اسے مزید شرمندہ کرگئی۔

"زنائشہ......مجھ پر فرض ہے کہ میں دراج کا احترام کروں کیونکہ وہ تمہاری دوست ہے' مجھے یاد رکھنا چاہیے کہ دراج نے میری غیر موجودگی کے دور میں کس طرح تمہیں سنبھالا' تمہیں زندگی سے بیزار ہونے سے بچایا' احسان مند تو میں ہوں اس کا......تمہاری وجہ سے اس نے مجھ پر الزام لگائے......تو کوئی بات نہیں' تمہارے لیے تو میں وہ گناہ بھی اپنے سر لے سکتا ہوں جو میں نے کیا ہی نہیں' میرے دل میں اب دراج کے خلاف کچھ نہیں ہے' میں نے اسے معاف کردیا ہے۔"

"ہم واپس کب تک چلیں گے؟" وہ یک دم درمیان میں بولی تو وہ دنگ رہ گیا۔

"نہ میں کہیں جارہا ہوں نہ تم' تم جانتی ہو میں یہاں آنے کے لیے کتنا خوش تھا' اتنے کم وقت میں سارا انتظام کیا میں نے اور تم......کچھ غلط ہوا ہے تو برا بھلا کہو مجھے لیکن اس کے بعد اپنا موڈ ٹھیک کرو ورنہ میں گھر پر یہ اطلاع دینے والا ہوں کہ تم ہاسٹل سے اب صبح ہی واپس آؤ گی۔" عرش کے بہت سنجیدگی سے کہے گئے آخری جملے اس کی سانسیں روک گئے تھے' گنگ

بیٹھی وہ اسے دیکھتی رہی جو ہاتھوں سے اپنے بال سنوارتا کالج کی سمت جارہا تھا۔ جہاں رکتی گاڑی سے اترتے سامان کو دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ باربی کیو کا اہتمام شروع ہونے جارہا ہے' گہری ہوتی شام کے ساتھ سمندر کی طغیانی بڑھ رہی تھی' پیروں تک پہنچتی لہر نے اسے چونکایا تھا' کالج میں جاری سرگرمی سے نگاہ ہٹاتے ہوئے یک لخت دور ساحل پر رکی گرے گاڑی نے اس کی توجہ کھینچ لی تھی' اپنی تعاقب میں رہنے والی اس گاڑی کو دور سے بھی پہچاننے میں وہ غلطی نہیں کرسکتی تھی' عرش کی موجودگی میں اس گاڑی کا وہاں ہونا اسے انجانے خوف میں مبتلا کرگیا تھا' تیز قدموں سے کالج کے اندر جاتی وہ بخوبی عرش کی حیران نظریں خود پر محسوس کرچکی تھی۔

❁......❁......❁
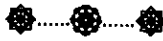
کاریڈور میں آتے ہی رجاب کے تاثرات بدلے تھے' نظر جھکائے تیز قدموں سے اس کے برابر سے نکلتے امام کے قدم اس کی پکار پرنا چاہتے ہوئے بھی رک گئے تھے۔

''سوری..... آپ کون؟'' گھبراہٹ بمشکل چھپائے وہ بولا۔

''حیرت ہے' تم مجھے نہیں پہچانتے۔'' عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ رجاب نے اسے دیکھا۔

''سحر بھابی کی شادی کے البم میں تم نظر نہ آتے تو بھی میں اس وقت تمہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کرسکتی تھی' احسان کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو مگر احسان ہوتا ہے' میں احسان اور احسان کرنے والوں کو ہمیشہ یاد رکھنے والوں میں سے ہوں' مگر تمہارے لیے میری یہ عادت شاید خوش آئند نہیں۔'' امام کا نروس ہونا بھی اس کی تیز نگاہوں سے چھپ نہیں سکا۔

''کم از کم تمہیں مجھ سے گھبرانے یا نظر چرانے کی ضرورت نہیں' بس ایک احسان اور کرنا کہ زبان بند رکھنا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس کے اور میرے درمیان میں مت آنا' ورنہ تم جانتے ہو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔'' پتہ نہیں وہ تاکید کررہی تھی یا دھمکا رہی تھی۔

''آپ اس کے ساتھ کیا کرنے والی ہیں۔'' امام کو اندازہ ہوگیا تھا کہ انجان بننا اب ناممکن ہے سو ہمت کرکے سوال کیا۔

''سب جان جاؤ گے عنقریب..... جو اس نے کیا وہ بھی تم نے دیکھا تھا۔ تم سے کچھ ڈھکا چھپا نہیں ہے۔'' وہ اطمینان سے بولی۔ ''امید ہے تم سے ملاقات ہوتی رہے گی امام..... لیکن اب انجان بن کر نہ کترانا' بار بار اپنی پہچان کروانا مجھے اچھا نہیں لگے گا۔'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہ آگے بڑھ گئی' خلاصی ہونے پر امام تیر کی طرح لفٹ کی سمت گیا۔ پارکنگ میں گاڑی لاک کرتے شقران کو نظر انداز کیے امام اپنی بائیک کی سمت بڑھا۔

''کیا ہوا؟'' امام تک پہنچنے میں اس نے دیر نہیں کی۔

''کیا ہونا ہے..... کاریڈور میں روک لیا اس نے مجھے' میں صاف کہہ رہا ہوں' مجھے اس معاملے سے الگ رکھو۔'' بگڑے تیوروں کے ساتھ بول کر وہ شقران کو مزید کوئی سوال کرنے کا موقع دیے بغیر بائیک اسٹارٹ کرچکا تھا۔

نیم وا گیٹ سے اندر داخل ہوتا وہ یک دم رکا' نظریں لاؤنج کے منظر پر ٹھہر گئی تھیں' وہاں کھڑی رجاب کی پشت گیٹ کی سمت تھی' جب کہ اس سے کچھ ہی فاصلے پر موجود ہنی گلاس ٹیبل پر چڑھنے کی کوشش میں بار بار ناکام ہورہی تھی' شقران کو رجاب کا یوں وہاں موجود ہونا اور اس طرح مستقل ہنی کی طرف متوجہ رہنا ایک عجیب سے خوف سے دوچار کرگیا تھا' عقب سے وہ اس کے ارادوں کو نہیں بھانپ سکتا تھا' بہت اچانک شقران کو احساس ہوا کہ رجاب کسی طور اس کے گھر کے کسی بھی فرد کے لیے بے ضرر ثابت نہیں ہوسکتی اور یہ بھی کہ اسے اذیت پہنچانے کے لیے وہ کسی حد تک بھی جاسکتی ہے۔ کاش اس رات امام اسے روکنے میں کامیاب ہوجاتا۔ ایک بار پھر وہ یہ سوچنے پر مجبور ہورہا تھا مگر وقت گزر چکا تھا' پچھتاوا کبھی گزرے زمانے کو واپس نہیں لاتا..... امام کو رجاب کے بارے میں آگاہ کرنا ضروری تھا تاکہ وہ ہوشیار رہے' اسے یقین تھا کہ یہ ممکن

ہی نہیں ہے رجاب' امام کو نہ پہچانے مگر وہ یہ امید بالکل نہیں رکھتا تھا کہ اس کی طرح امام کا چین سکون بھی ختم ہو جائے کیونکہ رجاب کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا لیکن پارکنگ میں امام کے تاثرات جاننے کے بعد کچھ بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا' گیٹ کی آڑ میں رکا وہ اس وقت تیزی سے اندر داخل ہوا جب اس نے رجاب کو اپنی جگہ سے حرکت کرتے دیکھا۔ ٹیبل پر چڑھنے میں کامیاب ہوتی ہنی کو نظر انداز کیے رجاب اب آگے بڑھتی ہال کی سمت جارہی تھی تیز مگر دبے قدموں کے ساتھ وہ اس کے تعاقب میں آیا' ہال میں کوئی نہ تھا' یقیناً سحر کچن میں تھیں مگر گہری خاموشی خطرے کے احساس کو بڑھا رہی تھی' بہت احتیاط سے اس نے کچن میں جھانکا اور اگلے ہی پل وہ سانس لینا بھول گیا۔ کاؤنٹر کے پاس موجود سحر یقیناً اس کی موجودگی سے قطعی بے خبر تھیں جوان کے عقب میں ٹیبل کے پاس کھڑی تھی' سبزیوں کی باسکٹ کے قریب رکھی تیز دھار چھری اٹھا کر وہ ایک قدم ہی سحر کی جانب بڑھی تھی کہ شقران سرعت سے کچن میں داخل ہو کر کچھ اس طرح سحر کو پکارا کہ ان کے ساتھ' ساتھ رجاب بھی بری طرح چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔

"توبہ ہے شقران...... اس طرح آواز دی ہے کہ دل ڈوب گیا میرا۔" سحر نے ناراضگی سے اسے ڈپٹا۔

"وہ...... گیٹ کھلا ہوا تھا اور لاؤنج میں ہنی کے علاوہ کوئی نہیں۔" وہ رجاب کی تیز چبھتی نظروں پر گڑبڑا کے اتنا ہی بول سکا۔

"امام گیٹ کھلا چھوڑ گیا ہوگا' ہمیشہ بغیر بتائے یونہی نکل جاتا ہے۔" سحر کے بتانے پر وہ مزید وہاں نہیں رکا' جب کہ سحر قریب آتی رجاب کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"وہ ٹھیک ہی پریشان نظر آرہے تھے مجھے بھی گیٹ کھلا ہوا ملا' حیران ہوتی یہاں آئی کہ ہنی کے سوا کوئی دکھائی کیوں نہیں دے رہا۔" رجاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"زنائشہ آج اپنی دوست کی طرف گئی ہوئی ہے اور بچے شہرام کے ساتھ ذرا باہر گئے ہیں' بس آتے ہی ہوں گے۔"

"آج شہرام بھائی جلدی آفس سے آگئے ہیں؟"

"ہاں ایسا ہی ہے اور یہ چھری کیوں پکڑی ہوئی ہے تم نے؟ سبزی تو میں بنا چکی ہوں۔"

"پھر تو میں نے دیر کردی۔" دھیرے سے ہنستے ہوئے اس نے چھری سحر کے حوالے کی۔

"تو آج ڈنر میں کیا ہے؟"

"بہت کچھ۔" کباب کی ٹکیہ تیزی سے بناتیں سحر بولیں۔

"رجاب...... یہ تم اتنی سادگی پسند کیوں ہو؟ تمہاری عمر کی لڑکیاں فیشن کرتی اچھی لگتی ہیں' یہی عمر تو ہوتی ہے۔" سحر کی بات پر وہ بس مسکرائی۔

"رجاب...... تمہارا کبھی کوئی ایکسیڈنٹ ہوا تھا یا کوئی حادثہ......؟" بالآخر آج سحر نے پوچھ ہی لیا۔

"جی ہاں آپ کا اندازہ ٹھیک ہے۔" وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"میں ہنی کو دیکھ لیتی ہوں آپ آرہی ہیں؟"

"ہاں' بس تمہارے لیے کباب فرائی کرکے آرہی ہوں' چائے بس ریڈی ہے۔" سحر کے کہنے پر وہ مزید کچن میں نہیں رکی' لاؤنج میں ہنی نظر نہیں آرہی تھی' ٹیرس پر آتے ہوئے اس نے ایک نگاہ سامنے والے ٹیرس پر ڈالی جہاں فون کال میں مصروف رجاء ادھر متوجہ نہیں تھی' رکے بغیر وہ تیز قدموں سے شقران کے کمرے کی سمت گئی اور نیم وا دروازہ دھکیلتی اندر داخل ہوگئی' پہلی نظر ہنی پر پڑی جو ڈریسنگ کی دراز کھولے بیٹھی تھی' دوسری نگاہ اس کی شقران پر گئی جو کمرے کے وسط میں کھڑا اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔

”مجھے کوئی حیرانی نہیں ہے‘ تم جن پستیوں میں گرے ہوئے ہو اس میں تمہاری سوچ بھی پست ہی ہوسکتی ہے تمہارے اردگرد موجود چہروں سے مجھے اتنی نفرت نہیں جتنا کہ تم سے ہے۔“ وہ زہرخند لہجے میں غرائی۔

”پشت پروار کرنا تم جیسے گھٹیا شخص کا وطیرہ ہوسکتا ہے مگر میرا نہیں...... مجھ سے پناہ تم اپنے لیے ڈھونڈو اپنے گھر والوں کی فکر نہ کرو ان میں سے کسی کو مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن صرف اسی ایک صورت میں کہ کوئی میرے اور تمہارے درمیان نہ آئے...... میں امام سمیت کسی کی بھی مداخلت برداشت نہیں کروں گی‘ یہ بات امام کو تم بھی سمجھا دینا۔“ سلگتے لہجے میں بات ختم کرتی وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔

”میں اپنا گناہ قبول کرتا ہوں‘ تمہاری سزا ملنے کا بھی منتظر ہوں۔ میں ہر اس شخص کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کروں گا جس کے سامنے تم مجھ سے اعتراف کرنے کا کہو گی۔“

”تمہارے کسی اعتراف سے مجھے سروکار نہیں...... اور میرے علاوہ کس کے سامنے اپنے گناہ کو قبول کرو گے؟ اپنے بھائی‘ بھابی کے سامنے...... تاکہ شرافت کا نمونہ بن کر تم ان کی سپورٹ حاصل کرسکو؟ پھر میرے گھر والوں کے سامنے اعتراف کرکے قیامت ڈھاؤ گے؟“ غصے میں تپتے چہرے کے ساتھ وہ بولی۔

”ہاں صرف اپنے گناہ کی سزا تم سے سننا چاہتا ہوں‘ تمہاری اجازت کے بغیر میں کسی کے سامنے کوئی اعتراف نہیں کروں گا۔“ اس سے نگاہ ملائے بغیر وہ بولا۔

”یہ تم اپنے ہی حق میں بہتر کرو گے‘ ورنہ میں اگر یہاں کسی کی نظر میں بھی مشکوک ہوگئی تو انجام کے ذمہ دار صرف تم ہو گے...... اور سزا پانے کی اتنی جلدی بھی کیا ہے‘ تباہی کے جس دہانے تک تم نے مجھے پہنچایا تھا وہاں تک اب تمہیں جانا ہوگا‘ مگر یہ سزا تو بہت معمولی ہے تمہارے لیے...... سزا سے پہلے تمہیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ یہ معصوم بھی کسی جانور کا شکار نہ بنے۔“ ہنی کی سمت اشارہ کرتی وہ خونخوار لہجے میں بولی اور پھر رکی نہیں‘ سناٹے میں گھرا وہ چند لمحوں تک دراز سے چیزیں نکال کر بکھیرتی ہنی کو دیکھتا رہا اور پھر یک دم اپنے ہاتھ میں موجود فون کا اسے خیال آیا۔

”میں نے سب سنا اس نے جو کچھ کہا۔“ رجاء کی ابھرتی آواز سنتا وہ تھکے تھکے انداز میں ڈریسنگ کے پاس بیٹھ گیا۔

”مجھے نہیں لگتا کہ اب مجھے یا تمہیں اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے بلکہ مجھے تو یقین ہو رہا ہے کہ تمہارے گھر کے کسی فرد کو کیا خود تمہیں بھی اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا‘ تمہارا کیا خیال ہے؟“

”اس بارے میں بعد میں بات کرتا ہوں۔“ دماغ ماؤف تھا سو رجاء کو ٹالتا وہ دوبارہ ہنی کی طرف متوجہ ہوگیا‘ اس کی معصوم حرکتیں دیکھتا وہ واقعی دعا کررہا تھا‘ اپنے گناہ کی سزا وہ جان سے عزیز تر ہستیوں کو جھیلتا دیکھنا چاہتا بھی نہیں تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب رجاب سے نگاہ نہیں چرانا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا ہے‘ وہ رجاب کے ہاتھوں مزید ذہنی طور پر تار تار نہیں ہونا چاہتا تھا‘ بس کچھ دن اور اس کے بعد رجاب اس کے لیے کوئی سزا منتخب نہ کرسکی تو وہ خود شہرام اور پھر راسب کے سامنے حقیقت بیان کردے گا۔

❁......❁......❁

کالج کے کشادہ اور صاف ستھرے بیڈروم میں اس وقت وہ موجود تھی‘ یہ غنیمت تھا کہ عرش اس کے پیچھے نہیں آیا تھا‘ فی الوقت وہ اس کا سامنا کرنے کے قابل نہیں تھی‘ عرش یہاں آتے ہوئے کتنا پرجوش تھا اسے اندازہ تھا سو اپنی طرف سے وہ اسے مایوس نہیں کرنا چاہ رہی تھی‘ بار بار آنکھیں واش کرنے کے باوجود جلن کم نہیں ہو رہی تھی‘ سچ تو یہ تھا کہ عرش سے شکوہ سننے کے بعد وہ خود سے ہی بری طرح مایوس اور بددل ہوگئی تھی‘ بعض اوقات خطاوار ہونے کے باوجود بار بار اپنی خطا قبول کرنا بہت شرمساری اور تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔ بیڈ کی بےشکن چادر پر کھلے پیکٹ سے برآمد ہوتے بہت خوب صورت

اور دلکش لباس نے اس کی سوگواری کو کسی حد تک کم کردیا تھا' تعریفی نظروں سے لباس کا جائزہ لیتے ہوئے اسے عرش کی پسند اور عمدہ ذوق کا اعتراف کرنا پڑا' عرش کی اس پہلی پہلی خواہش کے احترام میں اس کے لیے سجنا سنورنا سب سے اہم اور خوب صورت احساس تھا' اس کی نظروں سے ایک بار پھر دل تک اترنے اور حسین تر لگنے کی لگن میں اور کچھ یاد نہ رہا قد آدم آئینے میں تنقیدی نظروں سے اپنا جائزہ لے کر مطمئن ہوتی وہ پلش آن کا آخری ٹچ چہرے پردے رہی تھی جب دروازے پر ابھرتی قدموں کی آہٹ نے اس کی دھڑکنوں کو بڑھایا' جب کہ اسے دیکھ کر چونکتا عرش اس کے سجے سنورے انوکھے روپ سے نگاہ ہٹا سکا تھا نہ پلک جھپک سکا' زنائشہ نے بمشکل اپنی دھڑکنوں پر قابو پا کر مسکرانے کی کوشش کی۔

''اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو..... کیا میں اچھی نہیں لگ رہی؟'' سوال کرتی زنائشہ کی آواز گھٹ سی گئی جب اس نے عرش کو اپنی سمت بڑھتے دیکھا' شہد رنگ آنکھوں سے جھلکتی وارفتگی اور موجزن محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر خلوت کے خمار کو بڑھا رہا تھا' اس کے ناتواں وجود میں سکت ہی کہاں باقی رہی تھی کہ ان آنکھوں کی تاب لاتی..... بے اختیار وہ اپنا انگاروں کی طرح دہکتا چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی تھی یا پھر اسے ضبط کے ایک اور امتحان میں ڈال گئی تھی۔

تیروں میں کمان دار میرا گھیر لے جس کو
وہ جانے نہ پائے کبھی میداں سے نکل کر
ہم آپ فنا ہوگئے اے ہستی موہوم
جوں موج تبسم لب جاناں سے نکل کر
صورت کے تیرے سامنے رہ جائے ہے کیسے
ہر بت کی نگاہ دیدۂ حیران سے نکل کر
(مصحفی)

دھیرے سے اس کے ہاتھ گرفت میں لے کر عرش نے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹائے' اس کی حیا بار پلکیں جھکی ہی رہیں' سنہری آنکھوں سے پھوٹتی پُرحدت شعاعیں روح تک کو دہکا گئیں' اس کے رخسار گلابوں کی رنگت کو مات دے رہے تھے' اپنے آپ میں سمٹتی وہ اس وقت بے بس ہوگئی جب اس کے چہرے کو عرش نے یوں ہاتھوں میں بھرا تھا جیسے حقیقتاً وہ نازک اور خوش رنگ گلاب کا پھول ہو۔

''کاش میں لفظوں میں تمہیں بتا سکتا کہ میری آنکھیں تمہیں کیسا پاتی ہیں..... تمہیں حق ہے کہ تم بار بار مجھ سے یہ سوال کرو..... مجھ پر الزام ہے کہ میں تم سے عقیدت کے اظہار کا کوئی موقع نہ گنواؤں.....'' اس کا خوابناک لب و لہجہ اور حسن بیاں زنائشہ کے دل کی بہت گہرائی میں اترتا روح کو چھو گیا تھا' پیشانی پر ثبت ہوتی محبت کی مہکتی مہر کتنی پاکیزہ اور مقدس تھی' اس لمس کی جذبیت اور عقیدت اس کی آنکھوں کو جل تھل کرگئی تھی۔

''سنو..... بس یہ آخری بار ہے' اب اس کے بعد میں بھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھنا چاہتا' مجھے تم صرف مسکراتی اور خوش نظر آؤ گی' یہ میری خواہش بھی ہے اور تمہارے لیے میرا پہلا اور آخری حکم بھی۔'' پھیلتے کاجل سے مزید سیاہ بھنورا ہوتی آنکھوں میں جھانکتا وہ تاکید کررہا تھا۔

''آخری حکم کیوں؟'' زنائشہ کے سوال پر وہ اس کے آنسو پوروں میں سمیٹتا مسکرایا۔

''میری کیا مجال جو مزید کوئی حکم تمہیں سناؤں' مجھے تو اب ساری زندگی تمہارے احکامات کی تعمیل کرنی ہے' بس مجھ پر رحم کرکے میرے ایک اسی حکم پر عمل کرو یہی بہت ہے میرے لیے۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر وہ بھی مسکرادی۔

''ذرا دیکھو اور بتاؤ کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ کیسے لگتے ہیں؟'' عرش نے اس کا رخ آئینے کی سمت کیا۔

''نہیں' نہ میں دیکھوں گی نہ تم دیکھو گے' کہیں ہمیں ہماری ہی نظر نہ لگ جائے۔'' وہ فوراً انکار کرتی اسے بھی آئینے کے سامنے سے ہٹا گئی تھی۔

''لیکن میں تمہیں دیکھنے سے تو خود کو نہیں روک سکتا' میری نظروں کو کیسے باندھوں گی؟'' اس کے پُرشوخ لہجے پر وہ بے ساختہ ہنس دی۔

''عرش...... تم نے بھابی سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے تنگ نہیں کرو گے؟''

''مجھے کوئی وعدہ یاد نہیں' میں تو خوب دل لگا کر تمہیں تنگ کرنے والا ہوں۔'' اس کے قطعی انداز پر بامشکل ہنسی روکتے ہوئے زنائشہ نے ابرو چڑھائے۔

''اب رومانس کے درمیان غصہ یاد آ گیا تمہیں۔'' عرش نے خشمناک لہجے میں کہا۔

''مگر تمہیں یہ یاد نہیں کہ میں کب سے بھوکی ہوں' سچ میں بھوک سے دم خشک ہورہا ہے۔'' وہ جیسی مسمسی صورت بنائے بولی تو عرش نے دھیرے سے ہنستے ہوئے اسے ساتھ لگایا۔

''بس کچھ دیر رکو میں ٹیبل ریڈی کروا کے آتا ہوں۔'' عرش عجلت میں کہتا باہر چلا گیا جب کہ اس کے اوجھل ہوتے ہی وہ تیز قدموں سے ٹیرس کی طرف آئی' ادھورے چاند کی روشنی میں دور ساحل پر موجود گاڑی اب بھی اپنی جگہ موجود تھی' اس کا دل ڈوبنے لگا تھا اس ان دیکھی شخصیت کے خوف سے' اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ عرش کو سب بتادے گی کہ یہ گاڑی کب سے اس کے تعاقب میں ہے اور اس رقم کے بارے میں بھی بتادے گی کہ جو اسے ہاسٹل میں ملتی رہی تھی...... مگر اس وقت عرش کو یہ سب بتانا اسے مناسب نہیں لگا تھا۔ گلاس وال کے قریب موجود ٹیبل پر آرائشی کینڈل اسٹینڈ میں روشن کینڈلز نے ماحول کو کافی خوشگوار بنادیا تھا' اشتہا انگیز خوشبو نے اس کی بھوک کو مزید چمکا دیا تھا۔

''عرش...... مجھے شدید بھوک لگی ہے مگر میں قحط کی ماری نہیں...... اتنا سب میں کھاؤں گی؟'' حیرت کے ساتھ زنائشہ کو ہنسی بھی آئی اس پر جو کان بند کیے اس کی پلیٹ لبالب بھر رہا تھا۔

''گھبراؤ مت' یہ کھانا صرف تم نہیں کھاؤ گی بلکہ مجھے بھی کھلاؤ گی' چلو شروع ہوجاؤ۔'' وہ اس کے قریب آ بیٹھا۔

''ایک منٹ...... جو ضروری تھا وہ تو میں بھول ہی گیا......'' یک دم جانے عرش کو کیا یاد آیا۔

''کیا بھول گئے......؟'' زنائشہ حیرت سے اسے دیکھا جو ان سنی کرتا عجلت میں دوڑ گیا تھا' گہری سانس لیتی وہ عرش کے فون کی طرف متوجہ ہوئی' کانٹیکٹ لسٹ وہ بغور دیکھ رہی تھی' تب عرش کی آمد ہوئی۔

''رجاء سے بہت کانٹیکٹ ہیں تمہارے......'' اس کے بیٹھتے ہی وہ خفت سے بولتی یک دم رکی' عرش نے سرخ مخملی باکس اس کے سامنے کیا' جھلملاتے خوب صورت بناوٹ کے کنگن اس کی آنکھیں خیرہ کر گئے تھے' دنگ ہو کر اس نے سوالیہ نظروں سے عرش کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔

''میں بہت خوش ہوں تمہیں یہ تحفہ دیتے ہوئے' تمہیں یاد ہے میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہیں اپنی محبت سے خریدا گیا تحفہ دوں گا' مجھے جانے کب سے اس وقت کا انتظار تھا۔'' اس کے گمبھیر لہجے کو سنتی وہ کچھ بول نہ سکی مگر جذبے آنکھوں سے عیاں ہورہے تھے' بلاتوقف اس نے اپنے ہاتھ عرش کے سامنے کردیے۔

(ان شاءاللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)

❀

ڈاکٹر کے ساتھ

اقراء حفیظ

اب میں شادی سے پہلے اور بعد کی زندگی کا موازنہ کروں تو میزان کے دونوں پلڑے واضح اختلاف ظاہر کریں گے اور میری صحت کا بھاری بھرکم پلڑا بعد کا ہی ہوگا۔

''واقعی......'' میری زندگی میں اس لفظ کی قدرے بہتات ہوگئی۔ دراصل ہوا کچھ یوں تھا کہ جب سے محکمہ تعلیم میں بطور معلم سرکاری ملازم ہوا تو اماں ابا' دادی' چھوٹی بہن سمعیہ' آصف بھائی اور رانی بھابی کے ساتھ ساتھ بھتیجی ملیشا کو بھی میری شادی کی فکر ستانے لگی تھی۔

''بھلا کیوں بھئی اتنی جلدی بھی کیا ہے، ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟'' آخری سوال میں نے تھوڑا ہلکی آواز میں کیا کیونکہ سب جانتے تھے کہ میں تیس کا ہوگیا ہوں۔

''چاچو......آپ جلدی سے شادی کرلیں ناں مجھے اچھے اچھے کپڑے اور سینڈلز لینے ہیں اور پریوں جیسا تیار بھی ہونا ہے۔'' ملیشا تو بچی تھی اس لیے میری شادی کے متعلق اپنی وجہ اشتیاق بیان کردی۔

''بیٹا...... میں آپ کو اچھے کپڑے اور سینڈلز یوں ہی خرید دوں گا اس کا میری شادی سے کیا تعلق؟'' میں نے بچی کو بہلایا۔

''چاچو تعلق ہے ناں......میں نے تیار ہوکر آپ کے اور چاچی کے ساتھ تصویریں بھی تو بنانی ہیں۔'' بچی بڑی تیز نکلی' لیکن اب کی بار چھ سالہ ملیشا اپنی ماں (رانی بھابی) کی زبان بول رہی تھی۔ میں نے انہیں ملیشا کے کان میں سرگوشی کرتے دیکھ لیا تھا' خیر جیسے تیسے سب نے مجھے راضی کرہی لیا اور پھر چند ماہ بعد ایک خوب صورت سی صنف نازک کو میرا جیون ساتھی بنادیا۔ تب لگا کہ فیصلہ غلط نہیں تھا لیکن غلطی کا احساس اس وقت ہوا جب ایک سال کے لیے میرا تبادلہ دوسرے شہر ہوگیا۔ تبادلہ رکوانا مشکل نہیں ناممکن ہوگیا تھا' بایں ہمہ رہائش اور دیگر ضروریات زندگی کی مجبوریوں کے ایک سال تو کڑوا کرنا ہی تھا' اس لیے ایک کمرے کا مکان کرائے پر لیا۔ رہائش کا مسئلہ حل ہوگیا' پر کھانے وغیرہ کے لیے شہر کے ہوٹل اور ڈھابوں کا محتاج تھا پھر بھی گزر بسر باآسانی ہورہی تھی۔ شومئی قسمت جو تبادلے کے ایک مہینے بعد سمعیہ' رانی بھابی اور ملیشا چندروز کے لیے میرے ہاں آئیں اور اچھا خاصا جائزہ لینے کے بعد گھر جاکر میرے حالات زندگی کی کلفتوں کا سب کے سامنے خوب رونا رویا۔ دادی بھی ناں ہر مسئلے کا قطعی حل نکال کے چھوڑتی تھیں۔

''ارے......یہ کیا بات ہوئی جو ہمارا پوتا اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے ہوٹل سے کھانا کھائے اور دھوبی سے کپڑے دھلوائے۔'' دادی برتنوں کو بھول گئیں جو یہ غریب خود دھوتا' دراصل مسئلہ باہر والوں کے کام سے تھا میری اچھی خاصی تنخواہ جو کھا جاتے' دادی کو اس بات پر سب ہی داد دیتے رہ گئے اور پھر میری پانچ مہینے پرانی بیوی کو میری ہمراہی اور سیوا کے لیے بھیج دیا گیا۔ تب تک میں خوش تھا کہ اب ہوٹلوں کی بجائے بیگم کے ہاتھ کے لذیذ پکوان چکھنے کو ملیں گے۔ سنا تھا کہ بیگم کھانا بہت اچھا پکاتی ہیں اور سگھڑاپے کے قصیدے تو دادی نے فون پر ہی سناڈالے تھے۔

شام کا وقت تھا جب میں نے بس اسٹاپ سے اسے ریسیو کیا' ابو اور آصف بھائی اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بہت اصرار پر بھی نہ رکے' بھائی کی تو جاب تھی اور ابو کو گھر کے سوا کہیں نیند نہ آتی تھی' گھر پہنچ کر کچھ دیر ہمارے درمیان خاموشی کا سلسلہ رہا اور پھر حمائلہ کی نگاہیں کچن کی متلاشی ہوئیں۔

''کچن کہاں ہے؟'' اس ایک کمرے اور برآمدے کے آگے چھوٹے سے صحن میں رکھی دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھے وہ اِدھر اُدھر جھانک کر سوالیہ انداز میں گویا ہوئی۔

''کچن وہ ہے......'' میں نے کمرے کے ساتھ والی

کوٹھڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ جھٹ سے اٹھی اور کچن کی طرف لپکی۔ میں نے اس کا پیچھا کیا' کچن کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی اس نے عجیب سا منہ بنایا (یعنی حیرت کا اظہار کیا) اور پھر شیلف پر رکھی دو پلیٹوں اور ایک کپ کے ساتھ برتن دھونے کے سامان پر باری باری نگاہیں ڈالنے کے بعد مجھے بھی عجیب نظروں سے گھورنے لگی۔

''کیا ہوا؟'' میں گھورنا برداشت نہ کر پایا۔

''یہ کچن ہے؟'' ایک بار پھر اس نے چھوٹی سی چار دیواری پر نظریں گھما کر کہا۔

''ہاں کچن ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' میں اس کی غرض دریافت کو پس پشت ڈال کر کچن کے طبعی خدوخال پر بولا۔

''اچھا...... پہلی بار دیکھا ہے ایسا کچن جہاں نہ چولہا' نہ توا' نہ بیلن' نہ اناج نہ مسالے بلکہ کچھ ہے ہی نہیں یہاں۔'' وہ مجھے سنجیدہ ڈانٹ پلانے کی سعی کررہی تھی۔

''میڈم...... اتنی تعجب زدہ مت ہوں' آپ یہ جانتی ہیں ناں کہ آپ کے یہاں آنے کا مقصد اسے کچن بنانا ہے۔'' میں ذرا تکلف سے دھاک بٹھا گیا۔

''ہاں جانتی ہوں۔'' لیکن اگلی بات پر میں خود انگشت بدنداں رہ گیا کہ مسز کو کچن کا سارا سامان اسی پہر چاہیے۔

''کیا اس وقت تو ممکن نہیں رات ہونے کو ہے۔'' حالانکہ مغرب ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے۔

''کیا ہوا جو رات ہورہی ہے اتنے بڑے شہر میں رات کو سامان نہیں ملتا کیا؟'' حمائلہ بائیں گال پہ انگلی ٹکائے مجھے حاکمانہ طور پر گھورتے ہوئے بولی۔

''ملتا ہے پر اتنی جلدی بھی کیا ہے' ابھی تو آئی ہو آج آرام کرو میں باہر سے کھانا لے آؤں گا ہم کل جاکر بازار سے سارا سامان لے آئیں گے۔'' میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی لیکن وہ باہر کا گندا کھانا آپ ہی کھانا۔'' وہ کندھے اچکا کر بولی۔

''گندا کھانا...... تمہیں کس نے کہا؟''

''مجھے پتہ ہے یہ ہوٹلوں کا کھانا گندا ہی ہوتا ہے۔ میرے ایک رشتے کے ماموں کا بھی ہوٹل ہے' انہوں نے مجھے خود بتایا ہے کہ وہ کوکنگ سے پہلے ہاتھ بھی نہیں دھوتے' نہ برتن دھوتے ہیں نہ سبزی' دال' گوشت بلکہ ایسے ہی پکا کردیتے ہیں اور لوگ بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔'' وہ شوق کو لمبا کھینچ گئی۔

''اچھا اور کیا کیا بتایا تمہارے رشتے کے ماموں نے؟'' میں نے کچھ دلچسپی لیتے ہوئے استفسار کیا۔

''اور یہ کہ وہ روٹیاں پکانے کے لیے آٹا بھی پاؤں سے گوندھتے ہیں' دھوئے بغیر۔'' آخری دو الفاظ وہ خود سے لگا گئی۔

''وہ بھی کیسا کاروباری آدمی ہے جو اپنی خامیاں خود ہی لوگوں کو گنواتا ہے' خیر ایسے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں دنیا میں۔'' اسی سوچ کے ساتھ میں حمائلہ کی ان دل برا کرنے والی باتوں کا کچھ حامی ہوا جبکہ میں جانتا تھا کہ جس ریسٹوران سے میں کھانا کھاتا ہوں وہاں صفائی کا خاص

خیال رکھا جاتا ہے۔اب وہ سامان لانے کی ٹھان چکی تھی تو میں کیا عذر پیش کرتا چاروناچار اسے بازار لے گیا اور ہم بطور ایمرجنسی کچھ ضروری سامان لے آئے۔

''اب سارا کام آپ مجھ پہ چھوڑ دیں۔'' وہ روایتی بیویوں کی طرح مجھے مطمئن کرنے کی غرض سے بولی۔ مجھے لگتا تھا بلکہ پکا یقین تھا کہ ایک رات میں وہ صرف کچن سیٹ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرسکے گی لیکن رات کے دس بجے اس نے میرا یقین توڑ ہی دیا۔ سادہ سے دال چاول ہم دونوں نے باہم بیٹھ کر تناول کیے واقعی اس کے ہاتھ میں ذائقہ تھا۔ رات جیسے تیسے گزری صبح کا آغاز حسب معمول ہوا ناشتہ باہر ہی سے کرنا پڑا کیونکہ بیگم کے مطابق ناشتے کا سامان تو تھا ہی نہیں۔ خیر وقت جوں جوں گزرتا گیا معمولات میں کافی فرق آ گیا...... پر حمائلہ کی تمام قابل تحسین خوبیوں میں سے ایک اس برائی نے مجھے کچھ حد تک اس سے بیزار کردیا تھا۔

''یار حمائلہ...... تمہیں کسی بڑے بزرگ نے سکھایا نہیں کہ مرد کے دل کا راستہ اس کے معدے سے ہو کر گزرتا ہے۔'' ایک دن میں نے اکتا کر دانستہ کہا تو وہ مسکرا کے بولی۔

''سکھایا ہے ناں تب ہی تو اتنا خیال رکھتی ہوں' آپ کا اگر معدہ درست رہے گا تو ہی دل کے امراض سے بچے رہیں گے ناں۔'' اس طبیبہ سے کون جیت سکتا ہے؟ یہ کہتے ہوئے میں نے بات کا رخ پھیرا اور نہ لیکچرار کی ڈگری بھی لے رکھی تھی میڈم نے۔ اب مجھے یوں لگتا کہ حمائلہ کی آمد میرے لیے سہولت اور لطف کی بجائے بدمزگی کا باعث ہوئی ہے۔ کہاں وہ ہوٹل کے مرچ مصالحے دار پکوان' وہ چکن روسٹ' بریانی' کباب' فش فرائی اور کہاں یہ زوجہ کے ہاتھوں کے دیسی کھانے دال' سبزی کے علاوہ چکن تو کھانوں کی لسٹ سے آؤٹ ہی ہوگیا' کہتیں...... اس پینتالیس دن کے چوزے میں بھلا کیا طاقت...... اس سے زیادہ غذائیت تو ماش کی دال میں ہے۔'' (ابلی ہوئی' میں زیر لب بولا) اب بھلا طاقت سے واسطہ کس کو تھا مجھے تو زبان کا سواد چاہیے تھا پھر بھی میں اس کی بظاہر اس خامی پر کمپرومائز کرتے ہوئے منہ کے زاویے بناتا کھا ہی لیتا اور کیونکر نہ کھاتا' ایک انکار پہ سینکڑوں لیکچر جو سننے کو ملتے۔ دوسری اچھی بات یہ تھی کہ اس کے علاوہ وہ بھی میری کسی بات کا انکار نہ کرتی' پر کھانے کے معاملے میں بہت محتاط تھی اس طرح پلڑا اسی کا بھاری تھا۔

ایک دن اسکول سے واپسی پر گاڑی میں بیٹھے مجھے اس عورت کی بات نے کچھ الجھایا' وہ کسی دوسری عورت سے اپنے بیٹے کے متعلق دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔

''ہائے ذکیہ' میرا بیٹا تو شادی کے بعد زن مرید ہوگیا زن مرید...... پہلے کہتا تھا کہ اماں تمہارے ہاتھ کا سا ذائقہ پوری دنیا میں کسی کے ہاتھ میں نہیں اب بیوی کے ہاتھ کے کھانے کے سوا کچھ اچھا ہی نہیں لگتا۔ میں کتنا ہی اچھا پکا دوں سو سو کیڑے نکالے گا اور اس ڈائن کے ہاتھ کا ابلا کھانا بھی مزے لے لے کر کھائے گا۔ مت ماری گئی میری ذکیہ...... کیا زن مرید؟'' مجھے خود میں اس لفظ کی ہلکی سی جھلک محسوس ہوئی لیکن میں نے کبھی حمائلہ کے کھانے کی تعریف نہیں کی بس پیٹ بھرنے کو کھالیا۔

''میں نے نہیں کھانا' یہ ہٹاؤ یہ پھیکا پانی۔'' اس عورت کی بات کا کچھ زیادہ ہی اثر لے لیا تھا اس لیے آج دستر خوان پر کدو کا سالن دیکھ کر میں جھلایا۔

''نہیں یہ بہت مزے کا ہے آپ چکھ کے تو دیکھیں۔'' میرے عتاب پر وہ کچھ دب سی گئی۔

''نہیں......'' میں نے اپنا سکہ چلتے دیکھا تو غصہ کیا۔

''اس وقت کھالیں رات کو کچھ اور پکا دوں گی۔'' وہ کچھ بیچارگی سے بولی تو مجھے رحم آیا۔

''نہیں تو نہیں۔'' میں نے رعب تھوڑا کم کر کے کہا۔

''پلیز اس وقت کھالیں' دیکھیں میری بات مان جائیں ناں۔'' وہ منت سماجت کرنے لگی۔

''کیوں مان جاؤں میں کوئی زن مرید تھوڑی ہوں۔'' اس جملے پر میں خود بھی تھوڑا بوکھلا گیا۔ بے موقع زن مرید کا لفظ استعمال کر گیا وہ اچانک ہنس پڑی۔ اسے ہنستے تو شاید

میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔

"زن مرید۔" وہ اچنبھے سے ہنستے ہوئے میرا لفظ دہرا گئی جو یقیناً اس نے میری زبان سے پہلی بار سنا تھا۔ "یہ لفظ کہاں سے سنا آپ نے؟" وہ مجھ سے یوں پوچھنے لگی گویا کہ کسی بچے کے منہ سے نئی بات سننے کو ملی ہو۔

اسے پتا چل گیا کہ میں کہیں سے سن کے آیا ہوں' بڑی تیز ہے یار' کھالے شہیر بیٹا اس سے نہیں جیت سکتا تو۔" یہی سوچتے ہوئے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر میں نے روٹی کا نوالہ توڑا۔

"آہ...... کیا کیا بتاؤں؟ اس جلاد نے تو آ کر میری مکمل ڈائٹ ہی بدل ڈالی۔ کھانے کی بات رہی سو رہی میرا تین وقت چائے پینا بھی بند ہوگیا۔ وہ اس طرح کہ ایک کی رات چائے ختم ہوگئی تھی اس لیے بغیر چائے پیے سونا پڑا' اگلی رات جب چائے مانگی تو مادام نے صاف انکار کردیا۔

"نہیں ملے گی چائے۔" وہ کہہ کر ذرا دیر خاموش ہوئی' میرے جواب کی منتظر تھی شاید۔

"کیوں نہیں ملے گی؟ اب یہ ظلم مت کیجیے۔" میں نے بے ساختہ ہاتھ جوڑے۔

"میں آپ پر ظلم نہیں کررہی بلکہ آپ کو اس ظلم سے بچا رہی ہوں جو آپ خود پر کررہے ہیں۔"

"وہ کیسے؟" اس کا جواب شطرنج کی بساط تھا اور کیا سوال کرتا؟

"وہ ایسے کہ میں نے کل نوٹ کیا کہ چائے کے بغیر آپ کو نیند نہیں آرہی تھی میں سمجھ گئی......" بات سو فیصد درست تھی پر جواب تو پورا دیتیں۔

"کیا سمجھی؟" میں نے اکتا کر پوچھا۔

"یہی کہ آپ کو چائے کا نشہ ہوگیا ہے' بس میں نے فیصلہ کرلیا کہ آپ کا یہ نشہ چھڑوادوں گی۔" وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بولی۔

"یعنی تم چاہتی ہو کہ میں روزانہ چین سے نہ سو سکوں۔" میں سٹپٹا کر بولا۔ وہ لب بھینچ گئی۔

"نہیں میں ایسا نہیں چاہتی' ایک دو دن پریشانی ہوگی پھر خود ہی عادت چھوٹ جائے گی۔" وہ مجھے تسلی دینے کی کوشش کررہی تھی گویا یہ بہت آسان ہو اور واقعی پھر ایسا ہی ہوا اس نے رات کے بعد اب دن کی چائے بھی چھڑوا دی۔ پھر ایک اور ظلم مظالم کی فہرست میں شامل ہوا جب اس نے وہ چائنیز بھی کھانوں کی لسٹ سے آؤٹ کردیے جو مہینے میں دو تین بار ذائقہ بدلنے کو پکادیتی تھی۔ ایک دن تو حد ہی کردی' چقندر کا سالن رات کی روٹی کے ساتھ پیش کردیا۔ اس دن میں نے فاقہ کیا پر ظالم کو رحم نہ آیا کہ رات ہی کو کچھ چٹپٹا بنادیتی۔

"بھوک بری چیز ہے۔" لوگ کہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں اچھی ہی شے ہے کہ رات کو وہی ترکاری میں نے بہت مزے سے کھالی۔

ہائے رے سفاک عورت...... کیا کیا ستم نہیں ڈھائے مجھ مظلوم مسکین پر پورے چار مہینے...... اب رمضان آ گیا...... سحری میں مجھے خوب مرچ مسالے دار چیزیں پسند تھیں مگر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ پہلی سحری میں دیسی گھی اور شکر جیسی سوغاتیں ملیں جو میں نے چاروناچار کھالیں۔ پہلی بار ایسا کچھ کھایا تھا تو جی متلانے لگا اور پھر تو میں نے ایسے ایسے ڈرامے کیے کہ وہ گھبرا گئی اور اگلے دن سے حلوہ پوری' پراٹھا' آملیٹ سب مل جاتا مگر دودھ کا شربت ایک خوشگوار اضافہ تھا' دن کو جب اس نے مجھے افطاری کے سامان کی لسٹ دی تو کچھ چیزیں مجھے سمجھ نہ آئیں' کچھ کا میں نے محض نام سنا تھا اور کچھ پہلی بار...... سامان کے ساتھ کولڈ ڈرنک (سافٹ ڈرنک) بھی لے آیا کہ اس کے بغیر تو افطاری ادھوری ہوتی تھی۔

"ارے یہ کیوں لائے؟" اضافی شے اس سے برداشت نہ ہوئی۔

"اب واپس تو نہیں ہوگی۔" میں نے بہانہ بنانے کی بجائے حتمی حل نکالا وہ بھی خاموش رہی...... واقعی افطاری مزے دار تھی' کم مرچ مسالے والے پکوڑے پودینے کی چٹنی کے ساتھ ذائقہ بحال کرگئے لیکن کولڈ ڈرنک کو میری

نظروں کے سامنے ہوتے ہوئے بھی ہاتھ نہ لگانے دیا۔ آنکھ بچا کر ہاتھ لگاتا تو تاڑ جاتی اور یہی کہتی۔
"نقصان دہ ہے مت پئیں۔" متبادل میں کیا پلایا جو اور گڑ کا شربت پہلی بار پیا تھا پر مزہ آیا۔ مغرب کی نماز کے بعد کچھ دیر چھت پہ ٹہل لیا۔ اتنی دیر میں عشاء کی اذان ہوگئی۔
"اچھا اب نماز کو جائیں۔" وہ مجھے حکم دیتے ہوئے نہایت بے تکلف ہوئی۔ تراویح پڑھ کر واپس آیا تو وہ ابھی جائے نماز پر بیٹھی کوئی لمبی چوڑی دعا کررہی تھی۔ میں آتے ہی دھڑام سے پلنگ پر گرا۔
"اف یار تھک گیا۔" میں نے یوں کہا تو اس نے غصب ناکی سے مجھے دیکھا جس کا جواب میں نے مسکراہٹ سے دیا کیونکہ کل اسی بات پر اس نے مجھے کہا تھا۔
"تراویح پڑھنے سے کوئی نہیں تھکتا مزہ آتا ہے۔"
"تم تو ہو ہی مشین سارے کام کرکے بھی نہیں تھکتی۔" سحری کے وقت جب میں کچن میں آیا تو اس کے ہاتھوں میں گندھے آٹے کے پیڑے سمائے ہوئے تھے۔ وہ اپنے کام میں مگن تھی کہ میری طرف دھیان نہیں دیا' میں نے بھرپور دھیان دیا۔ آہستگی سے ہوتی ہونٹوں کی جنبش کچھ چبائے جانے کا پتہ دے رہی تھی لیکن وہ کیا کھارہی تھی؟ میں نے پوچھ ہی لیا۔
"میڈیسن۔" وہ سر جھٹک کر بولی۔
"میڈیسن؟" میں نے اس کا جواب سوالیہ انداز میں دہرایا۔
"کیسی میڈیسن میرا مطلب کس چیز کی، کس مرض کی؟" وہ خاموش رہی تو اسی خاموشی میں' میں نے اگلا سوال کیا۔
"تم بھی میڈیسنز کھاتی ہو اچھی بھلی تو ہو پھر بھی۔" میں نے دانستاً پوچھا تو اس نے مجھے دیکھا۔
"ہاں کھاتی ہوں تبھی تو اچھی بھلی ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مجھے مکمل حیران کیا۔
"کیسی میڈیسنز؟" میں نے پرانا سوال دہرایا مگر نسبتاً زور دے کر۔
"تم کھاؤ گے؟" سوال پر سوال آیا۔
"میں ٹھیک ہوں' میں کیوں کھاؤں گا؟"
"یہ میڈیسنز ٹھیک لوگ بھی کھا سکتے ہیں۔" وہ پیچھے مڑی اور شاپر سے کچھ نکال کر میرے سامنے کیا۔
"لو......" میں ساکت رہا تو پیشکش دہرائی۔ یہ تین عدد کھجوریں تھیں جنہیں میں اس کی نازک ہتھیلی پر چند سیکنڈ تکتا رہا۔
"تم ہی کھاؤ مجھے اچھی نہیں لگتیں۔" میں نے پیشکش رد کردی۔
"میڈیسنز کوئی اچھی لگنے کو کھاتا ہے؟" اس نے تبسم زدہ لبوں سے یہ جملہ ادا کیا تو میں اس کے ساتھ بیتائے گزشتہ دنوں میں چلا گیا جب وہ ہر شے کے اوصاف گن گن کے مجھے زبردستی کھلاتی اب میں چونکا۔
"یعنی تم پچھلے چار مہینے سے میڈیسنز کھلا رہی تھیں۔"
"اف......" اس نے مسکراتے ہوئے اپنا ماتھا تھپکا اور وہ میری طرف میڈیسنز بڑھا کر بولی۔
"یہ پکڑو اور مجھے کام کرنے دو۔" میں اسے بھلا کب روک رہا تھا۔ بیگم کا حکم سر آنکھوں پر سجائے میں نے وہ تین عدد کھجوریں اس کے ہاتھ سے لیں اور منہ کی جانب بڑھانے ہی لگا تھا کہ "دھو کے کھاؤ۔" اس نے نل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا میں حکم کی تعمیل کرنے لگا۔
"ویسے کھجور بھی نا کیا کمال کی چیز ہے' اتنی مزیدار' اس کا شیریں ذائقہ وحلاوت کے تو کیا ہی کہنے اتنا لذیذ پھل کوئی اور ہو نہیں سکتا۔" حمائلہ روٹی بیلتے ہوئے کھجور کے اوصاف گنے لگی اپنی زبان پر میں ویسا ہی محسوس کرنے لگا۔
"واقعی......!" ہر بات کا یہی جواب تھا۔ کھجور سے مجھے خاصا فائدہ پہنچا۔ پورا رمضان میں نے یہ عمل کیا' سچ میں ان چھوٹے دانوں میں بڑی غذائیت ہے...... اتنا دقیق فائدہ کہ اب مجھے تراویح پڑھنے میں تھکن نہ ہوتی...... یہ رمضان تو بہت خاص تھا...... میں اس کے

رنگ میں رنگتا چلا گیا۔ سحری وافطاری بھی اس جیسی کرنے لگا اور پانچ وقت نماز عشاء میں تراویح اور آغاز دن پر تلاوت قرآن پاک کی میری اچھی روٹین بن گئی۔ یہ رحمت بھرے دن کیسے گزر گئے پتہ بھی نہ چلا۔

☆......☆......☆

آج چاند رات تھی میں اس کی نہ نہ کے باوجود اسے زبردستی بازار لے گیا اور شاپنگ کروائی' گھر لوٹ کر اس نے کپڑے استری کیے اور سامان پیک کیا کیونکہ ہمیں علی الصبح گھر جانا تھا (عید منانے کے لیے) اور عید کی نماز وہیں ادا کرنی تھی۔

حمائلہ کام میں مصروف تھی جبکہ میں بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھے چند مہینوں کو ازبر کررہا تھا جب وہ آئی تھی تو اس نے میرے کھانے پینے میں تبدیلی اور روک ٹوک سے میرا جینا محال کردیا تھا' میری زبان تیکھے' نمکین اور چٹ پٹے ذائقے چکھنے کو ترس گئی تھی۔ میرا ذہن اس کے بے نام تشدد کا قائل ہوچکا تھا' کبھی کبھی میں سوچتا کہ اس کی اتنی زبردستی کے باوجود میں زیر کیوں ہوتا چلا گیا؟ میں اتنا مجبور تو نہیں تھا کہ اسے جواب نہ دیتا۔ اسے ڈانٹ کر اس کے احکام سے روگردانی کرتا' ایسا نہیں کہ میں مجبور یا کمزور تھا میں اسے منع کرتا بھی تو کیسے؟ وہ مجھے اچھی لگتی تھی' اس کا کڑوا کسیلا حکم میرے لیے نقصان دہ نہیں بلکہ بھلائی کا الٹی میٹم تھا۔ وہ مجھے دل ودماغ کے امراض سے بچانے کے لیے جان کھپا دینے والی طبیبہ بنی بیٹھی تھی۔ اب میں بچہ تو نہیں تھا کہ اس کی اس فلاحی کاوش کو سمجھ نہ پاتا' ہاں میری زبان کے ٹیسٹ بڈز جو ہوٹلوں کے مصالحے دار کھانے کھا کھا کر جل چکے تھے وہ مجھے ایک اصل لذیذ ذائقہ نہ دے پاتے میری حس ذائقہ کمزور ہوچکی تھی جسے دوبارہ طاقت ور حمائلہ نے بنایا۔ میری سوچ میں یہ مثبت تبدیلی اس وقت آئی جب ایک روز اسٹاف روم میں شادی کے موضوع پر اساتذہ کے مابین مباحثہ چھڑ گیا۔ خلیل نے میری صحت کا حوالہ دیتے ہوئے استہزائیہ انداز میں شادی کے حق میں دلیل دے دی۔

''اب اس شہیر کو ہی دیکھ لیجیے' سومرو صاحب' شادی سے قبل کیسا مفلوک الحال تھا اور اب دیکھیے شادی کے بعد ایسا تگڑا ہوا کہ میں تو حیران ہوں۔''

خلیل کی بات کی وضاحت لینے میں نے خود کو آئینے میں چند منٹ بڑی غور سے دیکھا تو واقعی یہ لفظ خود ساختہ نکلا۔ اسی دن میں نے اپنی حمائلہ کی آمد سے پہلے اور بعد کی زندگی کا موازنہ کیا تو مجھے اپنے وجود میں ایسے مثبت تغیر نظر آئے کہ میں تو حیران رہ گیا کیونکہ محض طبعی نہیں بلکہ میرے اندر کردار وتشخص کی خوبیاں بھی مزید بڑھ گئی تھیں۔ حمائلہ اب کپڑوں کو ہینگر میں لگا کر سیٹ کیس میں رکھنے کے بعد میرے پاس آبیٹھی۔

''حمائلہ تم نے میری زندگی بدل دی۔'' میں سنجیدہ تو تھا اس کا چہرہ بھی سپاٹ تھا۔

''پتہ ہے تم نے مجھے کیا سکھایا؟ یہی کہ تندرستی ہزار نعمت ہے' تندرست ہو تو ہی من بھی درست ہوتا ہے' جیسے صحت مند جسم میں صحت مند دماغ ہوتا ہے اسی طرح صحت مند دماغ میں مثبت سوچیں ہوتی ہیں' ایک عقیدہ ہوتا ہے اور ایک رغبت اللہ تعالیٰ کی طرف......'' میرے الفاظ ختم ہوئے تو اس نے اثبات میں سرہلا دیا۔

اب زیست کے لمحے خوشیوں کے ڈگر پر رواں دواں ہیں مگر یہ بات کبھی نہیں بھولتا کہ ''تندرست ہی من درست ہوتا ہے۔''

حصہ 4

محبت گزیدہ

قرۃ العین سکندر

گزشتہ قسط کا خلاصہ

نکاح کے بعد ریحان اور زیبا بے حد آسودہ و مطمئن نظر آتے ہیں' لیکن ذکیہ آپا کو جب زیبا اور ریحان کے نکاح کی خبر ملتی ہے تو وہ خوب واویلا مچاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی سسرال میں بھی ہنگامہ کھڑا کر دیتی ہیں اور شوہر سے لڑ جھگڑ کر میکے کا رخ کرتی ہیں۔ یہاں فائزہ بیگم ذکیہ کو سمجھانے میں ناکام رہتی ہیں۔ ریحان شادی کے انتظامات کے سلسلے میں زیبا کے گھر آتا ہے تو وہاں کرن کی باتوں سے بدگمان ہو جاتا ہے کہ زیبا شہیر سے محبت کرتی تھی مگر گھر والوں کے ہاتھوں مجبور ہے' دوسری طرف شہیر کا ایکسیڈنٹ بھی ان باتوں کی تصدیق کر دیتا ہے۔ ریحان' زیبا کی طرف سے بدگمان ہو کر اپنی نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور زیبا کو اپنے تمام خواب بکھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ چودھری حشمت کے آدمی زاہد کو مار کر کھیتوں میں پھینک دیتے ہیں۔ بشیراں اپنے بیٹے کی موت کا ذمہ دار رانو کو ٹھہراتی ہے' جس کی محبت نے اس کے بیٹے کو ابدی نیند سلا دیا تھا' ایسے میں طارق اپنے آدمیوں کے ساتھ رانو کے گھر پہنچ کر اس سے زبردستی نکاح کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اپنی محبت کھو دینے کے بعد رانو بھائی کی جان بچانے کے خاطر چپ چاپ طارق کی زندگی میں شامل ہو جاتی ہے۔ زریاب گاؤں کے حالات سے مایوس ہو کر شہر لوٹ آتا ہے۔ یہاں اسے اپنی بہن رانو کا خط ملتا ہے جس میں اپنی بے گناہی کے اعتراف کے ساتھ ماں باپ کے خیال کی تاکید ہوتی ہے۔ ایسے میں زریاب کو زویا کا خیال آتا ہے۔ جلد از جلد وہ اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ زیبا کے لیے جہاں ریحان کا بدلا رویہ تکلیف دہ ہوتا ہے وہیں ذکیہ آپا کی ناگوار باتیں الجھن میں مبتلا کیے رکھتی ہیں۔ ایسے میں گھر والوں کی آمد پر ریحان زویا کے سامنے شہیر اور زیبا کی محبت کا تذکرہ کرتے اپنے رویے کی بدصورتی کی وجہ بتاتا ہے۔ زویا اپنے طور اسے تمام حقائق بتا کر اس کی غلط فہمی دور کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ جس پر ریحان بے حد شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ واپسی کے سفر میں موسم کی خرابی کی بنا پر گاڑی کے ساتھ حادثہ پیش آ جاتا ہے۔ جوان کی زندگی کی خوشیوں کو نگل جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁......☆......❁
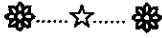
یقیناً گاڑی کو حادثہ پیش آ چکا تھا۔ سب کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور سب ہی دعا گو تھے اپنے پیاروں کی سلامتی کے لیے...... سلمٰی بیگم کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا کہ اب وہ کوئی دل شکن لحہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ شہیر نے کار روکی اور سامنے ہی آگ کے بھڑکتے الاؤ میں نجانے کیسے کیسے ان کے پیارے جھلس رہے تھے۔ پھر آنسہ پھوپو اور سلمٰی بیگم کی دل خراش آہ و بکا سے زمین و آسمان لرز اٹھنے لگے تھے۔ وہ اس جلتی ہوئی آگ میں گھس جانا چاہتی تھیں مگر بہ مشکل بلال صاحب نے روکا اور ان کو وہیں روک کر وہ اور شہیر آگے بڑھے تھے۔ تب تک سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

ہنستا بستا ایک گلشن اجڑ گیا تھا' سب کے دل خون کے آنسو رو رہے تھے سب سے زیادہ دکھی تو وہ خود تھی جس کے اپنے پیارے سب ہی کھو گئے تھے۔ اس کا ذہنی توازن جیسے خراب سا ہو رہا تھا' سب چیزیں آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھیں پھر وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

❁......☆......❁

گھر میں عجیب سی سوگواری بسی ہوئی تھی۔ سب لوگ اہل خانہ سے اظہار تعزیت کر رہے تھے اور وہ جو بالکل ہی تنہا اور یتیم ہو گئی تھی اس سے کوئی لفظ کہنا بھی جان جوکھم کا کام تھا۔ رو رو کر اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو چکی تھیں' کبھی

چھوٹا بھائی یاد آتا' کبھی ماں کی مامتا بھری ڈانٹ کی بازگشت سنائی دیتی تو کبھی اپنے بابا کا پیار بھرا تھپکی کا انداز یاد آجاتا تھا۔ اس کا تو سب کچھ چھن گیا تھا' ایسے میں اسے اس مجمع میں وہ دکھائی دیا تھا پھر آگے بڑھ کر اس کے پاس آیا۔ ساتھ میں اس کی دیرینہ یونیورسٹی کی دوست بھی تھی۔ وہ یک ٹک زریاب کو دیکھ رہی تھی۔ جو دکھ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''زویا خود کو اکیلا مت سمجھنا میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں' تمہارا اپنا' میں جانتا ہوں تمہارا کرب' دکھ بہت بڑا ہے' تم جس اذیت سے گزر رہی ہو میں اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہوں مگر میں بہت جلد تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا' اپنے نام کے ساتھ منسوب کر کے۔'' وہ بہت یقین اور مان سے بول رہا تھا اور وہ گھٹنوں میں سر دیئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

واقعی اس کی ڈھارس نے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔ اس کی تشفی اس کے لیے بہت اہم اور معنی رکھتی تھی۔ آنسہ پھوپو تیز نگاہوں سے اس وقت اس کو دیکھ رہی تھیں' ان کا تو غصے سے برا حال تھا' یہی شخص تھا جس کی وجہ سے اس نے شہیر کو رد کیا تھا اور اس وقت وہ سامنے ہی کھڑا تھا۔

''جانتی ہو تم اتنے دن نہیں آئی تو میں بے حد پریشان تھا' پھر مجھے معلوم ہوا کہ تم شادی میں شریک ہونے دوسرے شہر گئی ہو اور اب معلوم ہوا کہ یہ حادثہ ہو گیا' میرا دل تمہارے لیے بے حد متفکر تھا' میں بتا نہیں سکتا کہ یہ سانحہ گزرا تمہارے وجود پر مگر روح میری گھائل ہوئی ہے۔'' وہ بے حد تاسف سے کہہ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اس کی اندرونی کیفیت کا غماز تھا کہ وہ ہو بہو جو کہہ رہا ہے وہ لفظ بہ لفظ سچ تھے۔

''جانتی ہو اب میں بالکل تنہا ہو گئی ہوں۔ بابا جان کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئی ہوں اور ساتھ ہی مامتا سے لبریز وجود نہیں رہا ہے' میرا بھائی میرا غم خوار نہیں رہا ہے' میرا تو سارا کنبہ ہی نہیں رہا۔'' وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار رو دی' ٹوٹ رہی تھی' بکھر رہی تھی۔

''میں بنوں گا تمہارا اپنا' تمہارا کنبہ' اس مشکل وقت کو گزر جانے دو' میرا یقین رکھو' اب میں چلتا ہوں۔ میں دوبارہ آؤں گا' بہت جلد ہی۔ اس وقت تک میرا انتظار کرنا اور کبھی بھی خود کو اکیلا محسوس نہ کرنا میں تمہارے ساتھ ہوں' یہ میرا کارڈ رکھ لو جب چاہو مجھے آواز دے دینا۔'' زریاب نے ایک وزیٹنگ کارڈ اسے تھمایا۔

''ہاں مجھے بہت افسوس ہے کہ اس حادثے کی وجہ سے تم اپنے ایگزام نہیں دے پائیں لیکن میں جانتا ہوں کہ تم جس کرب سے دوچار ہو اور جس امتحان سے گزر رہی ہو وہ ہر امتحان سے زیادہ سخت اور مشکل ہے۔'' اس نے دل گرفتگی سے کہا اور پھر امید کی ڈور تھما کر چلا گیا تھا۔

❁ ......☆...... ❁
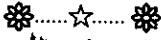
''کیا بات ہے اتنی اداس کیوں بیٹھی ہو؟'' زہرہ بیگم نے پوچھا تو وہ بری طرح چونکی۔ اس کی سوچوں کا محور اس کے گھر والے تھے' بابا جان' ماں اور خود اس کا شیر جوان بذریاب بھائی تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس کا خط ضرور اب تک زریاب کو مل گیا ہوگا مگر اس نے ملازمین سے معلوم کروایا تھا کہ ابھی تک اس کا بھائی شہر میں ہی ہے' واپس نہیں لوٹ کر آیا' اس کے اندازے کے مطابق ایک مہینہ سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا اور اب تک تو اس نے اپنے امتحان بھی دے دیئے ہوں گے' پھر نجانے کیوں وہ پلٹ کر نہیں آیا' وہ اب طارق کے دی ہوئی رقم جھٹک نہیں سکی تھی کیونکہ اگرچہ اسے پہننے اوڑھنے کا کوئی بھی شوق باقی نہیں رہا تھا' کوئی بھی زندوں والی خوبی اس میں باقی نہ رہی تھی مگر وہ اب یہ رقم اس لیے سنبھال کر سینت سینت کر رکھ لیتی تھی کہ یہ اس کے پیاروں کی پل پل کی خیر لانے میں ان کی خبر گیری میں معاون و مددگار ثابت ہوئی تھی۔

یہ نوٹ ہی تھے جن کی لالچ میں ملازمہ اسے ساری بات من و عن معلوم کر کے دے جاتی تھی۔ نوری اس کی وفادار ملازمہ تھی' اس نے اسے یہاں کے حالات سے کسی حد تک معلومات فراہم کر دی تھیں' نوری کے مطابق طارق کی شادی پہلے بھی دو بار ہو چکی تھی' پہلی بیوی کو وہ شہر گھمانے لے کر گیا تو وہ واپس ہی نہ لوٹ کر آئی تھی مگر اب چونکہ طارق کا دل اس سے بھر چکا تھا اس لیے وہ اسے کبھی بھی

دکھائی نہ دیتی تھی۔ اس گھر میں زنان خانے میں صرف اور صرف چوہدرائن زہرہ بیگم کا سکہ چلتا تھا کیونکہ وہ ایک وارث کی ماں تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کی بے شمار جائیدادیں تھیں' جو بعد میں ساری کی ساری شادی کے بعد ازخود چودھری حشمت کی طرف منتقل ہوجاتی تھی۔ ساری اراضی پراب چودھری حشمت کا حق تھا مگراس ساری اراضی کے عوض زنان خانے پر اپنی حاکمیت رکھنا اور ہر بات میں اپنی منوانا گھاٹے کا سودا ہرگز نہ تھا' کیونکہ یوں بھی اس کو روپے پیسے کی اتنی حاجت نہ تھی۔ جو دل چاہتا کھاتی' اوڑھتی' پہنتی تھی' کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی' ایک عورت کو اور کیا چاہیے تھا' یہی سب وہ آرزو کرتی ہے مگر یہ تصویر کا ایک رخ تھا دوسرا بھی ایک رخ تھا۔ وہ یہ کہ سوتن کا دکھ اور روگ اس نے بار بار سہا تھا' پہلے تو شروع میں اسے شدید دکھ ہوا کرتا تھا مگر اب وہ اس بات کی عادی ہوچکی تھی۔

نوری سے اسے معلوم ہوا تھا کہ بتول کی شادی کا غلغلہ اٹھا تھا گھر میں مگر بتول اس رشتے پرآمادہ نہ ہورہی تھی لیکن گھر کے بزرگ ہی عورت ذات کی زندگی کا فیصلہ کیا کرتے تھے' بتول کو قصبے کا ایک عام سا مرد بھا گیا تھا' جو اس گھر میں ملازم تھا' کار ڈرائیور جسے اس کے والد نے کام پر رکھا تھا' مگر اب تک یہ راز افشا نہیں ہوسکا تھا' سب جانتے تھے کہ جب جس ملازم نے بھی یہ بات لبوں پر لائی سب سے پہلے چودھری صاحب اس کے گلے کو ہی دبوچ لیں گے سب سے پہلے اس شخص کا قصہ ہی تمام ہونا تھا' جو بتول کے قاسم کے ساتھ محبت کے استوار کیے گئے تعلقات کو بتانے میں پہل کرتا۔ اس لیے کسی نے بھی چودھری صاحب کو بتانے کی جسارت نہیں کی تھی۔ سب کو اپنی اپنی زندگی پیاری تھی اور یوں بھی یہ بات نوری کو اتفاقاً ہی معلوم ہوگئی تھی' جب ایک دن نوری کام سے فراغت کے بعد گھر واپس لوٹ رہی تھی تب اس نے بتول کو کھیتوں کے ایک جانب کنویں کے پاس ڈرائیور قاسم کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس وقت تو وہ دم بخود ہی رہ گئی تھی پھر کسی طریقے سے اپنے آپ کو چھپا کر اس نے گہری نگاہ رکھی تھی' بتول اور قاسم جس طرح بلاجھجک آپس میں دنیا وجہان سے اردگرد سے بے خبر ہوکر محو گفتگو تھے وہ ان کی آپس کی بے تکلفی پر حیران رہ گئی تھی۔

اس نے دل میں سوچا تھا کہ وہ یہ بات کسی طرح سے چودھرائن کو بتادے گی مگر اس میں ہمت ہی نہ تھی شاید کوئی خفا ہوجاتا اور پھر اس کی جان پر بن آئی اور وہ عورت ذات تھی اور دل کی بات دل میں ہی دبا گئی۔ مگر اب وہ رانو کو ہر بات بتاتی تھی' جس کے عوض اسے کھلا روپیہ ملتا تھا' رانو کے کپڑوں کا ڈھیر ملتا اور بھی بہت ساری مراعات اس کو حاصل ہوگئی تھیں' اس لیے اب نوری یہاں کی تمام باتیں تمام راز اسے بتادیا کرتی تھی اور وہ اشتیاق سے سنتی تھی کبھی حیرت سے منہ میں انگلی دبالیتی اور کبھی دم بخود ہی رہ جاتی تھی۔

❀ ......☆...... ❀
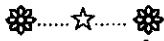
زیبا جلدی جلدی صبح کا ناشتے تیار کرنے میں مصروف تھی اسے معلوم تھا کہ ریحان کی نئی نئی جاب ہے اور وہ اس معاملے میں سخت حساس ہے کہ وقت مقررہ پر ہی ڈیوٹی پر پہنچ جائے۔ اس لیے اس نے صبح ہی کافی سارے کام نبٹالیے تھے۔ اب جیسے ہی وہ کچن میں آئی اسے اتنی صبح سویرے کچن میں ذکیہ کو دیکھ کر خاصی حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ اتنی صبح صبح جاگنے کی عادی نہ تھی' صبح خیزی نہ تو اسے پسند تھی اور اگر کوئی جگاتا تو مارے باندھے ہی بیٹھ جاتی تھی۔ مگر اس وقت اس کو کچن میں چاق وچوبند کھڑا دیکھ کر وہ خاصی جز بز ہوئی' سچ تو یہ تھا کہ اسے اس گھر میں کسی سے بھی کوئی مسئلہ نہ تھا' اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اسے کھلے دل سے خیر مقدم کیا گیا تھا پھر شادی کے اولین دنوں میں ہی بھائی کی وفات کا غم تھا اس لیے وہ میکے چلی گئی تھی مگر پھر سلمٰی بیگم اور دادی نے اسے سمجھایا تھا۔

''بیٹا جو سانحے مقدر میں لکھے ہوں ان کا درج ہونا ہوتو اس کو کوئی نہیں مٹا سکتا' اب زندگی میں روانی ہے' اس رواں دواں زندگی میں نیا قدم اٹھانا پڑتا ہے' یہی زندگی کا نام ہے۔'' سلمٰی بیگم اس سے ناصحانہ انداز میں گویا ہوئی تھیں' وہ جو رو رو کر ہلکان تھی اس کا ایک ہی بھائی تھا' جس کے حوالے

سے اس نے بے شمار خواب دیکھے تھے جو سارے ہی مر گئے تھے۔

کرن کا صدمہ پھوپو سہہ رہی تھیں اور ظفری کا یہ لوگ اور سب سے زیادہ سوگوار تو زویا تھی جس نے ہر رشتہ ہی کھودیا تھا مگر اب اس کا سب پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھتے تھے۔ سلمیٰ بیگم یوں بھی اب بالکل تنہا رہ گئی تھیں گھر میں اکیلی زویا تھی اور وہ اس پر اب بیٹا اور بیٹی دونوں کا پیار نچھاور کرنے لگی تھیں۔ سلمیٰ کو زویا کے اس قدر پاس دیکھ کر زیبا کو بھی حوصلہ ملا اور یہ حوصلہ محض ایک ماں کی فکر میں ہی نہ تھا بلکہ زویا اس کے لیے بہنوں کی طرح ہی پیاری تھی اس لیے وہ زویا کے لیے بھی فکر مند رہا کرتی تھی۔ جب جب ظفری کے لیے آنسو بہاتی تھی تب تب اس کا دل ساتھ ساتھ اس کے درد وکرب کی اذیتوں کا بھی شمار کرنے لگتا تھا اب سب بضد تھے کہ خاصے دن ہو چکے ہیں وہ اب اپنا گھر سنبھالے اپنے شوہر کو بھرپور توجہ اور وقت دے۔

یہ سچ تھا کہ اس کے سسرال والے بے پناہ اچھے تھے اور انہوں نے اسے فراخدلی سے خود ہی یہاں بھیجا تھا کہ جتنا چاہے رہ لے خاص کر ریحان نے اسے بہت حوصلہ دیا تھا دو دن اس کے ساتھ یہاں رہا اور پھر اس نے جاب کے لیے ایک دو جگہ مزید اپلائی کیا ہوا تھا اس کا انٹرویو تھا اس لیے وہ اس کو چھوڑ کر مجبوراً واپس لوٹ گیا تھا کیونکہ ریحان نے دیکھا تھا کہ وہ ابھی بھی اندرونی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اس کے آنسوؤں کی روانی میں وہی شدت ہے پھر رفتہ رفتہ وہ سنبھل گئی اور اس کو پھر ایک دن دادی اور خود سلمیٰ بیگم نے گھیر لیا تھا۔

''بیٹیاں تو پرایا دھن ہوا کرتی ہیں ان کو ایک نہ ایک دن اپنا آشیانہ چھوڑ کر دوسرے گھر جانا ہوتا ہے اس لیے تم بھی اب اپنے شوہر کو وقت دو نجانے کیا سوچتا ہوگا بہت دن رہ لیں آج ہی اسے فون کرو بلکہ ٹھہرو میں شکریہ بھی ادا کرتی ہوں اور ریحان کو کہتی ہوں آ کر لے جائے تمہیں۔'' پھر دادی نے واقعی فون کردیا اور ریحان تو واقعی جیسے ادا س دلول تھا جھٹ اسے لینے کے لیے آن پہنچا تھا۔

اب وہ یہاں آ کر دوبارہ سیٹ ہونے کی کوشش میں سرگرداں تھی۔ اس کو بار بار زیبا آپا زچ کرتی تھیں وہ ہمیشہ اس کے اچھے خاصے کام میں مین میخ نکال دیا کرتی تھیں۔ وہ سیدھا صاف کام بھی پریشانی سے بگڑتا چلا جاتا تھا۔ جیسا کہ آج ہوا تھا اسے ہر صورت ریحان کو وقت مقررہ تک روانہ کرنا تھا جس کے لیے رات کو ہی ریحان نے اس کے دونوں گداز ہاتھوں کو اپنے مضبوط آہنی کلائیوں میں تھام کر کہا تھا۔

''صبح میری جاب کا پہلا دن ہے پہلی جاب میں کوئی خرابی نہ تھی مگر میں جیسی جاب چاہتا تھا اب جا کر مجھے بالکل ویسی جاب کی آفر ہوئی ہے میں صبح سے جوائن کررہا ہوں تم صبح وقت پر جاگ جانا میرا خیال ہے کہ ویسے تو تمہاری مستعدی اور چابک دستی دیکھ کر یہ کہنا بھی عبث تھا مگر کیا ہے ناں کہ شوہر اپنی اپنی بیگمات کو یہ کہتے ہیں۔'' وہ آخر میں شوخ ہوا تھا تو وہ بھی دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

''جو حکم سرکار کا۔'' اس نے بھی خوشی سے کہا تھا۔

''ویسے مجھے کرن سے جتنا شکوہ تھا کہ اس نے ہم دونوں کے درمیان اتنی زیادہ غلط فہمی پیدا کی وہ جو بھی کرگئی مگر میں نے اسے دل سے معاف کردیا ہے رب اس کی مغفرت فرمائے تم بھی ہوسکے تو اسے معاف کردینا۔'' اچانک ہی ریحان سنجیدہ ہوا تھا تو وہ بھی گلوگیر لہجے میں بولی تھی۔

''ریحان وہ میرے لیے کوئی اجنبی نہ تھی اپنی تھی اور مجھے بھی اس کی وفات کا گہرا قلق ہے اور رہی بات معافی کی تو میں اس وقت بھی اس تلخ سچ کو جان کر اس پر خفا نہ تھی میں جانتی ہوں کہ اس کے ساتھ کچھ ذہنی مسائل تھے اور میں نے تو ہر بار خود زویا کو سمجھایا تھا کہ وہ کرن کے ساتھ درگزر سے کام لیا کرے اور ہاں اب باتوں میں وقت ضائع نہ کریں وقت پر سوئیں گے تو پھر صبح وقت پر آنکھ کھلے گی۔'' وہ سیدھی ہوتی بستر ٹھیک کرنے لگی اور وہ وارفتہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے زیبا کی کلائی تھام لی تھی۔

''جانتی ہو ایک مدت تک میں ان نازک کلائیوں کو اپنی

دسترس میں دیکھنے کا متمنی تھا' تمہارا یہ پنکھڑیوں جیسا حسن جو مجھے دیوانہ بنا گیا تھا اور یہ تمہارے لال گلاب جیسے گال جو مجھے زندگی کی نوید دیتے ہیں اور تمہاری یہ کٹوری آنکھیں جو مجھے پکارتی ہیں ان میں ایک اسرار چھپا ہوا ہے' اب بتاؤ کیا ہے وہ اسرار......؟" اس وقت وہ شوخ انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بیٹھا تھا اور وہ شرم سے دوہری ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے کوئی بلا رہا ہے؟" وہ نروس سی ہو کر بولی تھی۔

"ہاں ناں میں بلا رہا ہوں...... یہ سنو میرے دل کی دھڑکن جو تمہیں پکار رہی ہے۔" وہ اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ چکا تھا اور وہ ان محبتوں کی بارش میں پھر بھیگتی چلی گئی تھی' جب محبت برسنے لگے تو پھر ان سے کنارہ ممکن نہیں ہوا کرتا۔

❁......☆......❁
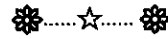
"کیا بات ہے پہلے پیاز تو کاٹ لو' ایسا نہ ہو کہ آٹا گوندھتی رہو اور آملیٹ ہی نہ بن سکے۔" ذکیہ آپا جو موڑھا لے کر نجانے کیوں کچن میں ہی موجود تھیں بولیں تو وہ جو آٹا گوندھتے ہوئے کسی اور ہی رو میں سوچ رہی تھی۔ بری طرح سے چونکی۔ اس کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ وہ سارے کچن کے کام جھٹ پٹ نمٹا لیا کرتی تھی مگر جیسے ہی کوئی کچن میں آتا اس کا بنا بنایا کام بگڑ جاتا تھا' شاید وہ بوکھلا جاتی تھی' اب ذکیہ آپا کی مسلسل مرتکز نگاہوں سے وہ پریشان ہو رہی تھی۔ اسی پریشانی میں اس سے آٹا پتلا گوندھ گیا جبکہ وہ ذرا حساب سے گوندھتی تھی' پھر خستہ مزیدار پراٹھے بنتے تھے' یہی غلطی تو یہاں ہو گئی تھی' پھر ذکیہ نے اچانک جب وہ آملیٹ کے لیے پیاز کاٹنے لگی تھی' چائے کی طلب کا اظہار کر دیا۔

"ایسا کرو میرے لیے چائے پکا دو پہلے اور ہاں مجھے وہم سا ہو جاتا ہے' تم ہاتھ اچھی طرح سے دھو لو پہلے۔"

"کیا آپ ناشتے میں ہمارے ساتھ چائے نہیں پئیں گی' میرا مطلب ہے یوں خالی پیٹ چائے......؟" وہ جز بز ہوئی' اس کے تامل کو اب ذکیہ نے نجانے کیا سمجھا' زہر خند لہجے میں بولی۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو اور اگر ایک کپ بنا کر دینا تمہارے لیے عذاب ہے تو رہنے دو میں خود بنا کر پی لیتی ہوں۔" ذکیہ نے باقاعدہ اٹھتے ہوئے کہا تو وہ ندامت میں گھر گئی۔

"ارے نہیں نہیں میں بناتی ہوں ناں چائے' آپ بیٹھیں۔" پھر اس نے اپنا ادھورا کام درمیان میں ہی چھوڑا اور اس نے اچھی طرح سے اپنے ہاتھ دھوئے تب اس نے چائے کا پانی چولہے پر چڑھا لیا اور تب ہی فائزہ بیگم نے کچن میں آ کر جھانکا۔

"ماشاء اللہ میری بیٹی جاگ گئی' ناشتہ بنا رہی ہو ناں ریحان کے لیے؟" فائزہ بیگم کو یہ قطعی طور پر مناسب نہ لگا تھا کہ وہ بہو کو ناشتہ بنانے سے منع کر کے خود ہی شروع ہو جاتیں۔ اس لیے انہوں نے خوش دلی سے پوچھا۔

"جی میں بنا رہی ہوں۔" وہ بھی جواباً مسکرائی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو ذکیہ؟" وہ ذکیہ کو دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئیں اور ذکیہ نے برا سا منہ بنایا۔

"واہ اس گھر میں تو عجیب ہی منطق ہے' بہو کو بیٹی کا درجہ دیا جاتا ہے اور جو بیٹی ہے اس کو پوچھا جاتا ہے کہ وہ کیا کر رہی ہے کچن میں' واہ واہ' اب میں گھر کے کسی کونے میں بیٹھ بھی نہیں سکتی' نہ میری کوئی وقعت رہی ہے' ہاں جی یہ کون سا میرا اپنا گھر ہے' اب تو میں اس گھر کے لیے پرائی ہو گئی ہوں ناں۔" وہ تواتر سے بولتی چلی گئی' اس کی اس منہ ماری سے فائزہ بیگم تو پریشان حال منہ کھولے دروازے میں ایستادہ کھڑی ہی تھیں ان سے زیادہ زیبا ٹینشن میں آ چکی تھی' اس نے گھبرا کر دیکھا۔

"تم ہر بات کا الٹا مطلب ہی نکالنا' جہاں مرضی بیٹھو جو جی میں آئے کرو۔" تب تک بہت وقت ضائع ہو گیا تھا اور ریحان تیار ہو کر ٹیبل تک آ چکا تھا' اس نے آواز دی۔

"زیبا ناشتہ لے آؤ دیر ہو رہی ہے۔" اور وہ جلدی جلدی چائے دے کر ریحان کے لیے پیڑا بنا کر پراٹھا پکانے میں

جت گئی۔ جبکہ ذکیہ چائے کے سپ لے کر اس پر ہی نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔

"ارے ایسے نہیں اس طرح پلٹو روٹی کو گھی تو لگادو۔" وہ اپنے نادر مشوروں سے مستفید کرتی رہی اور زیبا ان سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ ان کی یہاں موجودگی سے خائف ہے۔ جبکہ ابھی تھوڑی دیر قبل وہ ان کی زبان کی تیزی وطراری کا نمونہ ملاحظہ کرچکی تھی۔

مارے باندھے اس نے پراٹھا اور آملیٹ بنایا اور ٹیبل تک آئی' یہاں ریحان کو اس نے پہلی مرتبہ خفا خفا سا دیکھا تھا' کیونکہ اب اس کے جانے کا وقت ہوچکا تھا' اس نے جلدی سے لقمہ منہ میں رکھا۔

"اف اتنا نمک......" وہ بدمزہ ہوکر پیچھے ہوا" ذرا چکھو اس کو بلکہ بہتر ہوگا کہ اب یہ تم ہی کھالو میں جارہا ہوں۔" اس کی نگاہوں سے سخت ناراضگی جھلک رہی تھی اور اس کی خفگی تو زیبا کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی تھی' اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئی تھیں۔

"میں چائے لے کر آتی ہوں اور آملیٹ فرائی کردیتی ہوں' صرف تھوڑا سا ٹائم دے دیں۔" وہ ملتجی انداز میں بولی اس کا موڈ خراب تھا تو وہ بھی تو دل برداشتہ ہوگئی تھی۔

"رہنے دو گھنٹہ لگا کر تو یہ سب پکا کر لائی ہو تم۔ اب میں جارہا ہوں۔" اس نے سیدھا فائزہ بیگم کے کمرے کا رخ کیا' وہ پکارتی رہ گئی اور وہ شاید زیادہ ہی ناراض تھا یا جلدی میں پلٹا بھی نہیں تھا۔ وہ اپنے آنسوؤں کو صاف کرتی کچن میں واپس پلٹ آئی' جہاں اب ذکیہ چائے کا کپ سنک میں رکھ رہی تھی۔

"میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں' ناشتہ وہیں لا دینا۔" ذکیہ فاتحانہ مسکراہٹ لیے وہاں سے رفو چکر ہوگئی تھی۔

وہ رنج الم کی تصویر بنی کھڑی تھی' پھر اس نے وہ بچا ہوا انڈا چکھا تو واقعی اس کا منہ کڑوا ہوگیا' نجانے کب کس پریشانی میں اس نے اتنا سارا نمک ڈال دیا تھا' پھر اس میں اس کے نمکین آنسوؤں کا ذائقہ بھی گھلنے لگا اور یہ سب ذکیہ کی بدولت ہوا تھا جو اس سارے فساد کی اصل روح رواں تھی۔

❁......☆......❁

کچھ دنوں سے اس کی طبیعت مکدر سی تھی۔ عجیب سی بے زاری وقنوطیت طاری تھی کچھ کھانے پینے کو دل ہی نہیں کرتا تھا اس کا چہرہ بھی مرجھا کر رہ گیا تھا' پھر شاید کسی ملازمہ نے اس کی گرتی ہوئی طبیعت کی بابت طارق کو مطلع کیا کیونکہ آج کل طارق کام میں زیادہ ہی مصروف ہوگیا تھا اور اس کا شہر میں بھی چکر لگتا رہتا تھا' کام کے سلسلے میں' آج وہ گوٹھ واپس لوٹا اور اس کو جو اطلاع ملی وہ سن کر پریشان ہوا تھا تھا۔ سیدھا اس کے پاس دوڑا چلا آیا اور اس کی کملائی زرد رنگت دیکھ کر وہ واقعی پریشان ہوا تھا۔

"کیا بات ہے کون سا روگ لگالیا ہے تم نے کہ یہ حالت بنالی ہے؟ کیا اب بھی تیرے دل میں اس نا ہنجار کے لیے محبت باقی ہے۔" طارق کا لہجہ تلخ وترش تھا۔ زاہد کے حوالے سے اب بھی گاہے بگاہے شکوک اس کے دل میں سر ابھارتے تھے' رانو کا انداز بے گانگی اسے الجھا دیا کرتا تھا اس نے تو سن رکھا تھا کہ شادی کے بعد لڑکی ذات اپنا تن من دھن سب اپنے مجازی خدا کے قدموں میں نچھاور کردیتی ہے' یہاں الٹا حساب تھا' اس نے اپنا سب کچھ اس پر وار دیا تھا' مگر وہ تھی کہ آج بھی اول دن کی طرح اس سے اکتائی ہوئی تھی اس کا لیا دیا انداز بے رخی وہی تھی۔ وہ اس کو حاصل کرکے بھی اس کو حاصل کرنے کا دعویدار نہ تھا کیونکہ بعض ملن روحوں کے ملن سے ہی مکمل ہوا کرتے ہیں۔ اس نے اس کے وجود تک تو رسائی حاصل کرلی تھی مگر اس کی روح میں تحلیل نہ ہوسکا تھا۔ وہ اس کے اس گھٹیا انداز گفتگو اور سطحی ذہنیت پر اندر ہی اندر کڑھنے لگی تھی۔

"جو مر گیا اس کے لیے کیا اب بھی تیرے دل میں زہر باقی ہے' وہ نمانا تو اب کیڑے مکوڑوں کا کھاجا بن گیا ہوگا' کیا تو اب بھی اس کی کھولن کا شکار ہے؟" وہ استہزائیہ ہنسی تھی' عجیب سا انداز تھا اس کا روکھا پھیکا سا اور تضحیک آمیز' وہ اس کے ساتھ بھی سخت رویہ نہیں اپنا سکا تھا۔ اس نے اپنی ماں کو

بھی کبھی پٹنے نہیں دیا تھا تو وہ تو اس کے دل کی ملکہ تھی وہ اس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا' وہ ایک اکڑ رکھنے والا زعم زدہ بت کا حامل ایک وڈیرا تھا' اس کی سرشت میں نہیں تھا کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھاتا' وہ تو الٹا اس کے ہر طرح کے آرام اور سکھ کا خیال رکھ رہا تھا۔

"پھر کیا بات ہے ڈھنگ سے کھانا کیوں نہیں کھاتی؟" وہ بولا تو وہ سر جھکا گئی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔

"نوراں او نوراں۔" طارق نے آواز دی۔

"جی چھوٹے صاحب جی۔" وہ مودب سر جھکائے کھڑی تھی۔

"جا کھانا لے کر آ ادھر ہی میں اور رانو مل کر کھائیں گے۔" رانو اس کے اس نئے انداز پر ہڑبڑا سی گئی' وہ زچ ہو رہی تھی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے آپ کھاؤ۔" ملازمہ کے سامنے کہا تو پہلی مرتبہ طارق کے لبوں پر دلفریب مسکراہٹ عود کر آئی تھی۔ چاہتے نہ چاہتے وہ اس رشتے کی اصل نسبت کو سمجھتی تھی۔

"ارے ایسے کیسے بھوک نہیں لگی ہے تجھے' جا تازہ پکا ہوا ککڑ لا' دیسی گھی سے بنے پراٹھے اور ہاں بعد میں ہم کسی پئیں گے ٹھنڈی ٹھار۔" وہ حکم صادر فرما رہا تھا' ملازمہ مودب سر جھکائے فوراً حرکت میں آ گئی۔ طارق اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔

"دیکھ رانو' تو مانے یا نہ مانے' اب تو ہی میرے دل کی رانی ہے' اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ میں نے خود کو اس گھر کو تیرے سپرد کر دیا ہے' بس تو بھی اب میرے ساتھ گزارا کر اور یہی قسمت کا لکھا تھا' کہاں بیاہی جاتی تو اس زاہد کے ساتھ' کیا دے دینا تھا اس زاہد نے تجھے' جو میں نہیں دے سکتا۔" وہ اس کی بات پر غصے سے بولی۔

"اگر آج کے بعد تو نے ہمارے درمیان زاہد کا نام لیا تو میں زہر کھا لوں گی۔" نجانے کیوں اس بار اس کا غصہ دیدنی تھا' اور اس کی آنکھیں لہو رنگ تھیں۔ جو بتاتی تھیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ کر بھی سکتی تھی' تبھی پہلی مرتبہ وہ ٹھنڈا پڑا تھا۔

"اچھا نہیں کرتا اور کوئی حکم۔" اس کا انداز محبت سے لبریز تھا' ایک تو وہ اتنے دنوں بعد اس سے ملا تھا اور وہ آج بھی کڑوی کسیلی گفتگو کر رہی تھی' اس کا انداز آج بھی اس سے خفا خفا سا ہی تھا۔

"مجھے ایک بار گھر جا کر ملنے دے اماں ابا سے وعدہ کرتی ہوں لوٹ آؤں گی۔" اس نے اچانک ہی اپنا لب ولہجہ ملتجی کر لیا تھا۔ آج طارق بھی نجانے کس موڈ میں تھا' اس نے پہلی بار اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے مل آنا' مگر ساتھ میں ملازمہ جائے گی اور گھنٹہ سے زیادہ وہاں مت بیٹھنا اور ہاں یہاں سے جاتے وقت پھل مٹھائیاں لے جانا۔" وہ اپنے تئیں فرزندی کے اصول اپنا رہا تھا۔

"نہیں اس سب کی ضرورت نہیں میں بس مل کر آ جاؤں گی۔" وہ جلدی سے بولی۔

"میں نے کہا ناں کہ تو اب چودھرائن بن گئی ہے تو خالی ہاتھ نہیں جا سکتی تو جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔" وہ بات کر کے ہاتھ اٹھا کر بولا' وہ فوراً چپ کی بکل مار گئی' اسے خطرہ تھا کہ اگر اس نے زیادہ بحث کی تو مبادا وہ اسے جانے سے ہی منع نہ کر دے اس لیے اس نے مصلحتاً اس کی بات پر ہاں کہہ دی۔ تب ہی ملازمہ کھانا لے آئی تھی۔ جیسا اس کا حکم تھا' بالکل ویسا ہی۔

"لے اب میں نے ایک بات تیری مان لی ہے اب ایک بات تو بھی میری مان' کھانا کھا میرے ساتھ رج کے۔" وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا' واقعی سفر کی طوالت کے بعد اسے بھوک بھی زوروں کی لگ رہی تھی اس نے پراٹھا اٹھایا جو دیسی گھی میں تر بہ تر تھا۔

اس نے کھانا شروع کر دیا جبکہ وہ اپنے سامنے پلیٹ رکھے سوچ میں گم تھی' تبھی طارق نے اس کی پلیٹ میں بھی سالن ڈالا اور ایک پراٹھا تھمایا۔ اس نے طارق کی خشمگیں نگاہوں کے خوف سے جلدی جلدی ایک لقمہ منہ میں رکھا

اور مارے باندھے کھانے لگی مگر اس کے سامنے طارق جس قدر رغبت سے کھا رہا تھا وہ دیکھ کر اس کا دل الٹ رہا تھا۔ دوسرا اور پھر تیسرا پراٹھا وہ منٹوں میں ختم کر چکا تھا' وہ ایک کڑیل جوان مرد تھا' بھرپور مرد جب طارق نے اسے دوبارہ دیکھا تو اس نے جز بز ہو کر دوبارہ دوسرا لقمہ لیا اور منہ میں رکھا ہی تھا کہ اسے متلی محسوس ہونے لگی اس نے تیزی سے واش روم کا رخ کیا ملازمہ جو حکم کے لیے وہیں کھڑی تھی گھبرا کر "بیگم صاحبہ بیگم صاحبہ" کہہ کر ان کے پیچھے لپکی اور طارق اس افتاد نا گہانی پر حیرت سے گنگ تھا کہ نجانے اسے ہوا کیا ہے کہ اب کھانا بھی اس کے حلق سے نیچے نہیں اتر رہا تھا۔ وہ بھی کھانا چھوڑ کر سیدھا ہو بیٹھا' اس نے تشویش سے ملازمہ کو بلایا۔

"تم نے بتایا کیوں نہیں کہ اس کی طبیعت اس قدر خراب ہے' جاؤ جا کر ابھی ڈاکٹرنی کو بلا کر لاؤ۔" طارق سخت غصے میں تھا۔ ایک ملازمہ نے جھٹ سے سارا کھانا میز سے چن دیا تھا' جبکہ دوسری ملازمہ قصبے میں موجود واحد لیڈی ڈاکٹر کو بلانے اس کے گھر کی جانب دوڑی تھی۔ اس اثناء میں طارق اسے سہارا دے کر بیڈ تک لایا تھا۔ اتنے دنوں سے فاقوں کی وجہ سے اس میں شدید کمزوری اور نقاہت ہو رہی تھی۔ اس نے تشویش سے اس کے تھکن سے پُر وجود کو دیکھا۔ کمرے میں وقتی طور پر شدید خاموشی چھا گئی تھی' نہ وہ بول رہا تھا اور نہ ہی وہ کوئی بات کر رہی تھی' بس بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اور وہ اس کے عین سامنے صوفے پر بیٹھا اس کو تک رہا تھا۔ اب نجانے کیوں رانو کو کھو دینے کا تصور ہی اسے سوہان روح لگ رہا تھا۔

"خدارا اسے کوئی جان لیوا بیماری نہ ہو۔" وہ دل ہی دل میں دعا گو تھا۔ اس کا چہرہ اس کی پریشانی کا اظہار کر رہا تھا۔ تبھی ملازمہ ڈاکٹرنی صاحبہ کے ساتھ آ گئی۔

"آپ کمرے سے باہر جائیں میں ان کا چیک اپ کر لوں۔" ڈاکٹرنی کے کہنے پر وہ تشویش زدہ حالت میں باہر نکل آیا۔ قدرے توقف سے اس کو لیڈی ڈاکٹر نے اندر بلایا۔

"آپ کو ذرا بھی اندازہ ہے کہ وہ کس قدر کمزور ہو چکی ہیں۔ اگر وہ نہیں کھاتی تو بھی زبردستی انہیں کھلائیں پلائیں۔" ڈاکٹر شدید غصے میں تھی۔ نجانے اسے کس بات پر اتنا غصہ آ رہا تھا۔

"جی..... "وہ نا سمجھی سے بولا۔

"پر ڈاکٹر صاحبہ ابھی کھانا ہی تو کھایا جو الٹ دیا۔" ملازمہ نے رخنہ اندازی کی کیونکہ اسے خوف تھا کہ اب اس کے بعد طارق ملازمہ کی شامت لانے والا تھا۔

"ہاں تو کس نے کہا ہے کہ ان کو مرغن غذائیں کھلائیں' مقوی غذائیں اگر وہ نہیں کھا پا رہی ہیں تو ضروری نہیں کہ ان کو وہی دیں۔ جو پسند کریں' تازہ پھلوں کا جوس' پھل' دودھ یہ سب دیں۔" وہ بولی۔

"جی آئندہ ہم اس بات کا خیال رکھیں گے۔" طارق نے کہا۔

"اور مٹھائی بھجوا دیجیے گا۔ چودھری صاحب کو یہ خوشخبری تو میں نے ہی سنانی ہے کہ اب ان کا وارث آنے والا ہے۔" ڈاکٹر کی بات پر طارق ہی نہیں خود رانو بھی بری طرح چونکی تھی۔ دونوں کے تاثرات صرف ایک پل کے لیے ہی سہی یکساں تھے' ایک پل کے لیے ہی سہی ان دونوں کی خوشی بھی باہم تھی اور اس خوشی کی وجہ وہ ایک ننھی جان کی آمد تھی جس سے وہ خود بھی ناواقف تھی اور طارق کا تو خوشی سے برا حال تھا' اس نے ملازمہ کو کہا کہ وہ ڈاکٹر کو عزت سے رخصت کرے اور اس کی جیب میں اس وقت جتنی بھی نقدی تھی وہ نکال کر ڈاکٹر کو تھما دی۔

"یہ تحفہ سمجھ کر رکھ لیں' اس خوشی کی خبر پر۔" طارق مسکرا رہا تھا۔ اس کی خوشی دیدنی تھی۔

اور آج پہلی مرتبہ رانو بھی مسکرائی تھی۔ اسے آج اس محل میں اپنا آپ اکیلا نہیں محسوس ہو رہا تھا' یوں لگ رہا تھا کہ اس کے ساتھ بھی کوئی ہے جو اس کا بہت ہی اپنا ہے۔ طارق نے تنہائی ملتے ہی اس کے دونوں ہاتھ تھام کر چوم لیے تھے۔

"میں یہ خبر ماں جی کو سناتا ہوں' اب تم نے اپنا بھرپور

خیال رکھنا ہے۔ ڈاکٹر نے طاقت بخش جو بھی ادویات دی ہیں ان کو وقت پر لینا' اس بارے میں ذرا سی غفلت میں برداشت نہیں کروں گا۔" طارق کا انداز محبت پہلے سے بھی زیادہ پُرجوش تھا۔ اس کی محبت میں وارفتگی میں شدید اضافہ ہوگیا تھا اور پہلی مرتبہ رانو کو بھی طارق کا ہاتھ تھامنا برا نہ لگا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھی اور اس کا دل اس ننھی سی جان کو اپنی گود میں لینے کے لیے ہمکنے لگا تھا۔

❀ ......☆...... ❀

زریاب کے انتظار کی گھڑیاں وہ گن رہی تھی' آنسہ پھوپو اب مستقل ہی ادھر آ گئی تھیں۔ اس گھر کا سونا پن دور کرنے کے لیے اور دادی کو سنبھالنے کی خاطر وہ وہیں تھیں۔ شہیر کا سامنا اس کے لیے سوہان روح ہوا کرتا تھا' سارا گھر سائیں سائیں کرتا' زیبا کی دوری اور عمر کے جانے کا ملال ایسے گھاؤ تھے جو بھر ہی نہ ہوتے تھے۔ صد شکر کہ زیبا اب اپنے گھر میں خوش باش تھی۔ اس کا جب بھی فون آتا اس کی آواز میں خوشی ہلکورے لے رہی ہوتی تھی' یہ سب محبت کا معراج تھا۔

محبت تعبیر ہوتی ہے
محبت خاص ہوتی ہے
کسی اپنے کے ہونے کا
یہ اک احساس ہوتی ہے
محبت دل میں دستک دے کر
کسی کی آہٹ کا سراب کھوتی ہے
کسی کے لیے بے بس
بے کراں وسعتوں کا
چاہتوں کا ملن کا
خواب ہوتی ہے
محبت تعبیر ہوتی ہے
محبت خاص ہوتی ہے

اس واقعے کے بعد سے شہیر اس سے ایک فاصلہ رکھ کر ہی بات کرتا تھا' وہ اداس سی رہتی تھی۔ ایک دن دادی جان نے بلال صاحب کو گھیر کر پاس بٹھالیا تھا۔

"میں کہتی ہوں اب کب تک جوان بچی کو یوں ہی دہلیز پر بٹھائے رکھنے کا ارادہ ہے اگر وہ کسی کو پسند کرتی ہے تو اس میں کیا برا ہے کہ جا کر اس لڑکے کا گھر بھی دیکھ لیا جائے' اس کی تحقیق کروالیں' یوں اس معاملے کو التواع کا شکار مت کرو' صاف بات ہے کہ میں تو اس حق میں ہوں کہ جہاں میری زویا کا مقدر ہے' اس کی خوشی ہے وہی اس کا رشتہ طے کردیا جائے' زویا کوئی ناسمجھ نہیں ہے' اگر اس نے زریاب کو پسند کیا ہے تو یقیناً اس میں کوئی اچھائی ہوگی' تم ایسا کرو اس کو کسی دن پہلے گھر بلالو اس دن اس کو دیکھا تو تھا' بھلا سا لگتا تھا مگر وہ دن بھی اتنا سوگوار تھا کہ میں ہوش میں نہ تھی۔ اب بلاؤ اسے اس سے بات چیت کرو' معاملات طے کرو' اب تم ہی اس کے باپ ہو' کیا سمجھے بلال؟" وہ ناصحانہ انداز میں بولیں۔ دل دکھ بھی رہا تھا یہ سب کہتے ہوئے۔

"جی ماں جی' میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔" بلال صاحب نے سعادت مندی سے کہا۔ اچانک انہیں اپنے مرحوم بھائی کی یاد آ گئی۔ اس لیے دل پھر سے دکھ سے بھر گیا تھا۔ کس کو معلوم تھا کہ اتنے اچھے خوشگوار موقع کا اختتام اس قدر سوگوار ہوگا' سب اپنے یوں اچانک بچھڑ جائیں گے۔

ظفری کی ذرا سی غفلت سب کی ہی جان لے لی تھی اور وہ خود بھی منوں مٹی تلے جا سویا تھا۔ گاڑی تیز رفتاری کے سبب الٹ گئی تھی اور ہچکولے کھاتی آناً فاناً ہی زوردار دھماکے سے آگ نے سب کو جلا کر اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور خاکستر کردیا تھا۔ اب واقعی طلال کے بعد زویا ان کی ذمہ داری تھی اور وہ اس ذمہ داری کو قطعی طور پر بوجھ تصور نہ کرتے تھے۔

پہلے تو شاید زور زبردستی اس کی شادی شہیر سے کردی جاتی مگر اب تو ایسا بالکل بھی ممکن نہ تھا۔ بلال صاحب نے سوچا تھا کہ ان کو قیامت کے روز اپنے بھائی کو جواب دینا ہوگا۔

مجھے اب ڈر نہیں لگتا
کسی کے دور جانے سے
کسی کے مان جانے سے
تعلق ٹوٹ جانے سے

کسی کے روٹھ جانے سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا
کسی کو آزمانے سے
کسی کو یاد رکھنے سے
کسی کو بھول جانے سے
کسی کو چھوڑ دینے سے
کسی کو چھوڑ جانے سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا......!!

وہ دادی اور بلال صاحب کی ساری بات سن کر ادا اس ہوگئی تھی پھر واقعی بلال صاحب نے زریاب کو ویک اینڈ پر کھانے پر مدعو کرلیا تھا۔ زریاب ایک سلجھا ہوا خوبرو وجیہہ لڑکا تھا' ایگزامز سے فارغت کے بعد اس کو بہت جلد ہی بینک میں بہت اچھی پوسٹ پر جاب مل گئی تھی۔ وہ بے حد سرشار تھا۔ بابا جان کے لیے اماں کے لیے یہ ایک خوش کن خبر ہوسکتی تھی پھر اس نے طے کرلیا تھا کہ وہ اپنے والدین کو یہاں ہی لے آئے گا کیونکہ اب اس کا دل نہیں لگتا تھا کہ گوٹھ جا کر رہے اور پھر جانتا تھا کہ اس کی بہن تو اب شادی کے بعد ایک قیدی بن گئی تھی' اس کا یہاں آنا ایک عبث خیال تھا۔

زویا زریاب کے سارے پس منظر سے ناواقف تھی۔ اس کی مالی حیثیت سے بھی ناواقف تھی' اس نے یوں بھی صرف زریاب سے محبت کی تھی' اس کو چاہا تھا' اس کو اس کی خوبیوں خامیوں سمیت قبول کرلیا تھا۔ اس کو ان باتوں سے قطعی طور پر کوئی بھی فرق نہ پڑتا تھا کہ اس کا پس منظر کیا ہے اور وہ کس بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھتا ہے' اس نے اس کو کشادہ دلی سے قبول کیا تھا۔ اس لیے اس نے کبھی نہ تو اس کے ماضی کے حوالے سے کوئی باز پرس کی تھی اور نہ ہی کریدا تھا' اگرچہ آج زریاب کی گھر میں آمد کے حوالے سے آنسہ پھوپو کا موڈ سخت خراب تھا۔

''اماں جی یہ آپ اچھا نہیں کر رہیں یہ کبھی بھی اس کے ساتھ خوش نہیں رہے گی۔ یہ ایک ماں کی بددعا ہے اس نے میرے شہیر کو ٹھکرایا ہے اس کو کبھی دائمی خوشیاں نہیں ملیں گی۔'' آنسہ پھوپو اس وقت صلواتیں سنا رہی تھیں' اس کو کوسنے مل رہے تھے اور وہ سب سن کر بھی سر جھکا گئی تھی۔

اس نے تو اب سارے فیصلے قسمت پر چھوڑ دیے تھے' مگر یہ دل' ہائے یہ دل' آج زریاب کو یہاں دیکھ کر اس کی محبت دوبارہ سے انگڑائی لے کر بیدار ہوگئی تھی۔

زریاب کا ساتھ پانے' اس کے ساتھ زندگی کے نشیب وفراز دیکھنے' اس کے ساتھ اپنی تمام زیست کے ماہ وسال بتانے کے لیے اس کا دل شدت سے ہمکنے لگا تھا۔ اب وہی تو اس ہجر بیکراں میں اس کا اپنا تھا۔ باقی سب تو پیچھے رہ جانے والا تھا' سب اس سے جدا ہوگئے تھے مگر اب وہ اس سے جدائی کا تصور بھی محال گردانتی تھی' یہ احساس جدائی اس کے لیے سوہان روح تھا' ایک لمحہ فراق اب جاں گسل تھا۔ اس لیے اس نے بلال صاحب کے فیصلے کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔ دل البتہ اندر ہی اندر اس زریاب کے حق میں فیصلہ دے چکا تھا اور اس کے لیے دعا گو تھا کہ اب مقدر میں کوئی سیاہ بختی درج نہ ہو اور آج آنسہ پھوپو کی صلواتیں' بددعائیں سن کر وہ اپنا دھڑکتا ہوا دل تھام کر رہ گئی تھی۔ دکھ کی شدت سے اس کا برا حال تھا۔ بکھرا ہوا مقدر اب سجنے لگا تھا' ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں اب نئے خوابوں میں ڈھل گئی تھیں۔ زخمی ہاتھوں اور گھائل روح پر اب زریاب نے اپنی محبت کے پھاہے رکھ دیے تھے۔

''برخوردار تم تو کچھ کھا ہی نہیں رہے ہو۔'' بلال صاحب نے اس کی پلیٹ میں مزید قورمہ نکالا۔

''جی میں کھا رہا ہوں۔'' وہ شاید اس ماحول میں سب کا اپنی جانب متوجہ ہونا اور سب کا اس کو گہری نظروں میں رکھنا اسے پریشانی کا سبب بن رہا تھا۔

''بے فکر ہوکر ڈٹ کر کھاؤ' ہم سب تمہارے حق میں فیصلہ کرچکے ہیں کیوں اماں۔'' وہ دادی جان کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

''ارے بالکل ٹھیک کہا مجھے تو یہ بچہ بہت ہی بھایا ہے' سوہنا' سجیلا سا۔'' دادی ہنس دیں۔

شہیر کو اچانک ہی کھاتے ہوئے کھانسی کا دورہ پڑ گیا

تھا۔ سب جانتے تھے کہ اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا تھا۔ سوائے خود زریاب کے، تب ہی اس نے پانی کا گلاس بھر کر شہیر کو تھمایا۔

''لیں پانی پی لیں۔'' شہیر ایک نگاہ اس پر ڈال کر رہ گیا تھا' خون رنگ نگاہیں تھیں شہیر کی اور پھر اس نے ضبط کے کڑے مراحل طے کیے تھے' اسے ہر حال میں زویا کی خوشی کا پاس رکھنا تھا' اس نے پانی کا گلاس تھام لیا تھا۔

''بیٹا اب ہم نے تو اپنا عندیہ دے دیا ہے تم اپنے والدین کو لا سکتے ہو۔ پہلے وہ زویا کو دیکھ لیں' اس کے بعد جب بات آگے بڑھے گی تو پھر ہم سب بھی آئیں گے تمہارے گھر۔'' دادی نے اس سے دوٹوک انداز میں بات کی۔

''میں آپ لوگوں سے کچھ بھی نہیں چھپاؤں گا' میرا اور آپ کا تقابلی مقابلہ کیا جائے معاشی لحاظ سے تو آپ ہر لحاظ سے اچھے ہیں اور میں میرے والدین ایک چھوٹے سے قصبے میں رہتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا زمین کا ٹکڑا ہے جس پر میرے بابا فصل اگاتے ہیں' میں اب ان کا بازو بنوں گا۔ میں نے یہ طے کیا ہے کہ جاب کے ساتھ ہی اپنے والدین کو یہاں شہر میں لے آؤں گا مگر اس سب میں کچھ عرصہ ضرور لگے گا' اتنے عرصے زویا کو میرے والدین کے ساتھ ہی گوٹھ میں رہنا ہوگا۔ اگر آپ لوگوں کو یہ سب باتیں منظور ہیں تو آپ بتا دیں' پھر میں کسی بھی وقت اپنے والدین کو لے کر حاضر ہو جاؤں گا۔'' زریاب نے سچ سچ بتا دیا تھا اور اس کی صاف گوئی سب کو بے حد پسند آئی تھی۔ سب نے اس رشتے پر اپنی پسندیدگی کی مہر ثبت کر دی تھی اور اب بات آگے بڑھائی جا سکتی تھی۔

''ہم لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے بیٹا اور ہم سب کو تمہاری یہ صاف گوئی بھی بے حد پسند آئی ہے اور ہم سب آپس میں رابطے میں رہیں گے' تم ایسا کرو یہ کھیر کھاؤ یہ زویا نے پکائی ہے۔'' سلمیٰ بیگم نے محبت سے کہا تو وہ کھیر کھانے لگا' اس نے اس کی ایک جھلک دیکھ لی تھی' جو ایک کونے میں کھڑی اس کو ہی تک رہی تھی' محبت اب ملاپ چاہتی تھی اور یہ محبت کا تقاضا تھا کہ وہ وصل کی متمنی تھی' فراق' ہجر سب اب وبال جان تھے۔

❁ ......☆...... ❁

ساری حویلی میں کہکشاں اتر آئی تھی' چراغاں کیا گیا اور سب اطراف میں پھولوں سے اس کو سجایا گیا تھا۔ اس خوشی کی گونج چاروں طرف پھیل گئی تھی' سارے قصبے میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی کہ طارق اب وارث کا باپ بننے والا ہے اور اس خوش بختی کا سہرا رانو کے سر پر سجا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو والدین خوش ہوتے مگر ان کے تو دل ٹوٹے ہوئے تھے' اس خوشی کی خبر کو بھی انہوں نے ایک تازیانہ سمجھا تھا۔ غیرت مند باپ کا سر جھک گیا تھا۔ اگرچہ رانو بھاگی نہ تھی نہ بھگا کر لے جائی گئی تھی۔ نکاح کے بندھن میں بندھ کر گئی تھی مگر اسے اس نکاح کے لیے بضد مجبور کیا گیا تھا' سارے کنبے کے اجڑنے سے پہلے اس نے اپنے آپ کو اجاڑ لیا تھا مگر اب جب سے اس کو یہ خوش خبری ملی تھی' سب کے چہروں پر خوشی رقصاں تھی' ساری حویلی میں اس کے ادب واحترام اور مقام میں مزید اضافہ ہو گیا تھا اور وہ جہاں سے گزرتی تھی سب اس کے سامنے مودب ہو جاتے تھے۔ اس کو یہ سب اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ ایک رذیل سمجھی جانے والی عورت اب اس درجہ احترام کی مستحق ہو گئی تھی۔ اسے اب نہ جانے کیوں لاشعوری طور پر طارق کا انتظار بھی رہنے لگا تھا۔ شاید نکاح کے بندھن میں بندھ کر اس کے جذبات اب طارق کے لیے بدل گئے تھے' مگر وہ بظاہر اس سے بے اعتنائی کا خول لیے اس کے سامنے اپنی ذات میں مقید رہا کرتی تھی اس کے سامنے قطعاً اپنے جذبات عیاں نہ کرتی تھی۔ اس دن وہ بہت بوریت محسوس کر رہی تھی' اب پابندی بھی نہ تھی۔ وہ اٹھ کر چہل قدمی کرتی سیدھا بتول کے کمرے کی طرف آئی تھی۔ اس کا دل گپ شپ کرنے کا تھا' بتول کچھ لکھ رہی تھی' اس نے بتول کے ہاتھ سے اس کی ڈائری اچک لی۔

خوابوں میں اک شہر کو تکتا ہوں بار بار
دھیمی سی اک پکار کو سنتا ہوں بار بار

شاید وہ بے خیالی میں اس کو اٹھا ہی لے
دل کو میں اس کی راہ میں رکھتا ہوں بار بار
اکثر بہانے ڈھونڈ کے یاروں میں بے سبب
جانے کیوں اس کے شہر میں رکتا ہوں بار بار
چاہت کے امتحان میں پرچہ کوئی بھی ہو
کاغذ پہ اس کا نام ہی لکھتا ہوں بار بار
تنہا میں جب ٹہلتا ہوں اجڑے دیار میں
یادوں کے اک ہجوم سے ملتا ہوں بار بار
اکثر ذکی میں ٹوٹ کے گرتا ہوں اور پھر
بکھرے ہوئے وجود کو چنتا ہوں بار بار

''یہ کیا لکھ رہی ہو بتول ذرا مجھے بھی تو معلوم ہو۔'' اتنے عرصے میں وہ اور بتول بھابی اور نند نہ رہی تھیں' فاصلے کم ہوتے دوستی میں بدل گئے تھے اور اجنبیت اپنائیت میں تبدیل ہوچکی تھی۔ رانو کو بتول بالکل اپنے جیسی لگتی تھی' اس کی طرح وہ بھی چھوٹے چھوٹے خواب دیکھتی تھی۔

مگر نجانے کیوں اتنی قربت کے باوجود ابھی تک بتول نے اسے اپنا ہم راز نہ بنایا تھا' یہ الگ بات کہ وہ نوری کے ذریعے اس کے تمام راز کو جان گئی تھی۔

''یہ محبت بھری غزل کس کے لیے لکھ رہی ہو بتول؟'' اس نے بتول سے سوال کیا جبکہ بتول پریشان ہوگئی تھی۔

اس نے مڈل تک تعلیم حاصل کی تھی اور رہی بات بتول کی' تو اس کی تعلیم کے لیے خاص طور پر استانی گھر آتی تھی۔ اس کو پڑھاتی لکھاتی تھی کیونکہ وہ ایک وڈیرے اور حاکم کی بیٹی تھی' جس کو کسی بھی ادارے میں جاکر مغز ماری کرنے کی قطعی طور پر ضرورت نہ تھی۔ اس کی تعلیم کے حصول میں کوئی پابندی مانع نہ تھی' وہ گھر بیٹھے جتنا مرضی پڑھ لے مگر وہ کوئی پرچہ نہ دے سکتی تھی' اس نے میٹرک ایف اے کی ساری کتابیں پڑھ ڈالی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی اس کو علم حاصل کرنے کا بے حد شغف تھا اس لیے اسے جو بھی کتاب ملتی وہ پڑھ لیتی تھی۔ قاسم اس کو پہلے پہل شہر لے جاکر اچھی اچھی کتابیں لاکر دیتا تھا جس کا حکم اسے چودھری حشمت نے دیا تھا۔

''بچی کو پڑھنے کا شوق ہے تو ایسا کرنا کچھ اچھی معیاری کتب شہر سے لے آنا' مجھے تو اتنی سمجھ نہیں ہے' نہ ہی میں پڑھا لکھا ہوں۔ اس کو نجانے کیوں اتنا شوق ہے تو ایسا کرنا بہت ساری کتابیں لے آنا۔ تجھے اس لیے کہا ہے کہ تو بھی سیانا ہے اور کیا کہا تھا تو نے تو بھی پڑھا لکھا ہے۔'' چودھری حشمت نے ایک دن اس سے پوچھا۔

''جی جی میں نے ماسٹرز کیا ہے۔'' وہ مودب ہوکر بولا تھا۔

''نجانے اب یہ کیا بلا ہوتی ہے' خیر تو نے جو بھی کیا ہے اس کے بعد تو کم از کم پڑھ لکھ تو گیا ہے ناں۔ بس اب ساری کتابیں تو لے آنا۔'' چودھری حشمت نے اس کے سر پر یہ ذمہ داری ڈال دی تھی۔ قاسم کا بھی اپنا ہی ایک پس منظر تھا' وہ ایک بہت ہی غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اور غربت سے تنگ تھا۔ ایک دن اس کی ملاقات شہر میں چودھری حشمت سے ہوگئی تھی۔ وہ مفلوک الحال پریشان سا تھا جب چودھری حشمت ایک بہت بڑے پلازہ سے شاپنگ کرکے باہر نکل رہے تھے۔ نجانے کیسے کار میں بیٹھتے ہوئے ان کا بٹوا نکل گیا تھا۔

اس نے اچک لیا تھا گھر میں فاقوں کی نوبت آگئی تھی' اس کی بوڑھی ماں تھی اور وہی اس کا واحد سہارا بھی تھا۔ اس کا دو مرلے کا ایک گھر تھا جس میں اس کی بیوہ بوڑھی ماں لوگوں کے کپڑے سی کر زندگی کے نشیب و فراز دیکھتی رہی تھی۔ پھر اس طرح ہی اس نے قاسم کی تعلیم مکمل کروائی تھی۔

''صاحب جی یہ آپ کا بٹوا ہے' دیکھ لیجیے رقم پوری ہے ناں۔'' قاسم نے آگے بڑھ کر کہا تھا' چودھری حشمت نے ایک گہری نگاہ اس اجاڑ حلیے والے خوبرو مرد پر ڈالی تھی۔

''واہ ماشاء اللہ بڑا ہی نیک ہے تو' تو نے تو بہت متاثر کیا ہے مجھے' کیا کرتا ہے تو؟'' چودھری حشمت ٹھنک کر اس سے سوالات کرنے لگے تھے اور وہ بھی اب تسلی بخش جوابات دے رہا تھا۔

''گاڑی چلانا آتی ہے کیا؟'' اچانک سوالات کے

درمیان اس سے چودھری حشمت نے ایک بے تکا سا سوال کیا تھا۔ وہ ہونق سا رہ گیا۔

''جی میں ڈرائیونگ جانتا ہوں مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔'' وہ متعجب ہوا تھا۔

''ارے اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ تم ایک ضرورت مند اور ساتھ ہی غیرت مند انسان ہو محنت مزدوری میں کوئی عار نہیں ہوتا' دیکھو اگر اپنی تعلیم اسناد لے کر در در بھٹکو گے تو شاید کسی طرح بھی تمہیں جاب نہ ملے۔ آج میرا یہ بٹوا گرنا تمہاری نظر پڑنا اور پھر پوری امانت داری سے لوٹا دینا' محض ایک اتفاق نہیں ہے اس میں رب کی رضا بھی ہوسکتی ہے' مجھے کتنے دنوں سے ایک قابل اعتبار شخص کی ضرورت تھی جو میرے لیے ڈرائیونگ کرے' تجھے بھی پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے دو وقت کی روٹی چاہیے۔ میں تجھے معقول تنخواہ دوں گا' کھانا' کپڑا الگ اور ہاں چاہو تو اپنی اماں کو بھی لے آؤ' حویلی میں بہت جگہ ہے' ویسے تو یہاں بھی ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے۔'' چودھری حشمت نے صاف دو ٹوک انداز میں کہا تھا' وہ حیرت سے گنگ کھڑا تھا' قسمت اس پر مہربان تھی۔

''جی میں آپ کی اس آفر کو قبول کرتا ہوں مگر ایک بار میں ماں سے بھی مشورہ کرلوں۔'' قاسم نے خوشی سے کہا تھا اور پھر واقعی اس نے اپنی ماں سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسے خوشی خوشی اس کام کی مبارک باد دی تھی۔ یوں وہ یہ نئی نوکری کرنے لگا تھا۔ اس کا کام شروع ہوچکا تھا اور اس کی ماں نے کہا تھا کہ فی الوقت وہ اس کی فکر نہ کرے اور وہ وہاں کے حالات دیکھے' اصل میں سارا محلّہ ہی اس کی ماں کی خبر گیری کرتا تھا' ساتھ والی گھر کی بیوہ خالہ آ کر رات کو اس کی ماں کے ساتھ سو جاتی تھیں یوں اسے ماں کی کوئی فکر نہ تھی' اس کی ماں نے بھی شہر کو چھوڑنا مناسب نہ سمجھا تھا' پھر اس نے یہ کام شروع کردیا تھا ہفتے میں دو دن چھٹی ہوا کرتی تھی اور وہ دو دن اپنی ماں کے پاس گزارتا تھا۔

قاسم نے جب چودھری حشمت کے کہنے پر پہلی مرتبہ بتول کو کتابیں لا کردی تھیں تو اس کے بعد بتول نے اسے مزید کچھ کتابوں کے نام ایک چٹ پر لکھ کردیئے تھے۔ یوں یہ سلسلہ چل نکلا تھا' ہر ہفتے جب وہ شہر جاتا' اس سے اپنی مطلوبہ کتابوں کا کہہ دیتی اور وہ لا دیا کرتا تھا اور اس کے روپے اسے چودھری صاحب دیا کرتے تھے۔ یوں ایک روز نجانے بتول کے دل میں کیا سمائی اس نے قاسم سے کہا تھا۔

''کیا آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟'' اس بے تکے سوال پر قاسم ہراساں ہوگیا تھا۔

''جی یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' کہنا تو وہ چاہتا تھا کہ یہ سب آپ کو زیب نہیں دیتا اور اس کے اور قاسم کے درمیان خلیج حائل ہے مگر کہا بھی تو فقط اتنا ہی۔

''کیوں کیا میں نے کوئی غلط سوال پوچھ لیا ہے' مطلب شادی یا منگنی......'' بتول نجانے کیا جاننا چاہتی تھی۔

''جی ایسا کچھ بھی نہیں ہے' ابھی تو ذریعہ معاش نے ہی مجھے خرد سے بیگانہ کر رکھا تھا۔'' وہ بھی پہلی بار سادگی سے جواب دیتے ہوئے شرماسا گیا تھا۔

''اچھا کیا میں تمہیں اچھی لگتی ہوں؟'' یہ دوسرا سوال تھا جو حد سے زیادہ خطرناک تھا اور بے باک انداز اسے گھبراہٹ میں مبتلا کررہا تھا۔

''یہ سب آپ کے منہ سے اچھا نہیں لگ رہا ہے' میرا خیال ہے اب میں چلتا ہوں۔'' قاسم کا لہجہ از خود ہی سرد ہوگیا تھا۔

''کیا واقعی تمہیں میں اچھی نہیں لگتی...... مگر تمہاری نظریں تو کچھ اور ہی کہتی ہیں۔'' وہ واپس جانے کے لیے پلٹا تھا جب اس نے اپنے لفظوں کی زنجیر اس کے قدموں میں ڈال دی تھی۔

''آپ کیوں میری دشمن بن گئی ہیں۔'' نجانے کیسے قاسم کے منہ سے پھسل گیا۔

''اچھا کیا واقعی؟'' اس نے جھیل جیسی آنکھیں اس کی نگاہوں میں مرکوز کردی تھیں۔ وہ سٹپٹا سا گیا تھا۔

یہ ایک سچ تھا کہ وہ شعوری لاشعوری طور پر ہی سہی اس کو چاہنے لگا تھا مگر یہ ایک سراب تھا جس کی کوئی منزل نہ تھی'

ایک ایسی خواہش جس کو تاعمر تشنہ ہی رہنا تھا۔ اور پھر ہر خواہش کی تکمیل بھی ہو یہ ضروری نہیں ہوا کرتا۔

"میرا خیال ہے اب میرا یہاں سے جانا ہی بہتر ہے۔" کہنے کے بعد قاسم وہاں سے چلا گیا تھا مگر اس دل کا کیا کرتا جو وہیں اس نے بتول کے قدموں میں تنہا چھوڑ آیا تھا۔ ساری رات قاسم بتول کے حسین خیالوں میں کھویا رہا تھا' طبقاتی کشمکش حائل تھی۔ اس نے کبھی بھی نہ سوچا تھا کہ بتول بھی اس کی نگاہوں میں جلتی ہوئی محبت کی اس چنگاری کو سلگا دے گی' اس نے تو یک طرفہ محبت کی تھی' مگر اب وہ بھی اس کی محبت میں برابر کی شراکت دار تھی۔

پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چراتے ہوئے ایک دوسرے سے ہار گئے تھے' تھک گئے تھے' محبت کا اعتراف ہوا عہد وفا ہوئے پھر ملاقاتیں ہوئیں اور اب اس میں ہر گزرتے دن کے ساتھ شدت آ رہی تھی' اب اکثر لوگوں کو اس کا علم تھا مگر کون اپنی موت کو دعوت دیتا اور آج جب اس نے بتول کی چوری پکڑ لی تھی تو اس نے بتول کے چہرے پر خوف نہیں دیکھا تھا' محبت کی طاقت تھی۔

"ہے کوئی بھابی مگر آپ اس معاملے سے دور ہی رہو تو اچھا ہوگا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"مگر یاد رکھنا میں ہی تمہاری مدد بھی کرسکتی ہوں اس معاملے میں' اگر تمہارا دل چاہے اعتبار کرنے کے لیے تو مجھ پر بھروسہ کرسکتی ہو' میں تمہاری راز دار بننے کے لیے تیار ہوں' مگر اس کے لیے تمہیں مجھ پر مکمل اعتبار کرنا ہوگا۔" رانو نے ایک بار بالکل سچائی سے اپنے جذبات اس کے سامنے رکھ دیئے تھے' رانو کی بات پر وہ سوچ میں پڑ گئی تھی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ آخر وہ اس پر اعتبار کرے یا نہ کرے' وہ اسی کشمکش میں تھی۔

"سوچ لو بتول میں تم پر زبردستی نہیں کروں گی۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا' بتول ہنس دی۔ پھر بتول نے اسے قاسم کے متعلق لفظ لفظ بتا دیا تھا۔

"بتول تمہیں خوف نہیں آتا اپنے باپ اور بھائی سے؟" اس کی محبت دیکھ کر رانو بھی ڈر گئی تھی اور دل سے دعا دی تھی کہ وہ اپنی محبت کو حاصل کرلے۔

"نہیں بھابی' محبت میں بہت طاقت ور ہوتی ہے' یہ انسان کو بہت مضبوط اور بہادر بنا دیتی ہے' مجھے کسی شے سے نہیں ڈر لگتا' ہاں میں قاسم کو کھو دینے کے خوف میں ضرور مبتلا ہوں۔ میں اپنے بابا کی لاڈلی ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات کا مان رکھیں گے اور میری اس محبت کو بھی کھلے دل سے قبول کرلیں گے' ہاں وقتی طور پر شاید غصہ کریں مگر بالآخر جیت محبت کی ہی ہوگی۔" بتول کے لہجے میں اعتبار اور یقین تھا اور اس نے دل کی گہرائیوں سے بتول کی دائمی خوشیوں کے لیے دعا کی تھی۔ پھر اس نے بتول کو گلے سے لگایا تھا۔

"ارے جب میں رخصت ہو کر قاسم کے ساتھ جاؤں گی اس دن میرے گلے لگ جانا آپ۔" وہ ہنس دی' جلترنگ سی ہنسی زندگی سے بھرپور تھی اور وہ اس کی ہنسی میں اپنی ماضی کی ہنسی کی صدا کھوج رہی تھی۔

❀......☆......❀
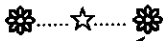
کون کس حال میں گزرا ہے بتا دیتا ہے
راستہ خود ہی مسافر کا پتہ دیتا ہے
چاہے کتنی بھی وفاؤں کی تمنا کیجیے
جس کی فطرت میں دغا ہو وہ دغا دیتا ہے
درد سے یونہی تو ہوتا نہیں لرزہ طاری
کوئی ایسا ہے جو زخموں کو ہوا دیتا ہے
ایک بجھتے ہوئے شعلے کو نہ لاغر سمجھو
یہ بھڑک جائے تو آنگن کو جلا دیتا ہے
بس یہی سوچ کر ہنستے ہوئے تھم جاتا ہوں
وقت بے وقت یوں ہنسنا بھی رلا دیتا ہے

"بیٹا کتنے دن ہوگئے اب جا کر بہو کو گھر لے آؤ۔" دردانہ بیگم اب روز روز کے گھر کے کاموں سے تھک سی گئی تھیں جو بھی تھا وہ تھی تو ایک آدھ کام کر ہی لیتی تھی' اس کے ساتھ دن گزر ہی جاتا تھا' سب سے بڑھ کر وہ افسردہ سی تھیں کیونکہ اب ان کا اپنے بھائی سے تعلق واسطہ ختم ہوگیا تھا اور وہ دیکھ رہی تھیں ان کا بیٹا کتنے دنوں سے دکھی ہے اور وہ اس

کی افسردگی کی وجہ سے بھی بخوبی واقف تھیں۔
"اماں میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں نے اس پر اس گھر کے دروازے بند نہیں کیے وہ خود اپنی مرضی و منشاء سے گئی ہے اور واپس بھی جب چاہے آسکتی ہے۔ اس پر کوئی بھی پابندی اور روک ٹوک نہیں۔" عثمان نے بات ٹالنے والے انداز میں کہا۔
"بیٹا اگر تو نہیں جانا چاہتا تو میں وہاں جاتی ہوں تو مجھے تو نہ روک بیٹا' وہ میرے بھی بھائی کا گھر ہے پھر جب میں جاؤں گی تو ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے ہی میری منتظر ہو یا ہوسکتا ہے کہ تیری راہ تک رہی ہو۔" دردانہ بیگم نے طریقے سے اپنے بیٹے کو راضی کرنا چاہا تھا۔
"اماں وہی کیوں میری راہ تک رہی ہوگی' ہوسکتا ہے میں اس کی راہ تک رہا ہوں۔ وہ یہ کیوں نہیں سوچتی' میرے اضطراب کا میرے کرب واذیت کا شمار کون کرے گا' میری تشنگی کا حساب کون رکھے گا۔" وہ ٹوٹ ڈ بکھر رہا تھا۔
"ماں تو جانتی ہے کہ میں نے پورے خلوص دل سے اس کو اپنایا تھا۔ اس کی کسی بھی آرزو کو تشنہ نہیں رہنے دیا۔ اس کے منہ سے نکلی ہر بات کا میں نے مان رکھا' اب اس کا بھی تو فرض ہے کہ وہ میرا احساس کرے' میرے جذبات کا ہی خیال رکھ لیتی۔" عثمان نے گلوگیر لہجے میں کہا۔
"دیکھ وہ اتنی ہی اچھی اور اتنی ہی سمجھدار ہوتی تو رونا کس بات کا تھا۔ تو نے خود شادی کا تقاضہ کیا تھا اب تو مجھے مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتا' تیرے سامنے اس کا ماضی ہے اس کی حرکات اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے' اب اس سب کے باوجود تم اس کو کیوں اپنے رنگ میں نہیں ڈھال سکے' عورت ذات کو فقط محبت ہی نہیں کچھ رعب سے بھی رکھا جاتا ہے۔ میں ہرگز یہ نہیں کہہ رہی کہ تو اس سے محبت نہ رکھ مگر اول روز سے تو نے اس پر سختی روا رکھی ہوتی تو آج ہم دونوں کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" وہ بے حد طریقے سے اس کو سمجھا رہی تھیں اور اس کی بات کو بھی سن رہی تھیں اور اپنی بات بھی اس کے سامنے رکھ رہی تھیں۔
"اب بھی وقت ہے میرا کہا مان' میں جا کر اس کو منا کر لاتی ہوں' تم نہ جاؤ' مجھے جانے دو۔" دردانہ بیگم نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
"ٹھیک ہے اماں آپ جائیں۔" اس نے تھکے ہوئے جواری کی طرح اجازت دی۔
"جیتا رہ میرا بچہ میں کل ہی چلی جاؤں گی۔" دردانہ بیگم نے خوشی سے نہال لہجے میں کہا۔
"نہیں اماں ابھی نہیں جب میں کہوں گا آپ نے تب جانا ہے' اس سے پہلے بالکل نہ جایئے گا' میں نہیں چاہتا کہ میری ماں کی کسی قسم کی بھی کوئی تذلیل کرے' میری ماں کا رتبہ اس کا مقام بلند ہے اس کے مرتبے کا خیال بھی مجھے ہی رکھنا ہوگا۔" عثمان نے سمجھداری سے کہا۔
"مگر اس دیر کی وجہ کیا ہے' ایسا نہ ہو کہ زیادہ دیر ہوجائے...... تو کیوں ضد کررہا ہے۔" دردانہ بیگم متعجب ہوئیں۔
"اماں میں چاہتا ہوں ایک بار فون کرلوں' اگر وہ مجھ سے طریقے سے تمیز وادب سے بات کرے گی تو میں آپ کو بتادوں گا۔ ورنہ فی الوقت جانے کی ضرورت نہیں ہے جب تک کہ اس کی اپنی عقل ٹھکانے نہیں آجاتی۔" وہ بضد رہا۔
"میری تو سمجھ میں تیری کوئی بات نہیں آتی' اچھا جیسے تو ٹھیک سمجھے۔" دردانہ نے بات اس پر ڈال دی اور وہ پُرسوچ انداز میں خلا میں تکنے لگا۔
ایسا بھی نہ تھا کہ اسے اس ستم گر کی یاد نہیں آتی تھی' مگر اب وہ اپنی اس محبت کو آزما رہا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس کے انداز دیکھے گا' اس کو پرکھے گا' پھر جب وہ سیدھی ہوگئی ٹھوکر کھانے سے پہلے ہی سنبھل گئی تو وہ بھی کھلے دل سے اس کو اپنالے گا۔ اس کے دل کے دروازے اس پر ہمیشہ کے لیے کھلے تھے۔

❁......☆......❁

"ابا میری جاب لگ گئی ہے اور میں اب چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرے ساتھ شہر چلیں۔" وہ اتنے دنوں بعد آیا تھا گو تھوڑا ہی آتے ہی اس نے والدین کو اپنے ساتھ لے جانے کی بات کی تھی۔

"نہ بیٹا ساری حیاتی جہاں گزار دی اس دھرتی کے سینے میں موت بھی آ جائے تو اچھا ہے۔ پھر یہاں میری بہن ہے اور جس حال میں سہی میری بیٹی بھی تو ہے۔" وہ دل شکستگی سے بولا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے بابا مگر ہمارا یہ مقدر نہیں ہے کہ دوسروں کی جوتیاں ہی سیدھی کرتے رہیں۔ کب تک ہم لکیر کے فقیر بن کر زندگی بسر کریں گے' ہمیں بھی اب بہتری کی طرف قدم اٹھانا چاہیے۔" وہ اپنے والدین کو سمجھا رہا تھا۔

"بیٹا کیوں ضد لگا رہا ہے۔" عذرا بیگم نے دکھ سے کہا۔

"اچھا بابا میں نے ایک اور بات بھی کہنی ہے۔" اب وہ اصل مدعا پر آیا۔

"ہاں بیٹا بول۔" عذرا بیگم نے کہا۔

"میں نے آپ سے بات کی تھی ناں زویا کی' اس کے والدین اور بھائی ایک کار حادثے میں جاں بحق ہوگئے ہیں۔ اب دنیا میں اس کا کوئی بھی نہیں رہا' میں نے پہلے بھی آپ سے بات کرنی تھی مگر اوپر تلے ہونے والے حادثات کی وجہ سے میرے اپنے جذبات مرجھا گئے تھے' مگر اب زویا کو میرے ساتھ اور سہارے کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ میرے ساتھ جا کر ایک مرتبہ زویا کو دیکھ لیں اس کے والدین تو نہیں رہے اس کے بڑوں سے بات کرلیں اور باضابطہ طور پر سادگی کے ساتھ اس کو بیاہ کر لے آئیں۔ میں چاہتا ہوں اب بابا اکیلے نہ رہیں اور رانو نے بھی یہی کہا تھا۔" وہ دھیمے لہجے میں بولتا رہا۔ رانو کے ذکر پر دونوں بوڑھے ماں باپ چونکے تھے۔

"رانو کہاں ملی تجھے؟" عذرا بیگم نے تعجب سے پوچھا' حیرت در آئی تھی ان کے لہجے میں۔

"اماں اس نمانی نے اب مجھ سے کہاں ملنا تھا' اس نے کسی کے توسط سے وہاں شہر میں مجھے خط لکھ کر بھیجا تھا' اس نے اپنے حالات بھی لکھے تھے۔ بابا وہ اپنے گھر میں خوش و مطمئن ہے' جس کی قسمت میں جو لکھا تھا ہوگیا' آپ لوگ بھی کب تک اس پر ماتم کناں رہیں گے۔ میں جانتا ہوں جو ہوا اچھا نہیں ہوا' مگر مزید برا ہو اس سے پہلے سمجھوتہ کرلینا بہتر ہوگا۔" وہ دبے دبے لفظوں میں والدین کو سمجھا رہا تھا۔

"اب بتا تو کیا چاہتا ہے' ہم وہاں جانے کو راضی ہیں' باقی تو ہم سے رانو کا ذکر نہ کر' ہمارا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے' نجانے رانو نے کس طرح کن حالات میں تجھے خط لکھا ہوگا مگر اصل بات تو رب ہی جانتا ہے' ہم اس سے خفا نہیں ہیں۔ رب بھی اس سے راضی ہو' اس نے ہم سب کی خاطر اس روگ کو گلے لگایا ہے۔" عذرا بیگم نے دکھ سے کہا۔ ان کا حرف حرف سچ پر مبنی تھا اور اس میں صداقت بھی تھی۔

"کب چلنا ہے' ہمیں پتر۔" عذرا بیگم نے بات بدلی۔

"اماں میں ابھی کل تک ہوں پھر صبح سویرے ہی اگلے دن نکل جائیں گے۔ آپ لوگ کل کے لیے اپنی تیاری کرلیں۔" وہ متانت سے بولا۔

پھر اس نے اپنے والدین کو ہمراہ لیا تھا' باقی کے مراحل تیزی سے طے ہوگئے تھے۔ اس نے تو سوچا تھا کہ وہ اپنے والدین کو ملوا کر واپس لے جائے گا اور شادی کے دن رکھنے کے بعد ہی لینے دوبارہ آئے گا مگر اس کی قسمت میں جلد ہی زویا کا ساتھ رقم تھا۔ دادی نے جلدی سے کہا۔

"مجھے تمہارے والدین پسند آئے ہیں سادہ لوح اور صاف دل کے' اس لیے اس بات کو لمبا کھینچنے کی ضرورت نہیں' یوں بھی میں ابھی دھوم دھام سے شادی کے حق میں نہیں ہوں' سادگی سے یہاں نکاح ہوگا اور رخصتی میں اپنے ہی ہوں گے۔ تمہارے والدین دور سے آئے ہیں ابھی یہاں ہی قیام کرلیں۔ جمعہ کے دن کا نکاح مناسب رہے گا۔" دادی نے جلدی جلدی سارے معاملات طے کیے تھے۔

سچ تو یہ تھا کہ اب دادی کو خوف تھا کہ وہ کسی وقت بھی اس دار فانی سے کوچ کر جائیں گی۔ اس لیے نکاح اور پھر رخصتی میں مہینوں لگانا مناسب نہ تھا۔ اس لیے انہوں نے طے کرلیا تھا۔ یوں اس کے والدین وہیں دو دن قیام پذیر رہے تھے۔ نکاح کے لیے ضروری سامان لایا گیا تھا۔ گھر والے ہی مدعو تھے بس اور کچھ قریبی دوست احباب' زیادہ

خاندان کو اکٹھا نہیں کیا تھا۔ سادگی کے ساتھ وہ تیار ہوئی تھی۔ اگرچہ اب زریاب کمانے لگا تھا' تبھی اس نے اس کے لیے بہت اچھے خوش رنگ قیمتی ملبوسات بھی خریدے تھے مگر اس نے ان سب میں سے سب سے ہلکے کام والا نفیس قدرے سادہ سا سوٹ زیب تن کیا تھا۔

نکاح کے مقدس بولوں نے دونوں کو رشتۂ ازدواج میں باندھ دیا تھا۔ آگے طویل سفر طے کرنا تھا۔ وہ والدین کی کمی کو شدت سے محسوس کر رہی تھی بار بار اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ اس پُر مسرت موقع پر اس کی عزیز از جان زیبا بھی اس کے ہمراہ تھی اور اس کے گلے لگ کر وہ زار و قطار رو دی تھی۔ رخصتی کا منظر بہت دلسوز تھا۔

فرنٹ سیٹ پر زریاب کے ہمراہ اس کے بابا تھے' پیچھے عقبی سیٹوں پر اس کی والدہ اور ساتھ میں زویا تھی۔ زریاب نے یہ کار کرائے پر حاصل کی تھی۔ جو اسے دو دن بعد واپس کر دینا تھی۔ سارا راستہ بے حد خاموشی سے طے ہوا تھا۔

''اللہ رب سوہنے کا بے حد شکر ہے کہ اس نے یہ دن دکھایا' آج میری دھی رانی اپنے گھر آئی ہے۔ ہم سب تجھے دل سے قبول کرتے ہیں۔ یہ چھوٹا سا گھر تیرا اپنا ہے' یہ بھینسوں کا باڑہ اور یہ مرغی کا ڈربہ یہ صحن یہ کچا آنگن یہ کمرہ یہ سب تیرا ہے دھی رانی۔ تو اس گھر کی مالکہ ہے' میں جانتی ہوں کہ تیری امارت کے سامنے یہ کوئی وقعت نہیں رکھتا مگر ہمارے پاس تو یہی سب کچھ ہے جو ہم تیرے سامنے رکھ رہے ہیں۔'' عذرا بیگم نے سادہ سے لہجے میں کہا تو وہ مسکرادی۔ یہ بھی ایک سچ تھا کہ گھر میں قدم رکھتے ہی اسے گہرا املال ہوا تھا۔ اس نے یہ ضرور سوچا تھا کہ وہ ایک کم حیثیت گھر سے متعلق ہے مگر اس قدر بیک ورڈ ہونے کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا مگر اب اس نے اپنی ساری خوشیاں اس سے منسلک کرلی تھیں۔ اس لیے اس نے کھلے دل سے اس کا ساتھ قبول کیا تھا۔ صبح سویرے اس نے آنکھ کھلنے پر دیکھا کہ کھڑکی کی درزوں سے روشنی اندر کی طرف داخل ہو رہی ہے جب کہ زریاب پُرسکون نیند سو رہا تھا۔ رات میں ان دونوں نے ایک دوسرے سے بے پناہ عہد و پیماں کیے تھے اور ان میں رنگ بھرنے کے لیے ہر گزرتے دن میں جہد مسلسل ضروری تھی۔ ہر دن اس کی تعبیر پانے کے لیے ایک دوسرے کے دکھ اور سکھ میں برابر کا شریک ہونا ضروری تھا۔ اس نے ناشتہ بنانے کے لیے کچن کو تلاشا مگر کچن نہیں تھا ایک طرف دیوار سی بنا کر اسے کچن کا تاثر دیا گیا تھا۔ وہیں ضروری بنیادی سامان اور برتن رکھے تھے' وہ پُرسوچ انداز میں دیکھ کر رہ گئی' اول تو وہ بہت اچھی ماہر کک بھی نہ تھی' اس لیے اس نے وہیں بیٹھ کر اطراف کا جائزہ لینا شروع کیا' وہ ایسے پکوان نہ پکا سکتی تھی مگر کچھ تو پکا ہی سکتی تھی مگر سب سے بڑا مسئلہ وہاں لکڑیاں جلا کر کھانا پکانا تھا۔ اس کا تو اسے کوئی تجربہ ہی نہ تھا۔ وہ پھولوں میں پروان چڑھنے والی لڑکی تھی۔ جس کی ہر آرزو پوری ہوئی تھی۔ اس نے کبھی کسی شے کے لیے محرومی کا سامنا نہ کیا تھا' اسے تو یہ احساس بھی بے حد عجیب سا لگ رہا تھا کہ باقی زندگی کے سارے دن اس چھوٹے سے گھر میں گزار دے گی' مگر فی الوقت جوش جذبات سے کام لینے کے بجائے سمجھداری سے کام لینے کی ضرورت تھی۔ تب ہی اس کو سوچوں میں گھرا پا کر عقب سے عذرا بیگم آ گئیں۔

''کیا بات ہے میری دھی رانی کو بھک (بھوک) تو نہیں لگی؟'' عذرا بیگم کا لہجہ محبت کی چاشنی سے لبریز تھا مگر اسے تو اب سب ہی عجیب سا اور پرایا پرایا لگ رہا تھا۔ کاش اس کے بڑے ایک مرتبہ یہاں کے حالات آ کر دیکھ جاتے تو یوں اسے اس اجنبی جگہ' اجنبی ماحول میں پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ غسل خانہ بھی صرف ایک تھا اور وہ کمرے میں نہیں تھا بلکہ بالکل ایک کونے پر بنایا گیا تھا' صبح جب وہ ٹھٹھرتی سردی میں وہاں جا کر نہائی تھی تو اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

گیزر کے پانی سے نہانے والی آج یخ ٹھنڈے پانی سے نہا کر سردی سے قلفی کی طرح جم گئی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ٹھنڈ دور کرنے کے لیے چائے یا کافی پیے مگر اب یہاں ایک نیا مسئلہ چولہے کی عدم دستیابی تھا اور شاید وہ عذرا بیگم کو بتا نہ پائی اپنے احساسات مگر عذرا بیگم ایک جہاں دیدہ

اور عمر رسیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ سمجھدار خاتون بھی تھیں۔ انہوں نے اس کی پریشانی کو شاید بھانپ لیا تھا اور اس کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

"بیٹا تو پریشان نہ ہو کچھ دنوں کی بات ہے پھر تو تم کو اپنے خاوند کے ساتھ شہر ہی چلے جانا ہے وہ تو کملا ہے کہتا ہے تو ادھر ہی رہے گی مگر کیا پھول پودے بھی اپنی جڑ سے جدا ہو کر کبھی پھولے پھلے ہیں۔" عذرا بیگم نے کہا تو اس نے قدرے طمانیت محسوس کی۔

"کیا کرنے آئی تھی؟" اب عذرا بیگم اس کی سوچوں کا اصل محور اور وجہ جاننے کی متمنی تھیں۔

"جی مجھے چائے کی طلب ہو رہی تھی ٹھنڈ لگ رہی ہے بہت۔" اس نے شرمندہ سے انداز میں کہا۔ اسے تو سرے سے کام کاج کی اتنی عادت نہ تھی۔ جب من ہوتا تو کوئی من پسند شے تیار کر لیتی تھی ورنہ سارے گھر کے کام زیبا ہی کیا کرتی تھی۔

"اچھا تو ادھر بیٹھ جا آگ کے پاس میں چائے پکا دیتی ہوں۔" پھر اس نے دیکھا کہ عذرا بیگم نے کس قدر مہارت سے لکڑیاں سلگائیں اور اس کے لیے چائے کا کپ بنا کر اسے تھمایا تھا۔ ساتھ ہی آٹا گوندھ کر پراٹھا بیلنے لگیں۔ اس کو حیرت ہو رہی تھی کہ وہ کس قدر مہارت سے سب کام کر رہی تھیں۔ کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہ ہوتا تھا چہرے سے وہ اس سب کی عادی تھیں۔ وہ ناشتہ بنا کر فارغ ہو چکی تھیں۔

"لو ناشتہ کر لو۔" وہ اسے پراٹھا دینے لگی جب اس نے انکار کیا۔

"میں ان کو جگاتی ہوں پھر سب مل کر ناشتہ کرتے ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا اور شرمگیں مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا' پھر اس نے کمرے میں قدم رکھا اور ابھی اسے جگانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ زریاب نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اوہو تو جناب جاگ رہے تھے تو یہ دکھاوا کیسا؟ سونے کی اداکاری بند کریں اور نہا دھو کر ناشتے کے لیے آجائیں مجھے سخت بھوک لگی ہے۔" وہ ادائے دلبری سے بولی۔

"کیا ناشتہ میری ملکہ نے بنایا ہے؟" وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

"جی نہیں' اتنے خوش نصیب نہیں ہیں آپ' خیر آئندہ بنا دوں گی۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

"کیوں نہیں ضرور...... اچھا ذرا سی دیر کو سونے دو مجھے بہت تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے' آج اتنے دنوں بعد تو پُرسکون نیند سویا تھا۔" زریاب کا واقعی اٹھنے کا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا۔

"وعدے تو بہت کیے تھے میری خوشی کا خیال رکھنے کے لیے اور اب میں بھوکی ہوں اور آپ سونے کی بات کر رہے ہیں۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"بیگم آپ سے جیتنا تو بہت ہی مشکل کام ہے چلیں۔" وہ اس کے کہنے پر اٹھا اور پھر اس کے نہانے تک وہ عذرا بیگم کے ساتھ مل کر ناشتہ دسترخوان پر لگا چکی تھی۔ سب اہل خانہ نے مل کر ناشتہ کیا۔ برسوں بعد اس گھر کے مکین آسودگی محسوس کر رہے تھے اب زریاب کو احساس ہو رہا تھا کہ رانو نے اسے درست فیصلہ کرنے کو کہا تھا' ایک مدت کے بعد اس گھر کی فضا میں بھی خوشی نے دستک دی تھی۔

(ان شاء اللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)

بھول ملے کہ

منزہ جبین تاج

ہمیں حشرات الارض سے پیار ہوگیا ہے۔ بے حد و بے حساب دل چاہتا ہے کہ ان کا ایک چھوٹا ساز و بناؤ۔ چڑیا گھر بن نہیں سکتا ناں، ظالم چڑیاؤں کی تو یہ مظلوم مخلوق مرغوب غذا ہیں۔ ناحق ان کو چک چک کر نسل کشی پر تلی رہتی ہیں۔ حالانکہ یہ بیچارے تو اتنے سوئیٹ ہوتے ہیں۔ اتنے سوئیٹ ہوتے ہیں کہ بس...... ہمیں اپنے بڑے بھائی کی حشرہ دوستی نے ہمیشہ متاثر کیا۔ ان کی حشرہ دوستی کی ایک اعلیٰ مثال اس وقت سامنے آئی جب ایک دن ہمیں ایک تھیلی میں دو تین امرود پکڑاتے ہوئے فرمایا۔

"راستے میں بھوک لگی تھی، خوشبودار امرود خرید لیے، بس میں بیٹھے بیٹھے ان سے بھوک مٹالی...... دو تین بچ گئے ہیں آپ کھا لیجیے۔" ہم بڑے شوق سے چھری پلیٹ، چٹنی چاٹ مصالحہ لے کر بیٹھے۔ پہلا کاٹا اندر کیڑا، دوسرا کاٹا کیڑا موجود، تیسرا کاٹا کیڑے ہی کیڑے۔ بھائی صاحب کو مطلع کیا۔ سوچتی آنکھوں کے ساتھ بولے۔

"جب ہی کہوں امرود ضرورت سے زیادہ میٹھے کیوں لگ رہے تھے۔" بس اس دن حشرات الارض کا ذائقہ ثابت ہوگیا۔ تو کیا ہم نے غلط کہا تھا کہ وہ سوئیٹ ہوتے ہیں کسی کو اعتراض ہو تو سامنے آئے اور تجربے سے اس کا ذائقہ ثابت کرے...... سچی بات ہے کچھ عرصے پہلے تک ہمیں بھی پاکستانی عورتوں کی طرح ان سے بلاوجہ کا بیر تھا۔ چھپکلی کو دیکھتے ہی چیخ مار کر کمرے سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ لال لال بیگ کی کچن کیبنٹ میں موجودگی پر دوائیوں کی بوتلوں پر بوتلیں خالی کردیا کرتے تھے۔ اتنے سگھڑ اور صفائی پسند ہونے کے باوجود ابھی تک کنوارے تھے۔ ایک بار ہماری دور کی خالہ بیمار ہوگئیں۔ رہتی بھی خاصا دور تھیں، یعنی دوسرے شہر کے قریب، شہر کے مضافاتی علاقے میں، گریجویشن کے امتحانات کے بعد ہماری امی ہم سے گھر کے سارے کام کروانے کے بعد بھی ویلا ہونے کا طعنہ دینا ضروری سمجھتی تھیں۔ اسی ویلے پن کی وجہ سے ہمیں ساتھ لیا اور چل پڑیں بہن کی عیادت کرنے۔ وہاں پہنچے تو دل باغ باغ ہوگیا، حالانکہ ہونا تو صحرا صحرا چاہیے تھا، کیونکہ شہر کے گنجان علاقے سے نئے آباد ہونے والے علاقے میں آ کر ہوا کچھ بدلی بدلی لگی، آب ابھی پیا نہیں تھا، اس لیے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے کہ آب و ہوا بدلی ہے یا صرف ہوا۔

یہاں کنوینس کی کمی کی وجہ سے آلودگی کافی کم تھی۔ ظاہری بات ہے کہ جہاں کوئی رکشے والا منہ مانگی رقم کی پیشکش کے باوجود آنے کے لیے تیار نہ ہو کہ "باجی واپسی پر کوئی سواری نہیں ملتی"، وہاں آلودگی ہو بھی کیسے؟ ہم بدلی بدلی تازہ ہوا کا لطف لے رہے تھے۔ رکشے والے کا غصہ اتارنے کے لیے انگلی اطلاعی گھنٹی پر رکھ چھوڑی تھی کہ پاؤں کے پاس کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی۔ ایک بڑی سی چھپکلی سوکھے پتوں میں غائب ہوچکی تھی اور ہم دروازہ کھولنے والے کے بازو سے لپٹے چیخ رہے تھے۔ وہ تو امی کا دھموکا اور موصوف کی شرافت کام آ گئی ورنہ ہم تو...... خیر ہم شرمندہ ہونے کی شاندار اداکاری کرتے اندر داخل ہوئے ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ موصوف کے بازو سے لٹکے لٹکے گھر کے سارے کمروں میں چھپکلی کی غیر موجودگی کی تسلی کریں آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ ہم نے اپنی والدہ ماجدہ کی موجودگی میں ایسا کیوں نہیں کیا۔ خالہ نے اپنی بیماری اور ہماری موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چائے پینے کی فرمائش داغ دی۔ داغنے کا کام تو انہوں نے کیا تھا مگر کچن کیبنٹ (قسم سے سیاست والا کیبنٹ نہیں) کے اندر موجود لالا (اب تو ہمارے لالا ہی ہیں، کوئی کچھ بھی کہے) لالا لال بیگ کی پوری فوج کو موجود پا کر خالہ جان کے محلے والوں نے ہمارے حلق سے برآمد ہونے والی اکیس توپوں کی گھن گرج سے لطف اٹھایا۔ ساتھ ہمارے شریف کزن بھی بیچارے بھاگے بھاگے آئے کیونکہ صرف وہی بھاگ سکتے تھے۔ خالہ بیماری اور امی جان گھٹنوں کے درد کی وجہ سے اس میراتھن میں حصہ لینے سے معذور تھیں ہائے...... کیا فلمی سین تھا۔ ہمیں کچن سے نکلنے کی عجلت تھی انہیں کچن میں داخل ہونے کی، اس جلد بازی کے نتیجے میں تصادم ہوگیا۔ اس تصادم کے بعد ہم شرمندہ اور وہ بے شرم بے شرم سے نظر آئے۔ ہمیں وہیں روک کر بولے۔

"میں آ تو گیا ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ چھپکلی بھاگ گئی ہوگی، مگر سماعت سے محروم ہونے کے بعد۔" چھپکلی کے لیے ان کی فکرمندی پر ہمیں غصہ تو بہت آیا اگر چائے پکانے کی

مجبوری نہ ہوتی تو کبھی کچن کی طرف اشارہ کرکے لالوں کی موجودگی سے آگاہ نہ کرتے۔انہوں نے چپ چاپ چائے کی پتیلی نکال کر ہمارے ہاتھ میں پکڑائی۔چینی چائے پتی کے ڈبے شیلف پر رکھے اور پلٹ گئے۔

"سنیے۔" مجبوری بھی انسان سے کیا کیا کام کرواتی ہے۔ ہم مجبور نہ ہوتے تو کبھی اس بدتمیز شخص کو نہ پکارتے۔

"آپ یہیں بیٹھ جایئے۔" اب ظاہری بات ہے وجہ بتانا غیر ضروری تھا۔وہ چپ چاپ شریف بچوں کی طرح ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر چوکس دربان کی طرح کچن کے دروازے پر براجمان ہوگئے۔ہم نے جیسے تیسے چائے پکائی (ویسے بقول امی ہم سارے کام جیسے تیسے ہی کرتے ہیں) لان میں بیٹھ کر سب چائے سے لطف اندوز ہورہے تھے مگر ہماری نظریں گھاس میں کسی دوسری مخلوق کو تلاش کرنے میں مصروف تھیں۔ہم دشمن کے حملے سے پہلے چوکنا رہنے پر یقین رکھتے ہیں۔آخر ہماری تلاش کامیاب ہوئی۔ایک عجیب وغریب حشرہ جھومتا جھامتا آگے بڑھ رہا تھا۔ہم چیخے (حسب عادت' حسب معمول' حسب توقع) دس فٹ دور ہونے کے باوجود ہمیں لگا کہ وہ ہمارے پیروں پر چڑھنا ہی چاہتا ہے اسی لیے اپنے پیر پلاسٹک کی ہلکی پھلکی میز پر رکھ دیے۔میز بیچاری لرز اٹھی اور موصوف کی چائے ان کے کپڑوں پر گر گئی مگر حیرت ہے کہ موصوف نے کوئی طنزیہ تیر چلانے کے بجائے اٹھ کر اس حشرے کو مارا اور چٹکی میں پکڑ کر کوڑے دان میں ڈالتے ہوئے بولے۔

"یہاں آبادی کم ہونے اور پہاڑی علاقے کی وجہ سے زہریلے بچھو نکلتے ہیں۔"

"بچھو......" ہماری آنکھیں اس حد تک پھٹیں کہ حلقوں سے باہر نکل کر ہماری گود میں نہ گریں بس اس کے بعد یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے تڑپ تڑپ کر گریہ وزاری کرنے پر امی کو واپسی کی راہ لینی پڑی۔حیرت تو ہمیں ٹھیک ایک ہفتے بعد بیمار خالہ کی اپنی گھر میں موجودگی پر ہوئی۔ہماری بے یقینی کی کچھ ایسی کیفیت تھی۔"کبھی ہم خود کو کبھی مٹھائی کے ٹوکرے کو دیکھتے۔" خالہ محترمہ "موصوف" کے حق میں ہماری بکنگ کروا کر ہی اٹھیں' وہ بیماری کی وجہ سے جلد شادی کی خواہش مند تھیں۔ برسوں اپنے شاندار بیٹے کے لیے کئی شہروں کی لڑکیاں مسترد کرنے کے بعد بیماری سے عاجز خالہ نے بیٹے کو اپنے لیے خود لڑکی پسند کرنے کا اختیار سونپا' اختیار ملنے کے چوبیس گھنٹوں کے اندر ہم دونوں کی دنیا بدل گئی۔ان کو مجھ سے اور مجھے حشرات الارض سے پیار ہوگیا۔اوقات سے بڑھ کر عزت ملنے پر ہم نے بھی ڈرتے ڈرتے شادی سے پہلے گھر تبدیل کرنے کی شرط رکھ دی۔ہم اتنے بے وقوف نہیں کہ گنجان آبادی میں شفٹنگ کی فرمائش خالہ سے کرتے۔یہ فرمائش تو ہم نے موصوف سے کی۔ہمیں حشرات الارض سے پیار سہی...... ان کے لیے زو بنانے کا خیال اپنی جگہ' مگر ان کو زو میں ہی رہنا چاہیے۔ ہمارے گھر میں نہیں' ہمارا اپنے پیارے دوستوں (حشرات الارض) کو مشورہ ہے کہ خوامخواہ جان پر کھیل کر انسانی آبادی میں نہ گھسا کریں۔ کسی دوشیزہ کے بر کی تلاش میں مدد کا خیال ہو تو کبھی کبھار دورہ کرنے میں کوئی ہرج نہیں اور ہاں...... ایک بات تو ہم بتانا ہی بھول گئے۔ہمارے پیارے پیارے پیا نئے گھر میں شفٹنگ سے پہلے فیومیگیشن کروانا نہیں بھولے۔

عید اور پھر آگئی

حرا قریشی

بقول شاعر

یہ خوشی ہے روزہ داروں کے لیے
روزے جو گئے ان کی رسید آئی ہے!

راگ الاپتی رنگ برنگی چوڑیوں کی مسحور کن ترتیب' محبت سے کھلے لگاتی حنا کی نازک دوشیزاؤں کی پوروں پر رو پہلی الوہی مہک' اطمینان سے نکلتے نرم خو سورج کی بھرپور ادائیں اور ان اداؤں کے تعاقب میں زندگی سے بھرپور قہقہے' بلند آواز میں گیت گاتے سریلے سر بکھیرتے بچوں کی دلچسپ و شریر شرارتیں' سحر کی آغوش میں پھڑ پھڑاتے طائروں کی شوخیاں' لانبی حسن کی بجلیاں' خوشنودی کے تحائف اور خوابوں سے سجی آنکھیں' یہ سب علامات ہیں عید کی' جو ہر مسلمان کو عیدالفطر کی نوید دیتی ہیں اور رمضان کے حتمی اختتام کے بعد مومن کو خوشی اور غم دونوں ہی کے ملے جلے امتزاج سے دوچار کرتی ہیں۔ مسرت کی گھڑی اس لیے کہ بعد از ماہ مبارک ''عید'' کی نوید ملتی ہے۔ غم کی کیفیت اس لیے کہ پھر سے گیارہ ماہ کے شدت انتظار کے بعد رمضان نے آنا ہوتا ہے۔ اس مسرت کے دن سب رنجشوں کو بھلا کر عزیز و اقارب ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ جب بغلگیر ہوتے ہیں تو نفرت و کدورت کے بادل راہ بدلتے دور چلے جاتے ہیں۔ خوشیوں کی ایک بھرپور بارات چمکتے تاروں سے مزین عالم اسلام کے پیروکاروں کی سرزمیں پر ایک تازہ جشن لیے اترتی ہے۔ یہی وہ عوامل ہیں جن کے پہلو میں ''عیدالفطر'' کے معنی بھی چھپے ہیں۔ عید کا لفظ عود سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''بار بار آنا'' اور فطر افطار سے مشتق ہے' یعنی عید کے معانی کیف آفریں نشاط و مسرت اور جشن کے ہیں۔ اس سے مراد وہ مسرتوں بھرا دن ہے جو بار بار لوٹ کر آتا ہے چونکہ فطر کا براہ راست تعلق روزہ کھولنے سے ہے۔ اس لیے یہ وہ تحفہ خاص مسلم امت کے لیے ہوتا ہے جو امت مسلمہ کو رحمتوں' نعمتوں اور برکتوں والے ماہ مبارک ''رمضان'' کے بعد عطا ہوا پھر عید تو چاہے عیدالفطر ہو یا عیدالاضحیٰ چاند کے دیدار کی ایک الگ ہی خواہش ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں اب لوگوں کے اس شوق میں کمی بھی آئی ہے مگر ابھی کچھ ایسے چاند کے دیوانے ہیں جو نہ صرف اس کی دید کی طلب کے لیے چھتوں پر چڑھ کر اس کے منتظر ہوتے ہیں بلکہ اپنے محبوب کے سراپے کو بھی مہ سے تشبیہ دیتے ہیں پھر جب موقع بھی دستور بھی ہو' عید بھی ہو اور اس عید کے ساتھ یار من کی دید بھی ہو تو شوال کے مہ غازہ کا سحاب کے عقب میں رنگ کسی لجائی حسینہ سا ہوتا ہے اور روزہ دار کی تو صبح و شام ایک نادیدہ مسرت میں گزرتی ہے کہ بعد رمضان بصورت اجرت اسے عید ملتی ہے۔

بقول اقبال

غرے شوال! اے نگاہ روزہ دار......
آ کہ تھے تیرے لیے سراپا انتظار......
تیری پیشانی پہ تحریر پیام عید ہے......
شام تیری کیا ہے' صبح عیش کی تمہید ہے......

تہوار عید کا قدر و منزلت کی افادیت کے ساتھ ساتھ رضائے الٰہی اور رب ذوالجلال کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔

(یہاں روزہ کی اہمیت پر بھی غور طلب مقام ہے) درج ذیل ارشاد ربانی کہ ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔'' اس سے واضح یہ تخیل بیدار ہوتا ہے کہ روزہ محض رب کی رضا اور روحانی خوشی کے سبب رکھا جاتا ہے۔

اب کچھ احادیث کی روشنی میں بھی ''عید الفطر'' پر غور وفکر کرتے ہیں۔

سب سے پہلے اسلام میں عید کی نماز ہجرت کے پہلے سال ادا کی گئی۔

(عید کی مشروطیت کے حوالے سے حدیث)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ کے لیے دو دن کھیل کود کے لیے مقرر تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں سے بہتر دن عطا کر دیئے۔ ''عید الفطر اور عید الاضحیٰ'' (ابوداؤد)

ایک اور جگہ دیکھیں۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے اور انہیں مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو...... اس اجیر (مزدور) کی جزا کیا ہے جس نے اپنے ذمے کا کام پورا کر دیا؟''

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ''اے ہمارے پروردگار! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کی مزدوری اسے پوری پوری دے دی جائے۔'' اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ''اے میرے ملائکہ! میرے ان بندوں نے فرض ادا کر دیا جو میں نے ان پر عائد کیا تھا پھر اب یہ گھروں سے (عید کی نماز ادا کرنے اور) مجھ سے گڑگڑا کر مانگنے کے لیے نکلے ہیں' قسم ہے میری عزت اور میرے جلال کی' میرے کرم اور میری بلند شان کی اور میری بلند مقامی کی' میں ان کی دعائیں قبول کروں گا۔'' پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: ''جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پھر وہ (عید گاہ سے) اس حالت میں پلٹتے ہیں کہ انہیں معاف کر دیا جاتا ہے۔'' (سنن بیہقی)

حدیث مبارکہ میں چاندرات کی بھی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو اس سے قبل کسی امت کو عطا نہیں کی گئیں (ان میں سے پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ) آخری رات میں (روزہ داروں) کو بخش دیا جاتا ہے۔''

ایک صحابی نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ کیا وہ رات لیلتہ القدر ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں بلکہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہوتا ہے تو اسے پورا اجر دے دیا جاتا ہے۔'' (مسند احمد)

اس رات روزہ داروں کو ان کے اعمال کا اجر و ثواب ملتا ہے۔ سو مدعا خاص الخاص یہی ہے اس شب کو شاپنگ کی نذر کر دینے کی بجائے اس کی فیوض و برکات سے فیض حاصل کی جائے اسلام کا ہر تہوار ہی تاریخ کے جھرکوں میں ایک رخشندہ باب کی سی ہی حیثیت لیے ہوئے ہے لہٰذا ہر تہوار کو مناتے ہوئے حتی المقدور اعتدال و میانہ روی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رایت کی ہے
حسن روز افزوں سے تیرے آبرو ملت کی ہے

دعاؤں کی طلبگار

رفاقت جاوید

اس نرم دل کا کیا کروں؟

عیدالفطر اور عیدالاضحی ہم مل کر گزارا کرتی تھیں بچے ذرا سنبھلے تو جاوید نے بچوں کو قربانی کی اہمیت پر حضرت ابراہیم کی خوب لمبی چوڑی کہانی سنائی اور چاروں لڑکوں کے ہاتھوں میں چھریاں تھمادیں کہ وہ بھی قصاب کے ساتھ بکرے ذبح کرنے میں مدد کریں گے تو خوب ثواب کمائیں گے گیتو صاحب حسب معمول سب سے آگے تھے جب قربانی کے بعد بچے اندر آئے تو پروین ان کے سفید جوڑوں پر خون کے چھینٹے دیکھ کر ایک جھٹکے سے کھڑی ہوگئی گیتو یہ کیا؟ کیا کیا ہے تم نے؟

ماما میں نے بکرا ذبح کیا ہے وہ خود اعتمادی اور مسرت آگین لہجے میں بولا تھا۔

"تم نے یہ سب کیسے کیا اور کیسے دیکھا؟ وہ تڑپ کر حیرت سے بولی۔"

ماما میں بڑا ہوگیا ہوں ڈونٹ وری، گیتو نے فخر سے سینہ تان کر کہا سوفو بکرا ذبح کرسکتا ہے تو میں کیوں نہ کروں؟ اس سے کتنے سال بڑا ہوں۔

ہائے اگر ہاتھ کٹ جاتا وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

تو کیا ہوتا اسپتال چیے پر ہے میں خوب ہنسی تھی اور بچے پھر شور شرابا کرتے باہر نکل گئے پروین سوچ میں غرقاں ہوگئی۔

اب بکرے پر ظلم وتشدد کی آمد آمد ہے میں نے اسے چھیڑا تھا کیا سوچ رہی ہیں؟

نہیں بتاؤں گی آپ مجھے پاگل قرار دے کر اسی وقت یہاں سے رخصت فرمادیں گی جبکہ عید میں آپ کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔

اس حقیقت سے مجھے انکار نہیں کہ شاعروں کا پیدائش سے اس موذی مرض سے بہت گہرا تعلق اور رشتہ ہے اس مرض کے بیج آپ میں بھی موجود ہیں تو خوشبو، صد برگ، خودکلامی اور انکار نے کونپلیں نکالیں اور اب چار عدد تناور سایہ دار درختوں تلے ایک پاگل خانہ بناتے ہیں جس میں آپ تنہا نہیں ہوں گی ساتھی بے شمار ملیں گے فری ایڈمیشن ہوگا یہ سن کر وہ اتنا ہنسی کہ آنکھوں سے پانی بہہ نکلا۔

کافی دیر بعد سنجیدگی سے بولی رف گیتو نے خبر تو خوش کن سنائی کہ میں بڑا ہوگیا ہوں مگر میرا دل دہل سا گیا ہے جب میں اس کی شادی کروں گی تو وہ مجھ سے دور چلا جائے گا تو اس کے بغیر سانس کیسے لوں گی؟ اکیلی کیسے رہوں گی؟ یہ تو میرا محافظ ہے یہ تو میرا ساتھی ہے میرے دکھوں کا مداوا بھی ہے۔

I will still be young when he gets married.

آپ کی رخصتی اسی پاسبان کی ساتھ کردی جائے گی فائدہ ہی فائدہ ہوگا بہو کو بیٹا سونپنے کا تاوان ضرور وصول کیجیے گا پروین آپا اور میں بھی تو جیسے دار ہوں گی فکر نہ کریں وہاں بھی آپ کی جان ہم سے نہیں چھوٹے گی میں نے چھیڑنے کے انداز میں کہا تو وہ ذرا سا مسکرائی۔

اتنی دیر میں گوشت تیار ہوچکا تھا قصائی بھی جاچکے تھے پروین تیزی سے باہر نکل گئی برآمدے کے کونے میں بکروں کے پائے اور سر دیکھ کر اسے قے آگئی تھی۔

مائی گاڈ مسلمان کچھ نہیں چھوڑتا یہ کہہ کر اس نے ملازم کو پانی لانے کے لیے کہا اور پھر ایک ہی سانس میں پانی پی کر رحم و ترس سے بکھرے ہوئے خون کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی دوپہر کا کھانا تو درکنار اسے ٹیبل کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا دل اتنا نرم تھا کہ سنبھل نہیں رہا تھا جیسے چھریاں بکروں پر نہیں اس کے دل پر چل گئی ہوں۔

میں نے فروٹ اور دودھ اس کے کمرے میں بھجوایا تو وہ بھی واپس آگیا دل اتنا آزردہ تھا کہ وہ ڈنر پر بھی نہ پہنچی تو میں نے کھانا کمرے میں بھجوا دیا لیکن ٹرالی واپس آگئی اب میری تشویش بڑھ چکی تھی میں فوراً اس کے کمرے میں چلی گئی وہ ابھی تک عید کے نیلے رنگ کے لباس میں تھی اس نے بستر پر ایک تولیہ رکھا ہوا تھا اور ایک ننھا سا بلبل کا بچہ وہاں بمشکل سانس لینے کی جدوجہد کررہا تھا جو غالباً زخمی ہوچکا تھا۔

رف یہ معصوم مجھے رات کی رانی کے پودے کے پاس چوں چوں کرکے اپنی طرف بلا رہا تھا یہ بہت تکلیف میں ہے اسے مرنا نہیں چاہیے۔

لہجہ سوگوار اور آنکھوں میں نمی تھی۔

کچھ کرتے ہیں پہلے کھانا تو کھالو بن نیت روزے کی قبولیت نہیں ہوتی آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔

اس نے میری بات کو نظر انداز کردیا رف اسے ڈاکٹر کے پاس لے چلتے ہیں میں نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا کہ یہ لڑکی کس مٹی کی بنی ہے اور سینے میں دل بھی عام گوشت پوست سے بنا ہوا نہیں یہاں تو انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ان معصوم جانوں کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے اسی اثناء میں بلبل کے بچے نے آخری سانس لی اور اس کی حرکت بند ہوگئی پروین کی آنکھوں سے دو موٹے آنسو گرے دکھ سے میری طرف دیکھا اور وہ اسے ٹشو پیپر میں لپیٹ کر باہر نکل گئی اور لان میں گڑھا کھود کر اس میں دفن کردیا میں خاموش اور افسردہ اس کے غم میں

شریک تھی اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ پروین نے اپنی زندگی میں جب بھی دھوکا کھایا یہی نرم مزاجی اور نرم دلی اس کی وجہ بنی ہوگی اس کی فطرت میں سختی و بے رحمی اور ہٹ دھرمی نہیں تھی طبعاً ہی بے ضرر صابر وشاکر تھی اور بھرپور اعتماد و بھروسے کی دنیا میں رہنے والی ہستی تھی۔

مگر اب بدل گئی تھی اکیلے پن، تنہائی اور تند و تیز طوفانوں اور تپتے انگاروں نے اسے کندن بنا دیا تھا بچپن میں چنچل، شرارتی اور زندہ دل ہونے کے ساتھ بہت نرم دل بھی تھی کسی کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتی تھی چہرے پر پژمردگی اور اداسی چھا جایا کرتی تھی آج بھی یہی حال تھا لیکن اب جذبات کو قابو کرنے کا ڈھنگ آ گیا تھا۔

اگلے ہی دن جاوید شکار کے لیے نکل گئے دو دن کے بعد درجنوں مرغابیوں اور سرخاب کے ساتھ واپسی ہوئی کچن کے عقبی برآمدے میں ہم سب شکار دیکھنے پہنچ گئے بیٹے تو اتنے متاثر مسرور ہوئے کہ اگلے شکار پر جانے کے لیے بضد ہوگئے۔

پروین اداس اور خاموش خون میں لتھڑے ان حسین پرندوں کو دیکھے جا رہی تھی، ایسا لگتا تھا یہ شہری دھان پان سی لڑکی ابھی رودے گی شکار کو دیکھنا اس کے لیے بالکل نیا اور انوکھا تجربہ تھا جس نے اسے رنجیدہ کردیا تھا ارف مرد اتنے کٹھور دل کیوں ہوتے ہیں بے حس اور ہر طرح کی جذبوں سے عاری ویسے آپس کی بات ہے ہم نے بھی یہی جنس پیدا کی ہے لیکن میری آپ سے التجا ہے بیٹوں کے ہاتھ میں بندوق مت دیجیے گا اس سے دلوں میں سختی آتی ہے انہیں نرم دل ہونا چاہیے وہ سنجیدگی سے بولی۔

شام ڈھل رہی تھی ہوا میں خنکی تھی پروین باہر ہی چہل قدمی کرنے لگی رات کی رانی کی بیلیں ننھے ننھے سفید پھولوں سے بھری ہوئی تھیں چار سو ان کی بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی اور پروین گہری سوچ میں تھی خود کلامی کرتی کبھی ہاتھوں کو جنبش دیتی شاید دل پر چوٹ لگنے سے شعروں کی آمد ہو رہی تھی جب وہ اگلے دن اسلام آباد پہنچی تو مجھے اپنی خیریت کی اطلاع دیتے ہوئے پژمردگی سے بولی۔ رف میں رات بھر سوئی نہیں اس بار میں نے عید کے رنگوں میں بھنگ کی آمیزش کردی نجانے کیوں جذباتی ہوگئی تھی آئی ایم سوری رف، پھر میں نے ایک نظم لکھی جنگ اخبار میں بھیجنے کا ارادہ ہے۔

اس نے مجھے نظم سنائی تو اب میں سوچ کی گہرائیوں میں کھو چکی تھی۔

کیوں مجھ پہ ہوا ہے مہرباں تو
اک ذرہ خاک اور کہاں تو
میں دھوپ کی عادی ہو چلی تھی
کیوں مجھ پہ بنا ہے سائباں تو
میں تیری زمین نصف شب ہوں
تاروں بھرا میرا آسماں تو
ایسے ہی ہماری سوچ یکجان
میں نطق ترا، مری زباں تو
تیار ہوں میں سفر کو لیکن
کشتی کا اٹھائے بادباں تو
کتنا بھی ہو میرا سخت لہجہ
دریا و حریر و پرنیاں تو
اک عام غریب شہر ہوں میں
کیا سن کے کرے گا داستاں تو
پتھر میں گلاب دیکھتا ہے
کس درجہ ہے مجھ سے خوش گماں تو
اب تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے
ضائع کروں میں نہ رائیگاں تو
(کف آئینہ)

میں نے واہ واہ کرتے ہوئے فون رکھ دیا تھا۔

ہم اسلام آباد میں سیکٹر ای 9 میں رہائش پذیر تھے پھوپو میرے پاس ہی رہ رہی تھیں ان کی عمر بھی 110 سال سے اوپر جا رہی تھی جسم پر بڑھاپا مکمل طور پر غلبہ پا چکا تھا مگر ذہنی طور پر طاقت ور تھیں۔ ابھی بھی شعروں، پھولوں، خوشبوؤں اور دین سے محبت قائم و دائم تھی پروین جب آتی ان کی باتیں انہماک سے سنتی اور ایسا نقطہ نکال لیا کرتی تھی کہ شرارت سے باز نہ آتی پھوپو ہنس کر ٹال دیا کرتی تھیں یہیں تو ان کی اعلیٰ ظرفی تھی۔

ایک اتوار کی دوپہر وہ گیتو کے ہمراہ تشریف لائی وہ شاپنگ کے لیے پنڈی جانا چاہتی تھی پہلے پھوپو سے ملنے ان کے کمرے میں چلی گئی میں بھی تیار ہو کر وہیں پہنچ گئی پھوپو کی طبیعت مجھے خراب لگی ان کے سانسوں میں تیزی تھی مگر ہمت کی کمی نہیں تھی میں نے موت کو کبھی بھی اتنے قریب سے نہ دیکھا تھا پروین بھی اس سے نابلد تھی ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے پھوپو نے ہچکی لی اور جامد خاموشی چھا گئی میں پریشان ہو کر جاوید کی طرف بھاگی اور پروین وہیں بے ہوش ہو کر قالین پر گر گئی، یہ تو اس کے دل کا حال تھا کہ دوسروں کو اذیت و تکلیف میں دیکھ کر تڑپ جایا کرتی تھی آج تو موت کو اتنے قریب دیکھا تھا کہ سنبھلنا مشکل تھا۔

بزمِ سخن

سمیہ عثمان

خواجہ عرفانہ محبوب.....جتوئی

خواہش کرو کہ عید کے دن کوئی تم سے نہ روٹھے
زندگی میں اپنوں کا ساتھ نہ چھوٹے
رشتہ کوئی بھی ہو اسے ایسے نبھاؤ کہ
اس رشتے کی ڈور زندگی بھر نہ ٹوٹے

ارم صابرہ.....تلہ گنگ

بہاروں نے بھی ان کو خط لکھا ہے گلی کے پردوں میں
عید آنے کو ہے رنگ چمن آتے تو آجاتے
کسی کے عشق میں کھوئے ہوئے رہتے ہیں وہ بھی
اگر ہوتی انہیں میری لگن آتے تو آجاتے

سمیرا اشتاق ملک.....اسلام آباد

عید کا دن ہے ہر سمت ہے گہما گہمی
آنا چاہوں میں تیرے پاس مگر آؤں کیسے
میری ہر سانس امانت ہے تیری یادوں کی
ٹوٹ کر اس سے زیادہ تجھے چاہوں کیسے

رخسانہ اقبال.....خوشاب

عید گزرے آپ کی مسرت و شادمانی کے ساتھ
دیتے ہیں دعا حقیر سی بڑی خلوص کے ساتھ

ہالہ سلیم.....کراچی

کچھ مسرت مزید ہو جائے
اس بہانے سے عید ہو جائے
عید ملنے جو آپ آجائیں
تو ہماری بھی عید ہو جائے

روبی.....میلسی

ہر اک چہرے پہ دل کو گمان اس کا تھا
بسا نہ کوئی دل میں یہ خیالی مکان اس کا تھا
تمام دکھ میری آنکھوں سے بجھ گئے لیکن
جو نہ مٹ سکا وہ نشان اس کا تھا

سدرہ شاہین.....پیرووال

ہمیشہ اس کی آنکھوں میں دھنک سے رنگ ہوتے تھے
یہ اس کی عام حالت تھی، یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
میرے کاندھے پہ سر رکھ کر کہیں یہ کھو گیا تھا وہ
یہ اک وقتی عنایت تھی یہ دل کچھ اور سمجھا تھا

فاطمہ نور.....رحیم یار خان

ملنے کی دل میں آس رکھنا
کبھی نہ خود کو اداس رکھنا
خوشی ملے گی اک روز بارش کی طرح
ان آنکھوں میں تھوڑی سی پیاس رکھنا

تانیہ گل.....مانسہرہ

چاند کے پاس بھی سنانے کو
اب کے کوئی نوید کیا ہوگی
گل نہ ہوگا تو جشن خوشبو کیا
تم نہ ہوگے تو عید کیا ہوگی

عائشہ نور.....کراچی

جو بچھڑ گیا راہ میں کوئی تو ڈھونڈ لائے اسے
وہ صدیوں کا میرا ہمسفر لمحوں میں کیسے کھو گیا
جس نے کہا تھا زخم سے تیرے درد مجھ کو ہوگا
میں کیونکر مان جاؤں ہو کے بے خبر وہ سو گیا

صائمہ شیرازی.....جہلم

آپ سوچتے ہو ہم نے آپ کو بھلا رکھا ہے
آپ نہیں جانتے دل میں چھپا رکھا ہے
دیکھ نہ لے آپ کو کوئی ان آنکھوں میں
اس ڈر سے پلکوں پر چھپا رکھا ہے

اقراء.....خانیوال

پل پل ترسے ہیں اک پل کے لیے
وہ کل آیا بھی تو اک پل کے لیے
سوچا تھا اس پل کو زندگی کا حسین پل بنالیں گے
وہ پل رکا بھی تو ایک پل کے لیے

خدیجہ مستور.....میرپور خاص

وہ چاند چھپ گیا مجھے رات سونپ کر
آنکھوں کو انتظار کے لمحات سونپ کر
اک شخص تھا جو مجھ سے بچھڑ گیا
آنکھوں کو میری موسم برسات سونپ کر

جویریہ ضیاء.....کراچی

سوچ کے جو بند ہیں وہ دریچے کھول دو
تازہ ہوا کے ساتھ اجالا بھی آئے گا
اس دور مصلحت نے مجھے کھو دیا مگر
اک دور مجھ کو ڈھونڈنے والا بھی آئے گا
نیا سحر......لالہ موسیٰ

سمندروں کے مسافر تھے دربدر رہتے
تمہاری آنکھ نہ ہوتی تو ہم کدھر رہتے
زہے نصیب کہ تم سا ملا ہے دوست ہمیں
ورنہ درد کی لذت سے بے خبر رہتے
عریشہ سہیل......کراچی

ساتھ دل کے چلے ہم دل کو نہ روکا ہم نے
جو نہ اپنا تھا اسے ٹوٹ کر چاہا ہم نے
اک دھوکے میں کٹی ساری عمر اپنی
کیا بتائیں کے کھویا کے پایا ہم نے
ہما خان......کوٹ رادھا کشن

کبھی سناٹوں سے دہشت ہوگی اسے
تو اس نے بے ساختہ مجھے پکارا ہوگا
یاد کرکے مجھے، نم ہوئی ہوں گی پلکیں اس کی
آنکھ میں کچھ پڑ گیا، یہ کہہ کر ٹالا ہوگا
صوفیہ......کراچی

زندگی بھر یہ آسمان تجھ کو کسی آفت میں مبتلا نہ کرے
ہونٹ تیرے گلاب برسائیں گال تیرے شفق کو شرمائیں
تیری دنیا کی روشنی کو خدا کسی ظلمت سے آشنا نہ کرے
یہ بہاریں جہاں جہاں جائیں تجھ کو ان سے جدا نہ کرے
طیبہ......جدہ

کوئی دھوکا نہیں ایسا جو نہ کھایا ہم نے
زندگی بھر بھی تیرا ساتھ نبھایا ہم نے
کبھی محنت کا اپنی صلہ نہ پایا ہم نے
چھاؤں اوروں کو ملی پیڑ لگایا ہم نے
کوثر ناز......حیدرآباد

ہم سوچتے ہیں تمہیں کیا دیں
تمہاری محبت کا جواب کیا دیں
سنا ہے سب سے اچھا تحفہ گلاب ہوتا ہے
پر جو خود گلاب ہو اسے گلاب کیا دیں
سعدیہ کاشف......ملتان

اس کے کوہسار بھی مخمل کی قبا میں ملبوس
اس کے صحراؤں کی ہے ریت بھی ریشم ریشم
کچھ طلب ہے تو بس اتنی کہ وطن زندہ رہے
نہ ہوائے زر وگوہر نہ غم دام ودرم
حریم ظہرہ......کراچی

سرگلزار لئے بیٹھے ہیں چھلنی تلوے
ہم جو کلیوں پہ کبھی پاؤں نہ دھرنا چاہیں
مادرِ خاک کی آغوش سے بچھڑے ہوئے پھول
سینہ خاک پہ گر گر کے بکھرنا چاہیں
خواجہ عرفانہ محبوب......جتوئی

میں کیسے شکوہ کروں وہ نادان ہے بہت
اداس کرکے مجھے خود بھی پریشان ہے بہت
میں نہ بھی چاہوں تو بھی چلی آتی ہیں
تیری یادیں مجھ پہ مہرباں ہیں بہت
ملیحہ طارق......اسلام آباد

راہگواروں میں جوبنتی رہی کانٹوں کی ردا
اس کی مجبور سی آنکھوں میں کرن کیسی ہے
مجھے معصوم سی لڑکی پہ ترس آتا ہے
اسے دیکھو تو محبت میں مگن کیسی ہے
شمائلہ اکرم......فیصل آباد

ریت پہ نام کبھی لکھا نہیں کرتے
ریت پہ لکھے نام ٹکا نہیں کرتے
تم ہمیں پتھر دل کہتے ہو دوست
پر پتھر پہ لکھے نام مٹا نہیں کرتے
یاسمین عندلیب......شورکوٹ کینٹ

کسی وجہ ہی سے سی لیتے ہیں لب تمہارے سامنے
ورنہ گفت وشنید میں ہم بھی کمال رکھتے ہیں
وفا کے پھول کی خوشبو ہر سو پھیلنے نہیں دیتے لیکن
ہر پل ہر ساعت دل میں تیرا ہی خیال رکھتے ہیں

کچن کارنر

زہرہ جبین

عالم گیری قورمہ

اشیاء:۔

گوشت	ایک کلو
پیاز درمیانی	تین عدد
نمک	حسب ذائقہ
لہسن کے جوئے	چھ عدد
ادرک	ایک ٹکڑا
ثابت دھنیا	دو کھانے کے چمچے
ثابت زیرہ	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
ثابت لال مرچ	پانچ عدد
گرم مسالا پسا ہوا	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
دہی	آدھا کلو
تیل	تین کھانے کے چمچے

ترکیب:۔

سارے ثابت مسالے کوٹ لیں اور گوشت کی بوٹیوں میں لگا کر رکھ دیں۔ دیگچی میں تیل گرم کریں پھر اس میں گوشت اور پانی (ایک کپ) ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں جب گوشت گل جائے تو بھون کر دہی ڈال دیں اور دم دے دیں۔ جب دم آ جائے تو اتار لیں۔ مزے دار عالمگیری قورمہ تیار ہے۔ روٹی یا نان کے ساتھ کھائیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھئے گا خدا حافظ۔

نوشین اقبال نوشی' گاؤں بدر مرجان

مکھن کی کھیر

اجزاء:۔

دودھ	ایک کلو
مکھن	ایک پیالی
کشمش' بادام (کٹے ہوئے	آدھی آدھی پیالی
چھوہارے	آدھی پیالی
الائچی	نصف ٹی اسپون
گھی	تین ٹی اسپون
چینی	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

چھوہارے باریک کاٹ کر پانی میں بھگو دیں فرائی پین میں مکھن اور گھی پگھلا کر چھوہارے تل لیں۔ اب اس میں بادام بھی تل لیں۔ دودھ کو ابال کر اس میں تلے ہوئے چھوہارے شامل کر دیں' تیس منٹ تک دودھ کو پکائیں کہ گاڑھا ہو جائے اب اس میں چینی ڈال کر خوب ابال لیں اور پھر چولہا بند کر دیں۔ اب چھوٹی الائچی ڈال دیں۔ اوپر باریک کشمش چھڑک دیں۔ مکھن کھیر تیار ہے' خوب ٹھنڈی کر کے کھائیں' کھلائیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھئے گا زندگی رہی تو پھر کوئی اچھی سی ریسپی لے کر آپ کے ڈش مقابلے میں حاضری دوں گی تب تک کے لئے اللہ نگہبان۔

عائشہ سلیم' کراچی

عید کھیر

اشیاء:۔

دودھ	دو کلو
بادام کٹے ہوئے	آدھا کپ
چینی	سوا کپ
چاول	دو مٹھی بھر
سبز الائچی	چار عدد

ترکیب:۔

چاولوں کو ایک دو گھنٹے کے لئے بھگو دیں پھر انہیں اپنے ہاتھوں سے چورا کر لیں' دودھ میں الائچی ڈال کر ہلکی آنچ پر ابال لیں حتیٰ کہ ہلکا گاڑھا ہو جائے اب چاول ڈال دیں اور مسلسل چمچ ہلائیں۔ اس وقت تک پکائیں کہ چاول گل جائیں اور کھیر نیم ٹھوس دکھائی دینے لگے۔ اب چینی ملا دیں اور مسلسل چمچ چلائیں اور پکائیں' حتیٰ کہ کھیر گاڑھی ہو جائے اور پلیٹ پر جمنے لگے اس کے بعد چولہے سے اتار لیں' برتن یا مٹی کی چھوٹی کوزیوں میں نکال لیں' کٹے ہوئے بادام چھڑک دیں اور رنگین ناریل سے سجائیں مزیدار عید کھیر تیار ہے۔

حنا اشرف' کوٹ ادو

سندھی کڑھی

ضروری اشیاء:۔

پیاز	1 سے 2 عدد کاٹ لیں

املی کا گودا	1 کپ
لہسن کا پیسٹ	1/4 چائے کا چمچہ
بیسن	2 کھانے کے چمچے
کڑی پتہ	8-10 عدد
چھوٹے بینگن	2 عدد (کٹے ہوئے)
زیرہ	1/2 چائے کا چمچہ
آلو	2 عدد (کٹے ہوئے)
نمک	حسب ذائقہ
سنگھا پھلی	3-4 عدد (کاٹ لیں)
میتھی دانہ	1/4 چائے کا چمچہ
بھنڈی	8-10 (کاٹ لیں)
سرخ مرچ پسی ہوئی	حسب ذائقہ
پھول گوبھی	100 گرام (کاٹ لیں
رائی	1/4 چائے کا چمچہ
ہری مرچ	2 عدد (کاٹ لیں)
اصلی گھی	2 کھانے کے چمچے
ادرک (کدوکش کیا ہوا	1 کھانے کا چمچہ

برائے گارنشنگ:۔ ہرے دھنیے کے پتے ایک کھانے کا چمچہ کٹے ہوئے۔

ترکیب:۔

امپراوڈیز کو اس وقت تک ابالیں کہ گل جائے۔ دہی بیسن ہلدی پاؤڈر نمک کالی مرچ اور چار کپ پانی کو مکس کرلیں اور بلولیں ایک پتیلی میں مکھن گرم کریں زیرہ رائی اور میتھی دانے اور کڑی پتہ فرائی کرلیں۔ اس میں پیاز ادرک اور لہسن کا پیسٹ ملادیں اور فرائی کریں۔ اب تمام سبزیاں ڈال دیں اور 2-3 منٹ تک فرائی کریں پھر املی کا مکسچر ملادیں اور اچھی طرح مکس کریں اور ابال لے آئیں تمام مصالحے ڈال دیں اور نمک کے ساتھ 2 کپ گرم پانی ملادیں۔ اس مکسچر کو اس وقت تک ابالیں کہ تمام سبزیاں گل جائیں پھر اسے چولہے پر سے اتارلیں سندھی کڑھی کو ہری مرچ اور دھنیے کے پتوں سے گارنش کریں سادہ چاول روٹی پوری یا پراٹھے کے ساتھ سرو کریں۔

نزہت جبین ضیاء..... کراچی

عید سوی

اجزا:

سویاں	ڈیڑھ پیالی (چورا کریں)
تازہ دودھ	ایک لیٹر
کسٹرڈ پاؤڈر	3 کھانے کے چمچ (رفان)
چینی	ایک پیالی
بادام، پستے، خشک ناریل	آدھی پیالی (کٹے ہوئے)
چاندی کے ورق اور گھی	حسب ضرورت

ترکیب:

ایک فرائی پین میں گھی ڈال کر پستے اور بادام تل لیں۔ اس کے بعد سویوں کو دو منٹ تک بھونیں۔ جب دودھ پک کر گاڑھا ہوجائے تو میوہ جات ڈال دیں۔ رفان ونیلا کسٹرڈ کو گھول کر سویوں میں ڈال کر جلدی جلدی چمچ چلائیں۔ جب گاڑھا ہوجائے تو سرونگ باؤل میں ڈال کر چاندی کے ورق اور کٹے ناریل کے سلائس سے سجادیں۔ یہ میٹھا جتنا ٹھنڈا ہوگا اتنا ہی مزیدار ہوگا۔

صبا ایشل بھاگووال

لذیذ سویاں

اجزا:

سویاں	موٹی والی (آدھا کلو)
دودھ	2 کلو
کھویا	ایک پاؤ
کریم	ایک پیکٹ
کارن فلور	تین کھانے کے چمچ
بادام، پستے	باریک کٹے ہوئے (آدھا کپ)

ترکیب:

دودھ کو ایک دیگچی میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیا۔ دوسری دیگچی میں سویاں ابال کر چھان لیں۔ دودھ میں ابال کرالائچی اور چینی ڈال دیں۔ تھوڑے پانی میں کارن فلور گھول کر دودھ میں شامل کردیں اور ساتھ ساتھ کھویا ڈال کر مکس کریں۔ میوہ جات سے سجادیں عید کی خاص مزے دار ڈش تیار ہے۔

اریبہ منہاج ملیر کراچی

ایزی فروٹ جیلی ٹرائفل

اجزا:

پلین کیک	ایک عدد
جیلی	ایک ڈبہ
آم، کیلا، خوبانی	موسمی دستیاب فروٹ
کارن فلاور	چار سے پانچ چمچ

چینی	پانچ سے چھ چمچ
دودھ	ایک لیٹر (کسٹرڈ بنانے کے لیے)
بادام، پستہ اور کاجو	گارنشنگ کے لیے
فینسی رول بسکٹ	حسب منشا

ترکیب:

سب سے پہلے من پسند جیلی فلیور بنایئے اور جیلی کو ہلکا سا ٹھنڈا کر کے اس میں سادہ کیک کے پیسز کاٹ کر جیلی میں ڈپ کر کے فریز کر لیجیے۔ پین میں دودھ لیجیے اور اس میں چینی، الائچی کارن فلاور کو ساتھ ملا کر نارمل سا کسٹرڈ بنا لیجیے (خیال رہے ٹرائفل کے لیے کسٹرڈ بہت موٹا نہ ہو) کسٹرڈ کے ٹھنڈا ہونے تک حسب منشا اپنے فروٹ کو چھوٹے چھوٹے کیوبز میں کاٹ لیجیے۔ اب ایک بڑا باؤل یا چوکور ڈیزائن کا باؤل لیجیے اور اس میں سب سے پہلے جیلی کوٹنگ کیک کے پیسز طریقے سے رکھتے جائیں اور ایک تہہ لگا کے اس پر کسٹرڈ کا محلول چمچ سے پورا کر دیں اور باقی آدھا کسٹرڈ رکھ لیں۔ اب اس کسٹرڈ کی تہہ پر کٹا ہوا فروٹ ڈالیے اور باقی کا کسٹرڈ ڈال دیجیے۔ سب سے آخر میں باریک کٹا ہوا تمام ڈرائی فروٹ، اوپر سے گارنش کر دیجیے اور اس کے اوپر ڈیزائن کی صورت میں فینسی بسکٹس کی ڈیکوریٹ کر دیجیے۔ 30 سے 45 منٹ فریز کریں اور مزیدار (ایزی فروٹ جیلی ٹرائفل) انجوائے کیجیے۔

ماورا طلحہ، گجرات

مصالحے دار ہرا شربت

اشیاء	
کھیرا (چھوٹا)	ایک عدد
ایواکاڈو	ایک عدد
لیموں کا رس	چار کھانے کے چمچ
کسٹر شوگر	دو چائے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سیب کا رس	ایک کپ
سویٹ چلی ساس	چار چائے کے چمچ
آئس کیوبز	تواضع کے لیے
سرخ مرچ کے کرلز	سجاوٹ کے لیے

ترکیب۔

کھیرے کو چھیل کر موٹا چوپ کر لیں اور فوڈ پروسیسر میں ڈال کر بلینڈ کر لیں۔ ایواکاڈو آدھا کاٹ لیں اور تیز چھری استعمال کرتے ہوئے اس کا بیج نکال لیں اور گودے کو علیحدہ کر کے فوڈ پروسیسر میں ڈال لیں۔ اس کے ساتھ ہی اس میں لیموں کا رس، کسٹر شوگر اور نمک فوڈ پروسیسر میں ڈال کر اچھی طرح بلینڈ کر لیں جب ہموار اور کریمی ہو جائے تو اس میں سیب کا رس، سویٹ چلی ساس کے ساتھ شامل کر لیں۔ ایک بار بلینڈ کریں پھر اس کے بعد گلاسوں میں آئس کیوبز ڈال کر شربت کو گلاس میں نکال لیں۔ اوپر سے مرچوں کے کرلز سے سجا کر مہمانوں کو پیش کریں۔

طلعت نظامی، کراچی

دھنیا لیمن چکن

اشیاء!	
چکن	ڈیڑھ کلو
ہلدی	آدھا چائے کا چمچ
ادرک لہسن	ایک کھانے کا چمچ
لیمن جوس	آدھی پیالی
ہرا دھنیا (باریک کٹی ہوا)	ایک بڑی گٹھی
ہری مرچ	آٹھ عدد (باریک کٹی ہوئی)
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ (پسا ہوا)	دو چائے کے چمچ
گھی	آدھی پیالی

ترکیب۔

سب سے پہلے چکن اچھی طرح سے دھو کے چھلنی میں رکھ لیں تاکہ پانی اچھی طرح نکل جائے۔ ایک دیگچی میں گھی گرم کریں۔ ایک پیالے میں تھوڑے سے پانی کے ساتھ ہلدی، نمک، ادرک، لہسن آدھا سفید زیرہ ملا کر دیگچی میں ڈال کر ہلکا سا بھون کر چکن ڈال دیں پھر آدھا ہرا دھنیا اور آدھی ہری مرچ دیگچی میں ڈال کر ایک پیالی پانی ڈالیں اور ڈھکن ڈھانک دیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو لیموں کا رس، ہرا دھنیا، ہری مرچ ڈال کر دس منٹ دم پر رکھ دیں۔ مزیدار دھنیا لیمن چکن تیار ہے۔ سادہ چاول یا پھر نان کے ساتھ سرو کریں۔

سدرہ شاہین، پیرووال

آرائشِ حسن

خدیجہ احمد

عید کے دن لائٹ میک اپ سے خود کو دل آویز بنائیں

پھولوں، خوشبوؤں اور رنگوں کا دن عید کا دن، عید کی آمد آمد ہے اور خواتین کی تیاریاں اپنے پورے عروج پر پہنچ چکی ہیں ہر کوئی اپنی سج دھج میں باکمال نظر آنا چاہتا ہے خواتین کی سج دھج میں میک اپ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے جوان کے چہرے کو چاند چہرہ بنائے۔

بے رونق چہرہ بھی میک اپ کی صناعی سے دلکش اور دل آویز ہوجاتا ہے عید کا دن جو چمکتے دمکتے چہروں کا دن ہے بھلا وہ میک اپ کے بغیر کیسے مکمل ہوسکتا ہے آپ کا لباس خوب صورت ہے اور جیولری بھی شاندار لیکن اگر آپ کا چہرہ پھیکا اور بے رونق ہے تو آپ کے لباس اور جیولری کا حسن ماند پڑ جائے گا کیونکہ لوگوں کی پہلی نظر چہرے پر ہی پڑتی ہے عید کے دن صبح نیا لباس زیب تن کرنے کے بعد چند لمحے آئینے کے سامنے بیٹھیں اور اپنے چہرے کے حسن کو نکھارنے اور اس میں دلکشی پیدا کرنے کے لیے ہلکا پھلکا میک اپ ضرور کریں جو آپ کو اس حسین تہوار کا حسین جز بنادے گا۔

میک اپ سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ فیشل اور بلیچ ہمیشہ عید یا تقریب سے دو روز پہلے کریں۔

1:۔ میک اپ کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے چہرے پر بیس لگانے کا اپنی اسکن کے مطابق فاؤنڈیشن کا کلر منتخب کریں چہرے پر براہ راست کبھی فاؤنڈیشن نہ لگائیں کیونکہ چہرے کی جلد حساس ہوتی ہے اسے اسفنج میں لگا کر چہرے پر لگائیں اس کے بعد اسفنج کی مدد سے فیس پاؤڈر لگائیں بعد میں اسے برش کی مدد سے صاف کردیں بیس لگاتے وقت یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اگر آپ کا چہرہ خشک ہے تو آئلی بیس استعمال کریں اور اگر چہرہ آئلی ہے تو واٹر بیس استعمال کریں۔

2:۔ اب آنکھوں کے میک اپ کی باری ہے آنکھوں پر آئی شیڈو کا انتخاب اپنے لباس کی مناسبت سے کریں۔

3:۔ لائنر کی ہلکی سی لکیر بھی خوبصورتی دیتی ہے آئی لیشس بھی آپ لگانا چاہیں تو لگا سکتی ہیں لائنر کے بعد مسکارا لگائیں۔

4:۔ اب بلش آن کی باری ہے برش کی مدد سے گالوں پر ہلکا سا ٹچ دے دیا جاتا ہے، لباس کی مناسبت سے براؤن یا میرون کلر کا استعمال کریں ویسے براؤن ہر لباس پر چل جاتا ہے۔

5:۔ لپ اسٹک لگائیں۔ آپ کوئی ایک کلر منتخب کریں اور اسی کلر سے ایک نمبر ڈارک لپ پینسل استعمال کریں پینسل سے لائن بنا کر ہونٹوں پر لپ اسٹک سے فلنگ کردیں، فلنگ تھوڑی لائٹ رکھیں اور اگر پینسل لائٹ ہے تو لپ اسٹک ڈارک رکھیں۔

اب آپ کا میک اپ مکمل ہوا اس میں بمشکل پندرہ منٹ لگیں گے اس کے بعد آپ بالوں کو سمیٹ کر کیچر کی مدد سے جوڑا بنا سکتی ہیں یا ڈھیلی سی چوٹی باندھ کر گجرا لگا سکتی ہیں آپ بھی چاہیں تو پانچ منٹ میں اپنے بالوں کو یہ شکل دے سکتی ہیں تیاری کے بعد آئینے میں ایک نظر دیکھیں کیا یہ وہی چہرہ ہے جو تھوڑی دیر پہلے تھا صرف پندرہ منٹ کی کوشش نے آپ کے چہرے کو ایک نئی زندگی اور شگفتگی بخش دی ہے۔

گیسوئے حسن کو نکھاریے

چہرے کا میک اپ بالوں کے اسٹائل کے بغیر نامکمل رہتا ہے۔ بالوں کی آرائش کا انداز وقت کے ساتھ کافی بدل گیا ہے۔ کچھ دنوں پہلے تک بیک کامنگ کا رجحان تھا مگر اب بالوں کو سیدھے سادھے انداز میں بنانے کا فیشن ہے اگر بال لمبے ہیں تو مختلف انداز میں چوٹی گوندھ کر اسے گجروں کی مدد سے سجادیں یا پیچھے سے بالوں کو سمیٹ

کر جوڑا باندھ لیں اور جوڑے میں پھول یا گجرے سجالیں۔ بالوں کو کھلا رکھنے کا فیشن بھی ان ہے اگر آپ کے بال گھنے اور سلکی ہیں تو کھلے بال آپ کی شخصیت کے حسن کو بڑھائیں گے اگر لمبائی میں چھوٹے ہیں تو آپ انہیں بلو ڈرائیر کر سکتی ہیں۔ اگر آپ عید کے دن کی تیاری کر رہی ہیں اور عید کا دن آپ کو گھر پر مہمانوں کی خاطر مدارت سے گزارنا ہے تو بالوں کا لائٹ اسٹائل مناسب ہے، بالوں کو ایسا اسٹائل دیں جو آپ کو ڈسٹرب نہ کرے سارا دن گھر کے کام کاج کے دوران آپ کو خوب صورت لک بھی دے اور سمٹا بھی رہے۔ سادہ سی چوٹی بنا کر آپ اسے گجروں سے بھی سجا سکتی ہیں بال اگر گھنے ہوں تو اس میں اسٹائل بہت اچھا بنتا ہے خواہ وہ لمبائی میں زیادہ ہوں یا کم لیکن کم گھنے بالوں کو بھی خوب صورت شکل دی جا سکتی ہے ہلکے بالوں کو کھلا رکھنے کے بجائے سمیٹ کر رکھنا زیادہ بہتر ہے یا پھر اسے پرم کروا کر گھنا کرلیا جائے پھر آپ کھلے بالوں میں حسین نظر آسکتی ہیں۔

لمبے بالوں کے لیے بہت سے اسٹائل ہیں مختلف انداز کی چوٹیاں، جوڑے، سوئس رول یا پھر کھلے بال بھی آپ کی شخصیت کو سحر انگیز بنائیں گے لیکن چھوٹے بالوں کے لیے چند مخصوص اسٹائل ہیں ان دنوں زیادہ تر خواتین چھوٹے بالوں کو بلو ڈرائی کرتی ہیں یہ طریقہ آسان بھی ہے اور خوب صورت بھی ان دنوں بالوں کے جو اسٹائل ان ہیں ان میں بالوں کو آگے سے ٹوئسٹ کر کے پیچھے چوٹی یا جوڑا بنانا سیدھی مانگ نکال کر آگے سے پلین اسٹائل دے کر سادہ یا فرنچ چوٹی بنانا، چوٹی میں بیٹس یا مختلف اسٹائل کی کلپس لگانا، سادہ جوڑا بنانا، کلپ اور کیچر کی مدد سے بالوں کو پیچھے کی طرف سمیٹ کر جوڑے کی شکل دینا کیچر کی مدد سے سوئس رول بنانا۔

1:۔ بالوں کو اوپر نیچے سے دو حصوں میں کرلیں اوپر والے حصے کو چہرے کے دونوں طرف ڈالیں، پہلے ایک حصے کو لیں اس کے مزید چار حصے کرلیں۔

2:۔ ان چاروں کو باری باری کنگھی کی مدد سے ہاتھوں میں لیں، بالوں کو سلجھاتی جائیں اور ٹوئیسٹ کرکے پیچھے کی طرف لائیں اور پن لگادیں اسی طرح چاروں حصوں کو ٹوئیسٹ کرکے پیچھے کی طرف پنوں سے لگادیں اس کے بعد اسی طرح دوسری طرف کے بالوں کا کریں چار حصے کر کے چاروں کو ٹوئیسٹ کرلیں۔

3:۔ جن بالوں کو آپ نے ٹوئیسٹ کیا ہے ان ہی کو پیچھے کی طرف سے ہاتھ میں لیں اور کرل کرکے ٹوئیسٹ کے آخری سرے پر Rings کی طرح بنادیں اس طرح آپ نے ٹوئیسٹ کیے ہوئے بالوں کو جن پنوں کی مدد سے سمیٹا ہے وہ ان خوب صورت Rings سے چھپ جائیں گے اور ایک اچھا لک بھی دیں گے۔

4:۔ پیچھے بچے ہوئے تمام بالوں کو سمیٹ کر فرنچ اسٹائل کی چوٹی بنالیں۔

5:۔ چوٹی سے لے کر اوپر Rings تک بیٹس لگالیں اس سے چوٹی کی خوب صورتی واضح ہوگی۔

6:۔ پیشانی پر پڑے ہوئے بالوں میں ہلکا سا جیل (Jel) لگا کر ڈرائیر کردیں۔

لیجیے عید کے دن کے لیے ایک خوب صورت اور منفرد اسٹائل تیار ہے اس میں آپ تبدیلی بھی کرسکتی ہیں یعنی اگر سامنے کے بالوں کو ٹوئیسٹ کرنے کے بعد آپ پیچھے چوٹی نہ بنانا چاہیں تو اسے جوڑے کی شکل بھی دے سکتی ہیں۔ مگر یہ جوڑا گردن سے ذرا نیچے ہونا چاہیے تاکہ بالوں کے آگے کا اسٹائل خوب صورت لگے۔ جوڑا بنا کر اس میں گلیٹرز لگالیں کیونکہ چوٹی میں تو آپ نے بیٹس لگائے تھے جوڑے میں بیٹس نہیں لگا سکتیں اس میں گلیٹرز ہی اچھے لگیں گے۔

❁

عالم میں انتخاب

نزہت جبین ضیاء

غزل

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا جو مجھ کو تو چھوڑ دیے مسکرا کے ہاتھ
بے ساختہ نگاہیں جو آپس میں مل گئیں
کیوں منہ پہ اس نے رکھ دیے آنکھیں چرا کے ہاتھ
یہ بھی ستم ہے نیا حنا تو لگائیں غیر
اور اس کی داد چاہیں وہ مجھ کو دکھا کے ہاتھ
بے اختیار ہو کے جو میں پاؤں پہ گرا
ٹھوڑی پہ اس نے دھرا مسکرا کے ہاتھ
قاصد تیرے بیان سے دل ایسا ٹھہر گیا
گویا کسی نے رکھ دیا سینے پہ آ کے ہاتھ
کوچہ سے تیرے اٹھے تو پھر جائیں ہم کہاں
بیٹھے ہیں ہاں تو دونوں جہاں سے اٹھا کے ہاتھ
دینا وہ اس کا ساغر ے یاد ہے نظام
منہ پھیر کے ادھر کو، ادھر کو بڑھا کے ہاتھ

شاعر: نظم رام پوری
انتخاب: سحر تبسم...... مغل پورہ

نظم

ہرے لان میں
سرخ پھولوں کی چھاؤں میں بیٹھی ہوئی
میں تجھے سوچتی ہوں
میری انگلیاں سبز پتوں کو چھوتی ہوئیں
تیرے ہمراہ گزرے ہوئے موسموں کی مہک چن رہی
ہوں
وہ دلکش مہک
جو میرے ہونٹوں پہ آ کے ہلکی گلابی ہنسی بن گئی ہے
دور اپنے خیالوں میں گم
شاخ در شاخ
اک تیتری خوشنما پر سمیٹے ہوئے اڑ رہی ہے
مجھے محسوس ہونے لگا ایسا
جیسے مجھ کو بھی پر لگ گئے ہیں

شاعرہ: پروین شاکر
انتخاب: پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

غزل

اب کہاں دوست ملیں گے ساتھ نبھانے والے
سب نے سیکھے ہیں آداب زمانے والے
دل جلاؤ یا دیے آنکھوں کے دروازے پر
وقت سے پہلے تو آتے نہیں آنے والے
اشک بن کے میں نگاہوں میں تیری آؤں گا
اے مجھے اپنی نگاہوں سے گرانے والے
وقت ہر زخم کا مرہم نہیں بن سکتا
درد کچھ ہوتے ہیں تا عمر رلانے والے
اک نظر دیکھ تو مجبوریاں بھی تو میری
اے میری لغزشوں پہ آنکھ لگانے والے
کون کہتا ہے برے کام کا پھل بھی ہے برا
دیکھ مسند پہ ہیں مسجد کو گرانے والے
یہ سیاست ہے کہ لعنت ہے سیاست پہ صدا
خود ہیں مجرم بنے قانون بنانے والے

شاعر: صدر انبالوی
انتخاب: مدیحہ نورین مہک...... گجرات

غزل

تجھ سے بڑھ کر کوئی پیارا بھی نہیں ہو سکتا
پر تیرا ساتھ گوارا بھی نہیں ہو سکتا
راستہ بھی غلط ہو سکتا ہے منزل بھی غلط
ہر ستارا تو ستارا بھی نہیں ہو سکتا
پہلے ہی لذت انکار سے واقف نہیں جو
اس سے انکار دوبارہ بھی نہیں ہو سکتا
چلیے وہ شخص ہمارا تو کبھی تھا ہی نہیں

دکھ تو یہ ہے کہ تمہارا بھی نہیں ہوسکتا
دنیا اچھی بھی نہیں لگتی ہم ایسوں کو سلیم
اور دنیا سے کنارہ بھی نہیں ہوسکتا
شاعر: سلیم کوثر
انتخاب: صائمہ سکندر سومرو..... حیدرآباد

غزل

ہجر کی بد دعا نہ ہوجانا
دیکھ لینا سزا نہ ہوجانا
موڑ تو بے شمار آگے آئیں گے
تھک نہ جانا جدا نہ ہوجانا
عشق کی انتہا نہیں ہوتی
عشق کی انتہا نہ ہوجانا
بے ارادہ سفر پہ نکلے ہو
راستوں کی ہوا نہ ہوجانا
زندگی درد سے عبارت ہے
زندگی سے خفا نہ ہوجانا
اک تم ہی کو خدا سے مانگا ہے
تم ہی کہیں بے وفا نہ ہوجانا
شاعرہ: نوشین گیلانی
انتخاب: تبسم بشیر حسین، ڈنگہ

غزل

دریا میں موتی اے موج بے باک
ساحل کی سوغات، خار خس و خاک
میرے شرر میں بجلی کی جوہر
لیکن چمنستان تیرا ہے نمناک
تیرا زمانہ، تاثیر تیری
نادان نہیں یہ تاثیر افلاک
ایسا جنون بھی دیکھا ہے میں نے
جس نے سیے ہیں تقدیر کے چاک
کامل وہی ہے رندی کے فن میں
مستی ہے جس کی بے منت تاک
رکھتا ہے اب تک مئے خانہ شرق
وہ کیئے کہ جس سے روشن ہوا ادراک
اہل نظر ہیں یورپ سے نومید
ان امتوں کے باطن نہیں پاک
شاعر: علامہ اقبال
انتخاب: شازیہ ہاشم میواتی..... کھڈیاں خاص قصور

غزل

بڑا دشوار ہوتا ہے
ذرا سا فیصلہ کرنا
کہ جیون کی کہانی کو
بیان بے زبانی کو
کہاں سے یاد رکھنا ہے
کہاں سے بھول جانا ہے
اس سے کتنا چھپانا ہے
کہاں رو رو کے ہنسنا ہے
کہاں ہنس ہنس کے رونا ہے
کہاں آواز دینی ہے
کہاں خاموش رہنا ہے
کہاں رستہ بدلنا ہے
کہاں سے لوٹ آنا ہے
شاعر: سلیم کوثر
انتخاب: ماہا کائنات..... شاہوار

غزل

دستور یہاں بھی گونگے ہیں، فرمان یہاں بھی اندھے ہیں
اے دوست خدا کا نام نہ لے، ایمان یہاں بھی اندھے ہیں
تقدیر کے کالے کمبل میں عظمت کے فسانے لپٹے ہیں
مضمون یہاں بھی بہرے ہیں، عنوان یہاں بھی اندھے ہیں
زردار توقع رکھتا ہے نادار کی گاڑھی محنت پہ
مزدور یہاں بھی دیوانے، ذیشان یہاں بھی اندھے ہیں
کچھ لوگ بھروسہ کرتے ہیں، تسبیح کے چلتے دانوں پر
بے چین یہاں یزداں کا جنوں انسان یہاں بھی اندھے ہیں
بے نام جفا کی راہوں پر، کچھ خاک سی اڑتی دیکھی ہے
حیران ہیں دلوں کے آئینے نادان یہاں بھی اندھے ہیں

بے رنگ شفق سی ڈھلتی ہے بے نور سویرے ہوتے ہیں
شاعر کا تصور بھوکا ہے، سلطان یہاں بھی اندھے ہیں
شاعر:ساغر صدیقی
انتخاب:صبا ایشل بھاگووال

گفتگو اچھی لگی ذوقِ نظر اچھا لگا
مدتوں کے بعد کوئی ہمسفر اچھا لگا
دل کا دُکھ جانا تو دل کا مسئلہ ہے پر ہمیں
اُس کا ہنس دینا ہمارے حال پر اچھا لگا
ہر طرح کی بے سر و سامانیوں کے باوجود
آج وہ آیا تو مجھ کو اپنا گھر اچھا لگا
منزلوں کی بات چھوڑو، کس نے پائیں منزلیں؟
اک سفر اچھا لگا اک ہمسفر اچھا لگا
باغباں گلچیں کو چاہے جو کہے ہم کو تو پھول
شاخ سے بڑھ کر کفِ دلدار پر اچھا لگا
کون مقتل میں نہ پہنچا کون ظالم تھا جسے
تیغِ قاتل سے زیادہ اپنا سر اچھا لگا
ہم بھی قائل ہیں وفا میں استواری کے مگر
کوئی پوچھے کون کس کو عمر بھر اچھا لگا
اپنی اپنی چاہتیں ہیں لوگ اب جو بھی کہیں
اک پری پیکر کو اک آشفتہ سر اچھا لگا
میر کے مانند اکثر زیست کرتا تھا فراز
تھا تو وہ دیوانہ سا شاعر مگر اچھا لگا
شاعر:فراز احمد فراز
انتخاب:نادرا طلحہ، گجرات

غزل

ملتے ہیں اِس ادا سے گویا خفا نہیں
کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں
تسکینِ ہم نشیں سے بڑھا درد اور بھی
یعنی غمِ فراق کی کوئی دوا نہیں
شوقِ بقائے درد کی ہیں ساری خاطریں
ورنہ دعا سی اور کوئی بددعا نہیں

کب تک کسی کے نازِ تغافل اٹھائے دل
کیا امتحانِ صبر کی کچھ انتہا نہیں
حسرت مرے کلام میں مومن کے رنگ ہیں
ملکِ سخن میں مجھ سا کوئی دوسرا نہیں
شاعر:حسرت موہانی
انتخاب:سوادے کوثر خالد۔ جڑانوالہ

غزل

بے سبب مسکرا رہا ہے چاند
کوئی سازش چھپا رہا ہے چاند
جانے کس کی گلی سے نکلا ہے
جھینپا جھینپا سا آ رہا ہے چاند
کتنا غازہ لگایا ہے منہ پر
دھول ہی دھول اڑا رہا ہے چاند
سوکھی جامن کے پیڑ کے رستے
چھت ہی چھت پرسے جا رہا ہے چاند
کیسا بیٹھا ہے چھپ کے پتوں میں
باغباں کو ستا رہا ہے چاند
سیدھا سادا افق سے نکلا تھا
سر پہ اب چڑھتا جا رہا ہے چاند
چھو کے دیکھا تو گرم تھا ماتھا
دھوپ میں کھیلتا رہا ہے چاند
شاعر:گلزار
انتخاب:ماہ نور انصاری۔ حیدرآباد

غزل

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے
رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے
جو زمانے کے ستم ہیں وہ زمانہ جانے
تو نے دل اتنے ستائے ہیں کہ جی جانتا ہے
مسکراتے ہوئے وہ مجمعِ اغیار کے ساتھ
آج یوں بزم میں آئے ہیں کہ جی جانتا ہے
سادگی، بانکپن، اغماض، شرارت، شوخی
تو نے انداز وہ پائے ہیں کہ جی جانتا ہے

کعبہ و دیر میں پتھرا گئیں دونوں آنکھیں
ایسے جلوے نظر آئے ہیں کہ جی جانتا ہے
دوستی میں تری درپردہ ہمارے دشمن
اس قدر اپنے پرائے ہیں کہ جی جانتا ہے
داغ وارفتہ کو ہم آج ترے کوچے سے
اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے
شاعر: داغ دہلوی

انتخاب: ناز بلوچ..... حیدرآباد

غزل

اپنی دھن میں رہتا ہوں
میں بھی تیرے جیسا ہوں
او پچھلی رت کے ساتھی
اب کے برس میں تنہا ہوں
تیری گلی میں سارا دن
دکھ کے کنکر چنتا ہوں
مجھ سے آنکھ ملائے کون
میں تیرا آئینہ ہوں
تو جیون کی بھری گلی
میں جنگل کا رستہ ہوں
آتی رت مجھ کو روئے گی
جاتی رت کا جھونکا ہوں
شاعر: ناصر کاظمی

انتخاب: جوریہ۔ ڈونگہ بونگا

غزل

چمن میں رنگِ بہار اترا تو میں نے دیکھا
نظر سے دل کا غبار اترا تو میں نے دیکھا
میں نیم شب آسماں کی وسعت کو دیکھتا تھا
زمیں پہ وہ حسن زار اترا تو میں نے دیکھا
گلی کے باہر تمام منظر بدل گئے تھے
جو سایہ کوئے یار اترا تو میں نے دیکھا
خمار ے میں وہ چہرا کچھ اور لگ رہا تھا
دمِ سحر جب خمار اترا تو میں نے دیکھا
اک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا
کلام: منیر نیازی

انتخاب: علینہ کنول۔ چک جانو کلاں

نظم

جب ساون بادل چھائے ہوں
جب پھاگن پھول کھلائے ہوں
جب چندا روپ لٹاتا ہو
جب سورج دھوپ نہاتا ہو
جب شام نے بستی گھیری ہو
اِک بار کہو تم میری ہو
ہاں دل کا دامن پھیلا ہے
کیوں گوری کا دل میلا ہے
ہم کب تک پیت کے دھوکے میں
تم کب تک دور جھروکے میں
کب دید سے دل کو سیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو
کیا جھگڑا سود خسارے کا
یہ کاج نہیں بنجارے کا
سب سونا روپ لے جائے
سب دنیا دنیا لے جائے
تم ایک مجھے بہتری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

شاعر: ابن انشاء
انتخاب: کرن شہزادی۔ مانسہرہ

ہما ذوالفقار

تلاش شب قدر

لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے زیادہ افضل قرار دیا گیا ہے لیکن اسے طاق راتوں میں چھپا دیا گیا ہے آخری عشرہ کی یوں بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے ان ایام میں زیادہ سے زیادہ حصول مغفرت کی طرف اور گناہوں سے توبہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اجتماعی پروگراموں اور افطاریوں کے نام پر یا پھر مختلف امور کے لیے وصولی کے نام پر آخری عشرہ اور اس کی طاق راتوں کو ضائع کر دینا انتہائی بدبختی کی نشانی ہے آخرہ عشرہ میں اعتکاف خاص طور پر اسوہ رسول ہے لہٰذا سچے عاشق رسول ﷺ مسلمان کو اعتکاف کا اہتمام کرنا چاہیے۔

پروفیسر عبدالعظیم جانباز

عید الفطر

عید کے لغوی معنی خوشی، مسرت وشادمانی کے ہیں اس دن کی خوشی حاصل کرنے کے لیے ہی مسلمان ماہ رمضان کے پورے روزے رکھتے ہیں اور جو مسلمان بھی ان روزوں کو رکھتا ہے وہ اس دن کی پوری خوشیاں حاصل کرنے کا حق دار ہے تاہم جو بات اس دن ہمیں تمام تر خوشیوں اور مسرتوں کے ہجوم میں بھی بھولنی نہیں چاہیے وہ یہ ہے کہ عید الفطر ایک مذہبی تہوار ہے اور مذہب خصوصاً اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو کسی بھی مسلمان کو بے خود ہونے اور بے جا اسراف کی اجازت نہیں دیتا۔

عید الفطر کا مبارک دن اختتام رمضان المبارک پر طلوع ہوتا ہے عید کا دن فرزندان اسلام کے لیے عطائے رحمت الٰہی کی نوید ہے یہ دن رمضان المبارک کے مقدس مہینے کو احکام الٰہی اور سنت رسول ﷺ کے مطابق گزارنے والوں کے لیے ''عطائے مغفرت'' کا دن ہے رسول اکرم ﷺ نے عید الفطر کی عظمت و بزرگی سے متعلق ارشاد فرمایا کہ ''جب لوگ شکرانہ ادا کرنے کے لیے عیدگاہ کی طرف آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ اس مزدور کا کیا بدلہ جو اپنا کام پورا کر چکا ہے فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار مزدور کی مزدوری کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری دی جائے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتوں گواہ رہنا میں نے اپنے ان بندوں کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے اپنی رضا و مغفرت عطا کردی۔

حسن اختر پریم...... گلشن اقبال، کراچی

بکھرے موتی

❖ کوشش کریں مرنے سے پہلے اللہ کو پیارے ہوجائیں۔

❖ جب ہماری خواہشوں کے پاؤں چادر سے باہر نکل جاتے ہیں تو پھر سکون نصیب نہیں ہوتا۔

❖ جس سے محبت کی جائے اس سے مقابلہ نہیں کیا جاتا۔

❖ تمہیں کیا لگتا ہے تم کسی شخص کو دھوکہ دو گے اور خدا کے ہاں تمہاری پکڑ نہیں ہوگی۔

❖ سنو! سانس آنے کو جینا نہیں کہتے۔

❖ ایک گہری بات چھپی ہوتی ہے جب انسان کہتا ہے کہ ''پتا نہیں۔''

❖ تکلیف تب ہوتی ہے جب لوگ زندہ ہوجائیں اور رشتے مرجائیں۔

❖ زخم وہ جگہ ہے جہاں سے روشنی آپ کے اندر داخل ہوتی ہے۔

❖ بعض اوقات عبادتیں نہیں ندامتیں قبول ہوجاتی ہیں۔

❖ الفاظ کی کوئی قیمت نہیں لیکن بہت مہنگے پڑتے ہیں اگر غلط جگہ استعمال کیے جائیں۔

شگفتہ خان......بھلوال　کوئی خود بھی خود کو خوش آمدید کہتا ہے۔

دوست

○ دوست وہ جس کی محبت قیمتی خزانے سے زیادہ بے لوث ہو۔
○ دوست وہ جس کا خلوص بے مثال ہو۔
○ دوست وہ جس کی دشمنی میں بھی چاہت ہو۔
○ دوست وہ جس کے غصے میں بھی پیار ہو۔
○ دوست وہ جس کی وفا ہیرے کی مانند انمول موتی ہو۔
○ دوست وہ جس کی الفت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ لازوال ہو۔
○ دوست وہ جس کی جدائی زندگی سے غم کا نتیجہ ہو۔
○ سب سے دوستی میں وہ دوست ہوتا ہے جس کا اخلاق عظیم وقدیم ہو۔

مہوش شبیر آرائیں......حیات کالونی، فیروزہ

کچھ لوگ

کچھ لوگ ہوا کی مانند خاموشی سے اور چپکے سے بغیر دستک دیے دل کی دنیا میں داخل ہوجاتے ہیں ان کی موجودگی کا اس وقت پتا چلتا ہے جب وہ داخل ہو چکے ہوتے ہیں پھر لاکھ کھڑکیاں اور دروازے بند کیجیے اور پہرہ بٹھائیے کچھ نہیں ہوتا، وہ تو بس دھرنا دے کر بیٹھ جاتے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

وقاص عمر......بنگڑ نو حافظ آباد

محبت

اس حادثہ کو محبت کہنا تو اس کی توہین ہے محبت تو بہت پرانی اور عام سی بات ہے یہ تو دماغی فتور ہے نا یہ دل اور جسم سے ماورا واقعہ ہے دل اس کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا۔ وہ اس سے دست بردار ہوا اور اس نے اپنی ذمہ داری ذہن کو سونپ دی میرے پاس تو تمہارے لیے کوئی القاب بھی نہیں محبت کے آداب ہوتے ہیں اس کے آداب بھی نہیں جب ہی تم سامنے آجاؤ تو میں کھڑا نہیں ہوتا مجھے تو لگتا ہے کہ خود میری روح نکل کر میرے سامنے کھڑی ہوگئی ہے

فائزہ بھٹی......پتوکی

انتخاب: (دل وحشی تیرے جینے کی ادا)

ضرورت

خوشیوں کی چہکار اور قہقہوں کی جگمگاہٹ میں ایسے اداس اور غمگین چہرے تلاش کرتا ہوں جن کو میری ضرورت ہوتی ہے مگر اس دنیا کی بھیڑ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو میری طرف دیکھے اور سوچے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔

گل عمر بہار......حافظ آباد

تین دوست

علم، دولت اور عزت تینوں دوست ایک جگہ جمع ہوئے جب رخصت ہوئے تو ان کے درمیان کچھ اس طرح گفتگو ہوئی۔

علم: میں جا رہا ہوں مجھ سے ملنا ہو تو عالموں کی محبت اور کتابوں میں تلاش کرنا۔

دولت: مجھ سے ملنا ہو تو امیروں کے محلوں میں تلاش کرنا۔

عزت جب کچھ نہ بولی تو علم اور دولت نے پوچھا تم کہاں ملو گی عزت بولی افسوس میں جب ایک بار چلی جاؤں تو دوبارہ کبھی واپس نہیں آتی۔

عاشبہ نور......بھیر کنڈ

مشہور قول

اگر کوئی کام من کا ہو تو وہ اچھا لگتا ہے، اگر وہ من کا نہ ہو تو وہ اور بھی اچھا لگتا ہے کیونکہ اس میں اللہ کی رضا ہوتی ہے۔

شازیہ ہاشم میواتی......کھڈیاں خاص

انمول باتیں

۞ رشتے انمول موتی کی طرح ہوتے ہیں انہیں سنبھال کر رکھو۔

۞ رشتے اعتبار سے بنتے ہیں مگر اندھا اعتبار رشتوں کو توڑنے کا باعث بن جاتا ہے۔

۞ عورت کانچ کی طرح ہوتی ہے اگر اس کی

پاکیزگی کا بت ٹوٹ جائے تو گھائل ہونے کے ڈر سے سب اس سے دور بھاگتے ہیں۔

❁ کامیابی کی سب سے پہلی سیڑھی کوشش اور مستقل مزاجی ہے۔

❁ زندگی میں کسی مقصد کا ہونا جینے کی امنگ پیدا کرتا ہے۔

❁ زیادہ روشنی سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور رستہ کھو جاتا ہے۔

لیلیٰ رب نواز..... ودھیوالی بھکر

مصروفیت

اپنی مصروفیت کا جائزہ لو کیونکہ آپ کی مصروفیت گمراہی بھی ہوسکتی ہے اور آپ کی مصروفیت عبادت بھی ہوسکتی ہے۔

انتخاب: صائمہ سکندر سومرو..... حیدرآباد، سندھ

زندگی

چلنے والے دو پہیوں میں کتنا فرق ہے۔

ایک آگے ایک پیچھے مگر نہ تو آگے والے کو غرور اور نہ پیچھے والے کی توہین کیونکہ انہیں پتا ہے پل بھر میں یہ بدلنے والے ہیں اسی کو زندگی کہتے ہیں۔

ماہا کائنات..... شاہوار

دوستی

دوست وہ ہے جو آپ کی برائیوں کو جانتے ہوئے بھی آپ سے محبت کرے کیا آپ کے اندر برائیوں کے علاوہ چند خوبیاں بھی ہے تو کسی کی غلطی خواہ وہ دوست ہو یا دشمن نظر انداز کرنا بھی خوبی ہے دوستی قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ تم دوستوں کے جذبات کا احترام کرو جیسے والدین کا کرتے ہو کیونکہ مخلص دوست بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔

تبسم بشیر حسین..... ڈنگہ

محبت

محبت بھی شاید نورانی صبح جیسی ہوتی ہے
گھپ اندھیروں میں نور بن کر
حسین وادی کا پھول بن کر
پاکیزہ جذبوں سے معمور ہوکر
لہجوں میں مخمور ہوکر
رویوں میں کھنکھناتی ہے
روح میں پنہاں ہوکر نگاہوں میں عیاں ہوکر
اداؤں سے چھلکتی ہے
ردائے گل کی مانند اپنے مسکن کو ڈھانپ لیتی ہے
بہار کی برکھا بن کر من کو سیراب کرتی ہے
کامل طمطراق کے ساتھ
پورے استحقاق کے ساتھ
شان بے نیازی سے بلند و بالا مسند پر جلوہ افروز ہوتی ہے
کسی جابر حاکم کی طرح بس اپنا آپ منواتی ہے
محبت بھی شاید الہام بن کر قلوب میں نازل ہوتی ہے
اپنے قدر دانوں کو قربان ہونا سکھاتی ہے
گر کوئی قربان ہوجائے
تو دونوں جہانوں میں سرخرو کرتی ہے
رب کی تخلیق ہے پردب سے ملواتی ہے
محبت بھی شاید نورانی صبح جیسی ہوتی ہے

اسماء صدیقہ..... عبدالحکیم خانیوال

❁

جویریہ احمد

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ رب العزت کے پاک نام سے ابتدا ہے جو خالق دو جہاں ارض وسماں مالک ہے۔ ادارہ حجاب کی جانب سے آپ بہنوں کو پیشگی عید مبارک۔ اللہ سبحان وتعالیٰ رمضان المبارک کی عبادات ہم سب کی قبول ومقبول فرمائے اور عید کی خوشیاں دوبالا فرمائے' آمین۔ اب بڑھتے ہیں حسن خیال کی جانب' جہاں آپ بہنیں 'مصنفین' کی تحریروں پر اپنے خیالات کا اظہار کررہی ہیں۔

گل مینا خان اینڈ حسنہ ایچ ایس...... مانسہرہ۔ کراچی اگر روشنیوں کا شہر ہے' ملتان اگر رنگینیوں کا شہر ہے' کشمیر ومظفرآباد بہتے جھرنوں کے شہر ہیں' اسلام آباد وحیدرآباد محبتوں کے شہر ہیں کوئٹہ پشاور چاہتوں کے شہر ہیں' ناران اور لاہور زندہ دل لوگوں کے شہر ہیں تو ایبٹ آباد مانسہرہ بھی دل والوں کے شہر ہیں اور چھوٹا سا بھرکنڈ وخواجگان اس کی جان ہیں' کیونکہ یہاں رہتی حسینہ اور گل مینا خان ہیں اور ان خوب صورتیوں کی جو پہچان ہے وہ پاکستان ہے۔ سلام آل پاکستان! یقیناً رمضان کی برسات رحمت کے ننھے پرنور آبدار قطرے آپ کے قلوب وجان کو لحہ بہ لحہ ٹھنڈک وسکون کی چادر میں سمیٹ رہے ہیں اور ہم بھی ان ٹھنڈی ہواؤں کے سنگ دعاؤں کے لوازمات تھامے محبت کی سواری کو خدا حافظ کہتے بزم حجاب سے جام محبت کی مٹھاس چکھنے اور چکھانے سویرے سویرے دوڑے آئے ہیں۔ ناچیز تعریفی جواہرات سے نابلد دستک کے لیے دست مبارک کو زحمت دینا چاہتی ہے اجازت طلب کی جارہی ہے۔ بندی خاکسار کو مہذبانہ طریقے سے سلطنت حجاب میں جگہ دے کر شرف باکمال سے معتبر کیا جائے۔ آخر کو ہم آپ کی نامی گرامی کرسی کی تابانی میں اضافہ کرنے آئے ہیں۔ بس آپ کی جنبش ابرو کے بےقراری سے منتظر ہیں۔ ڈیئر جوہی جی اس بار اپنے پہلوتہی کے دامن سے بچایئے گا کیونکہ پچھلے خط کی عدم اشاعت کے صدمے سے حزن وملال سی کیفیت کا خمار اب بھی باقی ہے۔ مجال ہے جو کسی سلسلے میں ہمارا عکس نظر آیا ہو۔ ہماری متلاشی نگاہیں امید وبیم کے نرغے میں حجاب کے ہر کونے سے دلگیر ومایوس لوٹیں تو ہمیں خیال آیا کہ ہمارا خط کاغذوں کے انبار تلے دب کر غالباً دم توڑ کر سپرد خاک ہوگیا ہوگا۔ بہرکیف اس بار میرے معصوم سے تبصرے کو شرف اشاعت کا درجہ ضرور دیجیے گا۔ یکم رمضان کو حجاب کی دید کا پیالہ نصیب ہوا۔ ارے حیران نہ ہوں کراچی سے مانسہرہ تک کا سفر اتنا سہل بھی تو نہیں چلتے چلتے رکتے تھکتے آخر کار حجاب پہنچ جاتا ہے اس نگر میں۔ جہاں چمکتی آنکھیں دھڑکتا دل اس کی خاطر تواضع کے لیے بےقرار ہوجاتا ہے۔ رمضان کی آمد کے باعث ٹائٹل کی چاندنی نے تو ایک پل کے لیے مبہوت کردیا' بھئی ایسے ہی کلرفل ماڈل کے سر پر آنچل ہو تو حجاب کی سج دھج ہی نرالی ہوجائے۔ ٹائٹل کی چھیڑ خانی کے بعد پہنچ گئے قیصر آنی کے پاس۔ قیصر آنی کی 'بات چیت'' سے اپنے بچپن کا ایک شعر یاد آ گیا۔

''ڈبہ پہ ڈبہ ڈبے میں آٹا
رمضان کو ویلکم شعبان کو ٹاٹا''

دعا ہے ماہ رمضان کی پرنور وبابرکت ساعتیں آپ سب پر سایہ فگن رہیں (آمین) ڈیئر قیصر آنی' بیا آپ ہمیں کس خبر سے باخبر کررہی ہیں کہ حجاب اب ستر کا ہوگیا ہے۔ یقین جانیے محبت کرنے والوں پر یہ اضافہ گراں نہیں گزرے گا اور ویسے بھی حجاب ساٹھ کا ہو یا ستر کا ہمیں تو سو کا ہی ملتا ہے' کیا کریں لانے والے بھی بنا رشوت کے کوئی کام نہیں کرتے۔ رشوت کا لالچ دے کر باقاعدہ مسکین سی شکل بنا کر جب چہرے کے زاویے ٹیڑھے ہوجاتے ہیں تب جاکر حجاب کا دیدار ہوتا ہے۔ بہرکیف 'حجاب' تو ایک باغ کی مانند ہے' جس کے م وخوشنما پھولوں کی خوشبو سے دل کی دھڑکنیں فرحت وانبساط سے تر ہوجاتی ہیں اور بندہ بشر چاہتا ہے ان معطر سانسوں سے وجود ایسے ہی مہکتا رہے۔ 'حمد ونعت' سے دل کا ہر کونہ روشن ہوگیا۔

اندھیروں کو نور دیتا ہے ذکر اس کا دل کو سرور دیتا ہے
اس کے در سے جو بھی مانگو وہ اللہ ہے ضرور دیتا ہے

''ذکر اس پری وش کا'' ماریہ حسن نے بڑے خوبصورتی سے توجہ اپنی جانب مبذول کروائی۔ ڈیئر ماریہ قرآن مجید تو دل وروح میں اترنے والا کلام ہے اور وہ قلب بھی خوشبودار ہوجاتا ہے جس میں قرآن سما جائے۔ اللہ تمام مسلمانوں کو قرآن حفظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) مقدس مہر خدا آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ طاہرہ منور اور خالدہ شاہین کا تعارف دلکش ورعنائی سے بھرپور تھا۔ ''محبت گزیدہ'' ڈیئر قرۃ العین سکندر آپ کے طرز تکلم اور انداز نگارش نے تو دلوں میں محبت وچاہت کے پھول کھلا دیے ہیں۔ بہت مبارک ہو اتنا بہترین ناول لکھنے کے لیے۔ مکمل ناول ''چاند کو ہمراہ کریں'' لفظوں کے فسوں خیز حسن نے تحریر کو حسین بنادیا۔ بے شک صبر' نماز اور علم ہی وہ بہترین کنجیاں ہیں جو انسان کو اس کے رب سے ملادیتی ہیں۔ ذورین کے صبر کا پھل اسے محبت کی صورت مل گیا۔ ''ف سے فیس بک فضول'' زبردست تحریر تھی' فیس بک کا عادی دین ودنیا کو بھی بھلا دیتا ہے۔ بہت پراسرار کھیل ہے یہ۔ ویسے کسی نے سچ ہی کہا ہے بندہ اتنا خوب صورت بھی نہیں ہوتا جتنا فیس بک پر دکھایا جاتا ہے اور اتنا بدصورت بھی نہیں ہوتا جتنا اسے شناختی کارڈ میں دکھایا جاتا ہے (ہاہاہا) دوہرا معیار' نیلم شہزادی نے ہلکی پھلکی تحریر میں بہت بڑی بات نہایت آسانی سے واضح کردی۔ ''وہ جو تیری چاہت ہے'' نفیسہ سعید نے بہت کمال کا لکھا' ویسے آپ کا انداز تو نگاہ ناز سے گزر کر من کو معتبر کرگیا۔ پردہ ہی تو ایک مسلمان عورت کی پہچان ہے۔ درشہوار کے فیصلے سے کئی قارئین کے لیے سوچ کے در وا ہوئے ہوں گے' بے شک اصل کامیابی دین میں ہے۔ رائٹرز کے بلند خیالات اور نظریات ہی ہمیں عمل اور بیداری کا پیغام دیتے ہیں اور ساتھ ہی ہمارے اخلاق و عادات میں اصلاح وترقی کا رنگ بھرتے ہیں۔ پیارے حجاب ایسی سبق آواز کہانیاں زیادہ سے زیادہ شائع کرو۔ ''اک چھوٹی سی کہانی'' محبت کی کہانی' بظاہر تو چھوٹی سی ہوتی ہے' لیکن اس کے اندر بھی ایک جہاں آباد ہوتا ہے۔ ویلڈن عائشہ ناز' لیکن اینڈ نے دکھی کردیا۔ 'کھاؤ من بھاتا پہنو جگ بھاتا' آپی عائشہ تنویر بیا آلو پر قصے تو بہت سے تھے کہ آلو سبزی کو پھنسا لیتا ہے' لیکن بینگن کی روداد نے خوب ہنسایا۔ اب ہمیں بھی پتہ چل گیا کہ بینگن بھی اس روئے زمین پر بڑا اعلیٰ وارفع مقام رکھتا ہے۔ (ہاہاہا) 'یہ عشق نہیں آساں' نائلہ ندیم کی ایک منفرد تحریر تھی' اینڈ پڑھ کر

ایسا لگا جیسے ہر شخص نے ہمیں رلانے کی قسم اٹھائی ہے۔ 'خسارہ' پہلے تو ثمینہ مشتاق بہت مبارک ہو اتنی اچھی تحریر لکھنے پر۔ جس مسلمان کے دل میں ایمان کی روشنی نہیں بھلا وہ مومن کیسے ہوسکتا ہے۔ دل اگر کالا ہو تو انسان کے مہکتے لفظوں سے بھی کوئی تاثیر نہیں پھوٹتی۔ والدین کو بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت پر بھی زور دینا چاہیے' کیونکہ نیک اولاد ہی والدین کی بخشش کا سامان ہوتی ہے۔ 'شب آرزو تیری چاہ میں' نائلہ آپی یہ دراج فتنے کو محبت کرنے والوں کے درمیان سے ہٹادیں بڑی مشکل سے تو عرش اور زنائشہ ملے تھے۔ 'عشق دی بازی' شکر ہے گجر فتنے کا کام تمام ہوا۔ اب حویلی والوں کو ذرا سکھ نصیب ہوگا۔ ریحانہ جی ایشان جاہ اور ماورا یحییٰ کی اسٹوری پر بھی کچھ زیادہ لکھا کریں' ویسے مجھے یہ مکمل زیادہ پسند ہے۔ بے چاری عیشال کہاں غائب ہوگئی' اس نئی خبر نے تو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ ''عالم میں انتخاب'' مدیحہ نورین' صائمہ سکندر' بزم سخن' سدرہ شاہین' لائبہ قریشی' صوفیہ اشیاق' ماریہ توصیف' رابعہ صادق' کائنات بشیر کی شاعری دل کو چھوگئی۔ ''شوخی تحریر'' میں سعدیہ بشر نے بہت زبردست لکھا' بے شک اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی اپنائے گا جو آخرت میں اللہ کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے' لیکن بدقسمتی سے آج ہم مسلمان بالعموم ان دونوں اوصاف سے محروم ہیں۔ ''حسن خیال'' شازیہ ہاشم کا تبصرہ لب لباب فہم و شگفتگی سے آراستہ سیدھا دل میں اتر گیا۔
اقرا جٹ اور سحر تبسم از حد نوازش یاد کرنے کے لیے۔ ارے ارے یہ بزم 'حسن خیال' میں اتنی کہکشاں کہاں سے آئی۔ اوہو یہ تو ریحانہ آپ کے لفظوں کی چاندنی بکھری ہوئی ہے اور ماشاء اللہ سے ہمارا ذکر کرکے مزید چار چاند لگادیے (آہم) بڑا اچھا لگتا ہے جب کوئی مصنفہ 'حسن خیال' میں اپنے خیالات کی ڈور تھامے اپنوں کی طرح سمجھاتا ہے۔ ریحانہ آپی ہم تو اپنے خط کی عدم موجودگی کے غم میں مصروف تھے' لیکن آپ کا خط پڑھ کر من کے آنگن میں کلیاں کھل کر گلاب ہوئیں' کتنا پرکیف اور خوش کن احساس ہوتا ہے کہ جسے ہم چاہتے ہیں وہ بھی ہماری چاہت کا طلبگار ہے۔ شکریہ آپ جی۔ بھائی وقاص عمر' پرانی مصنفین بھی تو کبھی نئی ہی تھیں۔ آنٹی سوائے محمد سردار کیا آپ کا نمبر مل سکتا ہے۔ (کیوں) بتانا ضروری ہے کیا (ہاہاہا) دوست کا پیغام آئے' علیشبہ نور کا پیغام پڑھ کر آنکھوں کی بتی گل ہوئی تو دل بھی خوشی سے جھوم اٹھا۔ آپ مشی خان کی سسٹر ہی ہوناں۔ حجاب نگری کے سویٹ دوستوں جب آپ یہ خط پڑھیں گے تو عید کی آمد آمد ہوگی۔ اس لیے پیشگی عید مبارک۔ عید کی پرخلوص ساعتوں میں ہونٹوں پر ہنسی سجا کے دکھوں کے سائے سے نکل کر اپنوں کے ساتھ عید منانا کیونکہ اس بابرکت گھڑی کا زندگی میں آنا نصیب کی بات ہوتی ہے۔ اس لیے خوش رہیں اور اپنوں کے سنگ خوشیاں سمیٹیں۔

ڈیئر گل مینا! پچھلی مرتبہ آپ کا تبصرہ تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شامل اشاعت نہ ہوسکا۔ بہرحال اس مرتبہ آپ کا تبصرہ بے حد پسند آیا اور پہلے انعام کا حق دار بھی ٹھہرا۔ مبارک باد اب یہ آخری نہ ہونا چاہیے۔

سحر تبسم سحری...... مغل پورہ۔ السلام علیکم حسب معمول حجاب نے 12 کو دیدار کروایا' ٹائٹل کچھ متاثر نہ کرسکا۔ بہت بہت شکریہ مجھے حسن خیال' دوست کا پیغام آئے اور کچن کارنر میں جگہ دینے کی بہت بہت خوشی ہوئی۔ آخر ہم بھی حجاب کا حصہ بن گئے۔ اس مرتبہ میں نے شمارہ الٹا شروع کیا۔ ٹوٹکے' بہت مفید لاجواب اور معلوماتی۔ دوست کا پیغام' پہلے نمبر پر میرا پیغام لگانے کا شکریہ۔ ڈیئر علیشبہ نور آپ نے لکھا اگر کسی کا نام رہ گیا تو اسے بھی سلام' تو میرا نام لگتا ہے آپ بھوک کے مارے کھا گئیں۔ پلیز (ڈونٹ مائنڈ) باقی سودائے

سردار شیری نواز ہما طاہر اور لیلی کے پیغامات بھی اچھے تھے۔ حسن خیال شازیہ اف اتنا لمبا تبصرہ...... کاش میں بھی آپ جیسا تبصرہ کرسکوں۔ (اقراء جٹ) آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہو اور لگتا ہے کہ آپ مسکراتی بہت ہیں پورے تبصرے میں آپ کی ہنسی کے جلترنگ تھے ایسی ہی ہنستی مسکراتی رہیے (آمین) آپ کا تبصرہ میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ باقی پروین افضل وقاص عمر مدیحہ مہک اور سردار نی جی کے تبصرے بھی اچھے تھے۔ ریحانہ آفتاب جی کی آمد نے محفل کو چار چاند لگا دیے تھوڑی تھوڑی خفا نظر آئیں ارے بھائی آپ رائٹرز کی تحریں ہی ایسی ہوتی ہیں کہ تعریف کے لیے الفاظ کم پڑتے ہیں۔ جہاں تک عشق دی بازی کی بات ہے میرے پاس تو الفاظ نہیں ہیں باقی قارئین جانیں۔ "شوخئ تحریر" شازیہ سعدیہ شبیر وقاص عمر شجاع الدین شیخ "عالم انتخاب" اقراء جٹ جوریہ صائمہ سکندر شازیہ کی غزلیں اچھی تھیں۔ آرائش حسن کاسمیٹکس کی معلومات پڑھی ویسے ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم سادگی پسند ہیں۔ کاجل عرق ہی کافی ہے ہاں البتہ میک اپ کی خریداری پسند آئی۔ "کچن کارنر" مزے مزے کی خوشبوئیں آرہی ہیں۔ محسن عزیز اقرا جٹ ہالہ سیم صبا شریف اپنی اپنی ڈشز تیار رکھیں میں آرہی ہوں۔ بزم سخن اس میں ہم نہ تھے۔ خیر! ہمارے دوست تو تھے ناں۔ ہالہ یاسین مہک زبیر اریبہ ماہ نور پروین شاہین سیدہ سجاد محسن عزیز کے شعر ایک دم زبردست تھے۔ جیسا میں نے دیکھا اچھا سلسلہ ہے۔ اب بات ہوجائے ذرا کہانیوں کی تو شب آرزو اور میرے خواب خوب رواں دواں ہیں۔ ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ جن کرداروں سے انسیت سی ہوگئی ہے اس سے کچھ غلط نہ ہوجائے۔ عشق دی بازی حجاب کی آن بان شان اور جان ہے ریحانہ جی آپ نے سبحان اور عیشال کو تو ہر حال میں جو کھم میں ڈالنا ہوتا ہے۔ یہ کردار ہمارے فیورٹ ہیں انہیں کچھ نہ ہو جلدی سے سب اچھا اچھا ہو (آہم) مکمل ناولز "چاند کو ہمراہ کریں" (ایمان قاضی) جب بھی لکھتی ہیں متاثر ہی کرتی ہیں۔ ان کی تجاویز مجھے تو بہت متاثر کن لگتی ہیں۔ وہ جو تیری چاہت ہے نفیسہ سعید بہت وقت بعد آئی اور چھا گئی۔ پلیز نفیسہ جی اب پھر غائب نہ ہوجایئے گا۔ محبت گزیدہ (قرۃ العین سکندر نے تو سانس اٹکا رکھی ہے۔ ذکیہ آپا اور طارق کا کردار مجھے تو ذرا پسند نہیں ہے۔ ہاں زیبا ہماری فیورٹ ہے۔ افسانوں میں صائمہ مشتاق کو پہلی تحریر شائع ہونے پر مبارک بعد "خسارہ" ہلکی پھلکی اور موثر تحریر تھی۔ "فیس بک" عریشہ ہاشمی واقعی فضول ہے۔ مجھے تو زہر لگتا ہے۔ دوہرا معیار من بھاتا لاجواب تحریر تھی۔ جب کہ عائشہ اور نائلہ متاثر نہ کرسکیں۔ ماریہ میمن مقدس مہر طاہرہ منور خالدہ شاہین کے تعارف اچھے تھے۔ میں بھی اپنا تعارف بھیج رہی ہوں پلیز جلدی لگا دیجیے گا۔ حمد و نعت قلم اس قابل کہا کہ تعریف بیان کروں۔ "بات چیت" میں آپ سے مل کر اچھا لگا یہ حجاب اسٹاف کا لہجہ اور انداز ہی ہے کہ بندہ کھنچا چلا آتا ہے۔ سب کو عید مبارک ہو اللہ آپ سب کو ایسی ہزاروں عیدیں نصیب فرمائے (آمین) اور ہاں ایک بات رہ گئی۔ شازیہ تبصرہ پسند کرنے پر شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اچھی چیز سراہنے کے لیے ہوتی ہے (اوہ وہ تو آپ کا تبصرہ تھا چیز ہوتی تو میں کھا جاتی) اقراء جٹ ہر ماہ محفل میں آیا کرو۔ اللہ حافظ برداشت کرنے کا شکریہ۔ اللہ حافظ۔

تبسم بشیر حسین...... ڈنگہ۔ السلام علیکم حجاب اسٹاف کیسے ہیں آپ سب امید کرتی ہوں کہ خیر خیریت سے ہوں گے۔ میں نے حجاب میں کبھی انٹری نہیں دی۔ سوچا کہ کیوں نہ اس بار دوں۔ تو انٹری بھی تو زور دار ہونی چاہیے ناں؟ میں امید کرتی ہوں کہ پہلی بار آمد پر میرا دل نہیں توڑا جائے گا اور تھوڑی بہت جگہ ہمیں بھی

ملے گی۔ سب سے پہلے بات ہوجائے (جنوری 2017ء کے شمارے کی ٹائٹل گرل کی نیلی نیلی آنکھوں نے ٹائٹل کومزید خوب صورت بنادیا۔ سب سے پہلے مدیرہ باجی کی (بات چیت) بڑا میٹھا لہجہ ہے ماشاء اللہ۔ اس کے بعد صدف آصف کی (دل کے دریچے) ماشاء اللہ صدف اچھا لکھتی ہیں۔ فائزہ اور سفینہ کا کردار پسند آیا۔ نائلہ باجی کا ناول بازی لے گیا۔ افسانے سارے کے سارے اچھے اور کافی موثر بھی تھے۔ پیغام لیے ہوئے۔ (فروری) کا ٹائٹل کچھ خاص متاثر نہ کرسکا۔ اس مہینے میں ایک خوب صورت تحریر کی شروعات ہوئی۔ (شب آرزو تیری چاہ میں) عرش کا کردار بہت اچھا اور دراج کا کردار نادانی بھرا۔ زرکاش ایک سمجھدار انسان جب کہ زرق کا گلا دبادینے کا جی چاہا۔ ویل ڈن نائلہ طارق تحریر نے پوری طرح اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ پتہ نہ چلا کب ختم ہوئی۔ ملاقات سندس جبیں سے بہت خوب صورت تھی۔ آئی لائک ہر...... مکمل ناول میں حنا عندلیب نے بہت پیاری تحریر لکھی۔ ناولٹ (زیاں) یہ تحریر کچھ متاثر نہ کرسکی۔ افسانوں میں صبا ایشل، تحریم چوہدری، شمسہ فیصل کی تحاریر نا قابل فراموش تھی (مارچ) کے ٹائٹل پر عینی رضوی کی خوبصورت آنکھوں نے استقبال کیا۔ اس مہینے میں شروع ہونے والی تحریر (ڈھل گیا ہجر کا دن) نادیہ احمد کا پہلا سلسلہ وار ناول تھا، لیکن ایسا لگا نہیں، علینہ اور سمیر جاندار کردار۔ سحر ہونے کو ہے اور موسم گل نے بھی خوب رنگ جمایا۔ جب کہ شہناز کچھ متاثر نہ کرسکی۔ آرٹیکل (عورت کی اہمیت) بہت خوب صورت لکھا۔ (اپریل) کے شمارے پر جیا بخاری نیلا آنچل سر پہ سجائے ملی۔ سلسلے وار ناولز کی اقساط جلدی سے بڑھتے ہوئے اپنی موسٹ فیورٹ ریحانہ آفتاب کا (کج مینوں مرن دا شوق وی سی) ریحانہ کی یہ تحریر ٹاپ آف لسٹ تھی۔ بہت بہت مبارک ہو۔ اتنی اچھی تحریر پر۔ افسانوں میں حیا بخاری، مدیحہ کنول اور مایا اعوان نے دل جیت لیا۔ ناولٹ (کڑوا سچ) واقعی بہت کڑوا تھا۔ (مئی) کا ٹائٹل میرا فیورٹ رہا، ماڈل نے حجاب جو لے رکھا تھا۔ سب سے پہلے مکمل ناول پڑھے۔ ہونہہ...... معذرت کے ساتھ ایک بھی متاثر نہ کرسکا (من شر ما خلق) یہ ہوتی ہیں وہ کہانی جو برسوں یاد رہے، ویل ڈن حرا قریشی۔ افسانوں میں شبانہ، فرح، سباس، ماریہ طفیل اور سحرش نے اعلیٰ لکھا (جون) کا ٹائٹل کچھ متاثر نہ کرسکا۔ فاخرہ گل کی والدہ کا سن کر انتہائی افسوس ہوا۔ ماں ہی تو سب کچھ ہوتی ہے ہر سکھ دکھ کی ساتھی، بس اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے (آمین) نورعین کی خوب صورت تحریر نے دل کو چھو لیا حمیرا، زیب، مصباح کے افسانے اس شمارے کی رونق رہے (جولائی) کا ٹائٹل سال کا بہترین ٹائٹل تھا۔ خاص کر جیولری، مکمل ناول میں ماورا اور شازیہ کی تحریریں بیسٹ رہیں (تم ملے) عابدہ سبین، بیسٹ اسٹوری۔ افسانوں پر تو عید سیل تھی۔ صبا ایشل، سباس، ندا، قرۃ العین نے اچھا لکھا۔ سب سے اچھا افسانہ ریحانہ جی کا (اگست) کا ٹائٹل من موہنی صورت کی ماڈل سے سجا تھا۔ ناولٹ تینوں ہی اچھے تھے۔ ماورا، کنیزہ، آسیہ اور نورین نے کافی سبق آموز لکھا۔ ویل ڈن گرلز (ستمبر) کا ٹائٹل اچھا نہ تھا۔ (ست رنگی عید) مزے کی تحریر۔ حنا اشرف کا ناولٹ ہلکا پھلکا مزے کار۔ ایثار، بکرا اسٹائل عید الاضحیٰ کے مطابق (اکتوبر) کا ٹائٹل پنجابی اسٹائل میں لگا (الفت دیوتا) میں سورج مکھی کا کردار اچھا تھا۔ صبا احمد، بشریٰ تنویر، نرمین کی کاوش اچھی تھی (نومبر) میں حجاب کی سالگرہ تھی تو وہ اسے مبارک ہو۔ ٹائٹل گرل کی جیولری خوبصورت تھی۔ اب ذرا بات ہوجائے میرا عشق تو امیزنگ ایک حور ہوں ویل ڈن۔ گھر کی جنت سباس گل کی تحریر اس ماہ کی بہترین رہی۔ یاسمین، طلعت، رابعہ نادیہ کی تحریریں بہترین تھیں، پہلے میں مستقل سلسلے نہیں پڑھتی تھی۔ ایک دن اکیلی تھی تو سوچا کہ پڑھ کر دیکھوں تو ماشاء اللہ حجاب کے سارے سلسلے ہی لاجواب

ہیں (حسن خیال) میں ماورا طلحۂ اقرا جٹ اور نرمین کے تبصرے مکمل اور خوبصورت تھے۔شوخی تحریر میں شازیہ شازی عائشہ رحمان سمیرا سواتی پروین افضل سونی علی کا انتخاب اچھا رہا۔عالم انتخاب میں ماورٔ صبا ایشل ارم کمال اور گل مینا کا انتخاب (بزم سخن) میں نادیہ گل رافعہ صابز دیا آفرین نے دل جیت لیا (دسمبر) کے ٹائٹل پر ماڈل بالکل باربی ڈول لگ رہی تھی۔سلسلہ وار ناول (دل کے دریچے) کا اینڈ ہوا اور بہت خوب صورت ہوا پلیز صدف جلدی دوبارہ ضرور آئیں (حسن خیال میں نرمین صبا ایشل کے تبصرے مختصر و دلچسپ تھے۔قرۃ العین حمیرا عالیہ شازیہ کے افسانے اچھے تھے۔(جنوری) 2018ء نیا سال بہت بہت مبارک ہو ٹائٹل پر ماڈل برائڈل کے روپ میں اچھی لگی بہت بہت شکریہ۔آپ لوگوں نے ریحانہ آفتاب سے ملاقات کروائی۔میں بتا نہیں سکتی میں ان کی کتنی بڑی فین ہوں۔(عشق دی بازی) تو ڈبل سرپرائز کردیا۔محبت عہد نشاط انا کا بت کوئی تو بتائے سحر تو اس ماہ کی ہارٹ ٹچ تحریر رہی۔فروری کا شمارہ میں نے بیماری کی وجہ سے نہیں لیا۔مارچ کا ٹائٹل بس ٹھیک تھا۔محبت بھٹکتا جنگل مہیب اور مانو کی دلچسپ داستان دونوں کی بھابھیاں کافی اچھی ہیں۔میں نے فاخرہ کے کسی ناول میں پڑھا تھا بیٹے بیاہ تک اور بیٹیاں آخری آہ تک ساتھ دیتی ہیں۔سوال فرح باجی یہ کیسا سوال تھا۔بہت تکلیف دہ۔نامحرم واقعی ہر منہ بولا بھائی بھائی نہیں ہوتا۔میرا گھر صرف عورت ہی کے لیے نہیں ہر انسان کا اصل گھر اس کی قبر ہے۔شاعری کلاسز اچھا تھا جب کہ بانو باجی بھی ٹھیک رہا۔قرۃ العین سکندر سے ملاقات اور ان کا سلسلہ وار ناول حجاب نے تو ڈبل سرپرائز کردیا (اپریل) کا ٹائٹل سرخ رنگ کے جوڑے میں سدرہ جبار سے سجا ہوا ملا۔(محبت بھٹکتا جنگل) کا اینڈ ہماری سوچ کے مطابق (صراط مستقیم) اس تحریر کو پڑھتے میری آنکھیں نم ہوگئیں۔(اشک سحر گاہی) واقعی ہر وقت کا رونا ٹھیک نہیں شکر ہے کہ ساس صاحبہ کو بھی عقل آئی (جرم محبت) یہ جو اپنی مرضی کی محبت ہوتی ہے نارسوائی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔(تھپڑ) عدیل اگر سچ میں ایمان کو چاہتا تو اسے یوں غلط راہ نہ دکھاتا ایمان نے اچھا کیا اسے اس کی اوقات دکھاکے۔مستقل سلسلوں میں ماہم نور مدیحہ مہک پروین افضل اور سحر تبسم کے تبصرے اچھے تھے (شوخی تحریر) نجم انجم فائزہ جٹ طاہرہ منور خدیجہ ایمان بنت حوا کا انتخاب اچھا تھا۔عالم میں انتخاب میں کسی کا انتخاب پسند نہیں آیا۔(سوری) بزم سخن میں نجم انجم شازیہ شازی سمیہ کنول اور ذکا زرگر کے اشعار پسند آئے (مئی) کا شمارہ بہت انتظار کے بعد آخر کار 12 کو ملا۔ٹائٹل رمضان کی مناسبت سے تھا۔سب سے پہلے بات چیت پڑھی رمضان المبارک کی فضیلت کے ساتھ ساتھ حجاب کی قیمت میں اضافہ کا بھی معلوم ہوا کوئی بات نہیں جی بڑھادیں قیمت۔اس کے بعد حمد و نعت سبحان اللہ۔سب بہنوں کے تعارف اچھے تھے۔"محبت گزیدہ" (قرۃ العین سکندر) آپ مجھے بہت پسند ہیں۔کہانیاں ابھی پڑھی نہیں شرکت کی جلدی ہے۔حسن خیال میں مدیحہ مہک سحر تبسم سحری وقاص عمر پروین افضل لیلیٰ رب نواز کے تبصرے اچھے تھے۔شوخی تحریر میں وقاص عمر عاصمہ ارم کمال ذکا زرگر مدیحہ مہک لیلیٰ نواز پروین افضل شازیہ ہاشم لاجواب بزم سخن ارم صابرہ سدرہ شاہین شاہدہ بانو گل ثمینہ نوشین خان فائزہ بٹ لائبہ قریشی اقراء ناز حسنی اقبال ذکا زرگر کے اشعار اچھے تھے۔جو ہی باجی بہت محنت سے اتنا لمبا تبصرہ لکھا ہے۔ضرور شائع کیجیے گا۔

ڈیئر سسٹر! آپ کا مکمل و جامع تبصرہ پسند آیا۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔

"ہاتھ میں الائچی منہ میں بادام
خط پڑھنے سے پہلے میرا سلام"

حاظرین محفل کیسے مزاج ہیں آپ سب کے۔امید خداوندی ہے کہ ٹھیک ہوں گے۔خیریت سے ہوں گے۔ بے قراری و بے چینی کو سکون تب ملا جب حجاب کو میں نے اپنی دسترس میں پایا۔حجاب سے میرا پیار اتنا گہرا ہے کہ جس لفافے میں مجھے حجاب ملتا ہے اسے میں بڑی احتیاط سے کھولتی ہوں ہاں جی حجاب کھولا اور واہ جی واہ منہ سے نکلا ماشاء اللہ۔جی مجھے ماڈل بہت پسند آئی۔سادگی میں تمام تر حسن کی رعنائیاں لیے ہوئے کیوٹ سی خیر اگلا صفحہ کھولا فہرست دیکھی پھر سے اگلا صفحہ پلٹا اور معلوم پڑا کہ اس مہنگائی کے اثرات حجاب تک بھی آن پہنچے ہیں۔چلو خیر جب اتنی مہنگائی میں سب خریدا جاسکتا ہے وہاں اپنا حجاب کیوں نہیں؟"

"حمد کرنے سے تیری سکون جو ملے
حمد کرتی رہوں میرا جی یہ کرے"

حمد پڑھی لفظ لفظ دل کی سلطنت پر سکون کے بے شمار اثرات چھوڑ گیا۔ماشاء اللہ نعت کے ہر لفظ میں رسول ﷺ کی خوبیوں اور تعریف کو بالکل ٹھیک اور بہترین انداز میں بیان کیا گیا تھا' جزاک اللہ۔

"خسارے یوں تو ہوئے زندگی میں بے شمار
ہیں بیٹیاں خسارہ یہ ہے کس قوم کی آواز"

ثمینہ نے گلابی اماں کی خوب صورت کہانی لکھی' آخر کار بیٹیاں بس باپ کی ہی آنکھوں کا تارا ہوتی ہیں اور بیٹے ماں کے لعل' مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بیٹیوں جتنا پیار ماں باپ سے بیٹے نہیں کرسکتے۔"

رامین کی قسمت میں احتشام ہی لکھا تھا' سو وہ ہی اسے ملا' پر چاہت پوری تو نہیں ناں ہوتی اور غزال کا کردار مجھے بہت اچھا لگا۔عائشہ ناز علی' کی ایک چھوٹی سی کہانی اچھے اور مثبت کرداروں والی ثابت ہوئی۔

عائشہ تنویر کی ہلکی پھلکی سی تحریر منکو گدگداتی ہوئی اپنے ایسے بہت سے واقعات یاد کرواگئی جس میں مجھے بھی چڑ ہے گوشت سے' خیر بہت اچھا افسانہ تھا' ذراہٹ کے موضوع تھا' انوکھا سا بیگن والا ہاہاہا۔

"ہم دوہرے معیار کے حامل لوگ
اپنی غلطیوں کو بھول کہتے ہیں"

"نیلم شہزادی" کا یہ افسانہ ہمارے معاشرے کے تقریباً ہر گھر میں دہرایا جاتا ہے۔جہاں اپنی بہن تو بہن اور شوہر کی بہن آفت لگتی ہے۔عدنان کو اپنی بیوی کے اس دوہرے معیار کا بخوبی علم تھا۔اچھا رہا یہ افسانہ بھی......

" چاہتوں میں چاہتیں چاہتوں سے زندگی
حقیقی چاہت وہ ہے ملے جس سے خدا کی بندگی"

"نفیسہ سعید" آنٹی جی کا ہر بار لکھا بہت اچھا ہوتا ہے۔مگر اس بار اس سے بھی اچھا تھا' خوب صورت موضوع اور دلکش کردار قابل تعریف اور سراہنے کے لائق بیشک اللہ دل بدلنے والا ہے۔اور اللہ جب جس کا چاہے دل بدل دے اور ایسے ہی در شہوار کا دل اپنی محبت میں بدل دیا اور اس نے اپنے لیے عبداللہ جیسے نیک انسان کو ہمسفر چنا۔ اس کے دونوں بچوں کو ممتا کی محرومی سے بچایا' مگر اس سب میں سجاول کے ساتھ برا ہوا وہ تو پورے دل سے شہوار

کے ساتھ مخلص تھا۔

''نائلہ ندیم'' کا افسانہ ''یہ عشق نہیں آسان'' آہ عاطف کے ساتھ بہت غلط ہوا۔ ہر بار لازم نہیں جو ہم دوسروں کے لیے سوچتے ہیں وہ ویسے ہی ہوں اور ملیحہ نے بہت بڑے بول بولے تھے' جن کا مان وہ خود ہی نہ رکھ سکی۔

''چاند کو ہمراہ کریں ہم مگر چمک تیری کیوں ماند پڑے

تجھ کو چاند ستاروں سے بڑھ کر روشن ہم نے پایا ہے

''ام قاضی ایمان'' سب سے پہلے مبارک میری طرف سے لیں' اتنا خوبصورت لکھنے کے لیے اتنے عمدہ کردار اتنا جاندار موضوع کیا خوب لکھا' زبردست باکمال' لاجواب...... دیر سے ہی سہی مگر سکندر کی باتیں منت نے سن لیں اور زورین سے معافی مانگ لی۔ خدیجہ اور ارم کے ساتھ بہت ظلم ہوئے۔ سکندر کی محبت دو دن میں ختم ہوگئی۔ نام نہاد محبت' سلمیٰ بیگم کتنی ظالم اور سفاک خاتون تھیں۔ ایک پختہ کردار مراد شاہ کا تھا' جو مجھے بہت بہت پسند آیا۔ اچھی سوچ کا مالک اور یہی اینڈنگ اچھی لگی۔ عرشیہ ہاشمی کی 'ف سے فیس بک' بہت اچھی تحریر تھی' بے شک فیس بک نے انسان کو بہت سے رشتوں سے دور کردیا ہے اور دعا اور شمسہ کی زندگی بھی ایسی ہی راہ پر گامزن تھی۔ مگر اللہ ان کو ہدایت کا رستہ ضرور دکھاتا ہے جو اسے چاہتے ہیں اور دعا نے اپنے رب سے لو لگالی اور اس سب سے دور ہوگئی۔ بزم سخن میں پروین افضل' انابیہ' سیدہ لوبا سجاد کے اشعار اچھے تھے۔ یقیناً کچن کارنر کی سبھی ڈشز اچھی ہوں گی' پکائیں گے تو پتا چلے گا ناں...... عالم میں انتخاب' اقراء جٹ' صائمہ سکندر' عائشہ کشمالے کی شاعری عمدہ تھی۔ شوخیٔ تحریر میں ارم کمال' زکا زرگر' شازیہ ہاشم کے انتخاب عمدہ تھے۔ حسن خیال میں سب نے ہی اپنے اپنے انداز میں اور اپنے خیال کے مطابق اظہار خیال کیا تھا' بہت اچھا لگا۔ اقراء جٹ' پروین افضل' ریحانہ آفتاب' سحر تبسم سحری' پسندیدگی کا بہت شکریہ خوش رہیے۔ سب کو میری طرف سے رمضان المبارک کی خوشیاں مبارک ہوں اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ سب کی مشکلات آسان فرمائے اور بے روزگاروں کو روزگار دے آمین۔

اقرا جٹ...... منچن آباد اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ پیاری جوہی آپی' پیارے پیارے قارئین' حجاب اسٹاف اینڈ حجاب ریڈرز سب کو میری طرف سے خوشبوؤں' دعاؤں اور محبتوں سے لپٹا سلام اور سب کو میری طرف سے بہت بہت رمضان المبارک اور ایڈوانس میں عیدالفطر مبارک۔

میرے بابا جانی عمرہ پر جارہے ہیں جمعرات یعنی 24 مئی کو...... سب دعا کیجیے گا' میرے بہن اور بھائی کے ایگزامز اسٹارٹ ہورہے ہیں' ان کے لیے بھی دعا کیجیے گا۔

پروین آپی آپ کا تبصرہ...... چھوٹو مگر موٹو سا...... آپ کی تجویز مجھے پسند آئی۔ لیلیٰ رب نواز فاش تبصرہ...... بھائی وقار عمر خوش آمدید۔ اچھا لگا آپ کا تبصرہ۔ اینڈ تھینک یو۔ اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے مزید کامیابیوں سے نوازے۔ آپی ریحانہ آفتاب۔ نظر کا دھوکہ تو نہیں کہیں مگر نہ جی حقیقت تھی) آپ کی تمام باتیں ایک دم پرفیکٹ تھیں' تھینک یو سو مچ' ڈیئر اپیا۔ بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ ہماری وجہ سے آپ کی آمد نی آپ نے تفصیلی جواب دیا۔ یقین جانیے بہت خوشی ہوئی۔ تھینک یو آلاٹ آپی آپ نے بھی جواب دیا۔ میری دل سے دعا ہے کہ اللہ آپ کو دنیا جہاں کی خوشیاں' کامیابیاں عطا فرمائے' ہمیشہ شاد وآباد رکھے (آمین) میری تمام رائٹرز سے گزارش ہے سینئر رائٹرز سے کہ حسن خیال میں ہر مہینے بہت سی خواتین آپ کے مکمل ناول ناولٹ' سلسلے وار ناول پر تبصرہ کرتی ہیں تو آپ کا

بھی حق بنتا ہے ہر مہینے ایک سینئر رائٹر حسن خیال میں شرکت کرے۔ محفل کو چار چاند لگائے تاکہ قارئین مایوس نہ ہوں' جیسا کہ آپی حسنہ کوثر' سباس آپی' سمیرا طور شریف' نازیہ کنول نازی' نائلہ طارق' عفت سحر' اقراء' نادیہ فاطمہ' قرۃ العین سکندر' نزہت جبیں' حیا' فاخرہ گل' نگہت عبداللہ' نادیہ احمد' صدف آصف اور ریحانہ آفتاب آپی (آپ کی تو آمد ہو چکی ہے) وغیرہ وغیرہ پلیز آپ لوگ بھی تھوڑا ٹائم نکال لیا کریں۔ کوئی دس بارہ سطریں لکھ دیا کریں۔ سحر تبسم (ونڈرفل تبصرہ) میرا تعارف پسند کرنے پر شکریہ مدیحہ نورین مہک جی تھینک جو آپ کا تبصرہ باکمال تھا۔ سودائے محمد سردار (آنی) آپ کا تبصرہ ہمیشہ کی طرح لاجواب۔ اللہ پاک سب کو پانچ وقت کا پکا نمازی بنائے۔ آپ کو شاعری اتنی پسند ہے کہ آپ کا ہر بات پر تبصرہ کہنے کو دل کرتا ہے؟ تو مجھ پر بھی ایک شعر ہو جاتا؟ شومئی تحریر' عالم انتخاب' آرائش حسن (اس بار درست بنایا اور میں نے پڑھا بھی) کچن کارنر' بزم سخن سب سے بھرپور شرکت کی خوشی ہوئی' سمیہ عثمان بھئی کوئی ناراضگی ہے تو ختم کر دیں پلیز ناں؟ افسانے تمام ہی لاجواب تھے' انٹرویو سب کے اچھے تھے۔ میرے خواب زندہ ہیں' نادیہ آپی کیپ اٹ اپ' شب آرزو تیری چاہ میں' اے دن جا رہا ہے۔ 'عشق دی بازی' میرا فیورٹ ناول ایمان سے آپی آپ کو داد دینی چاہیے کیا کردار ہیں کیا الفاظ کیا کہانی' بس عیشال کے ساتھ برا مت ہونے دیجیے گا اور نیکسٹ قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ محبت گزیدہ قرۃ العین آپی لاجواب...... ریحان کا معاملہ تو ٹھکانے لگا' مگر زریاب؟ اس کے ساتھ برا مت کریں پلیز...... 'وہ جو تیری چاہت' نفیسہ سعید ماشاء اللہ سنورنے کے لیے ایک لمحہ بھی کافی ہوتا ہے۔ حدیث تو ہم نے شروع سے ہی دل میں بسا رکھی ہے۔ چاند کو ہمرا کر دیں' ام ایمان قاضی منت کو آخر سمجھ آ ہی گئی۔ حمد و نعت سبحان اللہ الفاظ نہیں تعریف کے لیے۔ قیصر آرا' سعیدہ نثار' سمیہ عثمان اینڈ جو بھی آپی آپ سب کو سلام اور ایڈوانس میں عید مبارک' پاک وطن کے لیے دعائیں اسی کے ساتھ اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔

ڈیئر اقراء جٹ! آپ کا تبصرہ اس بار صرف آپ کے اپنے بارے میں تھا جب کہ ہر بار حسن خیال میں یہ کہا جاتا ہے کہ مصنفین کی تحریروں پر زیادہ سے زیادہ بات کریں۔ باقی اپنی بات آپ ''دوست کے پیغام'' میں کہہ سکتی ہیں۔

اب اس دعا کے ساتھ اگلے ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور ہماری پریشانیوں کو دور فرمائے' وطن عزیز کو بہتر حکمران عطا فرمائے جو اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرے آمین۔

ناقابل اشاعت:

عید الفت' سیراب راہ' خدا کا شکر' یہ ظلم کب مٹے گا' میرا عقیدہ محبت۔

❁

اعتذار

ماہ مئی کے شمارے میں تزئین کار کی غلطی سے ثمینہ مشتاق کی کہانی ''خسارہ'' پر صائمہ مشتاق کا نام شائع ہو گیا تھا جس پر ادارہ حجاب اپنے قارئین اور لکھاری بہن سے معذرت خواہ ہے۔

ہومیو کارنر

طلعت نظامی

موتیا بند

سفید موتیا Cataract

بینائی یا نظر میں آہستہ آہستہ کمزوری کی ایک بڑی وجہ آنکھوں میں موتیا بند اترنا ہے اسے سفید موتیا بھی کہتے ہیں سفید موتیے کی بیماری میں آنکھ کے لینس یا عدسے دھندلے پڑنے لگتے ہیں یہ شکایت بھی اکثر عمر کے ساتھ ہوتی ہے اس کا علاج آپریشن کے ذریعے ہوتا ہے۔ جب بھی موتیا کی وجہ سے دیکھنے یا پڑھنے لکھنے میں دقت محسوس ہونے لگے تو اسے آپریشن کے ذریعے نکالا جاسکتا ہے جدید طریقوں اور سہولتوں کی موجودگی میں اب پہلے کی طرح اس بات کا انتظار نہیں کرتے کہ موتیا پک جائے پھر آپریشن ہو ایک بار آنکھ میں موتیا بننا شروع ہوجائے تو پھر دواؤں سے یہ روکنا مشکل ہوجاتا ہے سفید موتیا کے آپریشن میں آنکھ سے لینس اتار دیتے ہیں اس لیے آپریشن کے بعد صحیح طرح دیکھنے کے لیے مصنوعی لینس کی ضرورت ہوتی ہے عام طور پر اس کے لیے خاص قسم کے موٹے شیشے والی عینک استعمال کی جاتی ہے اگر مریض کی ایک آنکھ سے موتیا اتارا گیا ہے اور اس کی دوسری آنکھ کی بینائی یا روشنی ٹھیک ہے تو فوراً عینک نہیں دی جاسکتی کیونکہ عینک لگانے سے اسے ہر چیز نظر آئے گی عینک اس وقت لگ سکتی ہے جب موتیا یا کسی اور وجہ سے دوسری آنکھ کی روشنی بھی کم ہوجائے۔

موتیا بند کے آپریشن کے بعد موٹے شیشوں کی عینک کے بجائے اندرونی طور پر لگائے جانے والے لینس بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں یعنی (Contact Lenses) یہ پلاسٹک کے باریک ٹکڑے ہوتے ہیں جو سامنے کی طرف قرنیہ پر رکھ دیے جاتے ہیں لیکن انہیں بہت زیادہ صاف رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے جن ممالک میں گرد و غبار زیادہ ہوتا ہے وہاں ان لینس کا استعمال مشکل ہوجاتا ہے نظر کی درستگی کا ایک تیسرا طریقہ بھی ہے جس میں آپریشن کے ساتھ ہی آنکھ میں پلاسٹک کے باریک لینس کی پیوند کاری کردی جاتی ہے اس لینس کو انگریزی میں (Intraocularlens) کہتے ہیں۔

اسباب مرض:

بڑھاپا، مرض ذیابیطس، امراض گردہ مثلاً سوزش گردہ، آنکھ پر چوٹ لگنا، یا لینس میں کسی چیز کا چلے جانا، آتشک، مرگی، ارگٹ اور نیف تھیلین کے استعمال سے تیز بجلی کے شاک سے بھی یہ مرض ہوجاتا ہے بعض حالتوں میں یہ مرض موروثی ہوتا ہے۔

علامات مرض:

آنکھ کا معائنہ کرنے پر پتا چلتا ہے کہ پتلی کے پیچھے خاکستری مائل یا نیلگوں سفیدی مائل رنگ کی شے دکھائی دیتی ہے جو درحقیقت آنکھ کا دھندلا پا یا موتی ہوتا ہے مریض کی کیس ہسٹری دریافت کرنے سے معلوم ہوگا کہ بینائی رفتہ رفتہ کم ہوگئی ہے ہر ایک چیز دگنی دکھائی دیتی ہے بیمار کو آنکھ کے سامنے جالا سا معلوم ہوتا ہے چراغ کی شعاعیں منتشر اور چراغ بہت بڑا دکھائی دیتا ہے۔ چاند کو دیکھنے سے دو چار چاند دکھائی دیتے ہیں۔

علاج:

ابتدائی کیسز ہومیو پیتھک ادویات کھلانے سے صحت یاب ہوجاتے ہیں ابتدا میں کلکیریا فلور ۱۲ دن میں دو مرتبہ پندرہ دن تک استعمال کرائیں اگر بہتری نہ ہوتی نظر آئے تو اس کو چھوڑ کر کہنا بیس اٹڈیکا ۱۳ استعمال کرائیں فلورک ایسڈ ۴ بھی مفید ہوتا ہے اور اس طرح کاسٹی کم، کونیم، کالچی کم، فاسفورس، کیلیل اور سلیشیا بھی مفید ہیں۔

سینی ریریا میری ٹیما Q:

دو قطرے آنکھ میں تین مرتبہ روزانہ ڈالنے چاہیے تین ماہ تک استعمال کرنے سے مکمل صحت یابی ہوجاتی ہے۔

اگر موتیا بند کا کیس اتنا ترقی یافتہ ہوچکا ہو کہ مذکورہ بالا ادویات اس کے دور کرنے میں ناکام ثابت ہوتی ہو تو پھر آپریشن کرانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

کالا موتیہ (Glaucoma)

آنکھ کی بینائی کو بہت زیادہ نقصان پہنچانے والی ایک اور خطرناک بیماری ہے جسے کالا موتیا، کالا پانی یا نیلوا کہتے ہیں اس میں آنکھ کے اندر پانی کا دباؤ یا پریشر بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے جس سے رگ بصارت (Optic nerve) کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور اکثر آنکھ کی روشنی ختم ہوجاتی ہے۔ کالا موتیا کی عام طور پر دو اقسام ہیں پہلی قسم میں بیماری اچانک شروع ہوتی ہے آنکھ اور سر میں سخت درد ہوتا ہے کبھی قے بھی ہوتی ہے آنکھ کا ڈھیلا پتھر کی طرح سخت ہوجاتا ہے بیمار آنکھ کی پتلی دوسری پتلی سے بڑی نظر آتی ہے مریض کو روشنی کے گرد رنگین دائرے نظر آتے ہیں اس قسم کی بیماری میں بڑی جلدی اندھے ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے ڈاکٹر کے پاس جانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے بیماری کی دوسری قسم میں مرض آہستہ آہستہ شروع ہوتا ہے اس میں درد نہیں ہوتا مریض اس بیماری پر دھیان نہیں دیتے پہلے آہستہ آہستہ بینائی کمزور ہوتی ہے علم اس وقت ہوتا ہے جب آنکھوں کی روشنی بالکل ضائع ہوجائے اس لیے کالے موتیے کے مرض میں دیر سے علاج

شروع کرنا اپنی آنکھوں کی روشنی ضائع کرنے کے برابر ہے۔

اسبابِ مرض:

جب آنکھ کے ڈھیلے میں بعض وجوہات سے رطوبت کی پیدائش اور جذب میں طبعی مناسبت نہیں رہی اور نقص واقع ہوجاتا ہے تب یہ مرض پیدا ہوتا ہے کبھی ناسور یا سوراخ قرنیہ یا آنکھ کے موتی کا اپنی جگہ سے اکھڑ جانا بھی اس کے اسباب ہیں۔

اقسام مرض: (Type)

یہ مرض چار قسم کا ہوتا ہے۔

1۔شدید 2۔مزمن 3۔نوبتی 4۔ثانوی

علامات مرض:(Clinical Feature)

ابتدائے مرض میں کبھی کبھی آنکھ کے آگے اندھیرا آجاتا ہے چراغ کے گرد رنگین دائرہ نظر آتا ہے کرۂ چشم کی سختی بڑھتی جاتی ہے اور میدان بصارت تنگ اور روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔

شدید گلا کوما:

اس میں کرہ چشم سرخ اور سخت ہوتا ہے اور اس میں شدت کا درد ہوتا ہے قرنیہ کے گرد سرخ حلقہ دکھائی دیتا ہے آنکھ کی پتلی پھیل جاتی ہے اور بے حس ہوتی ہے۔ بصارت بہت جلد اور کبھی دو تین روز میں زائل ہوجاتی ہے۔

مزمن گلا کوما: (Chronic Gloucoma)

اس میں ابتدائی علامات دیر تک رہتی ہے ڈھیلے کی سختی اور نظر کی کی بتدریج واقع ہوتی ہے درد کبھی ہلکا اور کبھی بالکل نہیں ہوتا۔

نوبتی گلا کوما:

اس میں شدید گلاکوما کی علامات ہوتی ہیں جو بالآخر مزمن صورت میں بدل کر باعث زوال چشم ہوا کرتا ہے۔

ثانوی گلا کوما:

ناسور یا سوراخ قرنیہ سے یہ مرض ہوجایا کرتا ہے۔

تشخیص مرض:

اس مرض کو سفید موتیا سے تشخیص کرنا ضروری ہے چنانچہ گلاکوما کی تشخیص علامات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱:۔پتلی کی رنگت سبز ہوتی ہے۔

۲:۔آنکھ کا ڈھیلا پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے۔

۳:۔آنکھ اور کن پٹی میں سخت درد ہوتا ہے۔

۴:۔چراغ کے گرد سرخ حلقہ نظر آتا ہے۔

۵:۔پتلی ست، بے حرکت ہوجاتی ہے۔

۶:۔ میدان بصارت تنگ ہوجاتا ہے اور بعید نظری (Hypermetropia) کی شکایت ہوجاتی ہے۔

علاج:

بیلا ڈونا:

روشنی ناقابل برداشت ہو، آنکھیں اور چہرہ سرخ ہوں جب گلاکو یعنی سبز موتیا کے پیدا ہوجانے کا ڈر ہو سر درد ہو آنکھوں کے سامنے چمکیلی چنگاریاں اڑتی دکھائی دیتی ہوں اور وزن اور دباؤ محسوس ہو۔

چائنا:

بینائی دھندلی، بینائی یکا یک کم ہوجائے، کمزوری بہت ہو جب اخراج خون یا پیپ کا دیر تک مریض شکار رہ چکا ہو یا مریضہ کافی عرصہ تک بچہ کو دودھ پلاتی رہی ہو۔

فاسفورس:

جب پتلیوں اور آنکھوں کی رنگت قدرتی ہو اور دور کی اشیا دھندلی دکھائی دیتی ہو آنکھوں کے سامنے سیاہ دھبے دکھائی دیتے ہوں اور بینائی کم ہو یہ دوائی بوڑھے اور کمزور اشخاص کی کمزوری نظر میں مفید ہوتی ہے۔

نکس و امیکا:

بینائی میں وقفہ کے بعد نقص واقع ہوتا ہو، سر درد ہو جب مکان کے اندر بیٹھا رہنے دماغی محنت زیادہ کرنے بدہضمی یا نشوں کے استعمال کا مریض عادی رہا ہو۔

مرکیورس کار:

پتلی سکڑی ہو بینائی دھندلی، روشنی سے ڈر لگتا ہو اور آگ کی چمک آنکھوں کو نہ بھاتی ہو یہ دوائی اور بھی کارگر ہوتی ہے۔

جلسی میم:

روشنی بہت بھاتی ہو ایک ایک کے دو دو نظر آتے ہو، بصارت صاف نہ ہو اور خانہ چشم میں درد ہوتا ہو جب کثرت محنت کونین نوشی کے باعث بینائی میں نقص آجائے تو یہ دوائی سودمند ہوتی ہے۔

یوفریزیا:

آنکھوں سے بکثرت پانی خارج ہوتا ہو نیز جب کہ گلاکوکا عارضہ نزلہ کے باعث شروع ہوا ہو۔

آرنیکا:

آنکھ کے ڈھیلے پڑھتے ہوئے دکھتے ہو، کمزوری نظر بوجہ بیرونی صدمہ کے ہو یا بوجہ نقص یا مخمصہ ہو اور آنکھ کی پتلی سکڑی ہوئی ہو۔

ملیحہ احمد

پیاری ٹیچر بینش اور پیاری سی بھانجی کے نام

مس بینش اللہ آپ کو ہزاروں کامیابیاں اور خوشیاں دیکھنا نصیب کرے آمین میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے تمام اساتذہ کرام کی نیک تمناؤں کو اللہ پورا کرے آمین ٹیچر آپ جہاں بھی رہیں کامیابیاں آپ کے قدم چومیں۔ مس بینش میرا آپ سے بات کرنے کو بہت دل کرتا ہے پلیز کبھی کبھی ہم سے بات کرلیا کریں پیاری سی کیوٹ سی بھانجی پری کیسی ہو آج کل بابا آئے ہوئے ہیں ماما کو نہیں اب بابا کو تنگ کرنا پری آئی مس یو میری جان آنی بہت مس کرتی ہے آپ کو اقرا حفیظ آپ کے ٹی ایس میں کون سے سیکٹر میں رہتی ہو پلیز بتاؤ اللہ حافظ۔

بنت حوا......لاہور

مرحومہ آپی فرحت ، آپی قیصر آرا اور حجاب کے نام

سب سے پہلے قیصر آپی، انکل مشتاق، طاہر بھائی، آپی شہلا عامر سمیت پورا حجاب و آنچل اسٹاف، حجاب و آنچل کے رائٹرز قارئین کو وقاص عمر کی طرف سے السلام علیکم قیصر آپی ہماری طرح یقیناً آپ کو بھی پیاری آنی فرحت (مرحومہ) کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہوگی۔ سچ ملیحہ آنی کے بغیر تو آنچل، حجاب اداس لگتا ہے جیسے خوشبو کے بغیر پھول، فرحت آپی ہمیں کیسے چھوڑ گئی میں کیسے چند لفظوں میں بیان کروں کیسے حرفوں میں داستان سمیٹوں۔ جو دوسروں کی زندگی کی تفسیر ہوں وہ خود کیسے مر سکتے ہیں جو اوروں کے لیے جینے کا عنوان ہوں وہ کیوں کر بچھڑ سکتے ہیں اس وقت بھی میرے ہاتھ بے جان ہو رہے ہیں جیسے لکھنے کی سکت نہیں جدائی ابدی ہو تو آنکھ کیوں کر سمندر نہ بنے۔ وقاص تمہیں ان کے مرنے کا یقین نہیں ہے نا سچ پوچھو تو کسی کو بھی نہیں ہے لگتا ہی نہیں کہ فرحت آپی تہہ خاک ہوگئی ہیں فرحت آپی آپ کا انداز تخاطب مان بھرا انداز کچھ بھی تو فراموش نہیں کیا جاسکتا کچھ بھی بھلایا نہیں جاسکتا اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی لحد پر شبنم افشانی کرے جوار رحمت میں جگہ دے آمین، آپی قیصر آرا آپی ملیحہ احمد سمیت تمام آنچل و حجاب کے اسٹاف نے آنچل وحجاب کو بہت خوب صورت بنادیا ہے کیسے خوب صورت رنگ برنگے ستارے لگائے ہیں نہ صرف ترتیب وتزئین سے خوب صورت ہے بلکہ تحریروں کی سلیکشن بھی نہایت عمدہ ہے حجاب کے جملہ اراکین خوب محنت سے لکھ رہے ہیں آنٹی کشور سلطانہ لاہور آنٹی کوثر آپ دونوں کی اچھی صحت کے لیے اللہ سے دعا گو ہوں ماریہ کنول ماہی آپ کے نانا ابو نورین مسکان سرور آپ کے ماموں جان کی وفات پر بہت افسوس ہوا اللہ مغفرت فرمائے آمین۔ صنم رانی مانسہرہ، تسیم سحر ملتان، صوبیہ یوسف، ثمرین کرن حافظ آباد، سمیرا بشیر چوک سرور شہید، فاخرہ رانی چوک سرور چوک شہید، سمرا رانی کوٹلی گجرات، سعدیہ رب نواز، سدرہ قیوم، ہرن پور پنڈ دادن خان، میری نگارشات پسند کرنے پر آپ سب کا بے حد شکریہ۔ ہما طاہر، حنا ارشد، لیلیٰ رب نواز، بشریٰ کنول، تانیہ انصاری، اقرا جٹ، پروین افضل شاہین، مدیحہ نورین مہک، فائزہ بھٹی، ایس این شہزادی کھرل، صباء ذکا زرگر، ارم ریاض، طاہرہ منور بھٹی، سیدہ مائدہ، شازیہ اختر شازی، نورین انجم اعوان آپ سب احباب کی نگارشات بے حد اچھی ہوتی ہیں۔ اقرا لیاقت، عنزہ یونس، شبنم کنول، کنول خان آپ کہاں گم ہیں حجاب سے سب قارئین کے لیے بہت سی دعائیں اور سلام اللہ حافظ۔

وقاص عمر......ہنگڑ نو حافظ آباد

صباء ضمیر کے نام

کسی کے نیندوں میں آ کر کسی کی سانسوں میں سما کر
پھر کبھی یوں دور جایا نہیں کرتے
حیرت تو ہوگی تجھے میرے الفاظ پہ
مگر جو بے وفا ہوں وہ اظہار حیرت کیا نہیں کرتے
بہت ذوق سے کہتے تھے کہ ہمیں تم سے عشق ہے
جنہیں ہو عشق انہیں یہ باتیں بتلایا نہیں کرتے
بہت مان ہے تجھے اپنی ذات پہ تو جان لے
جو دیں ہمیں دھوکہ پیچھے ان کے ہم بھی آیا نہیں کرتے
کسی کی زیست سے چرا کر خوش کن لمحے
پھر قضا سے بھی بچانے کے خیالات بھایا نہیں کرتے
بہت شوق ہے ہماری زندگی سے جانے کا تو جاؤ صنم
کسی بے وفا کے وعدوں پر ہم بھی عمریں بتایا نہیں کرتے

شاعرہ: رمشا آفتاب صنم......ڈینگولی ہو میر کوٹ

میری پیاری باجی نورین کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو ڈھیروں دعائیں اور محبت بھرا اسلام۔ باجی نورین میں آپ کو حجاب کے ذریعے یہ پیغام دینا چاہتی ہوں کہ آپ بہت، بہت اچھی ہیں آج جو کچھ بھی میں ہوں آپ کی وجہ سے ہی ہوں اگر آپ مجھے انٹرمیڈیٹ کے امتحانات دینے کے لیے فورس نہ کرتیں تو میں آج اس مقام پر نہ ہوتی بلکہ گھر میں آرام کررہی ہوتی میں آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے میں ہمیشہ کوشش کروں گی کہ آپ کی امیدوں پر پوری اتر سکوں اور پلیز ولید پہ رحم کریں لگتا ہے سارا پیار طلحہٰ کے لیے تھا اور پلیز ناراض ہوکر چاچو کے گھر چلی جائیں پلیز پھر مجھے بی اے کی تیاری بھی تو کرنی ہے ناں۔

حمیرا اختر......73 جنوبی بھاگٹانوالہ

تمام دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں سب میرے خیال کے مطابق بالکل فٹ فاٹ مزے سے ہوں گی میری پانچ ماہ کی غیر موجودگی میں کچھ لوگوں نے مس کیا بہت شکریہ، خاص کر ماہ رخ سیال نے جی میں آپ کو بھولی نہیں بلکہ حجاب کی تمام لڑکیاں جن کے نام میں نہیں بھی لکھتی وہ بھی میرے دل میں بسیرا کرتی ہیں اصل میں مابدولت کی 19 اکتوبر کو شادی ہوگئی تھی جس کے بعد دعوتوں کا سلسلہ اور اب زندگی تھوڑی مصروف ہوکر رہ گئی ہے اب تو تھوڑی طبیعت بھی خراب رہتی ہے جنوری کے شمارے میں اپنی ادنیٰ سی کوشش کو کامیاب ہوتے دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھی، نیرنگ خیال میں میری شاعری شامل ہوئی ہے اب مزید لکھنے کی خواہش ہورہی ہے ساتھ ہی افسانہ لکھنے کی بھی دعا کریں میری مصنفہ بننے کی خواہش پوری ہوجائے آمین۔ اللہ تعالیٰ تمام لڑکیوں کو نیک بنائے اور صحت وتندرستی عطا کرے آمین۔ جن کے امتحان ہورہے ہیں ان کو بھی اللہ کامیاب کرے اور عطیہ تمہارے پیپر ہونے جارہے ہیں بیسٹ آف لک باقی تمام لڑکیوں کو سلام ہزارہ والیوں خوب دل لگا کر لکھو ہزارہ کا نام روشن کرو۔

نیناخان......ہری پور ہزارہ

پیاری بہن معروف شاعرہ ہماخان ساہیوال کے نام

تخلیق کار کا سفر عمروں پر اور تخلیق کا سفر صدیوں تک پھیلا ہوا ہے لوگ مرجاتے ہیں لفظ نہیں مرتے وہ مسلسل سفر میں رہتے ہیں آنکھوں سے آنکھوں تک دلوں سے دلوں تک لفظ زندگی کا استعارہ ہیں لفظ بقا کی علامت ہیں امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی اللہ تعالیٰ آپ کو اور زیادہ عزت اور شہرت دے ہمیشہ کی طرح میری کوشش یہی رہی ہے کہ میں ایسے لوگوں سے تعلقات جوڑوں جو ادب کو زندہ رکھنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں ہما آپی بے شک ادبی دنیا میں آپ کا نام ایک معتبر نام ہے آپ کی کتاب "لوٹ آتے تو اچھا تھا" کا گہرائی سے مطالعہ کیا آپ کی کتاب میں موجود درد اور غم کے بارے میں میری رائے یہی ہے کہ آپ کا ہر شعر ایک آنسو ہے اور ہر مصرعہ خون کی ایک بوند، آپ کی خوب صورت سوچ، انداز بیاں، صاف اور معصوم دل، پاکیزہ سوچ یہ سب الفاظ بھی کم ہیں آپ کے بارے میں مجھے لگتا ہے دل تشنہ ہی ہے ابھی آپ ویسے ہی کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کا شوق اور آپ کے لکھنے کی مستقل مزاجی یہی بتاتی ہے کہ آپ کا نام ہی آپ کی بہترین پہچان ہے آپ جیسے لوگ کبھی دل سے فراموش نہیں ہوتے۔

ہاں ہما آپی اپنی تعلیم ضرور پوری کرنا دل سے دعا ہے کہ خدا آپ کو صحت کاملہ دے اور زکا بھائی کے ساتھ ہمیشہ آپ کو خوش و خرم رکھے۔ ہما آپی آپ سے تعلق میری ترقی کے میدان میں ایک نہ ختم ہونے والی سیڑھی فلک کو چھوجانے والی منزل ثابت ہوں گے شکریہ کے حق دار تو وہ درخت بھی ہوتے ہیں جو گرمیوں میں ہمیں ٹھنڈی ہوائیں اور سردیوں میں دھوپ عطا کرتے ہیں بغیر کسی مفاد کے آپ بھی میرے لیے انہی کی طرح قیمتی ہیں میں بہت متاثر ہوں آپ سے۔ میری تمام تر نیک تمنائیں آپ کے لیے۔

سویرا وقاص......حافظ آباد

فریج کی دیکھ بھال اور استعمال

فریج کچن کا ایک ضروری حصہ بن چکا ہے اور کچن میں ہونے والے کاموں میں اس کے کردار کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا اس لیے فریج کی ضروری دیکھ بھال اور اس کے استعمال کے طریقے جاننا بھی بڑا ضروری ہے تاکہ کچن میں آپ کا یہ مددگار ہمیشہ آپ کا ساتھ دیتا رہے۔ فریج کو تھرمامیٹر کے ذریعے اکثر و بیشتر چیک کرتے رہنا چاہیے اس طرح آپ کو فریج کی کارکردگی اور اس میں پیدا ہونے والی خرابیوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں گی اگر فریج کو چیک نہیں کیا جائے گا تو آپ کا فریج خراب ہوکر بند بھی ہوسکتا ہے یا غلط ٹمپریچر کی وجہ سے اس میں رکھی ہوئی چیزیں خراب بھی ہوسکتی ہے فریج کا ٹمپریچر پچاس ڈگری سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے اور جب اسے چیک کرنا ہو تو فریج کا ٹمپریچر چالیس ڈگری تک رکھیں چیک کرنے کے لیے تھرمامیٹر فریج کے ہر خانے میں کم از کم ایک گھنٹہ تک پڑا رہنے دیں اس طریقے سے آپ کو فریج کے بارے میں ضروری معلومات حاصل ہوسکتی ہے اور فریج کی دیکھ بھال مناسب طریقے سے ہوسکتی ہے۔ فریج میں آئس کیوب ٹرے عموماً زیادہ برف بننے کی وجہ سے منجمد ہوکر چپک جاتی ہے اور اسے اکھاڑنا مشکل ہوجاتا ہے اس تکلیف دہ مسئلے سے بچنے کے لیے آپ آئس کیوب ٹرے کو فریج میں جہاں اسے رکھنا ہو وہاں موی کاغذ رکھ دیں اور موی کاغذ پر آئس ٹیوب ٹرے رکھیں ایسا کرنے سے آئس کیوب ٹرے فریج میں چپکے گی نہیں۔ فریج کا اندرونی دروازہ پانی ڈال کر نہیں دھونا چاہیے اس طرح دھونے سے چاروں طرف لگا ہوا ربڑ خراب ہوجاتا ہے اسے گیلے کپڑے سے پونچھ کر صاف کرنا چاہیے فریج کو اندر سے دھونے کے لیے صابن کا استعمال نقصان دہ ثابت ہوتا ہے جس کی وجہ سے فریج میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اس سے بہتر ہے کہ پانی میں سہاگہ (بوریکس) ملا کر دھوئیں ایک سیر پانی میں ایک درمیانہ چمچ سہاگہ کافی ہے فریج کے اندر بہت زیادہ برف جمنے نہ دیں کیونکہ اس طرح فریج جلدی خراب ہوجاتا ہے ہر مہینے فریج بند کرکے اندر جمی ہوئی برف پگھلنے دیں اگر برف بہت زیادہ جمی ہو تو دھونے سے پہلے برف والے خانے کے نچلے حصے میں کھولتے ہوئے پانی کی دیگچی رکھ کر دروازہ بند کردیں برف چند لمحوں میں پگھل جائے گی، برف سے جمے ہوئے برتن آسانی سے نکالنے کے لیے برف خانے میں تھوڑا سا نمک چھڑک دیں پھر اس کے اوپر پانی کے سانچے رکھیں اس طرح برف بھی جلدی بنے گی اور سانچا بھی آسانی سے باہر نکل آئے گا برف جمانے والے ڈبوں یا سانچوں کے نیچے اگر موی کاغذ بچھادیں تو سانچے فریزر میں جمیں گے نہیں اور آسانی سے باہر نکل آئیں گے فریج کی چمک دمک برقرار رکھنے کے لیے تھوڑے سے پانی میں امونیا کے چند قطرے ملا کر صاف کریں فریج کو بار بار کھولنے اور بہت سی چیزیں بھرنے سے فریج کی کارکردگی بہت متاثر ہوتی ہے، جب مارکیٹ سے کھلا گوشت آئے تو اسے دوبارہ موی لفافے یا کاغذ میں لپیٹ کر فریج میں رکھیں اس طرح گوشت کے چھیچھڑے اور خون کے دھبے کاغذ پر نہیں چپکیں گے چاہے گوشت فریج میں کافی دنوں تک پڑا رہے۔ مچھلی کو فریج میں محفوظ رکھنا ہو تو مچھلی کے سائز کا ایک ڈبہ لیں مچھلی کو اس میں ڈال کر اتنے پانی سے بھردیں کہ مچھلی اس میں ڈوب جائے پھر اس ڈبے کو فریج میں رکھیں اس کے بعد جب ضرورت پڑنے پر مچھلی نکالیں گے تو پہلی حالت جتنی تروتازہ ہوگی۔ جب آپ گھر سے زیادہ دیر تک باہر رہنا چاہتی ہوں تو ایسے موقعوں پر فریج میں موجود خوراک کو ان کی مختلف کیمیاوی حالتوں کے مطابق مختلف خانوں میں رکھیں اور اس کام کے لیے پلاسٹک کے یا موی لفافے استعمال کریں تاکہ محفوظ کی جانے والی خوراک پگھل کر خراب نہ ہوجائے۔ چکن کے مختلف پیس کرکے کم سے کم جگہ زیادہ سے زیادہ پیس رکھنا مقصود ہو تو انہیں آئس کیوب ٹرے میں بھی رکھا جاسکتا ہے اور بعد میں جب جمے ہوئے چکن کو مختلف بلاکوں کی صورت میں مضبوط پیکنگ کے باوجود نکالا جاسکتا ہے۔ پیٹیز یا سموسے اس طرح فریج میں رکھیں کہ وہ آپس میں نہ جڑیں اور جونہی وہ ذرا سخت ہوجائیں تو انہیں فریج سے نکال لیں پھر انہیں کسی کاغذ میں لپیٹ دیں اور دوبارہ فریج میں رکھ دیں اس طرح پیٹیز اور سموسے آپس میں جڑیں گے نہیں فریج میں پھلوں کو محفوظ اور ٹھنڈا رکھنے کے لیے مضبوط سیلوفین کے لفافوں میں بند کریں

تیزابی فروٹ علیحدہ رکھیں کیونکہ تیزابی پھل سے کاغذ وغیرہ گل جاتے ہیں اور دوسرے پھلوں کی خوشبو اور ذائقے کو خراب کرتے ہیں۔

باورچی خانے کا لکڑی کا سازوسامان

باورچی خانے میں استعمال ہونے والی لکڑی کی اشیا عام طور پر سفید لکڑی سے بنائی جاتی ہیں انہیں خریدتے وقت ہمیشہ اچھی کوالٹی کی لکڑی کو پسند کریں کیونکہ گھٹیا قسم کی لکڑی ٹیڑھی ہوجاتی ہیں۔

پیسٹری بورڈ: پیسٹری بورڈ خریدتے وقت دیکھیں کہ اس میں جوڑ نہ ہو ایک ہی ٹکڑا ہو بورڈ سپاٹ اور ہموار ہونا چاہیے اور لکڑی میں دراڑ اور گانٹھیں موجود نہ ہوں سائز میں مناسب ہوں۔

چکلا بیلن: ذراسخت قسم کی لکڑی کا بنا ہوا ہو، چکلا بیلن ہموار مضبوط اور وزنی ہونا چاہیے تاکہ استعمال میں زیادہ قوت نہ صرف کرنی پڑے۔

سبزی کاٹنے کا تختہ: اس کی کم ازکم ایک انچ موٹائی ہونی چاہیں پیسٹری بورڈ سے سائز میں چھوٹی لیکن وزنی ہونا چاہیے مکمل طور پر سپاٹ اور ہموار ہونا چاہیے، گانٹھیں اور جھریاں موجود نہ ہوں استعمال کے فوراً بعد دھودینا چاہیے تاکہ داغ دھبے نہ پڑنے پائیں۔

پلیٹ ریک: اس میں مختلف سائز کی پلیٹوں کو رکھنے کے لیے جگہ ہونی چاہیے مضبوط ہو اور لکڑی عمدہ قسم کی ہو ورنہ پانی لگنے سے پھول کر خراب ہوجائے گی۔

کرسیاں اور میزیں: یہ بھی مضبوط لکڑی کی بنی ہونی چاہیں ان کی اونچائی آرام دہ ہونی چاہیے میز میں اگر دراز لگے ہوں تو چیزیں رکھنے کے لیے جگہ مہیا ہوجاتی ہیں کرسی اور میز وغیرہ پر پالش ضرور کروالینی چاہیے پالش اس قسم کی ہو جو آسانی اور آرام سے صاف کی جاسکے اور اتارنا بھی ممکن ہوں اسی طرح پیڑھیاں اور چوکیاں بھی مناسب اور آرام دہ اونچائی کی ہونی چاہیں۔

چولہے اور سٹوو: چولہے اور سٹوو کے درست انتخاب سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے لیکن متعدد کمپنیاں مختلف ماڈل کے سٹوو بنانے لگی ہیں جس سے ان کا انتخاب ایک دشوار مسئلہ بن گیا ہے سٹوو سنگل بھی ہوتے ہیں اور ڈبل بھی جہاں تک ان دو خصوصیات کا تعلق ہے ان کا انتخاب کا انحصار خاندان کی پسند اور ضرورت پر ہے تیل گیس اور بجلی کے چولہے کا انتخاب، بہت حد تک ان چیزوں کی دستیابی اور خاندان کے بجٹ پر ہے مثال کے طور پر تیل کا چولہا متوسط گھرانے خریدنے اور استعمال کرنے کے بھی اہل ہیں، گیس کا انحصار علاقے میں اس کی فراہمی پر ہے اور بجلی ایندھن تو صرف خاندان کی معاشی حالت کے پیش نظر ہی منتخب کی جاسکتی ہیں۔ تیل کا چولہا خریدتے وقت چادر کی موٹائی اور مضبوطی کا خیال رکھیں ٹنکی اگر دھات کی ہے تو بھی مضبوط اور موٹی چادر کی بنی ہونی چاہیے اگر شیشے کی ٹنکی ہو تو بہتر ہے کیونکہ اس میں تیل کی مقدار نظر آتی رہتی ہیں سٹوو کی سطح یا تو پالش کی ہوئی ہوتی ہے یا بغیر پالش کے اسٹیل لیس اسٹیل یا کرومیم کی ہوتی ہے بہتر ہے کہ بغیر پالش کی کرومیم کی سطح کا سٹوو خریدا جائے کیونکہ پالش دار سطح اول تو صاف کرنی مشکل ہوتی ہے اور پھر دوسرے تھوڑے عرصہ کے استعمال کے بعد پالش اترنے لگتی ہے اور چولہا بدنما دکھائی دینے لگتا ہے ڈبل چولہے میں اگر تیل کی ٹنکی دونوں حصوں کے درمیان واقع ہو تو ایسا چولہا استعمال میں آرام دہ نہیں ہوتا لیکن اگر ایک سرے پر ہو تو بہتر ہے چولہے کی ساخت اچھی متوازن اور مناسب ہونی لازمی ہے اگر متوازن نہ ہوگی تو تیل روانی کے ساتھ نہیں آئے گا اور نتیجہ چولہا ٹھیک نہیں چلے گا جو کمپنیاں قابل اعتماد ہوں اور گارنٹی پیش کرتی ہوں صرف ان کی تیار کردہ اشیا ہی منتخب کرنا چاہیں ہو یسے تو چولہے کا ماڈل اور ڈیزائن انفرادی پسند کا ہو لیکن پھر بھی چولہا خریدتے وقت مندرجہ ذیل امور کو ذہن میں رکھیں۔

۱۔ چولہا موزوں اور مناسب سائز کا ہونا چاہیے۔
۲۔ چولہا دھواں اور کالک نہ چھوڑتا ہو۔
۳۔ اس کی صفائی آسان اور سہل ہونی چاہیے۔
۴۔ ٹنکی والا حصہ بند ہونا چاہیے۔

چولہے کی بتی والا حصہ کھول کر دیکھیں اور اس کے بعد فٹ کریں تاکہ معلوم ہوجائے کہ تمام حصے بالکل درست حالت میں ہیں۔